پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق

قرآن وسنت کی روشنی میں

تحقیقی مقالہ

برائے پی ایچ. ڈی

محقق

عشرت حسین بصری

(اسسٹنٹ پروفیسر)

یونیورسٹی کالج آف ایجوکیشن ملتان

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

شعبہ علوم اسلامیہ

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

2008ء

اس مقالہ کی منظوری ایڈوانسڈ سٹڈیز اینڈ ریسرچ بورڈ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان کے مراسلہ نمبر Acad-adv/Ph.D-1/98-1719 مورخہ 31-08-1998 کے تحت دی گئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

CERTIFICATE

Subject: **SUBMISSION OF REVISED THESIS FOR PH.D. ISLAMIC STUDIES**

Mr. Eshrat Hussain Basri, research scholar of Ph.D. Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan has completed his revised thesis entitled:

”پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق“

(قرآن وسنت کی روشنی میں)

under my supervision and guidance.

The Scholar has done his work according to the well known research methodology. It is worth mentioning that the researcher has incorporated suggestions made by Prof. Dr. Khalid Masood, Chairman Council of Islamic Ideology Islamabad, who was appointed a third examiner by Board of Higher Studies and Research.

I am satisfied with the quality of the same and allow him to submit his revised thesis for further necessary action.

PROF. DR. SAEED-UR-RAHMAN
Supervisor / Chairman,
Department of Islamic Studies,
B. Z. University, Multan.

AFFIDAVIT/DECLARATION

I, Eshrat Hussain Basri, research scholar of Ph.D. Islamic Studies at Bahauddin Zakariay University, Multan do hereby solemnly declare that my revised thesis entitled:

''پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق''
(قرآن وسنت کی روشنی میں)

is submitted for fulfillment of the requirement of Ph.D. in Islamic Studies is my original research work and has not ever been submitted previously for obtaining any degree from this or any other university/institution relating to this topic.

(Eshrat Hussain Basri)
Assistant Professor
University of Education, Lahore,
Multan Campus, Bosan Road, Multan.

انتساب

میں اپنی اس تحقیقی کاوش کو اپنے والد گرامی

جناب میاں محمد حسین الماس

کے نام منسوب کرتا ہوں

جن کی دُعائیں میری زندگی کا عظیم سرمایہ ہیں.

تحقیقی مقالہ بعنوان:

''پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں''

کو بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کی جائزہ کمیٹی نے منظور کیا۔

(۱) .... سپروائزر

(۲) .... ممبر

(۳) .... ممبر

چیئرمین

شعبہ علومِ اسلامیہ

بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

نظر ثانی شدہ مقالہ کی بابت گزارشات

جناب وائس چانسلر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان نے بورڈ آف ہائر سٹڈیز اینڈ ریسرچ کی سفارش پر راقم الحروف کا مقالہ برائے پی ایچ.ڈی (علوم اسلامیہ) بعنوان ''پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں'' برائے جانچ پرکھ تین ماہرین کوارسال کرنے کی منظوری دی۔ان میں سے بیرونِ ملک سے تعلق رکھنے والے دونوں ماہرین نے مقالہ کو پی ایچ.ڈی کی ڈگری کے لئے منظور کرنے کی سفارش کی، جبکہ اندرونِ ملک سے تعلق رکھنے والے فاضل استاد نے مقالہ سے متعلق بعض ملاحظات پیش کئے۔

بورڈ آف ہائر سٹڈیز اینڈ ریسرچ نے مقالہ کے لئے نگران کے طور پر پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن کا تقرر کرتے ہوئے مقالہ نگار کو ہدایت کی کہ نگران کے مشورے سے ملاحظات کی روشنی میں مقالہ پر نظر ثانی کرے۔ مقالہ نگار نے اپنے نگران کے مشوروں سے ان ملاحظات پر پوری توجہ دی، اور مقالہ کی تکمیل کے لئے تسلیم شدہ طریق تحقیق کو اختیار کیا گیا۔

مزید یہ کہ Enternal Examiner (اندرونِ ملک ممتحن) جناب ڈاکٹر خالد مسعود صاحب (چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، پاکستان) کی ہدایات کی روشنی میں مقالہ کو نئے سرے سے مرتب کیا گیا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) باب اوّل کی فصل سوم ''پاکستان میں تصورِ اقلیت'' میں لفظ ''اقلیت'' کے معنی ومفہوم کو پاکستان کے حوالے سے مختلف ریسرچ آرٹیکلز اور خصوصاً ڈاکٹر خالد مسعود کے ریسرچ آرٹیکل (Minority in Islamic History and Analytical Study of Four documents) اوران کی رائے کے مطابق ومختلف انسائیکلوپیڈیا ز سے استفادہ کرتے ہوئے نئے انداز سے مرتب کردیا گیا ہے۔(ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر 35 تا 47)

(۲) باب دوم وسوم اور چہارم میں جہاں کہیں لفظ 'اقلیت' یا 'اقلیتیں' یا 'اقلیتوں' لکھا گیا تھا، اُن کو حذف کرتے ہوئے 'غیر مسلم' یا 'غیر مسلموں' کے الفاظ لکھ دیئے گئے ہیں۔ نیز املا کی اغلاط کی تصحیح بھی کردی گئی ہے۔

(۳) باب پنجم کی فصل پنجم میں ''پاکستانی غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی آئینی ضمانت'' میں آئین پاکستان 1973ء سے استفادہ کرتے ہوئے متعلقہ دفعات (Articles) کو شاملِ مقالہ کردیا گیا ہے۔(ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر 280 تا 285)

(۴) باب ششم کی تمام فصول میں ''پاکستانی کمیشن برائے انسانی حقوق'' کی مذہبی اقلیتوں کی صورتِ حال اور ''پاکستان کمیشن برائے امن وانصاف'' کی جائزہ انسانی حقوق کی سالانہ رپورٹس 2005ء، 2006ء، 2007ء کی روشنی میں پاکستان میں اقلیتوں کے مذہبی، سیاسی، معاشی، معاشرتی حاصل حقوق اوران کی خلاف ورزیوں کی صورتِ حال کو شاملِ مقالہ کردیا گیا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر 319، 320، 328، 329، 330، 337، 351، 353، 355، 356، 357، 365، 369)

(۵) مقالہ کے آخر میں دی گئی سفارشات میں مزید اضافہ کردیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ نگرانِ مقالہ کی ہدایات کی روشنی میں مناسب حذف واضافہ کے ساتھ مقالہ کو نئے سرے سے مرتب کیا گیا، تاکہ مقالہ ہر لحاظ سے مطلوبہ معیار پر پورا اُتر سکے، جو پیشِ خدمت ہے۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف ؏

عشرت حسین بصری

فہرس

ہدیہ تشکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العلمین. والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم.

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنی خاص مہربانی سے بندہ کو زیرِ نظر موضوع پر تحقیقی کام کرنے اور اس کو حتی المقدور مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، میں شکر گزار ہوں اپنے والدین، اساتذہ کرام اور احباب کا جن کی خصوصی دعائیں، نیک تمنائیں، قیمتی مشورے اور تعاون میرے ساتھ شامل حال رہا۔

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کی انتظامیہ انتہائی مبارک باد اور شکریہ کی مستحق ہے جس نے پاکستان اور خصوصاً جنوبی پنجاب میں اعلیٰ تعلیم کی شرح میں زبردست اضافے کے ساتھ ساتھ ایم فل، اور پی ایچ ڈی کی سطح تک تحقیق اور اعلیٰ تعلیم کے لئے سہولیات بہم پہنچائیں۔

سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں اپنے نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن، چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ کا، جن کی رہنمائی اور ذاتی دلچسپی کی بناپر اس تحقیقی مقالے کی تکمیل عمل میں آئی۔ مفتی سعید الرحمٰن صاحب نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود مجھے نہ صرف رہنمائی فرمائی بلکہ موضوع سے متعلق اسلامی علوم کے تناظر میں اصولِ تحقیق کے حوالے سے بالاستیعاب جستجو کے لئے ایک نیا ولولہ اور ایک نئی جہت حیات عطا کی۔

اس تحقیقی کام کی تکمیل میں جن اساتذہ کرام اور محققین نے مجھے اپنی قیمتی مشوروں سے نوازا اور قدم قدم پر میری بھرپور علمی اعانت کی جن کا بے حد شکر گزار ہوں۔ ان کے اسمائے گرامی کا تذکرہ نہ کرنا ناشکری ہوگی۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر بشیر انور، ڈاکٹر کرامت علی، ڈاکٹر انوار احمد، ڈاکٹر شمیم حیدر ترمذی، پروفیسر خادم علی ہاشمی صاحب، پروفیسر ریاض الرحمٰن، پروفیسر عبد الستار چوہدری، پروفیسر چوہدری محمد حنیف، ڈاکٹر مشتاق احمد گوراہا، ڈاکٹر طاہر تونسوی، ڈاکٹر حسنین نقوی، ڈاکٹر شریف سیالوی، ڈاکٹر رانا محمد اکرم، ڈاکٹر جمیل حسین شاہ، ڈاکٹر عزیز اللہ ملک، ڈاکٹر محمد حسین آزاد القادری، ڈاکٹر عبد القدوس صہیب، پروفیسر علی اصغر سلیمی، ڈاکٹر سعید شاہد (پنجاب یونیورسٹی لاہور) پروفیسر محمد صدیق (جامعہ کراچی)۔

اپنی رفیقہ حیات اور اپنے پیارے بیٹے محمد طٰہٰ حسین کے تعاون کا بھی پوری طرح احساس ہے جنھوں نے خانگی مصروفیات و مطالبات سے دستبردار ہو کر تحقیقی کام کیلئے مطلوبہ یکسوئی اور سازگار ماحول فراہم کیا۔

برادرم حافظ محمد نعمان حامد، ڈاکٹر مجاہد حسین الماس کی اعانت پر شکر گزار ہوں جنھوں نے میرے اس مقالے کی کمپوزنگ و پروف ریڈنگ میں اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں تعاون کیا۔

والدین کی دعاؤں کو اپنے لئے زندگی بھر کا قیمتی اثاثہ سمجھتا ہوں اور تحقیقی کاوش میں سرخروئی انہی کی دعاؤں اور خواہش کی مرہون منت ہے اللہ تعالیٰ مجھے والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں انتہائی عاجزی و انکساری سے رب ذوالجلال کے حضور سجدہ شکر بجالاتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ اس تحقیقی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے تمام انسانوں کے لیے مفید بنائے۔ آمین۔

عشرت حسین بصری

Acronyms

اصطلاحات

اس مقالے میں طوالت اور تکرار سے اجتناب کے لئے درج ذیل اصطلاحات (رموز واشارات) کو استعمال کیا گیا ہے۔

﴿ ﴾	:	قرآنی آیات کی نشاندہی کیلئے
[ ]	:	احادیث نبویہؐ کی نشاندہی کیلئے
ھ	:	ہجری کیلئے
سنہ	:	سن عیسوی کیلئے
ص	:	صفحہ نمبر کیلئے
م	:	متوفی کیلئے
p	:	صفحہ کیلئے
Ibid	:	ایضاً کیلئے
vol	:	جلد نمبر کیلئے

☆ قرآنی آیات کے لئے اشاریہ میں پہلے سورۃ کا نام، اس کے بعد سورۃ کا نمبر اور پھر آیات کا نمبر اور آخر میں مقالہ کا صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

☆ احادیث کے لئے اشاریہ میں کتاب اور باب کے علاوہ حدیث کا نمبر بھی درج کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

☆ مقالہ ہذا میں مصادر ومراجع کا حوالہ دیتے وقت مصنف کے مشہور نام، کتاب کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر کی نشاندہی حوالہ جات میں کی گئی ہے۔ کتاب کی بقیہ تفاسیر مثلاً مصنف کا نام اور تاریخ وفات، کتاب کا پورا نام، مقام اشاعت اور سن اشاعت وغیرہ فہرست کتابیات میں دی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

موضوع کا تعارف واہمیت:

اسلام کو ہر دور میں کسی نہ کسی فتنہ کا چیلنج درپیش رہا ہے۔ عہد خلافت راشدہ میں فتنۂ ارتداد، فتنۂ مدعیین نبوت، فتنۂ سبائیت اور فتنۂ خوارج کا سامنا کرنا پڑا۔

بنوامیہ، بنوعباس کے طویل عہد میں حکمائے یونان کے افکار کے زیر اثر معتزلہ، ملاحدہ، زنادقہ، رواقیہ وغیرہ کا فکری مقابلہ کرنا پڑا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عالم اسلام پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یورپی الحاد اور سیکولرزم کی شورش فتنہ بن کر سامنے آئی۔

آج عالم اسلام اور پاکستان کو بہت سے معاشرتی، سیاسی اور دہشت گردی جیسے فتنوں اور مسائل کا سامنا ہے۔

عوام الناس کی ایمانی، روحانی اور اخلاقی زندگیاں اجیرن ہو چکی ہیں بنی نوع انسان کو اس تباہی سے بچانے کا صرف ایک ہی واحد راستہ ہے کہ تمام انسان اپنے خالق و مالک کی طرف رجوع کر لیں اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں تو دنیا کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں انسانوں کو دین اسلام کے قبول کرنے کے اختیار کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جو ہم سب کے لئے قابلِ فہم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ. ﴾ (۲:۲۵۶)

(دین اسلام میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی کے مقابلہ میں بالکل واضح ہو چکی ہے)

لہٰذا دین کے قبول کرنے میں یا کسی دین کو رد کرنے میں کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائیکہ اسلامی حکومت کی رعایا مشرک بھی رہنا چاہتی ہو تو اسے اختیار ہے۔ اسلامی حکومت یہ نہیں چاہتی کہ کوئی دوسرا مذہب اس کی حدود میں زندہ نہ رہے۔

بلکہ دین اسلام تو اشتراک عمل کا اعلان کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ ۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ (آل عمران ۳: ۶۴)

کہہ دیجئے" (اے اہل کتاب آؤ اس بات پر توکل کر عمل کریں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے)"

وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ عبادت گاہیں خواہ مسلمانوں کی ہوں یا اہلِ کتاب کی یا غیر مسلموں کی اللہ کے نزدیک سب کی سب یکساں محترم ہیں۔

اسلام نے روز اوّل ہی سے انسانوں کو ایک دوسرے سے تعلقات اور حقوق و فرائض کی نوعیت کو واضح کر دیا ہے تا کہ تمام انسان

ایک دوسرے کی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ کی زمین پر امن وامان اور محبت وآشتی سے زندگی گزاریں اور دنیا میں فساد برپا نہ کریں۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بہت خفیف لفظی فرق سے یہ بات دہرائی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (البقرہ ۲:۶۲)

(یعنی جولوگ ایمان لائے (پیغمبر اسلام پر) اور جولوگ یہودی ہیں نیز عیسائی اور صابی مذہب والے غرض جو بھی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک کام کرے تو ایسوں کو ان کا اجر ان کے رب کے پاس ملے گا۔ اور نہ ان پر کوئی خوف کی وجہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

ڈاکٹر حمید اللہ مندرجہ بالا آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: صلح کل، رواداری اور انتہائی وسعت قلبی کی اس عجیب و غریب تعلیم میں کہیں بھی نہیں کہا گیا کہ یہودی عیسائی اور صابی، دیگر مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کو ترک کریں بلکہ اپنے اپنے الہامی مذہب ہی کی تجدید کرتے ہوئے چند بنیادی امور پر عمل کریں یعنی اللہ اور اس کے رسول کو ماننا، مرنے کے بعد حساب کتاب کا یقین کرنا اور زندگی بھر عمل صالح کرنا یہ اجر ملنے اور خوف سے بچنے کیلئے کافی ہے۔ حقیقت میں:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران ۳:۱۹)

(بے شک اللہ کے ہاں اگر کوئی دین ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہے)

انسانیت کے محسن اعظم حضرت محمد ﷺ نے غیر مسلم اقوام کیلئے مراعات اور اُن کے حقوق کے لئے عقیدے کی آزادی، عبادت گاہوں کی تعمیر کی آزادی، حرمتِ جان وجسم، حق حمایت وتحفظ، حق تحفظ عزت و مال، آزادی تحریر وتقریر، حق سکونت اور مذہبی رواداری پر مبنی ہدایات دیں۔ جبکہ جب لوگ مذہبی آزادی اور رواداری کے مفہوم وتصور سے نا آشنا تھے۔

دین اسلام نے غیر مسلم ذمیوں کو ان کی اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق رہنے کی مکمل اجازت دی ہے۔ اور اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلم شہری وہی حقوق رکھتا ہے جو کہ ایک عام شہری ان حقوق کا حامل ہے۔ دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں غیر مسلموں کے معاملات ان کے قوانین کے مطابق حل کیے جاتے ہیں۔ اس کی عظیم مثال میثاقِ مدینہ اور اہل نجران کے ساتھ وہ معاہدات جو حضرت محمد ﷺ نے اپنے عہدِ مبارک میں کیے تھے۔ جو کہ بنی نوعِ انسان کے لئے مشعل راہ ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اکیسویں صدی میں مغربی میڈیا اور استعمار نے اسلام کی اس آفاقی تعلیم کے خلاف بھر پور پروپیگنڈہ کیا۔ اور اسلام کو مخالف حقوقِ انسانی عموی اور اقلیتوں کے حقوق کا مخالف خصوصی طور پر بنا کر پیش کیا۔ اور مسلمانوں کو تنگ دل، تنگ نظر، رجعت پسند، قدامت پرست، بنیاد پرست ایسے اپنے متعین کردہ مفاہیم کے ساتھ ملزم ٹھہرایا۔ ان حالات میں اسلامی جمہوریہ پاکستان ایسی اسلامی ریاست میں قرآن وسنت کی روشنی میں غیر مسلموں (ذمیوں) کے حقوق کا مطالعہ انتہائی ضروری ٹھہرا۔ اور یہی امر باعث تحقیق ہے۔

بیان مسئلہ:

اس تحقیق کا مقصد قرآن وحدیث کی روشنی میں پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا تاریخی وتحقیقی مطالعہ کرنا ہے۔

موضوع تحقیق کا بنیادی سوال:

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کیلئے لکھے گئے تحقیقی مقالہ بعنوان "پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں" کے بنیادی سوال کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

(۱) یہ کہ اسلام میں غیر مسلموں کیلئے حقوق کا مساوی معیار ہے یا ان کی حیثیت ثانوی ہے؟

(۲) یہ کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں یا متصادم؟

(۳) قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں غیر مسلموں (ذمیوں) کے متعلق کون سے ایسے بنیادی اصول بیان ہوئے ہیں جن میں اقلیتوں کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں کہا گیا ہے؟

(۴) رسول اکرمؐ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں کس طرح غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھا۔ اس کے علاوہ عہد خلفاء راشدین اور دیگر مسلم ادوار میں غیر مسلموں کے حقوق کے متعلق اور ان سے تعلقات کے بارے میں ہمیں کس قسم کی مثالیں اور بنیادی اصول ملتے ہیں؟

فرضیہ تحقیق:

مقالہ ہذا کے متعلق درج ذیل فرضیہ جات ممکن ہیں:

1۔ اسلام میں اقلیت واکثریت کا کوئی تصور نہیں۔

2۔ اسلام میں برابری کی بنیاد پر اکثریت واقلیت کے لئے حدود کار کا تعین کیا گیا ہے۔

3۔ اسلام میں غیر مسلم مسلمانوں کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں۔

4۔ پاکستان کے دساتیر میں غیر مسلم اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں۔

5۔ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو آئین کی روشنی میں دیئے گئے حقوق پوری طرح حاصل ہیں یا نہیں؟

مقاصد تحقیق:

اس تحقیق کا بنیادی مقصد قرآن وحدیث، عہد رسالت، خلفائے راشدین، بنو امیہ، بنو عباس اور دیگر مسلم ادوار میں غیر مسلموں (ذمیوں) کے حقوق کے تناظر میں پاکستان میں غیر مسلموں کو عطا کیے گئے حقوق اور متوقع نتائج معلوم کرنا ہیں۔

اس کے علاوہ ذیلی مقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن وسنت کی روشنی میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی نوعیت واضح کرنا

۲۔ عہد رسالت، خلفائے راشدین میں غیر مسلموں کے ساتھ سلوک رواداری کو واضح کرنا۔

۳۔ دیگر مسلم ادوار میں غیر مسلموں کا اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کا فائدہ رنقصان کی حکمت کا جائزہ لینا۔

۴۔ قیام پاکستان کے بعد غیر مسلم اقلیتوں کا پاکستان کی ترقی میں کردار کا جائزہ لینا ہے۔

۵ قائداعظم کے ارشادات کی روشنی میں ان کے حقوق کے تحفظ کے ساتھ ان کی حیثیت کا تعین کرنا

۶۔ آئینِ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق کے حوالے سے معاشرتی، سیاسی، مذہبی، معاشی اصلاح کیلئے قائم اداروں بالخصوص ابلاغ عامہ اور تعلیمی اداروں (دینی و سرکاری) کی یکساں مشترک سمت متعین کرنا۔

۷۔ ان میں مذہبی، لسانی، تعصب و منافرت کو ختم کرتے ہوئے ان میں امن و محبت آشتی پیدا کرنا۔

۸۔ پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے اسے اکیسویں صدی کی مثالی، اسلامی، فلاحی اور خوش حال ریاست بنانا۔

طریق تحقیق:

اس مقالہ کے اسلوب تحقیق کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحقیقی مطالعہ کیلئے بیانیہ اور تجزیاتی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

۲۔ موضوع تحقیق کے لئے زیادہ تر انحصار متعلقہ کتب سے رہنمائی لی گئی ہے۔

۳۔ اسلامی قوانین کے بنیادی مواخذات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۴۔ وزارت مذہبی و اقلیتی امور اور محکمہ شماریات پاکستان کی رپورٹ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۵۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے امن و انصاف اور وزارتِ مذہبی و اقلیتی اُمور اسلام آباد پاکستان کی سالانہ رپورٹس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۶۔ عربی، انگریزی الفاظ و اصطلاحات اردو کے قالب میں ڈھال دیئے گئے ہیں۔

۷۔ قرآنی آیات کے ترجمہ میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کے ترجمہ قرآن تیسیر القرآن پر انحصار کیا گیا ہے۔

۸۔ موضوع پر کام کے لئے لائبریری سے استفادہ کو بنیادی اہمیت دی۔ اس سلسلے میں جامعہ اُم القریٰ مکہ و مسجد نبوی مدینہ (سعودی عرب)، یونیورسٹی کالج آف ایجوکیشن ملتان، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، باغ لانگے خان ملتان، قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ قاسم العلوم ملتان، سردار جھنڈیر لائبریری میلسی، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری (انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد)، منسٹری آف منارٹیز کی رپورٹس، انسانی حقوق کمیشن کی رپورٹس، جامعہ کراچی اور آغا خان یونیورسٹی کراچی کی لائبریریوں سے براہِ راست جا کر متعلقہ مصادر کا مطالعہ کر کے مواد جمع کیا۔

حدود:

اس تحقیقی مقالہ میں صرف ''پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں'' کا ہی مطالعہ کیا گیا ہے۔

تقسیم عنوانات:

اس تحقیقی مقالے کو چھ ابواب میں منقسم کیا گیا ہے:

باب اوّل ''اقلیت کے تصور کا جائزہ'' کے عنوان سے معنون ہے۔ اس باب کی تین فصول ہیں۔ فصل اوّل میں اسلام کا دیگر مذاہب کی بابت تصور، فصل دوم میں اسلام کا تصور ذمہ وعہد، فصل سوم میں پاکستان میں تصور اقلیت پر بڑی شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب دوم ''غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق'' پر محیط ہے۔ اس باب کی تین فصول ہیں۔ فصل اوّل میں حقوق کا لغوی و اصطلاحی مفہوم؛ فصل دوم میں فقہ اسلامی میں حقوق کی اقسام، حقوق اللہ اور حقوق العباد، فصل سوم میں غیر مسلموں کے حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں (i) عقیدے کی آزادی (ii) عبادت گاہوں کی تعمیر کی آزادی (iii) حرمت جان وجسم (iv) حق وحمایت وتحفظ (v) حق تحفظ عزت ومال (vi) آزادئ تحریر وتقریر (vii) حق سکونت ایسے حقوق کا تفصیلی اور تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

باب سوم ''عہد اوّل میں غیر مسلموں کے حقوق'' سے متعلق ہے۔ اس باب کی تین فصول ہیں۔ فصل اوّل میں ''عہد رسالت میں غیر مسلموں کے حقوق؛ فصل دوم میں عہد اوّل، خلافت راشدہ میں غیر مسلموں کے حقوق؛ فصل سوم میں عہد آخر خلافت راشدہ میں غیر مسلموں کے حقوق کا بڑی جامعیت کے ساتھ تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔

باب چہارم ''دیگر مسلم ادوار میں غیر مسلموں کے حقوق'' پر مشتمل ہے۔ اس باب کی تین فصول ہیں فصل اوّل عہد بنوامیہ، عہد بنو عباس میں غیر مسلموں کے حقوق اور فصل دوم میں فاطمی، عثمانی اور اندلسی عہد میں غیر مسلموں کے حقوق خلافت عثمانیہ میں اقلیتوں کے حقوق اور فصل سوم میں برصغیر کے مسلم دور میں غیر مسلموں کے حقوق پر جامعیت کے ساتھ تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

باب پنجم ''پاکستان اور غیر مسلم اقلیتیں'' کے عنوان پر مشتمل ہے۔ اس باب کی پانچ فصول ہیں۔ فصل اوّل میں قائداعظم محمد علی جناح اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق، فصل دوم میں ''قیام پاکستان اور غیر مسلم اقلیتیں'' کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فصل سوم ''قائداعظم اور دستور پاکستان کے عنوان کے تحت، اور فصل چہارم میں دساتیر پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق پر تفصیلاً بحث کی گئی ہے۔ فصل پنجم میں پاکستانی اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق کی آئینی ضمانت کے عنوان کے تحت ۱۹۳۵ء کا ایکٹ، ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء، ۱۹۷۳ء کے آئین اور شریعت ایکٹ (۱۹۹۱ء) میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔

باب ششم میں پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل حقوق پر تفصیلاً گفتگو کی گئی ہے۔ یہ باب بھی پانچ فصول پر مشتمل ہے۔ جن میں مذہبی، سیاسی، معاشرتی، معاشی حاصل حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، اور اس سلسلہ میں انسانی حقوق کے اداروں کی رپورٹس بابت 2005، 2006ء، 2007ء سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مقالہ ہذا کی تکمیل کے لئے تمام دستیاب انسانی وسائل کو بروئے کار لانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن چونکہ یہ ایک انسانی کام ہے۔ اس لیے اس کام میں کمزوریوں اور کوتاہیوں کا ہونا لازم ہے۔ اگر اس مقالہ میں جو بھی خوبی ہے تو وہ محض اللہ کا کرم اور رسول اکرمؐ کا کرم ہے۔ اس مقالہ میں موجود اغلاط کی ذمہ داری مقالہ نگار پر ہے۔ محقق ان اغلاط کی تصحیح کیلئے ہر لحہ تیار ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تحقیقی کاوش کو قبول فرمائے اور بنی نوع انسان کے لئے مفید بنائے۔ آمین ثم آمین۔

عشرت حسین بصری

بصری ہاؤس، مکان نمبر 888/65R، سٹریٹ نمبر 7، سادات کالونی بوسن روڈ ملتان

بابِ اوّل

اقلیت کے تصور کا جائزہ

فصل اوّل

اسلام کا دیگر مذاہب کی بابت تصور

اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ حضرت محمد ﷺ امن وسلامتی کے پیغمبر ہیں۔ آپ نے کوئی نیا مذہب نہیں پیش کیا اور نہ ہی فی الحقیقت اسلام کوئی نیا مذہب ہے۔ بلکہ شرف آدمیت کی امانت جس کے اُٹھانے سے آسمان، زمین اور پہاڑ باوجود اپنے بہت بڑے ڈیل ڈول اور بے پناہ وسعتوں کے قاصر رہے اور انسان نے اُسے اٹھالیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ﴾[۱]

''ہم نے اپنی امانت ارض وسماوات اور پہاڑوں پر پیش کی تو اُنہوں نے اُسے اٹھانے سے انکار کردیا اور اُس سے ڈر گئے مگر انسان نے اُسے اٹھالیا۔''

حافظ عتیق الرحمٰن کیلانی ''تیسیر القرآن'' میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بطور حاشیہ کے لکھتے ہیں:

''یہ امانت خلافت ارضی ہے۔ یہ امانت کی پیش کش کب ہوئی؟ کس انداز میں ہوئی؟ اس کی تفصیل دستیاب نہ ہے۔ ممکن ہے یہ لغوی معنی میں ہو اور ممکن ہے استعارہ ہو۔ ہمارے مطلب کی بات اتنی ہے کہ یہ امانت جس کا بار ہم اُٹھا چکے ہیں اور عہد الست کے ذریعے اس کی تائید بھی کر چکے ہیں کوئی معمولی امانت نہیں ہے بلکہ بہت ہی بوجھل ذمہ داری ہے۔''[۲]

اور ساتھ انسان کو یہ خوشخبری بھی سنائی کہ اللہ کے نزدیک اگر کوئی دین ہے تو وہ صرف دین اسلام ہی ہے۔

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾[۳]

اور اس کے ساتھ یہ بھی وعید سنائی کہ:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾[۴]

''جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں ہوگا۔''

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (۵)

''آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔''

گویا دین اسلام اپنی موجودہ صورت میں تمام سابقہ شریعتوں کی تکمیل کا درجہ رکھتا ہے اور ان تمام انبیاء پر نازل ابدی حقائق کا نمائندہ دین ہے، جو ہر دور میں آتے رہے ہیں۔

قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ﴾ (۶)

یعنی''ہر ایک اُمت کی طرف ایک رسول بھیجا گیا ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِىْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا.﴾ (۷)

(اور آپ کا رب کسی آبادی کو ہلاک نہیں کرتا حتیٰ کہ کسی مرکزی بستی میں رسول نہ بھیج لے)

لہٰذا جتنی بھی قومیں یا اُمتیں ہوئی ہیں یا موجود ہیں ان سب کی طرف اُن کا علاقائی رسول خداوند عالم اللہ عزّ وجلّ کی طرف سے مبعوث فرمایا گیا ہے۔اسی طرح سب سے آخر میں پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث ہوئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (۸)

''آپ کہہ دیجئے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں''

اسی لئے اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ. كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۤئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ (۹)

''رسول اور مؤمنین اس پر ایمان لائے جو کچھ اُس کے رب کی طرف سے اتارا گیا، سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ ہم اللہ کے بھیجے

ہوئے کسی رسول کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔ اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور فرمانبرداری کی۔ اے ہمارے رب تیری طرف سے مغفرت ہو اور تیری طرف ہی لوٹ کے جانا ہے۔''

یعنی اسلام میں شامل ہونے کے لئے کتب اور انبیاء سابقہ پر ایمان لانا بھی ضروری ہوا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں بالکل واضح اور اٹل اعلان کر دیا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿"وَلَمَّا جَآءَ هُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ "﴾ (۱۰)

''اور جب اُن کے پاس گئی اللہ کی طرف سے وہ کتاب آ گئی جو اس کی تصدیق کرتی ہے جو اُن کے پاس ہے۔''

قرآن کریم میں ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے اس اہم موضوع پر ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْکَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَآءَ کَ مِنَ الْحَقِّ. لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَا جًاط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ. اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ.﴾ (۱۱)

''اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں اُن کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اور اُن کتابوں کی محافظ ہے۔ تو اُن کے باہمی معاملات میں اسی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے۔ اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر اُن کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت کی تجویز کی تھی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی اُمت کر دیتے۔ لیکن ایسا نہیں کیا۔ تاکہ جو دین تم کو دیا ہے اُس میں تم سب کا امتحان فرما دیں۔ تو مفید باتوں کی طرف دوڑو، تم سب کو خدا ہی کے پاس جانا ہے۔ پھر وہ تم سب کو جتلا دے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔''

یعنی قرآن کریم سابقہ اُمتوں کی اور اُن کے کتب وصحائف کی تصدیق کرتا ہے، اُن کی تکذیب نہیں کرتا۔ اس سے یہ واضح ہوگیا کہ دین اسلام سابقہ ادیان کے رائج کرنے والے تمام انبیاء کو حق مانتا ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ عرب میں ہوں یا عجم میں، چین میں ہوں یا ہندوستان میں، امریکہ میں ہوئے ہوں یا یورپ میں، اسلام کی نگاہ میں وہ اتنے ہی محترم ہیں جتنا کہ اسلام خود محترم ہے۔

قرآن کریم کی ساری کی ساری تعلیمات احترام مذاہب اور احترام آدمیت پر مبنی ہیں۔ چنانچہ یہ حکم دیا گیا کہ دوسرے مذاہب کے معبودوں کو برا نہ کہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (۱۲)

''اے مسلمانو! تم اُن کے معبودوں کو برا بھلا مت کہو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام میں کسی دوسرے مذہب کو برا بھلا کہنا یا طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا بالکل منع ہے۔ اور یہ حکم مکہ میں نازل ہوا۔ گویا کہ ابتداءِ اسلام سے ہی یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ تمام مذاہب خواہ وہ آسمانی ہوں یا غیر آسمانی، سب کو اسلام کے ساتھ زندہ رہنا ہے۔ اور زندہ رہنے کا حق ہے۔ کسی بھی مذہب کے پیرو شخص کے مذہبی رجحانات اور جذبات پر کسی قسم کا طعن کر کے انہیں مجروح نہیں کیا جاسکتا۔

حتیٰ کہ دین اسلام نے فکر و مذہب کی آزادی کا اس حد تک خیال رکھا اور مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیا کہ:

﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِاسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَاانْفِصَامَ لَهَا ، وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ.﴾ (۱۳)

''دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔ تو جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اُس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔ اور اللہ (سب کچھ) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔''

اس آیت کریمہ کی روشنی میں یہ واضح اصول فرمادیا کہ دین کے قبول کرنے میں یا کسی دین کو رَد کرنے میں کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ اسلامی حکومت کی رعایا مشرک رہنا چاہتی ہو تو رہے۔

اہل کتاب (عیسائی یا یہودی) یا صابی یا مجوسی کسی کا کوئی بھی مذہب اُس کا ہو، وہ اسے برقرار رکھے، اسلامی حکومت یا اسلام نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا مذہب اُس کی حدود میں زندہ نہ رہے۔ بلکہ اگر کسی بھی حد تک اشتراک عمل ممکن ہو تو اسلام اُس

پرعمل کی دعوت دیتا ہے۔

مثلاً اہل کتاب اور اہل توحید میں جہاں تک اشتراکِ عقائد ہے یا اشتراکِ عمل کی راہیں نکل سکتی ہیں اسلام اُن میں مل جل کر رہنے کا حکم دیتا ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ.﴾ (۱۴)

''کہہ دیجئے اے اہل کتاب! جو بات ہم دونوں میں متفق علیہ ہے آؤ اُس پر تو مل کر عمل کریں۔
یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں گے۔ اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔
اور ہم میں سے کچھ لوگ کچھ دوسرے لوگوں کو اللہ کے سوا پالن ہار نہ سمجھیں گے۔''

ایک اور مقام پر قرآن کریم میں دوسرے مذاہب والوں کے بارے میں اُن کی مذہبی عبادت گاہوں کے احترام میں ایک ایسا اشارہ ملتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبادت گاہیں خواہ مسلمانوں کی ہوں خواہ غیر مسلموں کی سب کی سب یکساں اور محترم ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا﴾ (۱۵)

''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کا زور ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ گھٹاتا رہتا تو گرجے، کنائس، عبادت خانے اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے منہدم ہوگئے ہوتے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (۱۶)

''اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے، تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مؤمن ہوجائیں۔''

اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے یہ واضح ارشاد فرمایا کہ غیر مسلموں کے ذاتی معاملات کا

فیصلہ اُن کے اپنے طور طریقوں اور مذہب کے اصولوں کے مطابق ہوگا۔

﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ (١٧)

"تمہارے لئے تمہارا دین (قانون) اور میرے لئے میرا دین (قانون)"

مراد یہ ہے کہ آزادی معاشرت اور آزادیٔ فکر میں ہے۔ کسی بھی گروہ پر کوئی زبردستی نہیں۔

قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں یہ واضح اور عیاں ہوگیا کہ دین اسلام کس قدر آزادی دیتا ہے اور انسانوں کو آپس میں کس انداز سے زندگی بسر کرنے کا درس دیتا ہے۔

جہاں تک ایک اسلامی ریاست میں بسنے والے شہریوں کا تعلق ہے تو وہ دو طرح کے ہیں: مسلم اور غیر مسلم۔

قرآن کی اصطلاح میں مسلم سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکمل طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر، آسمانی کتابوں پر، انبیاء پر، فرشتوں پر، یوم آخرت پر ایمان لے آئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ. وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ.﴾ (١٨)

ترجمہ: نیکی یہی نہیں کہ تم اپنا رخ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر روز قیامت پر فرشتوں پر اور نبیوں پر ایمان لے آئے اور اللہ کی محبت میں اپنا پیارا مال دے۔ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیروں اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑائے نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور جب عہد کرے تو اس کو پورا کرے اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت صبر کرے۔ جنہوں نے سچی بات کہی یہی لوگ ہی پرہیزگار ہیں۔

ان کے علاوہ باقی جتنے بھی لوگ ہوں گے وہ "غیر مسلم" کہلائیں گے۔

اسلام میں دیگر مذاہب اور ادیان کو پانچ زمروں میں تقسیم کیا ہے۔ یہ تقسیم ان مذاہب کی اسلام سے قربت یا دوری کے حوالے سے ہے۔ یہ پانچ زمرے حسب ذیل ہیں: (١٩)

1۔ اہل کتاب 2۔ شبہ اہل کتاب 3۔ عام کفار

4۔ بت پرست اور مشرکین 5۔ بے دین اور منکرین خدا"

(ا) اہلِ کتاب:

یعنی یہودی اور عیسائی اور دیگر مذاہب جن کے اہلِ کتاب ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فقہاء کرام اور محققین مختلف الرائے ہیں۔ مثلاً صابئین کے بارے میں بعض فقہاء کا خیال ہے کہ وہ اہلِ کتاب میں شامل ہیں اور بعض کا خیال ہے

کہ شامل نہیں ہیں۔

(۲) شِبۂ اہل کتاب:

یعنی وہ مذاہب جن کے بعض عقائد اہل کتاب سے ملتے جلتے ہیں لیکن وہ کسی متعین کتاب کو حتمی طور پر کتاب الٰہی قرار نہیں دیتے، جیسے مجوسی اور زرتشتی۔

(۳) عام کفار:

یعنی ایسے مذاہب کے پیرو جن کو آسمانی یا غیر آسمانی مذہب قرار دینا قطعیت کے ساتھ ممکن نہ ہو، جیسے بدھ مت اور جین مت وغیرہ۔

(۴) بت پرست اور مشرکین:

یعنی وہ لوگ جو خدا کی ذات کی پرستش کی بجائے بتوں کی پوجا کرتے ہوں۔ اور اللہ کی ذات کے علاوہ دوسروں کو شریک ٹھہرائیں، غیروں کو اپنا معبود بنائیں۔

(۵) دَہری، بے دین اور منکرین خدا:

یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی ذات پر یقین رکھنے کی بجائے فطرت (نیچر) پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اچانک پیدا ہو گیا ہے۔

یہ تقسیم تو مختلف مذاہب کی اصل آغاز اور تعلیمات کی نوعیت کے اعتبار سے تھی۔

مسلمانوں سے غیر مسلموں کے روابط اور اسلامی ریاست میں اُن کی حیثیت اور حقوق و فرائض کے اعتبار سے ان کو اہلِ ذمہ، معاہد، مستامن اور محارب کے القاب سے مُلقّب کیا۔

مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے محقق حافظ غلام حسین نے اپنی تحقیقی کتاب ''اسلامی حکومت میں اقلیتیں'' میں لکھا ہے کہ:

> ''اہل ذمہ'' وہ لوگ ہیں جو جنگ کے بعد مفتوح ہو کر اسلامی حکومت کے زیر نگیں آئیں مگر نقل مکانی نہ کریں بلکہ وہیں آباد رہنا پسند کریں۔
>
> ''معاہد'' وہ لوگ ہیں جو بغیر جنگ کئے یا دوران جنگ بعض شرائط پر اسلامی حکومت کی سرپرستی قبول کرلیں۔
>
> ''مستامن'' وہ لوگ ہیں جن کو کسی بھی صورت میں امان دی گئی ہو۔ مثلاً:

(ا) دورانِ جنگ وامن کی درخواست کریں اور اُن کو امان دے دی جائے۔

(ب) وہ کسی ظالم حکومت کے ظلم سے تنگ آ کر دارالاسلام میں ہجرت کر آئیں اور اُن کو امان دے دی جائے۔

(ج) کوئی غیر مسلم دارالاسلام میں آباد ہونا چاہے اور اس کو اجازت دے دی جائے۔

(د) کوئی سیاح دارالاسلام میں بغرض سیاحت آئے اور اس کو اس بات کی اجازت دے دی جائے۔

(ہ) وہ تاجر جو دارالاسلام کی طرف سے عائد کردہ عشور ادا کرے اور دارالاسلام سے درآمد برآمد کا تعلق قائم کرے۔

''محارب'' دارالاسلام کی وہ رعایا ہے جو غیر مسلم ہو۔ اور اسلامی حکومت کے خلاف حالت جنگ میں ہو یا وہ غیر مسلم حکومتیں جو اسلامی مملکت سے حالت جنگ میں ہوں۔ اپنی خاص نوعیت کے اعتبار سے ان سے اُن کی حیثیت کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔[۲۰]

شریعت اسلامی کے مطابق اسلامی مملکت میں بسنے والی غیر مسلم رعایا کی دو اقسام ہیں:

(۱) معاہدین (۲) مفتوحین

(۱) معاہدین:

معاہدین جو جنگ کئے بغیر کسی معاہدے یا صلح نامہ کے ذریعے اسلامی مملکت کے ماتحت آ گئے ہوں۔ ان معاہدین کے حقوق کے لئے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا تحریری معاہدہ درج کیا جاتا ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے اسلامی مملکت میں معاہدین کی حیثیت کو مُسلّم کر دیا ہے۔

> ''نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کے قاصد، ان کی خواتین اللہ کی امان اور اس کے رسول ﷺ (سربراہِ مملکت) کی ضمانت میں ہیں۔ ان (لوگوں اور ان کے اموال) کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی۔ اور نہ عورتیں بگاڑی جائیں گی نہ کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدے سے ہٹایا جائے گا، نہ

ان سے فوجی خدمت لی جائے گی اور نہ ان پر عشر لگایا جائے گا اور نہ اسلامی فوج ان کی سرزمین کو پامال کرے گی۔

ان میں سے جو شخص اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے گا تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی ان پر ظلم ہوگا۔ ان میں سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے۔ اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفاء کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد النبی ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ یہاں تک کہ اس بارے میں اللہ کا کوئی دوسرا حکم نازل ہو، جب تک یہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط کئے گئے ہیں ان کی پابندی کریں گے۔ ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (۲۱)

ایسے معاہدین کے متعلق اسلامی قانون یہ ہے کہ انہیں وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جن کے مطابق اُن سے صلح ہوئی ہوگی۔ اور ان کے ساتھ تمام معاملات اُن شرائط کے تابع ہوں گے جو ان سے طے ہوئے ہوں۔ اور اُن شرائط سے سرمو تجاوز نہیں کیا جائے گا۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

[لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُوْنَ قَوماً فَتَظْهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ فَيُصَالِحُوْنَكُمْ عَلٰى صُلْحٍ فَلَا تُصِيْبُوْا مِنْهُمْ فَوْقَ ذٰلِکَ فَاِنَّهُ لَا يُصْلِحُ لَكُمْ] (۲۲)

"اگر تمہیں کسی قوم سے جنگ پیش آجائے اور تم اُن پر غالب آجاؤ اور وہ تم سے صلح نامہ طے کرے تو تم پر ان شرائط کا بجالانا فرض ہے۔ اور اس سے بڑھ کر تم اُن پر کوئی حق نہیں رکھتے۔"

ایک اور حدیث مبارک میں ہے:

[الا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِداً وَانْتَقَصَهُ مِنْ حَقِهٖ اَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهٖ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئاً بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسِهٖ فَاَنَا حَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.] (۲۳)

"لوگو سنو! جس نے ذمی پر ظلم کیا اور اس کے حق میں کمی کی یا اس کے ذمہ وہ کام لگایا جو اس کی طاقت سے باہر تھا یا اس سے کوئی چیز جبراً لے لی تو ایسے شخص کے ساتھ قیامت کے روز اس ذمی کی طرف سے میں جھگڑا کروں گا"۔

اسی وجہ سے فقہاء اسلام نے صلحاً فتح ہونے والی قوموں کے متعلق کسی قسم کے قوانین مدوّن نہیں کئے۔ اور صرف یہ عام قاعدہ وضع کیا ہے کہ ان کے ساتھ اسلامی حکومت کا معاملہ شرائطِ صلح کے مطابق ہوتا ہے۔ معاہد کے دائرہ کار میں جہاں وہ لوگ شامل ہیں جو بغیر جنگ کئے یا دورانِ جنگ بعض شرائط پر اسلامی حکومت کی سرپرستی قبول کرلیں وہاں مستامن بھی شامل ہیں۔

(۲) مفتوحین:

مفتوحین وہ غیر مسلم رعایا آتی ہے جو باقاعدہ جنگ و قتال کے بعد مطیع ہوتی ہو۔ ان کو اہلِ ذمہ بھی کہتے ہیں۔ اور ان کے کچھ حقوق درج ذیل ہیں، جن میں وہ مسلمانوں اور دیگر غیر مسلم شہریوں (معاہدین) کے ساتھ شریک ہیں۔

(۱) روزی اور کفالت کی ذمہ داری۔

(۲) فدیہ دے کر چھڑانے کی ضرورت پیش آئے تو اسلامی مملکت بیت المال، مصارف صدقات سورۃ التوبہ: ۶۰ کے تحت فی الرقاب کی مد سے غلاموں کی آزادی کے لئے صرف کی جائے۔ (۲۴)

(۳) اسلامی مملکت میں ایک ذمی (مفتوح غیر مسلم) کی جان ایک مسلمان کی جان کے برابر ہے اور قصاص یا خون بہا دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد میں ایک ذمی کے قتل کے قصاص میں ایک مسلمان کو قتل کروایا۔ (۲۵)

(۴) اسلامی مملکت میں ذمی کے مال کی حفاظت ایک مسلمان کے مال کی طرح ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ذمی کے مالی نقصان کا ہرجانہ دلوایا تھا۔ (۲۶)

(۵) مذہبی حقوق بھی ہیں۔

(۶) تحفظ عزتِ نفس ہے۔ (۲۷)

(۷) شخصی معاملات میں آزادی ہے۔ (۲۸)

فی زمانہ آئین و دستور پر مملکت کے نظام قائم ہونے سے شہریوں کے مابین معاہدہ وجود میں آتا ہے، جس کی رو سے حقوق و فرائض کی تقسیم طے کی جاتی ہے۔ اور اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس تناظر میں عہدِ حاضر کے تصورِ اقلیت کا فہم حاصل کیا جانا ضروری ہے۔

فصل دوم

اسلام کا تصور ذِمَّہ وعہد

ذِمّہ کی تعریف (لغوی اعتبار سے):

اَلذِّمَّةُ عِبَارَةٌ عَنِ الْعَهْدِ فِي اللُّغَةِ وَتُفَسَّرَ أَيْضاً بِالْأَمَانِ وَبِالضَّمَانِ وَسُمِّيَ الْمُعَاهِدُ ذِمِّياً نِسْبَةً إِلَى الذِّمَّةِ بِمَعْنَى الْعَهْدِ۔ (۲۹)

''لغت میں ذمہ عہد کے معنوں میں آتا ہے۔ جس کی تفسیر امان اور ضمان (ضمانت) سے کی گئی ہے۔ اور معاہد کو ذمی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اُس کی نسبت ذمہ کی طرف یعنی عہد کی طرف کی گئی ہے۔''

صاحبِ لسان العرب اور صاحبِ تاج العروس کے الفاظ میں اس لفظ کی وضاحت درج ذیل ہے:

صاحبِ لسان العرب، ابن منظور محمد بن مکرم نے ذمی کی بحث میں کچھ اس طرح وضاحت کی ہے، جس کی اصل عبارت حسب ذیل ہے:

وَالذِّمَامُ: كُلُّ حُرْمَةٍ تَلْزِمُكَ إِذَا ضَيَّعْتَهَا الْمَذَمَّةُ، وَمِنْ ذٰلِكَ يُسَمَّى أَهْلُ الْعَهْدِ أَهْلَ الذِّمَّةِ، وَهُمُ الَّذِيْنَ يُؤَدُّوْنَ الجِزْيَةَ مِنَ الْمُشرِكِيْنَ كُلِّهِمْ. وَرَجُلٌ ذِمِّيٌّ: مَعْنَاهُ رَجُلٌ لَهُ عَهْدٌ. وَالذِّمَّةُ: الْعَهْدُ مَنْسُوْبٌ إِلى الذِّمَّةِ؛ قَالَ الْجَوْهَرِيُّ: اَلذِّمَةُ أَهْلُ الْعَقْدِ. قَالَ: وَقَالَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ اَلذِّمَّةُ الْأَمَانُ فِيْ قَوْلِهٖ، عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ. وَقَوْمٌ ذِمَّةٌ: مُعاهِدُوْنَ أَىْ ذُوْذِمَّةٍ، وهُوَ الذِّمُّ۔ (۳۰)

''اَلذِّمَام'' تمام حرمتیں ذمام کہلائیں گی، جن کو اگر تم ضائع کردو تو تم قابلِ مذمت ٹھہرو گے۔ اور اسی سے وہ لوگ جن سے عہد ہو اہلِ ذمہ کہلاتے ہیں۔ اور یہ وہ تمام لوگ مشرکین ہوتے ہیں جو جزیہ ادا کرتے ہیں۔ اور ذمہ وہ عہد ہے جو ذمہ داری کی طرف منسوب ہو۔ ''جوھری'' کہتے ہیں کہ وہ ذمہ اہل العقد ہیں اور وہ ''ابوعبیدہ'' کا حوالہ دیتے

ہوئے کہتے ہیں کہ اُن کے بقول ذمہ امان ہے اور اُن کا استدلال رسولِ اکرمؐ کی یہ حدیث ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں: وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ. ''اور اُن کا جو سب سے ادنیٰ آدمی ہے اس کے ذمہ کے لئے بھی کوشش کرے گا۔'' اور قومٌ ذِمَّۃٌ کا معنی ہے: مُعاھدون، یعنی جن کا ذمہ لے لیا گیا۔ اور یہ لفظ ذمٌّ کی جمع کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔''

وَفِى الْحَدِيْثِ ذِكْرَالذِّمَّةَ والذِّمَامُ، وَهُمَا بِمَعْنَى الْعَهْدِ وَالْأَمَانِ وَالضَّمَانِ وَالْحُرْمَةِ وَالْحَقِ، وَسُمِّىَ أَهْلُ الذِّمَّةِ ذِمَّةً لِدُخُوْلِهِمْ فِىْ عَهْدِالْمُسْلِمِيْنَ وأَمَانِهِمْ. (۳۱)

''حدیث شریف میں ذمہ اور ذمام کا ذکر آیا ہے۔ ان دونوں کا معنی ''عہد''، ''امان''، ''ضمان''، ''حُرمت'' اور ''حق'' ہے۔ اھل ذمہ کو ذمہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے عہد اور اُن کی امان میں داخل ہوگئے۔'' (۳۲)

اسی طرح کی تصریحات تاج العروس میں ہیں۔ (۳۳)

لفظ ذمۃ قرآن کریم میں سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۸ میں آیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كَيْفَ وَإِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ إِلًّا وَّلَا ذِمَّةً يُرْضُوْنَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ.﴾ (۳۴)

''اُن کا عہد کیسے معتبر ہو سکتا ہے جبکہ اگر وہ تم پر قابو پائیں تو تمہارے معاملے میں نہ کسی رشتہ کا لحاظ رکھیں گے اور نہ عہد کا۔ وہ باتوں سے ہی تمہیں خوش کرتے ہیں جبکہ اُن کے دل وہ بات تسلیم نہیں کرتے اور اُن میں سے اکثر بدعہد ہیں۔''

ایک اور دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَرْقُبُوْنَ فِىْ مُؤْمِنٍ إِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ، وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ.﴾ (۳۵)

''وہ کسی مومن کے معاملہ میں نہ کسی قربت کا لحاظ رکھتے ہیں اور نہ عہد کا اور یہی لوگ (شرارتوں میں) حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔''

فقہاء کی آراء میں ذِمّہ اور اُس کی حقیقت

فقہاء کی اصطلاح میں ذمّہ کی تعریف اور انسان کے لئے اس کے ثبوت کے حوالے سے ذمہ کا معنٰی و مفہوم اور اُس کی حد بندی میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ اور اُن کی متعدد تعبیریں کی ہیں۔

چنانچہ بعض کے نزدیک ''ذمۃ ایک وصف ہے یا شرعی حکم ہے جس کا وجود شارع نے انسان کے اندر ٹھہرایا ہے۔''

بعض کے نزدیک ''ذِمّۃ بذاتِ خود انسان ہے۔''

بعض کہتے ہیں کہ ''ذمہ کی اصطلاح کو اُس کے اصل لغوی معنی یعنی ''عہد'' سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔''

آیئے! اب ذِمّہ کی تعریف میں فقہاء کی مختلف آراء پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔

ذِمّہ کی تعریف میں پہلی رائے:

امام ابوزید، عبیداللہ ابن مسعود اور بعض دیگر حنفیہ کے نزدیک ذِمّہ کی تعریف یوں ہے:

''اَلذِّمَّۃُ فِی الشَّرْعِ وَصْفٌ یَصِیْرُ بِہِ الْاِنْسَانُ اَھْلاً لِمَا لَہٗ وَعَلَیْہِ'' (۳۶)

''شریعت میں ذمہ ایک صفت ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے حقوق و فرائض کا اہل بن جاتا ہے، یعنی فرائض کی ادائیگی اور حقوق کی وُصولی کا اہل بن جاتا ہے۔''

احناف کے ایک فقیہ الشیخ عبدالعزیز البخاری نے یہی مفہوم ان الفاظ میں ادا کیا ہے:

اَلذِّمَّۃُ فِی الشَّرْعِ عِبَارَۃٌ عَنْ وصفٍ یَصِیْرُ بِہِ الشَّخْصُ أھلاً للإیجاب والإسْتِیْجَابِ'' (۳۷)

یہاں ایجاب واستیجاب کے معانی ''مالہٗ و ماعلیہ'' کے ہیں۔

ابنِ عابدین کے الفاظ میں:

اَلذِّمَّۃُ وَصْفٌ شَرْعِیٌّ بِہِ الْاَھْلِیَّۃُ لِوُجُوْبِ مَالَہٗ وَمَا عَلَیْہِ. (۳۸)

اسی طرح متعدد تعریفیں الفاظ کے اختلاف سے وارد ہوئی ہیں، جن میں وصف ''ذِمّۃ'' کو الزام اور التزام کے لائق قرار دیا گیا ہے۔ بعض نے قَابِلٌ لِـلْاِلْتِزَامِ وَاللُّزُوْم کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ (۳۹)

بہرحال تمام تعریفات اس بات پر متفق نظر آتی ہیں کہ ''ذمہ'' ایک امر مقدر ہے جو انسان کے اندر پایا جاتا ہے اور

اسے فرض شناس بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان "مُلْتَزِم" یا "مُلْتَزَم" بن جاتا ہے۔ یعنی یا تو مستحق بن جاتا ہے یا مسئول۔

ذِمَّہ کی تعریف میں دوسری رائے:

فقہاء میں بعض کی رائے میں "ذِمَّہ" ذات ہے، وصف نہیں ہے اور انہوں نے اسے وجود حقیقی قرار دیا ہے، اس گروہ میں فخر الاسلام البزدوی اور ابن ملک نمایاں ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"اِنَّ الذِّمَّةَ نَفْسٌ ورَقَبَةٌ لَهَا عَهْدٌ" (۴۰)

"بے شک ذمہ ایک شخص ہے اور معاہدہ میں جکڑی ہوئی گردن ہے"

یہ تعریف "محل" کو "حال" کے نام سے مُسمّٰی کرتی ہے اور اس کا معنٰی یہ بنتا ہے کہ "وَجَبَ فِيْ ذِمَّتِهٖ كَذَا" (اُس کے ذمہ فلاں فلاں چیز واجب ہوئی) یعنی چونکہ وہ اُس عہد کا محل ہے لہٰذا اُس کی ذات پر فلاں چیز واجب ہوگئی۔

اس رائے سے مقصود یہ ہے کہ اس نے "ذِمَّہ" کو ایک مادی وجود رکھنے والا معاملہ قرار دیا ہے، تاکہ شرعی احکام کسی فرضی شئے پر مبنی نہ ہو جائیں کہ اُن کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔

امر واقع یہ ہے کہ اس تاویل کے کرنے والے بھی مفروضے سے باہر نہیں نکل سکے۔ اور اس تعریف پر یہ اعتراض عائد ہوتا ہے کہ یہ اُس تقسیم سے جو فقہاء نے ذمہ کاملہ کی کی ہے اتفاق نہیں کرتی۔(۴۱)

چنانچہ فقہاء نے جَنِین (ماں کے پیٹ میں بچہ) کے لئے اُس کی ولادت سے پہلے ذمہ غیر مطلقہ عائد کیا ہے۔ اور اُس کی ولادت کے بعد یہ "ذمہ" ذمہ مطلقہ بن جاتا ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ انسان کی ذات ایک اکائی ہے جو حصے بخرے قبول نہیں کرتی۔ (۴۲)

ذمہ کی تعریف میں تیسری رائے:

کچھ دیگر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ ذِمَّہ کا اندازہ لگانا محض تخیلاتی بات ہے۔ جس کی شرح اور عقل کے اعتبار سے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

چنانچہ فقہاء کی زبان میں ذِمَّہ اس لفظ کے محض لغوی معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ اور وہ معنی

ہے ''عہد''۔ فقہاء جب یہ لفظ بولتے ہیں تو اُس کا معنی یہ نہیں ہوتا کہ فلاں کے ذمہ فلاں اور فلاں چیز ہے۔ بلکہ وہ صرف ایک ''عہد'' کو ثابت کرتے ہیں۔ اور جہاں تک ذمیوں کے واجبات کا ثبوت ہے کہ اس سلسلے میں یہ بات کافی ہے کہ شارع نے ان کو اس (ذِمّہ) کا مکلف کیا ہے اور دائن کے لئے ممکن ہے کہ وہ اس واجب کو طلب کرلے۔ پس ایک امر زائد کو فرض کرلینے کا کوئی موقع نہیں ہے جس کا نام ذِمّہ ہو۔(۴۳)

اس رائے پر شیخ عبدالعزیز بخاری جو اصول فخر الاسلام کے شارح ہیں، نے ایک ٹھوس جواب دیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ذمہ اجماع سے ثابت ہے۔ اور جو اس کا انکار کرے گا وہ اجماع کی مخالفت کرنے والا ہوگا۔

اور اُنہوں نے امام ابی زیدؒ کا قول نقل کیا ہے:

فَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی لَمَّا خَلَقَ الْإِنْسَانَ مَحَلَّ اَمَانَتِهٖ وَاَكْرَمَهٗ بِالْعَقْلِ وَالذِّمَّةِ حَتّٰی صَارَ بِهِمَا أَهْلاً لِوُجُوْبِ الْحُقُوْقِ لَهٗ وَعَلَيْهِ، فَثَبَتَ لَهٗ حَقُّ الْعِصْمَةِ وَالْحُرْمَةِ وَالْمَالِكِيَّةِ بِاَنْ حَمَلَ حُقُوْقَهٗ وَثَبَتَتْ عَلَيْهِ حُقُوْقُ اللّٰهِ تَعَالٰی الَّتِیْ سَمَّاهَا اَمَانَةً، كما إذا عَاهَدْنَا الْكُفَّارَ وَاَعْطَيْنَاهُمُ الذِّمَّةَ ثَبَتَ لَهُمْ حُقُوْقُ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْهِمْ فِی الدُّنْيَا، وَالْآدَمِیُّ لا يُخلق إلَّا وَلَه هذا العَهْدُ وَالذِّمَّةُ. (۴۴)

''اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جب انسان کو اپنی امانت کے اٹھانے والے (کے محل) کے طور پر پیدا کیا اور اس کو عقل اور ذمہ سے مکرم فرمایا، حتیٰ کہ ان دونوں کی وجہ سے وہ اُن حقوق کے واجب ہونے کا اہل بن گیا جو اس کے ذمہ ہیں اور جو اس کے لئے دوسروں کے ذمہ ہیں۔ پس اُس کے لئے عصمت، حریت اور ملکیت کا حق ثابت ہوگیا۔ اس طور پر کہ وہ اپنے حقوق محفوظ رکھتا ہے اور اس پر اللہ کے حقوق ثابت ہوتے ہیں جس کا نام اللہ نے امانت رکھا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ ہم کفار سے معاہدہ کریں اور ان کو ذِمّہ (امان) دے دیں۔ تو اُن کے لئے مسلمانوں والے حقوق اور ذمہ داریاں دُنیا میں عائد ہوجاتی ہیں۔ اور آدمی پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ اس عہد اور ذمہ کا مکلف ہے۔''

مگر اہل الذمہ کا ذمہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک وہ اسلامی حکومت کے خلاف کوئی

سازش یا جاسوسی نہ کریں اور نہ اسلام پر کسی قسم کی طعن و تشنیع اور نکتہ چینی کریں اور نہ خدا اور رسولؐ کی کوئی توہین کریں۔ (۴۵)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ نَكَثُوْا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ.﴾ (۴۶)

''اگر وہ معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے ان علمبرداروں سے جنگ کرو۔ اور اُن کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔''

لہٰذا اس قسم کے امور کے ارتکاب سے عہد ذمہ ختم ہو جاتا ہے۔

فصل سوم

پاکستان میں تصورِ اقلیت

اقلیت کا معنی و مفہوم:

'اقلیت' اَقَلَ کی نسبت سے استعمال ہوتا ہے جو اسم تفضیل ہے 'قلیل' کا۔ 'قلیل' کا مادہ 'ق ل ل' ہے، جس کا مفہوم ہے 'کم ہونا' جو 'کثرت' کی ضد ہے۔ اسی طرح اس کے مفہوم میں کم درجہ ہونا بھی ہے۔ جو صغر کے ہم معنی ہے، اور اس کی ضد عظمت ہے۔

المعجم الوسیط میں ق ل ل مادہ کے تحت اقلیت کی لغوی وضاحت یوں کی ہے:

قَلَّ يَقِلُّ قِلَّةً، قَلَّ الشَّيْئُ :نَدَرَ وَنَقَصَ، وَيُقَالُ:هُوَ يَقِلُّ عَنْ كَذَا: يَصْغُرُ عَنْهُ،

اَلْقِلِيْلُ: ضِدُّالْكَثِيْرِ، وَالْقَلِيْلُ:النَّادِرُ وَالأَقَلِّيَّةُ خِلاَفُ الأَكْثَرِيَّةِ. (۴۷)

(کم ہے، کم ہوگا، کم کرنا، شئے کم ہوگئی، ختم ہوگئی اور کم ہوگئی۔ اور کہا جاتا ہے وہ کم ہے اتنے سے، چھوٹا ہے اس سے۔ 'قلیل' 'کثیر' کی ضد ہے۔ اور 'قلیل' معدوم ہے اور 'اقلیت' 'اکثریت' کے متضاد ہے۔)

یہ لفظ بطور سیاسی اصطلاح اس وقت استعمال ہونا شروع ہوا جب یورپ میں جمہوریت کا غلغلہ ہوا، اور اس کو اکثریت کے بالمقابل استعمال کیا جانے لگا۔ اور اس کو انگریزی اصطلاح Minority کا متبادل سمجھا گیا۔

''ڈکشنری آف انگلش لینگویج'' میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

The smaller in number of two groups forming a whole. A group regarded as different from the larger group of which it is part.(48)

(ایک اکائی میں پائے جانے والے دو گروہوں میں سے چھوٹا گروہ اقلیت کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسا گروہ ہے جو اُس بڑے گروہ سے مختلف ہے جس کا یہ حصہ ہے۔)

اسی طرح Webster ڈکشنری میں لفظ Minority کے معنی یوں لکھے ہیں:

A part of population differing from others in some

characteristics and often subjected to differential treatment; the smaller in number of two groups constituting a whole. (49)

(آبادی کا وہ حصہ جو اپنی خصوصیات کے حوالے سے دوسروں سے مختلف ہو، اور جسے اکثر و بیشتر امتیازی سلوک کا سامنا ہو۔ اور یہ ایک اجتماع کے دو گروہوں میں سے قلیل تعداد پر مبنی/مشتمل ہو)

E.E.O.C کے نزدیک Minority کی تعریف یوں کی گئی ہے:

The smaller part of a group. A group within a country or state that differs in race, religion or national origin from the dominant group. (50)

(کہ یہ کسی گروہ کا چھوٹا حصہ ہے۔ یہ ایسا گروہ ہے جو کسی ملک یا ریاست کے غالب گروہ سے نسل، مذہب یا قومیت کی بنیاد پر مختلف ہو)

گریلیئر انسائیکلوپیڈیا میں واضح کیا گیا ہے:

"In every country there are groups of people who of race, religion, politics, or something else, are set apart from the majority. An outstanding problem in a democracy is to carry out the will of the majority and at the same time safeguard the rights of these minorities." (51)

(ہر ملک میں لوگوں کے ایسے گروہ ہوتے ہیں جو نسل، مذہب، سیاست یا کسی دوسری وجہ سے اکثریت سے علیحدہ کئے گئے ہوتے ہیں۔ جمہوریت کا ایک نمایاں مسئلہ یہ ہے کہ اکثریت کی رائے کو بروئے کار لانے کے ساتھ ساتھ اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے)

امریکن ایجوکیٹر کی جلد نمبر 13 میں اقلیت کی تعریف اور اس کی وضاحت کچھ اس طرح سے ہے:

"Minorities are usually defined as groups of people who are different in some way from the majority of the people arround them. They may remain faithful to their own customs, religion, or country of origin." (52)

(اقلیتوں کی عمومی طور پر یہ تعریف کی جاتی ہے کہ یہ اُن لوگوں کے گروپ ہیں جو کسی طرح اپنے اردگرد اکثریتی لوگوں سے مختلف ہیں۔ وہ اپنے رسوم رواج، مذہب یا اپنے آبائی ملک سے وفادار رہتے ہیں)

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں لفظ Minorities کی اس انداز میں توضیح کی گئی ہے:

"Minorities are groups held together by ties of common descent, language and religious, faith and feeling themselves different in these respects from the majority of the inhabitants of a given political entity." (53)

''یعنی اقلیت ایسے لوگ ہیں جو نسلی، لسانی یا مذہبی عقیدہ اور احساسات کے اعتبار سے کسی ایسی سیاسی وحدت میں رہیں جہاں کی اکثریت کے نسلی، لسانی اور مذہبی رجحانات اُن سے مختلف ہوں۔''

اُردو انسائیکلو پیڈیا میں مرقوم ہے:

''مذہب، قومیت یا تہذیب وتمدن کے اعتبار سے وہ چھوٹے چھوٹے گروہ یا طبقے جن کی تعداد ملک میں تھوڑی ہو اقلیت کہلاتے ہیں۔'' (۵۴)

کشاف اصطلاحات سیاسیات میں اقلیت کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

''نسلی، مذہبی، پیشہ ورانہ یا کوئی دوسرا گروہ جو آبادی کی عددی اکثریت سے کم ہو اور جس کے مفادات کو بھاری اکثریت جو حکومت کرتی ہے، سے تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے۔'' (۵۵)

انسائیکلو پیڈیا آف امریکانا میں اقلیت کے تصور میں تعداد کی بجائے اس کی حیثیت کو بنیاد بنایا گیا ہے، جو حسب ذیل ہے:

"Minorities are generally groups within a society that are characterized as having lower social status, possessing less power and prestige, exercising fewer rights that the dominant group of the society. They are often singled out and subjected to discriminately attitudes and

behavior because real or alleged physical, cultural, or social differences. In short, members of minorities are often excluded from full enjoyment of the privileges of first class citizenship. (56)

''اقلیت کا لفظ عام طور پر ایسے افراد یا گروہ پر اطلاق پاتا ہے جو ایک معاشرے کے اندر اپنا وجود رکھتے ہیں اور بالعموم ان کی خصوصیت یہ قرار دی گئی ہے کہ وہ کم تر سماجی مرتبہ، کم تر طاقت اور کم تر عزت کے حامل افراد ہوتے ہیں۔ اسی تناسب سے اُن کے حقوق بھی کم ہوتے ہیں بنسبت ان گروہوں کے جو معاشرے میں اقتدار اعلیٰ کے حامل ہوتے ہیں۔ اقلیتوں کو عام طور پر الگ تھلگ اور حقیقی یا مبینہ مادی، ثقافتی اور سماجی اختلافات کے سبب امتیازی سلوک اور رویے کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔

القصہ! اقلیتوں کے افراد کو اکثر اوّل درجہ کی شہریت کی مراعات سے مکمل طور پر مستفید ہونے سے محروم رکھا جاتا ہے۔''

جبران مسعود نے اقلیت کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

"اَلطَّائِفَةُ مِنَ النَّاسِ تَجْمَعُهُمْ رَابِطَةُ اللُّغَةِ اَوِ الدِّیْنِ اَوِ الْجِنْسِیَّةِ وَیَعِیْشُوْنَ مَعَ طَائِفَةٍ اُخْرٰی اَعْظَمِ شَأْنًا وَاَکْثَرِ عَدَدًا" (۵۷)

(اقلیت لوگوں کا وہ گروہ ہوتا ہے جنہیں زبان یا دین یا قومیت کا تعلق آپس میں جوڑ دیتا ہے۔ اور وہ کسی دوسرے گروہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، جو اُن کے مقابلہ میں حیثیت اور تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں)

اس تعریف کے مطابق اکثریت محض کثرت عدد کا نام نہیں، بلکہ ان کی حیثیت بھی بالاتر ہونا ضروری ہے۔ گویا اس کے مقابلہ میں اقلیت اس طرح کی اکثریت کے ساتھ رہنے والوں کا نام ہے۔

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں Minority (اقلیت) کا معنی ومفہوم/تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

(i) The condition or fact of being smaller, inferior, or subordinate,

(ii) The state of being minor or underage,

(iii) The smaller number or part of some thing, opposed to 'Majority' and,

(iv) The number of votes cast for by the party, opposed to the 'Minority'. (58)

(۱) چھوٹی، ماتحت، ادنیٰ صورتِ حال میں رہنے والے لوگ

(۲) کم یا معمولی ہونے کی حالت، کم عمر ہونا

(۳) کم تعداد میں ہونا، ایسے کم تعداد لوگ جو اکثریت سے دبائے جائیں یا ان کو اکثریت کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے۔

(۴) اکثریتی ووٹوں کے مقابلے میں کم ووٹ حاصل کرنے والا فریق یا پارٹی۔

الغرض اقلیت کے بارے میں اکثر تعریفات آبادی کی کثرت وقلت کے تصور پر مبنی ہیں۔ جبکہ بعض تعریفات میں معاشرے کی مقتدرہ قوت کے حوالے سے بھی اکثریت اور اقلیت کے تصور کو نمایاں کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے مذکورہ تعریفات یورپ کی نشاۃِ ثانیہ کے بعد کی صورتِ حال سے تو ہم آہنگ ہیں، مگر مسلم تصورِ سیاست جو قرآن وسنت کی تعلیمات سے وجود میں آیا، جس کے تحت اقتدار پر ایک طویل عرصہ تک مسلم غلبہ رہا، اور غیر مسلم اس اقتدار کے ماتحت رہے، کی رو سے اقلیت و اکثریت کا مذکورہ بالا تصور اجنبی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر یوسف فاروقی (سابق ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد) سے ایک نجی ملاقات میں اقلیتوں کے حوالے سے گفتگو کی اور اُن سے اس لفظ کی وضاحت چاہی تو انہوں نے وضاحت کی جو حسبِ ذیل ہے:

''پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں'' کے عنوان پر جب ہم بحث کرتے ہیں تو جو چیز سب سے پہلے ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام اپنی غیر مسلم رعایا کے لئے، چاہے وہ قلیل التعداد ہوں یا کثیر التعداد ہوں، ''اقلیت'' کی اصطلاح

استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی بجائے ''اھل الذمۃ'' یا ''اھل العھد'' یا ''ذمی'' کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جبکہ ان اصطلاحات کے مقابلے میں لفظ ''اقلیت'' بذاتِ خود احساسِ کمتری پیدا ہونے کا تصور پیش کر رہا ہے۔ دین اسلام اس طرح کے غیر فطری الفاظ استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ ذمی یا اھل الذمۃ کوئی توہین آمیز لقب نہیں بلکہ اس میں غیر مسلم رعایا کے لئے احترام اور مساوات کا معنیٰ نکلتا ہے۔

اھل الذمۃ سے مراد یہ بھی ہے کہ

اے مسلمانو! ''یہ غیر مسلم لوگ آپ کے ذمہ ہیں۔'' آپ کی ذمہ داری میں ہیں، آپ کی حفاظت میں ہیں۔ ان کی جان، مال، آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کے ذمہ ہے۔ اور یہ ذمہ داری تم پر اللہ اور اس کے رسول نے عائد کی ہے۔ اور قیامت کے روز آپ سے اس ذمہ داری کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ جس سے واضح ہے کہ (اسلامی حکومت) میں غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ ہم پر لازم ہے۔ (۵۹)

بین الاقوامی محقق ڈاکٹر خالد مسعود نے اپنے ایک تحقیقی مقالہ

"Minorities in Islamic History: An Analytical Study of Four Documents"

میں Minority کی اصطلاح اور اُس کی تعریف وتشریح کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

''اقوامِ متحدہ کی دستاویزات میں لفظ ''انسانی حقوق'' کو لفظ قوم پر تفوق حاصل ہے، جس میں امتیازی سلوک سے اجتناب اور اقلیتوں کے تحفظ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ان دستاویزات میں یہ تصور اُبھرتا ہے کہ قوم سے مراد مذہب و زبان اور نسل کی بنیاد پر جو سائز میں چھوٹا مگر قومی تشخص کا حامل ہو اور اپنی اس حیثیت کو برقرار رکھنے پر آمادہ ہو۔'' (۶۰)

''اس تناظر میں ''اقلیت کا تصور ذیلی قوم (Sub-nation) جبکہ اکثریت (Majority nation) سے مراد ایسی قوم ہے جو ریاست کی تشکیل کا باعث بنے۔'' مگر اقلیت کے اس تصور نے بہت سے مسائل پیدا کئے ہیں اور مذہبی اقلیت کو بہت سے مسائل سے نبرد آزما ہونا پڑا ہے۔ ایسے گروہ کے افراد کے لئے ہم علاقہ، ہم زبان یا ہم گروہ کا ہونا شرط لازم نہیں۔

ایسے مسائل دراصل اس وجہ سے ہیں کہ (ابھی تک) ''قوم'' اور'' قومی ریاست'' کی اصطلاحات کی مناسب طور پر تعریف متعین نہیں ہوسکی۔

''مذہبی اقلیت کا مسئلہ بہت پیچیدگی کا حامل ہے۔ کیونکہ اس کی بنیادیں ازمنہ وسطیٰ کے دوراں کے سیاسی افکار میں پیوست ہے۔ کیونکہ اس وقت سیاسی بالا دستی کی آبیاری مذہب سے ہوتی تھی۔ اُس دور میں سیاسی تفوق لازماً اکثریت کی حکمرانی پر منحصر نہ تھا۔ قرونِ وسطیٰ کے بادشاہوں نے اختلافِ رائے کی صورت میں عموماً اکثریتی مذہبی گروہ کے ساتھ اقلیتی گروہ والا سلوک روا رکھا۔''

مختلف مذاہب کے لوگ تحفظ کی ضمانت کے مستحق ٹھہرتے، جن کی نمائندگی مختلف اداروں کے مذہبی اکابرین کرتے تھے۔''(٦١)

جبکہ دورِ جدید کے ریاستی مزاج اور بالخصوص جمہوری فضا میں اس نوع کا قانونی ڈھانچہ ہرگز نہیں پنپ سکتا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے مسئلے کے پیشِ نظر ایسے تاریخی ادوار کے مطالعے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ تاریخی جائزہ لیتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ جہاں تک لفظ ''مذہبی اقلیت'' کا تعلق ہے ہمیں مختلف ادوار کا تجزیہ کرنا پڑے گا۔

'' مکہ معظمہ میں اسلام ایک مذہبی اقلیت کے طور پر اُبھرا اور تقریباً تیرہ برس (622–610ء) تک یہ اقلیت ''مسلم اقلیت'' کے طور پر کام کرتی رہی۔ اسی دور میں ایک اور حنفاء نامی مذہبی اقلیت (جس میں اہلِ کلیسا بھی شامل تھے) نے مختلف واقعات میں مسلم اقلیت کی حمایت کی۔ اور اسی دور میں حبشہ میں مسلمانوں نے ایک چھوٹی سی ''مسلم اقلیت'' کے طور پر عیسائی حکمران (نجاشی) سے پناہ حاصل کی۔ جہاں (622–615ء) وہ کم وبیش سات سال تک تحفظ یافتہ مذہبی اقلیت کے طور پر قیام پذیر رہے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد اسلام ایک نئے تاریخی دور میں داخل ہوگیا۔ اگرچہ وہاں پر حکمرانی اکثریتی لوگوں کی تھی مگر مسلمانوں نے دوسرے مذاہب (عیسائی و یہودی) کے پیروکاروں سے معاہدے کئے۔ بعدازاں 632ء تا 1190ء کا دور ایک تاریخی اہمیت کے ارتقاء کی طرف اشارہ کرتا ہے۔''

اٹھارھویں صدی تک کی فتوحات کے طویل اسلامی دور میں اسلامی قانونی ڈھانچہ (Islamic

اٹھارھویں صدی تک کی فتوحات کے طویل اسلامی دور میں اسلامی قانونی ڈھانچہ (Islamic Legal Frame work) کی بنیادیں فراہم کیں۔ جس میں مسلمان قانون ساز شخصیات نے دوسرے مذہبی گروہوں کے کردار (Roll) اور مقام (Status) کا تعین کیا۔ اور کسی مفتوحہ علاقہ سے کسی فرد کو اپنے ہم مذہب حکمران کے پاس جانے پر مجبور نہ کیا گیا۔ (۶۲)

ممتاز سکالر ڈاکٹر خالد مسعود مزید لکھتے ہیں کہ:

''تاریخ پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ عثمانی دور 1280ء تا 1924ء، صفوی دور 1501ء تا 1786ء اور مغل دور 1526ء تا 1857ء کے مسلم حکمرانوں نے مسلم اقلیت ہونے کے باوجود غیر مسلم اکثریت پر حکمرانی کی۔ عثمانیوں نے اپنے دورِ حکومت میں ''نظامِ ملت'' کے نام سے غیر مسلموں کی قانونی حیثیت کا تعین کیا، بشمول حکمرانانِ روس کے کئی بادشاہوں نے ایسی مملکتوں پر اپنا اثر ورسوخ قائم کیا جہاں پر اُن کے ہم مذہب اور ہم عقیدہ لوگ رہتے تھے۔

اٹھارھویں صدی کے وسط سے بیسویں صدی کے اوائل تک کے استعماری دور (Colonial Period) میں ''تحفظ مذہبی اقوام'' کے لفظ کے معنی کی زمانہ وسطی میں دوبارہ نئے سرے سے تعریف وتشریح و توضیح کی گئی۔ اور مذہبی آزادی کے محدود کلیسائی تصور کو غیر کلیسائی لوگوں کے ذاتی معاملات تک محدود کر دیا گیا۔'' (۶۳)

''بیسویں صدی کے دوران جب بہت سے مسلم اقوام نے سیاسی آزادی حاصل کر لی تو کئی دوسری اقوام نے اپنے آپ کو اقلیتی مقام پر پایا۔ اسی طرح وہ عیسائی گروہ جنہوں نے برطانوی حکمرانی کے دور میں خوب Enjoy کیا تھا، اب اقلیت کا روپ دھارنے پر مجبور ہو گئے۔'' (۶۴)

لفظ ''اقلیت/ اقلیتوں'' کی مندرجہ بالا تعریفات اور سکالرز کی آراء کی روشنی میں مقالہ نگار نے اپنے تحقیقی مقالہ میں ''پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق'' سے مراد ''پاکستان میں غیر مسلموں کے حقوق'' لئے ہیں۔

کیونکہ برصغیر (ہندوستان) میں تحریک پاکستان ہی کے زمانے سے غیر مسلموں کے لئے تحریکی لیڈران نے لفظ اقلیت (Minority) ہی استعمال کیا یا بولا جاتا رہا، جس کا ثبوت تاریخ کی کتابوں میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ اس کے

علاوہ قائداعظمؒ نے ہمیشہ اپنی تقاریر میں غیر مسلموں کے لئے Minority کے الفاظ ہی استعمال کئے، جس کے لئے قراردادِ پاکستان 23 مارچ 1940ء، قائداعظم کے چودہ نکات، قراردادِ مقاصد 1949ء، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دساتیر 1956ء، 1962ء، 1973ء میں بھی پاکستان میں بسنے والے غیر مسلموں کے لئے لفظ Minority (اقلیت) ہی لکھا، بولا اور سمجھا گیا ہے۔ اس بات کا بین ثبوت قائداعظمؒ کے خطبات ہیں۔

چنانچہ ایک موقع پر قائداعظم نے ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء کو ہندوستان میں مسلمانوں پر ظلم وستم جیسے واقعات دیکھے تو بحیثیت مسلمان یہ گوارا نہ کر سکے اور ایک بیان نشر کیا جو کہ خالصتاً مسلمانوں کے لیے تھا۔ ان کو پرامن رہنے کی اپیل کی کیونکہ اس وقت سارے ہندوستان میں فسادات کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اقلیتی صوبوں کے مسلمان لوٹے پیٹے اور قتل کیے جا رہے ہیں۔ صوبہ بہار میں قیامتِ صغریٰ کا نمونہ پیش ہو چکا ہے۔ یوپی کے ایک مقام گڑھ مکتیشر میں مسلمان مولی گاجر کی طرح کاٹے جا رہے ہیں۔ بمبئی میں فساد کی ایک لمبی آگ بھڑک چکی ہے۔

تو اس وقت قائداعظم نے فرمایا:

''خبردار! غیر مسلم اقلیت سے انتقام نہ لینا۔''

کیونکہ یہ خطرہ پیدا ہو چکا تھا کہ کہیں اکثریتی صوبوں کے مسلمان جوابی کاروائی کر کے ہندو، سکھ اقلیت کو نشانہ ستم نہ بنا ڈالیں۔

آپ نے فرمایا:

''مجھے معلوم ہے کہ مسلمانوں کو ہر جگہ بڑا سخت نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ لیکن سانحہ بہار کے سامنے دیگر تمام واقعات اور مظالم کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ یہ وہ سفاکانہ قتلِ عام ہے جو ہندو اکثریت نے مسلمان اقلیت پر نہایت بے دردی کے ساتھ کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کا اس وقت کیا حال ہے مگر میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ان مظلوم مسلمانانِ بہار کا بدلہ مسلم اقلیت والے صوبوں میں لینا ایک بڑی بھاری سیاسی اور اخلاقی غلطی ہوگی اور اگر ایسا ہوا تو ہم اپنے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلیں گے'' (۶۵)

اسی طرح بابائے قوم نے ۱۴ ر جولائی ۱۹۴۷ء کو نئی دہلی کی ایک پریس کانفرنس کے دوران فرمایا:

''پاکستان میں اقلیتوں کی پوری حفاظت کی جائے گی۔ خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتی ہوں۔ ان کا مذہب، عقیدہ اور ایمان پاکستان میں بالکل سلامت اور محفوظ رہے گا۔ ان کی عبادت کی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ ان کے مذہب، عقیدے، جان و مال اور ان کی ثقافت کا مناسب تحفظ ہوگا۔ وہ بلا لحاظ رنگ و نسل ہر اعتبار سے پاکستان کے شہری ہوں گے'' (۶۶)

قائداعظم نے ۱۰ ر اگست ۱۹۴۷ء کو نئی مملکت کے نامزد گورنر جنرل کی حیثیت سے دستور ساز اسمبلی میں شرکت کی اور اسی اجلاس میں آپ کا نام بطور نامزد سربراہ وصدر دستور ساز اسمبلی بھی تجویز ہوا۔ اس دستور ساز اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کے لیے خان

لیاقت علی خان نے عارضی طور پر جوگندر ناتھ منڈل کا نام پیش کیا۔ خواجہ ناظم الدین نے تائید کی جس سے اس اچھوت فرقے سے تعلق رکھنے والے جوگندر ناتھ منڈل نے صدارتی کرسی سنبھالی اور عارضی صدر نے اپنے انتخاب کے بارے دوران خطاب کہا:

''اقلیتی فرقے کے ارکان میں سے صدر کا انتخاب نئی مملکت کی روشن خیالی کا غماز ہے اور ایک اچھا شگون ہے۔ پاکستان کا وجود بجائے خود برصغیر کی ایک اقلیت کے پیہم اصرار اور مساعی کی بدولت عمل میں آیا.......... اب دنیا یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ مسلمان اقلیتی فرقے کے ساتھ دریا دلی سے پیش آتے ہیں یا نہیں۔ مسلم لیگ کے لیڈروں اور خاص طور پر قائداعظمؒ نے غیر مسلم اقلیتوں کو یقین دلایا ہے کہ پاکستان کی اقلیتوں کے ساتھ نہ صرف رواداری بلکہ فراخدلانہ سلوک روا رکھا جائے گا۔ غیر مسلم اقلیتوں کا بھی فرض ہے کہ وہ مملکت کے وفادار رہیں اور ذمہ داری کے ساتھ کام کریں۔

جوگندر ناتھ منڈل نے اپنی تقریر کا اختتام ان الفاظ میں کیا:

''تعصب اور نفرت کو دل سے نکال دیجئے یہ مت دیکھئے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے
بلکہ نیکی اور بھلائی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے اس مقدس کام کا آغاز کیجئے۔'' (۶۷)

اسی دستور ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس میں خان لیاقت علی خان نے بھی تقریر کی جس میں انہوں نے قائداعظم کو مبارکباد دی۔ ان کی تقریر کے بعد کانگریس پارٹی کے لیڈر کرن شنکر رائے نے تقریر کی اور اپنی تقریر میں انہوں نے کہا:

''ایک نئی قوم کی پیدائش کی وجہ سے جو دشواریاں اور مشکلات جنم لیں گی ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ ہمیں امید ہے ہم اس حکومت میں جو خوشحالی اور مسرت پیدا کریں گے اس میں ہمیں بھی حصہ ملے گا۔ اس کے بدلے میں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ غیر مسلموں کے حقوق و مراعات کو نئے دستور میں محفوظ کر دیا جائے اور روز مرہ کاروبار حکومت میں انہیں بھی بروئے کار لایا جائے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری طرف سے اعتماد اور تعاون میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی۔'' (۶۸)

اقلیتی لیڈروں کی تقاریر کے بعد سندھ کے محمد ایوب کھوڑو نے اور عورتوں کی جانب سے بیگم شاہنواز نے اپنی اپنی تقاریر میں قائداعظم کو مبارک باد پیش کی۔

قیام پاکستان کے تھوڑے عرصے بعد ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے کراچی میں متعین مرکزی انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں، صوبہ سندھ کی انتظامیہ کے اراکین اور افواج پاکستان کے افسروں کو خطاب کرتے ہوئے ''فرض کی پکار'' کے عنوان سے نہایت اہم موضوع پر فرمایا تھا:

''میں نے بار بار نجی محفلوں اور عوامی مجلسوں میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ہمیں اپنی غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ مکمل انصاف برتنا چاہیے۔ یہ بات تو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ ہم انہیں ملک سے نکال دیں۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ پاکستان سے چلے جائیں۔ جب تک وہ اس ریاست کے ساتھ وفادار رہیں گے اس وقت تک ان کا حق ہے کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کیا

جائے جو دوسرے شہریوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔" (۶۹)

المختصر! بابائے قوم نے اپنے مختلف خطبات میں اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق اور کردار کی تفصیلاً وضاحت فرمائی۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973ء آئین کے Preamble میں پہلے صفحہ پر واشگاف الفاظ میں غیر مسلموں کے لئے دو بار لفظ Minority استعمال کیا گیا ہے۔

"Wherein the Muslim shall be enabled to order their lives in the individual and collective spheres in accordance with the teachings and requirements of Islam as set out in the Holy Quran and Sunnah.

"Wherein adequate provision shall be made for the Minorities freely to profess and practise their religions, and develop their culture.(70)

"جس کے تحت مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ انفرادی اور اجتماعی شعبہ جات میں ان تعلیمات اسلامی و اقتضائے اسلامی کے مطابق جو قرآن وسنت میں موجود ہیں، اپنی زندگی کو ڈھالیں۔"

"جس کے تحت اقلیتوں کے لئے اس امر کی مناسب گنجائش پیدا کی جائے کہ وہ آزادانہ طور پر اپنے مذہب کی پیروی کر سکیں اور مذہبی فرائض پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافت کی نشوونما کر سکیں۔"

مزید کچھ سطور کے بعد مذکور ہے:

"Wherein adequate provision shall be made to safeguard the legitimate interests of Minorities and backward and depressed classes." (71)

"جس کے تحت اقلیتوں اور پسماندہ و ملول طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کے لئے مناسب گنجائش پیدا کی جائے۔"

ملک کے ممتاز ایڈووکیٹ مظہرالحق اپنی تصنیف Constitution of Pakistan 1973 میں آئینی تشریحات کرتے ہوئے مرقوم ہیں:

The preamble proclaims that adequate provision shall be made to safeguard the legitimate interest of minorities and of the backward and depressed classes.

The fundamental rights further ensure the rights of belief, faith and worship to the non-Muslim minorities and depressed classes in Pakistan on the same basis as granted to the Muslim majority. (72)

(آئین پاکستان 1973ء کے ابتدائیہ میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ اقلیتوں وملول طبقوں (دبے ہوئے لوگ) اور پسماندہ لوگوں کو مکمل تحفظ حاصل ہوگا۔ مزید یہ کہ اُن کے بنیادی حقوق کو بھی مکمل تحفظ حاصل ہوگا۔ جس میں (پاکستان میں غیر مسلم اقلیتیں اور دبے ہوئے طبقے کے لوگ اپنے عقیدے اور عبادت کے حق کو اس طرح حاصل کرسکیں گے جس طرح مسلم اکثریتی طبقے کو مکمل حق حاصل ہے۔)

مزید اسی Article 260 (3) b میں غیر مسلم کی جو تعریف کی ہے وہ ملاحظہ ہو:

"Non Muslim means a person who is not a Muslim and includes a person belonging to the Christian, Hindu, Sikh, Budhist, or Parsi Community, a person of a Quadianic or the Lahori group (Who called themselves 'Ahmadis' or by any other name) or a Bahai, and a person belonging to any of the scheduled castes." (73)

(غیر مسلم سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ، پارسی، قادیانی / لاہوری گروپ کے افراد (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے کہلواتے ہیں)، بہائی اور کسی بھی شیڈول کاسٹ سے تعلق رکھنے والے شامل ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 36 میں باقاعدہ طور پر غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے واضح طور پر Minorities ہی کے لفظ کو استعمال کیا گیا ہے۔

A-36 Protection of Minorities:

The state shall safeguard the legitimate rights and interests of Minorities, including their due representation in the federal and provincial services.(74)

(ریاست اقلیتوں کے قانونی حقوق اور دلچسپیوں کی حفاظت کرے گی، جس میں ان کی وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں شمولیت شامل ہے)

قراردادِ پاکستان، قراردادِ مقاصد اور آئینِ پاکستان کی روشنی میں پاکستان میں بسنے والے غیر مسلم شہریوں کے لئے لفظ Minority ہی استعمال ہونا شروع ہوگیا۔ بلکہ خود غیر مسلم اقلیتیں اپنے لئے خود Minority ہی کے لفظ کو کہلوانا زیادہ باعث تکریم گردانتے ہیں۔

چنانچہ دورِ حاضر میں اسلامی مملکت میں غیر مسلم اقلیت کے حقوق کے حوالے سے اس دینی ورثہ سے بجا طور پر استفادہ کیا جاسکتا ہے، جس میں مسلم حکومت کے تحت غیر مسلم رعایا کے حقوق ذکر کئے گئے ہیں، خواہ وہ رعایا عددی لحاظ سے اکثریت میں ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ وہ سیاسی لحاظ سے اقتدار سے محروم تھے۔

لہٰذا پاکستان میں رہنے والے غیر مسلم شہریوں کے لئے لفظ اقلیت Minority کا استعمال بالکل قانوناً صحیح و درست ہے، آئینی اعتبار سے ہرگز مانع نہ ہے۔ اس بناء پر مقالے میں اقلیت کا تصور اور تعریف پاکستان کے قانون اور دستاویزات پر مبنی ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ آئین پاکستان کے تناظر میں اقلیت کا اطلاق غیر مسلموں پر کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے حوالہ سے ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات اور مسلم ادوارِ حکومت کے حوالے سے غیر مسلموں کے حقوق کو زیر بحث لایا جائے۔ یوں یہ بحث پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق سے براہِ راست متعلق ہوگی۔

باب اوّل

حوالہ جات

(۱) القرآن الکریم: ۳۳ : ۷۲

(۲) کیلانی، عتیق الرحمٰن، حافظ، تیسیرُ القرآن، (حاشیہ)، لاہور، دارالسلام، اسلامک پریس، وسن پورہ، ۱۹۹۷ء، ص ۸۶۵

(۳) القرآن الکریم: ۳ : ۹

(۴) ایضاً : ۳ : ۸۵

(۵) ایضاً : ۵ : ۳

(۶) ایضاً : ۱۰ : ۴۷

(۷) ایضاً : ۲۸ : ۵۸

(۸) ایضاً : ۷ : ۱۵۸

(۹) ایضاً : ۲ : ۲۸۵

(۱۰) ایضاً : ۲ : ۸۹

(۱۱) ایضاً : ۵ : ۴۸

(۱۲) ایضاً : ۶ : ۱۰۸

(۱۳) ایضاً : ۲ : ۲۵۶

(۱۴) ایضاً : ۳ : ۶۴

(۱۵) ایضاً : ۲۲ : ۴۰

(۱۶) ایضاً : ۱۰ : ۹۹

(۱۷) ایضاً : ۱۰۹ : ۶

(۱۸) ایضاً : ۲ :

(۱۹) غازی، محمود احمد، ڈاکٹر؛ اسلام کا قانون بین الممالک، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، ص ۱۱-۱۲

(۲۰) محقق، غلام حسین، حافظ؛ اسلامی حکومت میں اقلیتیں، لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، طبع ۱۹۸۳ء، ص ۹-۱۰

(۲۱) بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر؛ فتوح البلدان، قاہرہ، مصر، ۱۹۳۲ء، ص ۷۶؛
ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم؛ کتاب الخراج، مصر ۱۹۶۷ء، الجامعہ السلفیہ المحمدیہ، ص ۷۹-۸۰

(۲۲) سلیمان بن اشعث السجستانی، ابوداؤد شریف، (مترجم علامہ وحید الزمان خان) کتاب الجہاد

(۲۳) سلیمان بن اشعث السجستانی، ابوداؤد شریف، (مترجم علامہ وحید الزمان خان) کتاب الجہاد

(۲۴) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر؛ ''خطبات بہاولپور''، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء، ادارہ تحقیقات اسلامی، ص ۳۷۳

(۲۵) البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی؛ السنن الکبریٰ، حیدرآباد دکن، ج ۸، ص ۳۱-۳۲

(۲۶) ابوعبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، بیروت، ۱۹۷۵ء، دارالفکر، ص ۱۵۱

(۲۷) ابن عابدین، محمد امین بن عمر عابدین؛ **ردالمحتار علی الدر للمختار علی متن تنویر الابصار**، مصر، ۱۳۸۶ھ، ط-۲، مصطفیٰ البابی الحلبی دارالفکر، ج ۱، ص ۲۷۳

(۲۸) ابوعبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، بیروت، ۱۹۷۵ء، دارالفکر، ص ۳۶

(۲۹) ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الانصار؛ لسان العرب، بیروت، لبنان، دار صادر، ۱۹۸۶ء ج ۵، ص ۵۹، ۶۰

(۳۰) الفیومی، احمد بن محمد بن علی، المقری، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، مصر، مطبع مصطفیٰ البابی، ۱۳۶۹ھ، ج ۱، ص ۲۲۵

(۳۱) ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الانصار؛ لسان العرب، بیروت، لبنان، دار صادر، ۱۹۸۶ء، ج ۵، ص ۵۹

(۳۲) ایضاً

(۳۳) الزبیدی، محب الدین، ابوالفیض محمد مرتضیٰ، سید؛ تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت، لبنان، ج ۸، ص ۳۰۱

(۳۴) القرآن الکریم : ۹ : ۸

(۳۵) ایضاً : ۹ : ۱۰

(۳۶) بملا خسرو، محمد بن فراموز بن علی، قاضی؛ مرأۃ الاصول فی شرح مرقاۃ الوصول، مصر، مطبعۃ العامر، ۱۳۰۹ھ، ج ۲، ص ۴۳۴

(۳۷) البخاری، علاؤالدین عبدالعزیز بن احمد؛ کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البزدوی، بیروت، لبنان، ۱۳۹۴ھ، ۱۹۷۴ء، دار الکتاب العربی، ج ۴، ص ۲۳۸

(۳۸) افندی، محمد علاؤالدین ابن عابدین نجل؛ بتکملہ حاشیہ ابن عابدین، مفسر، مطبعۃ مصطفیٰ البابی، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، ط ۲، ج ۵، ص ۲۸۱

(۳۹) القرافی، شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن؛ الفروق، مفسر، مطبعۃ دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۳۴۶ھ، ط-۱، ج ۳، ص ۲۳

(۴۰) البزدوی، ابوالحسن علی بن محمد حسین؛ اصول فخر الاسلام، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۳۹۴ھ، ۱۹۷۴ء، ج ۴، ص ۲۳۹؛
ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز، الملقب بعز الدین؛ شرح منار الانوار فی علم الاصول، مصر، المطبعۃ العثمانیہ، ۱۳۱۵ھ، ص ۹۳۶

(۴۱) الکباشی، طہٰ، المکاشفی: الذمۃ والحق والالتزام وتاثیرھا بالموت، ریاض، ط-۱، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، مکتبۃ الحرمین، ص ۲۶

(۴۲) ایضاً

(۴۳) الکباشی، طہٰ، المکاشفی: الذمۃ والحق والالتزام وتاثیرھا بالموت، ریاض، ط-۱، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، مکتبۃ الحرمین، ص ۲۶

(۴۴) البخاری، علاؤالدین عبدالعزیز بن احمد: کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البزدوی، بیروت، لبنان، ۱۳۹۴ھ، ۱۹۷۴ء، دارالکتاب العربی، ج ۴، ص ۲۳۷-۲۳۸

(۴۵) کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا: دستور اسلام مع نظام اسلام، لاہور، جامعہ اشرفیہ، مکتبہ عثمانیہ، ص ۱۲۶

(۴۶) القرآن الکریم : ۹ : ۱۲

(۴۷) انیس ابراہیم، الدکتور، ومستنصر عبدالحلیم، الدکتور، المعجم الوسیط، تہران (ایران) ۱۳۹۲ھ، انتشارات ناصر خسرو، ط الثانیہ، ج الثانی، ص ۷۵۶۔

(48) Jane H. Hill, Dictionary of English Language, 3rd Edition, 1996; www.a4access.org/accessdefinitions.doc

(49) Webster's Dictionary; www.in.gov/cji/youth/compliance/glossary

(50) www.va.gov/dmeeo/glossary.htm

(51) E.V. MeLoughlin, L.H.D., Gralier, Encyclopaedia, New Yark, The Grolier Society, 1957, V.14, P-114.

(52) Sentmen, Everett Edgar; American Educator, New Yark, 1973, V.13, P.271.

(53) Encyclopaedia of Britanica, London, Williom Benton, Publisher, 1978, V.15, P.542

(۵۴) قاسمی، احمد ندیم، سبط حسن، عبدالسلام: اُردو انسائیکلو پیڈیا، لاہور: (ادارہ تحریر وترتیب) فیروز سنز، ۱۹۶۶ء، ص ۱۲۸

(۵۵) قریشی، محمد صدیق: کشاف اصطلاحات سیاسیات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، حصہ ۲، ص ۳۹۴

(56) Bernard S. Cyne, Director, Editoral; The Encyclopaedia of Americana, Dambary, U.S.A., 1983, Grolier Incorporated, V.19, P.207

(۵۷) جبران مسعود: الرائد، معجم لغوی، بیروت، دارالعلم للملایین، ط ۲، ۱۹۶۷ء، ص ۴

(58) The Oxford Compect English Dictionary (Oxford University Press, 1971), Vol.1, P-1805.

(۵۹) فاروقی، یوسف، پروفیسر، ڈاکٹر: محقق کی بالمشافہ ملاقات، بمقام ملتان، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، گیسٹ ہاؤس، بتاریخ ۳۰ جنوری 2002ء، بوقت شام ۸ بجے، ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان

(60) Masud, Dr. Muhammad Khalid, "Minority in Islamic History: An Analytical Study of Four Documents", Journal for Islamic Studies, South Africa, Vol.20, (2000), PP 125-134;

See Advisory opinion of the permanent court of justice, 31 July 1930, PCIJ Series b No. 17. PP 19-22, Vid Satish Chandra Minorities in National and International Laws (New Delhi: Deep 1985), P 12 F.

(61) Masud, Dr. Muhammad Khalid, "Minority in Islamic History: An Analytical Study of Four Documents", Journal for Islamic Studies, South Africa, Vol.20, (2000), P 126.

(62) Masud, Dr. Muhammad Khalid, "Minority in Islamic History: An Analytical Study of Four Documents", Journal for Islamic Studies, South Africa, Vol.20, (2000), P 127;

See Masud, Dr. Muhammad Khalid, "Being Muslim in a non Muslim Polity: Three Alternate Models", Journal of the Institute of Muslim Minority Affairs, X (1989) I (Jan) PP 117-128.

(63) Masud, Dr. Muhammad Khalid, "Minority in Islamic History: An Analytical Study of Four Documents", Journal for Islamic Studies, South Africa, Vol.20, (2000), P 127.

(64) Ibid.

(۶۵) رئیس احمد جعفری، خطباتِ قائداعظم، شعاع ادب، لاہور، ص ۵۱۹

(۶۶) سردار مسیح گل، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، لاہور ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۷ء، ص ۵۳

(۶۷) ایضاً تجلی میڈیا فاؤنڈیشن، ۱۹۹۳ء، ص ۲۳۶

(۶۸) ایضاً ص ۲۳۷

(۶۹) بریگیڈ گلزار احمد، ارشادات قائداعظم، قومی کمیٹی برائے صد سالہ تقریبات پیدائش قائداعظم محمد علی جناح، ص ۸۷

(70) Sh. Shaukat Mahmood Advocate, Sh. Nadeem Shaukat, "Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973", 2nd Edition, 1992, Legal Research Centre, Noor Villa, Arya Nagar, Pooch Road, Lahore, Pakistan, P-1.

(71) Ibid. P-2.

(72) Mazhar-ul-Haq, "The 1973 Constitution of Pakistan", 4th Edition, Book Land, Urdu Bazar, Lahore, Pakistan, P-17.

(73) Sh. Shaukat Mahmood Advocate, Sh. Nadeem Shaukat, "Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973", 2nd Edition, 1992, Legal Research Centre, Noor Villa, Arya Nagar, Pooch Road, Lahore, Pakistan, P 982.

(74) Ibid. P 192.

باب دوم

غیر مسلموں کے حقوق

فصل اوّل : حقوق کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

فصل دوم : فقہ اسلامی میں حقوق کی اقسام

(i) حقوق اللہ

(ii) حقوق العباد

فصل سوم : غیر مسلموں کے حقوق قرآن و سنت کی روشنی میں

(i) عقیدے کی آزادی

(ii) عبادت گاہوں کی تعمیر کی آزادی

(iii) حرمتِ جان و جسم

(iv) حقِ حمایت و تحفظ

(v) حق تحفظ عزت و مال

(vi) آزادئ تحریر و تقریر

(vii) حق سکونت

فصل اوّل

حقوق کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

اس سے قبل کہ ہم ذمیوں کے حقوق پر بحث کریں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لفظ حق کی وضاحت کر دی جائے۔

حق کے لغوی معنٰی:

''حق'' کا مادہ ''ح-ق-ق'' ہے۔ صاحب لسان العرب نے اس لفظ ''حق'' کی وضاحت کچھ اس طرح بیان کی ہے:

''الحق: نقیض الباطل، وجمعه حقوق وحِقاق''(1)

''اَلْحَقّ، الباطل کا نقیض متضاد ہے، اس کی جمع حقوق اور حِقاق آتی ہے۔''

(اَلْحَقّ مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ تعالٰی أَوْ مِنْ صِفَاتِهٖ) قَال اَبْن الاثِیْرِ هُوَالْمَوْجُوْدُ حَقِیقَةً اَلْمُتَحَقِّقُ وُجُودُهُ وَهَیْئَتُهُ وقالَ الرَّاغِبُ أَصْلُ الْحَقِّ المُطَابَقَةُ وَالْمُوَافَقَةُ کَمُطَابَقَةِ رَجُلِ اْلبَابِ فِیْ حَقِّهٖ لِدَوْرَانِهٖ علی اْلاستِقَامَةِ وَالْحَقُّ یُقَالُ لِمُوْجِدِ الشَّیْ بِحَسْبِ ما تَقْتَضِیْه الِحکْمَةِ وَلِذٰلِکَ قِیْلَ فِی اللّٰهِ هُوالْحَقُّ وَالْمَوْجُودُ بِحَسْبِ مُقْتَضَی الْحِکْمَةِ وَلِذٰلِکَ یُقَالُ فِعْلُ اللّٰهِ کُلُّهُ حَقٌّ ولِلاِعْتِقَادِ فِی الشَّیْئِ المُطَابِقِ لِمَا عَلَیْهِ ذٰلِکَ الشَّیْئُ فِی نَفْسِهٖ نَحْوَ اعْتِقَادِ زیدٍ فِی البَعْثِ حَقٌّ ولِلْفِعْلِ وَالْقَوْلِ الوَاقِعِ بِحَسْبِ ما یَجِبُ وَقَدْرِ مَا یَجِبُ فِی الْوَقْتِ الَّذِیْ یَجِبُ نَحْوَ فِعْلُکَ حَقٌّ وقولُکَ حَقٌّ (و) الْحَقُّ (الْقُرآنُ) قَال اَبُوْ اِسْحٰقِ فِی قَوْلِهٖ تعالٰی لَا تَلْبِسُوا اْلحَقَّ بِالْبَاطِلِ قَالَ الْحَقُّ أَمرُالنَّبِیِّ ﷺ وَمَا جَآءَ بِهٖ مِنَ الْقُرآنِ وَکَذٰلِکَ قَالَ فِی قَوْلِهٖ تَعَالٰی بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی اْلبَاطِلِ (وَ) الْحَقُّ (خِلَافُ البَاطِلِ) جَمْعُهُ حُقُوقٌ وَحِقَاقٌ وَلَیْسَ لَهٗ بِنَاء، أَدْنٰی عَددٍ (و) الْحَقُّ (الْامر الْمُقْتَضٰی) المَفْعُولُ وَبِهٖ فُسِّرَ قَوْلُه تَعَالٰی مَا نَنَزِّلُ المَلائِکَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَیُبَیِّنُ ذٰلِکَ قُوْلُهٗ تَعَالٰی وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَکًا لَقُضِیَ الْاَمْرُ (وَ) الْحَقُّ (الْعَدلُ وَ)

الحَقُّ (اَلاِسْلَامُ)، وبِهِ فُسِّر قَوْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لما طَعَن اَوْ قَطَ لِلصَّلَاةِ فقال اَلصَّلَاةُ اِذِنْ وَلَا حَقَّ اَیْ لَاحَظَّ فِي اَلاِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَهَا (وَ) الحَقُّ (اَلْمَالَ و) الحَقُّ (المِلْكُ) بِكَسْرِ المِيْمِ (وَ) اَلْحَقُّ (المَوْجُوْدُ الثَّابِتُ) الَّذِیْ لَا يَسُوْغُ اِنكَارُهُ (و) اَلْحَقُّ (الصِّدقُ) فِي الحَدِيْثِ (وَ) اَلْحَقُّ (اَلْمَوْتُ) وبِهِ فُسِّرَ قَوْلُهُ تَعَالٰى وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ كَمَا فِي الْعُبابِ وَالْمَعْنَى جَاءَتِ السَّكْرَةُ الَّتِي تَدُلُّ الْانسانَ اَنَّهُ مَيِّتٌ بِالْحَقِّ ای بِالْمَوْتِ الَّذِی خَلَقَ لَهُ قالَ ابنُ سِيْدَهُ ورُوِیَ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ وَالْمَعنَى وَاحِدٌ (و) الحَقُّ (الحَزْمُ)(۲)

(ترجمہ) ''الحق'' اللہ تعالیٰ کے اسماء یا اس کی صفات میں سے ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ وہ حقیقۃً موجود ہے۔ اور اس کا وجود اور اس کی الٰہیت ثابت شدہ ہے۔ الراغب کہتے ہیں ''الحق'' اصل میں مطابقت اور موافقت ہے۔ اس طرح کہ جس طرح گھر کے مالک کو استقامت کے ساتھ گھر میں آنے جانے کی وجہ سے مطابقت ہوتی ہے۔ اور چیز کے موجد کو حکمت کے تقاضے کے مطابق حق کہا جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ حق ہے۔ اور حکمت کے تقاضے کے مطابق موجود چیز کو حق کہا جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ کے تمام افعال کو حق کہتے ہیں۔ اور کسی چیز کے بارے میں اعتقاد جو اُس چیز کے مطابق ہو، کو حق کہتے ہیں۔ جیسا کہ زید کے مرنے کے بعد اٹھنے کے اعتقاد (یقین) کو حق کہیں گے۔ اور ایسا فعل اور قول جو واجب چیز کے مطابق واقع ہونے والا ہو، اور اتنی مقدار میں جتنی واجب ہو، اور اس وقت میں جو واجب ہو کو بھی حق کہیں گے۔ جیسے یوں کہا جائے تیرا فعل حق ہے اور تیرا قول حق ہے۔ قرآن حق ہے۔ ابو اسحاق نے اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿"وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ.﴾ (۳)

(اور نہ حق و باطل کی آمیزش کرو)

(اور باطل پر حق کا لبادہ نہ پہناؤ)

کے بارے میں کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا حکم حق ہے۔ اور جو قرآن کریم آپ ﷺ لے کر آئے ہیں، حق ہے۔ ابو اسحاق اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ.﴾ (۴)

(بلکہ ہم باطل پر حق کی ضرب لگاتے ہیں)

کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہاں پر لفظ الحق، الباطل کے متضاد ہے۔ اس کی جمع حقوق اور حقاق آتی ہے۔ اور الحق طے شدہ امر کے معنوں میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ.﴾ (۵)

(حالانکہ ہم فرشتے صرف حق (فیصلہ) کے ساتھ ہی اُتارتے ہیں)

میں حق کا یہی معنی و مفہوم ہے اور اسی معنی کی مزید وضاحت اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ.﴾ (۶)

(اور اگر ہم فرشتہ اُتارتے تو سارا قصہ ہی پاک ہو جاتا) سے بھی ہوتی ہے۔

اَلْحَق کا معنی اَلْعَدْل بھی ہے۔ اور الحق کا معنی اَلْاِسْلَام بھی ہے اسی سے حضرت عمرؓ کے قول کی تفسیر کی گئی، جب آپ نے سفر کیا تو لوگوں کو نماز کے لئے جگایا اور فرمایا کہ نماز ایک فریضہ ہے اور جس نے اسے ترک کیا اس کا اسلام میں کوئی حق یعنی حصہ نہیں ہے۔ حق کے دیگر معنی یہ بھی ہیں: ''مال، مِلک، ثابت شدہ اور موجود چیز جس کے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہ ہو۔'' اس کے علاوہ بات کی سچائی کو بھی ''حق'' کہتے ہیں اور ''حق'' موت کو بھی کہتے ہیں۔ اور ''حق'' بمعنی حزم یعنی ''ہوشیاری و دانائی'' بھی ہے۔''

قرآن مجید میں حق کے لفظ کا استعمال نبی اکرم ﷺ کے لئے بھی ہوا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿''اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ''﴾ (۷)

(کہ یہ رسول حق ہے)

جو دین اور وحی آپؐ لے کر آئے اسے بھی حق کہا گیا ہے۔ ''دین الحق'' (۸)

صاحب لسان العرب نے اس لفظ کی مزید وضاحت کچھ اس طرح کی ہے، جس کی اصل عبارت حسب ذیل ہے:

وقولهٗ تعالٰی: وَلا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ؛ قَالَ أَبُو إِسۡحٰقَ: اَلۡحَقُّ اَمرُ النَّبِیِّ، ﷺ، وَمَا اتٰی بِهٖ مِنَ الۡقُرۡآنِ؛ وَکَذٰلِکَ قَالَ فِیۡ قولِهٖ تَعَالٰی: بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَی الۡبَاطِلِ. وَحَقَّ الأمرُ یَحِقُّ وَیَحُقُّ حقاً وحُقُوۡقاً: صَارَ حَقًّا وثَبَتَ؛ قَالَ الۡأَزۡهَرِیُّ: مَعۡنَاهُ وَجَبَ یَجِبُ وُجُوۡبًا، وَحَقَّ عَلَیۡهِ الۡقَوۡلُ وأَحۡقَقۡتهُ أنَا. وفی التَّنۡزِیۡلِ: قَال الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡهِمُ الۡقَوۡلُ: أیۡ ثَبَتَ، قَالَ الزُّجَاجُ: هُمُ الۡجِنُّ والشَّیاطِیۡنُ. وَقَوۡلُهٗ تعالٰی: ولٰکِنۡ حَقَّتۡ کَلِمَةُ الۡعَذَابِ عَلَی الۡکَافِرِیۡنَ؛ أیۡ وَجَبَتۡ وثَبَتَتۡ، وکَذٰلِکَ: لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰی اَکۡثَرِهِمۡ؛ وَحَقَّهٗ یَحِقُّهٗ حَقًّا وأَحَقَّهٗ، کِلاهُمَا: أثۡبَتَهٗ وَصَارَ عِنۡدَهٗ حَقًّا لا یُشَکُّ فِیۡهِ. وأَحَقَّهٗ: صَیَّرَهٗ حَقًّا. وَحَقَّهٗ وَحَقَّقَهٗ: صَدَقَهٗ؛ وَقَالَ ابۡنُ دُرَیۡدٍ: صَدَّقَ قَائِلَهٗ. وَحَقَّقَ الرَّجُلُ إذَا قَالَ هٰذَا الشَّیۡءُ هُوَالۡحَقُّ کَقَوۡلِکَ صَدَقَ. وَیُقَالُ: أَحۡقَقۡتُ الۡأَمۡرَ إِحۡقَاقاً إِذَا أَحۡکَمۡتَهٗ وصَحَّحۡتَهٗ. (۹)

"اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلا تَلۡبِسُوا الحقَّ بِالۡبَاطِلِ﴾ (۱۰)

(اور نہ حق و باطل کی آمیزش کرو)

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حق نبی اکرم ﷺ کے حکم (Order) کو بھی کہتے ہیں۔ اور جو قرآن کریم آپ لے کر آئے ہیں وہ بھی "حق" ہے۔ اور یہی معنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مراد لیا ہے:

﴿بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَی الۡبَاطِلِ﴾ (۱۱)

(بلکہ ہم باطل پر حق کی ضرب لگاتے ہیں)

اور حَقَّ الۡاَمۡرُ یَحِقُّ حَقاً وحُقُوۡقاً کا معنی ہے کہ معاملہ حق ہوگیا اور ثابت ہوگیا۔ الازہری کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے وَجَبَ یَجِبُ وُجُوۡباً (واجب ہوگیا) حَقَّ عَلَیۡهِ الۡقَوۡلُ وَاَحۡقَقۡتُهٗ اَنَا کا معنی ہوا۔ اس پر بات واجب ہوگئی۔ اور میں نے اسے ثابت

کر دیا۔ قرآن مجید کے الفاظ:

﴿قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ﴾ (۱۲)

(اور وہ جن پر عذاب کی بات واجب ہو جائے گی کہیں گے)

میں حق کا معنی ثَبتَ ہے۔

الزجاج کہتے ہیں کہ آیت کا مصداق جن وشیاطین ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (۱۳)

(مگر کافروں پر عذاب کا حکم ثابت ہو کر رہا)

میں حَقَّت بمعنی وَجَبَتْ وَثَبَتَتْ ہے۔ اسی طرح

﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰى اَكْثَرِهِمْ﴾ (۱۴)

(ان میں اکثر پر (اللہ کا یہ) قول ثابت ہو چکا)

میں بھی حَقَّ الْقَوْلُ کا معنی ہے (وَجَبَ اور ثَبَتَ)

اسے باب افعال میں لے جائیں تو اَحَقَّ يُحِقُّ بنے گا۔ تو معنی ہوگا کہ ثابت کر دیا اور وہ معاملہ اُس کے نزدیک ثابت ہو گیا۔ جس میں کوئی شک نہ رہا، جب اسے باب تفعیل میں لے جا کر حَقَّقَ بنائیں گے تو معنی ہوگا صَدَّقَهٗ یعنی سچا جانا۔ اِحقاق کے معنی اِحکام اور تصحیح کے ہوں گے۔ یعنی پختہ کرنا اور درستی کر دینا۔''

وَالْحَقُّ: مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَقِيْلَ مِنْ صِفَاتِهٖ قَالَ ابْنُ الاَثِيْرِ: هُوَالْمَوْجُوْدُ حَقِيْقَةً اَلْمُتَحَقَّقُ وُجُوْدُهٗ وَاِلٰهِيَّتُهٗ. وَالْحَقُّ: ضِدُّالْبَاطِلِ. وَفِي التَّنْزِيْلِ: ثُمَّ رُدُّوْاْ إِلَى اللّٰهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ. وقَوْلُهٗ تَعَالٰى: وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَ هُمْ؛ قَالَ ثَعْلَبٌ: اَلْحَقُّ هُنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَالَ الزَّجَّاجُ: وَيَجُوْزُ أَنْ يَّكُوْنَ الْحَقُّ هُنَا التَّنْزِيْلُ أَيْ لَوْ كَانَ الْقُرْآنُ بِمَا يُحِبُّوْنَهٗ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ. وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى: وَجَاءَ تْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ؛ مَعْنَاهُ جَاءَ تِ السَّكْرَةُ الَّتِيْ تَدُلُّ الْاِنْسَانَ أَنَّهٗ مَيِّتٌ بِالْحَقِّ أَيْ بِالْمَوْتِ الَّذِيْ خُلِقَ لَهٗ. قَالَ

ابْنُ سِيْدَهْ: وَرُوِیَ عَنْ أَبِیْ بَكْرٍ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَجَاءَ تْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ، وَالْمَعْنٰی وَاحِدٌ، وَقِیْلَ: اَلْحَقُّ هُنَا اللّٰهُ تَعَالٰی. وَقَوْلٌ حَقٌّ: وُصِفَ بِهِ، كَمَا تَقُوْلُ قَوْلٌ بَاطِلٌ. (۱۵)

''اور الحق اللہ عز وجل کے ناموں میں سے ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کی صفات میں سے ہے۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ وہ حقیقۃً موجود ہے۔ اس کا وجود اور الٰہیت ثابت ہو چکی ہے۔ اور الحق الباطل کی ضد ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَی اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ﴾ (۱۶)

(پھر انہیں اللہ کی طرف لوٹایا جاتا ہے جو اُن کا مالک ہے)

اور اسی طرح قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَ هُمْ﴾ (۱۷)

(اور اگر حق اُن کی خواہشات کی اتباع کرتا)

میں ثعلب کہتے ہیں کہ یہاں ''الحق'' اللہ عز وجل کے لئے بولا گیا ہے۔ اور زجاج کہتے ہیں کہ یہ بھی جائز ہے کہ یہاں حق سے مراد قرآن ہو۔ یعنی اگر قرآن اُس طرح اُترتا ہے جیسے یہ چاہتے ہیں کہ کائنات میں آسمانوں اور زمین میں بگاڑ پیدا ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَاءَ تْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ (۱۸)

(اور یہ جان کنی حق لے کر آ پہنچی)

میں یہ مراد ہے کہ موت کی وہ بے ہوشی آ گئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ انسان واقعی مر گیا، یعنی اُس موت کی وجہ سے جو اُس کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور ابن سیدہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ سے روایت کی گئی ہے ''وَجَاءَ تْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ'' یعنی حقیقی بے ہوشی موت کی وجہ سے آ گئی تو معنی ایک ہی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں پر حق اللہ تعالیٰ ہے۔ عربی میں جب قَوْلٌ حَقٌّ کہا جاتا ہے تو اُس کے مقابلے میں قَوْلٌ بَاطِلٌ بولتے ہیں۔ تو یہ دونوں الفاظ صفت بن جاتے ہیں۔

وَالْحَقُّ: صِدْقُ الْحَدِيْثِ: وَالْحَقُّ الْيَقِيْنُ بَعْدَ الشَّکِّ [19]

(اور حق بات کی سچائی کو کہتے ہیں اور ایسا یقین جو شک کے بعد حاصل ہو اور وہ بھی حق کہلاتا ہے)

انہی مفاہیم کو قاموس مترادفات از وارث سرہندی صفحہ ۲۴۶ میں ناشر اُردو سائنس بورڈ لاہور اور المنجد فی اللُّغة و الأعلام میں لوئیس معلوف نے بھی بیان کیا ہے۔ جس سے ان تمام معانی کا خلاصہ یوں بنتا ہے:

(۱) سچائی، راستی، صدق، صداقت، حقیقت، سچ

(۲) فرض، ذمہ داری، وجوب، لزوم

(۳) استحقاق، دعویٰ، ادھیکار، اختیار

(۴) عدل، انصاف

(۵) صلہ، بدلہ، عوض، معاوضہ، مزدوری، اجرت

(۶) اصلیت، واقفیت

(۷) انعام، نیگ، بخشش

(۸) ملکیت، حقیقت، مسالکیت

(۹) حصہ، بھاگ، نصیب

(۱۰) منصب، عہدہ، رتبہ، مقام

(۱۱) واجب، ضروری، لازمی

(۱۲) خدا، اللہ، ایشور، پرمیشور

اسی طرح صاحب المنجد نے ''حق'' کے معنی یہ کیے ہیں:

ثابت ہونا، واجب ہونا، سچائی، راستہ، انصاف، ثابت شدہ حصہ، نصیب، یقین، مال، ملک، ہوشیاری، فیصل شدہ امر، موت۔

اصطلاحی مفہوم:

حقوق لفظ حق کی جمع (ہے جو) اسلامی شریعت میں ''قانونی حقوق''، ''مطالبات'' اور ان کے متعلقہ واجبات کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

- ''حقوق اللہ'' (سے مراد ہے) اللہ کے حقوق اور مطالبات
- ''حقوق العباد'' (سے مراد ہے) ''بندوں کے حقوق'' یہ حقوق نجی ہوں اور لازمی طور پر شہری ہوں۔ ان میں واضح فرق ہے۔

اگر اس لفظ کو اشیاء کے بارے میں استعمال کیا جائے تو حقوق کے معنی ان اشیاء کے لوازمات کے ہوں گے مثلاً ایک گھر کے لوازمات میں جائے ضرورت، باورچی خانہ اور خدام وغیرہ شامل ہیں۔ اور یہ اصطلاحات عام طور پر قانونی ضوابط میں ملتی ہیں۔ (معاصر مصطلحات کی رو سے حقوق صرف قانون کے رائج الوقت معنوں میں استعمال ہوتا ہے) [۳۰]

صاحب تفہیم القرآن مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے حق کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے:

''حق باطل کی ضد ہے اور عام طور پر یہ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک درست اور سچی بات (جو عدل اور انصاف کے مطابق ہو۔ خواہ عقیدہ ایمان سے تعلق رکھتی ہو یا دنیاوی معاملات سے۔''

دوسرا ''یہ کہ وہ حق جس کا ادا کرنا انسان پر واجب ہو۔ خواہ وہ خدا کا حق ہو یا بندوں کا حق یا حقوق النفس سے تعلق رکھتا ہو۔''

ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان کا یہ معاشرہ ایسا بے حس نہ ہو کہ اس میں باطل سر اُٹھا رہا ہو۔ اور حق کے خلاف کام کئے جا رہے ہوں۔ اور لوگ خاموشی سے تماشا دیکھ رہے ہوں۔ اور معاشرے کا ہر فرد صرف خود ہی حق پرستی اور راست بازی اور عدل و انصاف پر قائم رہے۔ اور حق داروں کے حقوق ادا کرنے پر اکتفاء نہ کرے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس طرزِ عمل کی نصیحت کرے اور لوگوں میں اس پر ردِ عمل بھی پیدا کرے۔ تاکہ اجتماعی طور پر معاشرہ سے بے حسی کا خاتمہ ہو۔ [۳۱]

حق کا معنی اصطلاح میں ڈاکٹر عبدالسلام العبادی کے الفاظ میں یوں ہے:

اِخْتِصَاصٌ ثَابِتٌ فِي الشَّرْعِ يَقْتَضِي سُلْطَةً اَوْ تَكْلِيفًا لِلّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ اَوْ لِشَخْصٍ عَلٰى غَيْرِهِ [۳۲]

''شریعت میں ثابت شدہ اختصاص جو اللہ کی طرف سے بندوں پر کوئی پابندی یا تکلیف کا تقاضا کرتا ہو۔ یا کسی شخص سے کسی دوسرے پر کوئی پابندی کا تقاضا کرتا ہو۔''

فصل دوم

فقہ اسلامی میں حقوق کی اقسام

فقہائے اسلام نے حقوق کی قسموں کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد حقوق کی بے شمار اقسام بیان کی ہیں۔ کوئی شخص ان کو شمار کرنا چاہے تو شمار نہیں کرسکتا۔ بہرحال مختلف اعتبارات سے حق کی جو اقسام بیان کی گئی ہیں، ہم اُن کو محدود کرتے ہوئے حقوق کی چند جامع اقسام کا تذکرہ کریں گے:

(ا) حق کی تقسیم اُس کے مستحق کے اعتبار سے:

مستحق یا صاحب حق کے اعتبار سے یا جس کی طرف حق کی اضافت کی جائے کے اعتبار سے حق کے تین پہلو ہیں: اللہ تعالیٰ کا حق، انسان کا حق اور وہ حق جس میں دونوں حق (اللہ کا اور بندے کا) شامل ہوں۔

حقوق اللہ:

بعض اصولیین کے نزدیک خصوصاً ابن الملک نے شرح المنار میں یہ مؤقف اختیار کیا ہے:

مَا يتعلق به النفع العام مِن غير اقتصاص باحد كحرمة البيت، فان نفعه عام وهو اتخاذهم اياه قبله وكحرمة الزنا فان نفعه عام وهو سلامه أنسابهم، وانما نسب إلى الله تعالىٰ تعظيماً، لِأنَهُ تعالىٰ يتعالى عن أن يَنْتفِعُ بشيء. (۴۳)

(اللہ کا حق وہ ہے جس کے ساتھ نفع عام متعلق ہو بغیر اس کے کہ اس نفع کو کسی کے ساتھ مخصوص کردیا جائے جیسے خانہ کعبہ کی حرمت، کیونکہ اس کا نفع عام ہے اور وہ ہے کہ ہر شخص اس کو قبلہ بنا سکتا ہے اور جیسے کہ زنا کی حرمت ہے۔ اس حرمت کا نفع بھی عام ہے اور وہ ہے لوگوں کے انساب کی سلامتی۔ اور اس حق کو تعظیماً اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات سے بلند ہے کہ وہ کسی چیز سے نفع اُٹھائے)

امام شاطبیؒ نے الموافقات میں اس کی تعریف یوں بیان کی ہے:

مَا فُهِمَ مِنَ الشَّرْعِ انَّهُ لا خِيَرَه فِيْهِ لِلْمَكُلّفِ كَانَ لَهُ مَعْنًى مَعْقُوْلٌ اَوْ غَيْرُ مَعْقُوْلٍ. (۴۴)

(اللہ کا حق وہ ہے جو شریعت سے اس طور پر سمجھا گیا ہو کہ مکلف کے لئے اس میں کسی انتخاب (Choice) کی گنجائش نہ ہو۔ چاہے اس کی حکمت انسان کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے)

القرافی نے اللہ تعالیٰ کے حق کی یہ تعریف کی ہے کہ

"حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا ذَكَرْنَا بِاَنَّهُ اَمْرُهُ وَنَهْيُهُ" (۴۵)

(اللہ کے اوامر ونواہی اس کا حق ہے)

مختلف فقہاء کے مباحث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کو آٹھ نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) عبادات خالصہ:

جیسے اللہ پر ایمان لانا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، روزے رکھنا، حج کرنا اور جہاد کرنا۔

(۲) ایسی عبادات جن سے دوسروں کی مدد ہوتی ہو:

جیسے کسی نادار کا بوجھ اُٹھا لینا، صدقہ فطر ادا کرنا، یعنی یہ عبادت بھی ہے اور دوسروں کی مدد بھی ہے اور یہ انسان پر دوسرے کی وجہ سے واجب ہوتی ہے۔

(۳) کسی کی مالی مدد جس میں عبادت کا معنی شامل ہو:

جیسا کہ زمین سے عشر نکالنا کہ مؤونۃ (مالی مدد) ہے، کیونکہ اس کو مجاہدین پر خرچ کیا جائے گا جو اسلامی سرزمین کی حفاظت کرنے پر مامور ہیں اور اس میں عبادت کا معنی اس طرح پوشیدہ ہے کیونکہ انسان اس کو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ادا کرتا ہے۔

(۴) ایسی موونۃ (مالی مدد) جس میں سزا کا معنی پوشیدہ ہوتا ہے:

جیسے کہ خراج کہ وہ ایک قسم کی موونۃ ہے، جیسے اسلامی سرزمین کی حمایت اور دفاع کے لئے خرچ کیا جاتا ہے اور اس کے اندر عقوبت کا معنی ہونے کا پہلو یہ ہے کہ زراعت پیشہ لوگ اس کے ادا کردینے سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے مستثنیٰ ہوجاتے ہیں۔ تو گویا خراج کی ادائیگی اُن کے لئے ایک طرح کی سزا ہوئی۔

(۵) عقوبات کاملہ:

اس سے مراد وہ خالص سزائیں ہیں جو پوری کی پوری نافذ کی جاتی ہیں۔ جیسے کہ زنا کی حد، شراب کی حد، اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی حد۔

(۶) عقوبات قاصرہ:

جیسا کہ قاتل کو اس کے مورث کی میراث سے محروم کردیا جانا۔ اس کو عقوبت قاصرہ اس لئے کہا جائے گا کہ قاتل کے جسم میں یا اُس کے مال میں کوئی ضرر نہیں پہنچا بلکہ اُس کے اور میراث کے درمیان رُکاوٹ ڈال دی گئی۔

(۷) عبادت اور عقوبت کے درمیان مشترکہ حقوق:

ان میں قسم توڑنے کا کفارہ یا رمضان میں بلا عذر عمداً روزہ توڑ دینے کا کفارہ جیسی چیزیں شامل ہیں۔ چنانچہ ان عبادات کا معنی بھی موجود ہے اور عقوبت کا بھی۔

(۸) وہ حق جو بذاتِ خود قائم ہے بغیر اس کے کہ کوئی چیز بندہ کے ذمہ سے متعلق ہو اور بغیر اس کے کہ اُس کا سبب ایسا ہو جس کی ادائی بندہ پر واجب بنتی ہو۔ جیسا کہ غنائم اور معادن (زمین سے نکلنے والا خزانہ) سے ۱/۵ (خمس) نکالنا۔[۲۶]

حقوق العباد:

قاضی محمد بن فراموز خسرو اور علامہ قرانی نے الفاروق میں حقوق العباد کے بارے لکھا ہے۔

مَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ مَصْلِحَةٌ خَاصَّةٌ، كَحُرْمَةِ مَالِ الْغَيْرِ، وَكَبَدْلِ الْمُتْلَفَاتِ، وَالْخَصُوْبَاتُ، وَأَثْمانُ الْبِيْعاتِ، اِلٰى غَيْرِ ذٰلِکَ مِنْ مُصَالَحَةٍ فِي الدُّنْيَا.[۲۷]

"وہ چیزیں ہیں جن کے ساتھ شخصی مصلحتیں متعلق ہوں۔ جیسا کہ دوسرے کے مال کی حرمت، اور کسی کی تلف کی گئی اور چھینی گئی چیزوں کا متبادل، اور بیچی گئی چیزوں کی قیمتیں اور اسی طرح دیگر دنیاوی مصلحتیں" ہیں۔

شیخ ابوسنہ نے بندوں کے حقوق کے بارے نظریہ الحق میں کچھ اس طرح وضاحت کی ہے۔

حَقُّ الْعَبْدِ بِأَنَّهٗ مَا تُرَتَّبُ عَلَيْهِ مَصْلِحَةٌ لِإِنْسَانٍ وَيُتَفَرَّعُ إِلٰى عَامٍّ، خَاصٍّ، فَالْعَامُّ مَا تُرَتَّبُ عَلَيْهِ مَصْلِحَةٌ عَامَّةٌ لِلْمُجْتَمَعِ مِنْ غَيْرِ اخْتِصَاصٍ بِأَحَدٍ، كَالْمَرافِقِ الْعَامَّةِ، مِثْلِ الْمِيَاهِ وَالإِضَاءَةِ .... وَالْخَاصُّ هُوَ مَا تُرَتَّبُ عَلَيْهِ مَصْلِحَةٌ خَاصَّةٌ لِفَرْدٍ، أَوْ أَفْرَادٍ، كَحَقِّ كُلِّ أَحَدٍ فِيْ دَارِهٖ وَعَمَلِهٖ.[۲۸]

(بندے کا حق وہ ہے جس پر انسان کی مصلحت مرتب ہوتی ہو۔ اور اس کی دو شاخیں عام اور خاص ہو جاتی ہیں۔ عام سے مراد وہ حق ہے جس پر معاشرہ کی کوئی مصلحت عامہ بغیر کسی کو مختص کئے مرتب ہوتی ہو۔ جیسا کہ پانی اور روشنی سے استفادہ (یہ سب کو مہیا کی جائے گی) اور خاص سے مراد وہ حق ہے جس کے ساتھ کسی خاص فرد یا افراد کی مصلحت وابستہ ہو۔ جیسا کہ ہر ایک کو اپنے گھر میں اپنی آزادی کا حق حاصل ہے)

فقہاء نے اللہ تعالیٰ کے حق اور بندے کے حق کے درمیان فرق کرنے کا ایک ضابطہ وضع کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ بندے کا حق عبارت ہے اُس چیز سے جو بندے کے ساقط کرنے سے ساقط ہو جاتی ہے۔ پس ایسی سب چیزیں جن کا اسقاط بندہ کر سکتا ہے وہ اس کا حق ہیں، مثلاً قرضے اور بیچی گئی چیزوں کی قیمتیں (یعنی بندہ اگر چاہے تو کسی کے ذمہ اپنا قرض ساقط کر سکتا ہے یا مثلاً کسی فروخت کی گئی چیز کی قیمت معاف کر سکتا ہے۔ اور اللہ کا حق وہ سب چیزیں ہیں جن کا ساقط کرنا بندے کے اختیار میں نہیں ہے۔ مثلاً عبادات۔

مگر بعض فقہاء جیسا کہ شہاب الدین القرافی ہیں، نے کہا ہے کہ بندے کا جو بھی حق ہوگا اس میں اللہ کا حق بھی خود بخود شامل ہوگا۔ اور وہ اس طرح بندے کا بندے پر حق اللہ ہی کے حکم سے عائد ہوتا ہے۔ اور اُسے مستحق تک پہنچانا بھی اللہ ہی کے حکم سے ہے۔ علامہ قرافی نے الفاروق میں بندے کے حقوق اور اللہ کے حق میں بیان کیا ہے۔

وَلِذٰلِکَ یُوْجَدُ حَقُّ اللّٰہ تعالیٰ دُوْنِ حَقِ الْعَبْدِ وَلَا یُوْجَدُ حَقُّ الْعَبْدِ اِلَّا وَفِیْہِ حَقُّ اللّٰہ تعالیٰ۔ (۲۹)

(لہٰذا اِس بنا پر اللہ کے حق میں بندے کا حق تو نہیں ہوگا مگر بندے کا جو کوئی حق بھی ہوگا اُس میں اللہ کا حق ضرور ہوگا)

فقہاء نے ایک اور ضابطہ بھی وضع کیا ہے جسے ابن القیم الجوزی نے اعلام الموقعین میں بیان کیا ہے

وَھُوَ اَنَّ حَقَّ اللّٰہِ لا مَدْخَلَ لِلصُّلْحِ فِیْہِ کَالْحُدُوْدِ، وَالذَّکَوَاتِ، وَالْکَفَّارَاتِ ونحوِھَا، وَأَمَّا حَقُّ الْعَبْدِ، فَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ الصُّلْحَ وَالإِسْقَاطَ وَالْمُعَاوَضَۃَ عَلَیْہِ۔ (۳۰)

(اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے حق میں صلح کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، وہ اٹل ہے، جیسا کہ حدود، زکوٰۃ (زکاتیں) اور کفارے وغیرہ۔ رہا بندے کا حق تو وہ صلح، اور اسقاط اور معاوضہ کو قبول کر لیتا ہے)

اللہ تعالیٰ کے حق اور بندے کے حق کے درمیان مشترکہ حقوق:

حقوق کی اس قسم میں کبھی اللہ تعالیٰ کا حق غالب ہوتا ہے، اور کبھی بندے کا حق غالب ہوتا ہے۔ پس حق مشترک میں اللہ تعالیٰ کا حق غالب ہو تو اُس کا حکم اللہ تعالیٰ کے خالص حق کی طرف لوٹے گا۔ اس کی مثال حنفیہ کے نزدیک قذف کی حد ہے۔ چنانچہ اس میں اللہ تعالیٰ کا حق ہے، کیونکہ اسے اللہ نے بطور زجر (سزا) مشروع کیا ہے، اور ساتھ ہی اس میں بندے کا حق بھی ہے، وہ اس پہلو سے کہ اس میں مقذوف سے زنا کی عار دفع ہوتی ہے۔

ابن الملک نے شرح المنار میں اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلق اور مشترکہ حق کے بارے یوں کہا ہے:

وَلَمَّا كَانَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى هُوَالْمُغْلَبُ فِيْهِ لِذٰلِكَ لَا يَجْرِىْ فِيْهِ اِرْثٌ وَلَا اِسْقَاطٌ بِعَفْوٍ.[۳۱]

(اور چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا حق غالب ہے اس لئے اس میں نہ تو وراثت جاری ہوتی ہے اور نہ ہی مقذوف اسے معاف کرسکتا ہے اور یہ ساقط نہیں کی جاسکتی)

اب لیجئے اس حق مشترک کو جس میں بندے کا حق غالب ہو، جبکہ اس میں امر ونہی کا تقاضا پورا ہوتا ہو۔

علامہ شاطبیؒ نے اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلق کے بارے الموافقات میں یوں کہا ہے:

كَمَا يَقُوْلُ الشَّاطِبِى لِحُصُوْلِ مَصْلِحَةِ الْعَبْدِ بِذٰلِكَ عَاجِلاً أَوْ آجِلاً حَسْبَمَا يَتَهَيَّأُ لَهُ وَإِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ نَظَرٌ.[۳۲]

(بقول شاطبی اُس میں بندے کو فوری طور پر یا کچھ مدت بعد کوئی مصلحت یا نفع حاصل ہوتا ہو تو اُسے ساقط کیا جاسکتا ہے)

اس کی مثال قصاص ہے، کیونکہ اس میں بندے کا حق غالب ہے کہ مجرم کا جرم اُس کی ذات پر اثر انداز ہوتا ہے۔

جیسے شیخ یحییٰ الرھاوی المصری نے شرح المنار میں اللہ اور بندے کے حق کی وضاحت کی ہے:

وَلِذٰلِكَ يَجْرِىْ فِيْهِ اْلإِرْثُ وَيَصِحُّ الاِعْتِيَاضُ عَنْهُ بِالْمَالِ وَالصُّلْحِ، وَيَصِحُّ اْلعَفْوُ عَنْهُ مَعَ وُجُودِ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَهُو إِخْلَاءُ الْعَالَمِ عَنِ اْلفَسَادِ.[۳۳]

(ایسے حق میں وراثت جاری ہوگی، اُسے مالی معاوضہ لے کر معاف کیا جاسکے گا، صلح کی جاسکے گی اور باوجود یہ کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کا حق (یعنی عالَم کو فساد سے پاک کرنا) بھی شامل ہے، اُس کو معاف کرنا صحیح ہوگا)

المختصر! دین اسلام میں اللہ رب العزت نے انسان پر اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے بندوں کے حقوق بھی متعین کیے ہیں کہ انسان اللہ کے حقوق کی ادائی کے وقت کوئی ایسا طریقہ نہ اختیار کرے جس سے بندوں کے حقوق بھی متاثر ہوں۔ اور نہ ہی اپنے حقوق النفس کی تکمیل میں دوسرے انسانوں کے حقوق کے حقوق کو سلب کرے۔ اُن کی جان و مال اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچائے۔ اسی لئے شریعت اسلامی میں چوری، لوٹ مار، رشوت، خیانت، سود خوری اور جعلسازی کو حرام

قرار دیا ہے۔ جھوٹ، غیبت، چغل خوری اور بہتان تراشی کو بھی حرام کیا اور جوئے، سٹے، لاٹری کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک شخص کا فائدہ ہزاروں آدمیوں کے نقصان پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انسانی تمدن کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو نقصان نہ پہنچائے بلکہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں میں باہمی تعلقات اس طرح قائم کئے جائیں کہ وہ سب ایک دوسرے کی بہتری میں مددگار ثابت ہوں۔

زکوٰۃ، صدقہ اور قرض دینا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، پیاسوں کو پانی پلانا اور کسی کے ساتھ معاہدہ کرنا، یہ سب حقوق العباد ہیں۔ اور تمام حقوق العباد میں دراصل اللہ کا حق بھی پایا جاتا ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ حقوق تو سارے اللہ ہی کے ہیں۔ لیکن ان حقوق کے تمام فوائد بندوں ہی کو پہنچتے ہیں۔ بندہ حقوق اللہ ادا کرتا ہے تو اس کا تمام تر فائدہ خود اُس کی ذات کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ اللہ اس سے بہت بلند و بالا اور بے نیاز ہے کہ بندہ اُسے کوئی فائدہ پہنچا سکے۔ (۳۴)

اسی بات کے ثبوت میں قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. ﴾ (۳۵)

(اے مسلمانو!) "اپنے قرابت والے کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔ یہ بات اُن لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔")

اسلام دین فطرت ہے، لہٰذا اس کی تعلیمات انسانی زندگی کے جملہ شعبوں پر حاوی ہیں۔ بنیادی انسانی حقوق کے ضمن میں اسلام کی تعلیمات اس قدر واضح اور جامع ہیں کہ اُن میں جان، مال، عزت و ناموس کی حفاظت، شخصی آزادی، ذاتی ملکیت کی حفاظت، عقیدے اور مسلک کی حفاظت اور مساوات اور قیام عدل سبھی کچھ آجاتا ہے، بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں کسی دیگر مذہب یا معاشرتی وسیاسی نظام میں یہ خصوصیات نہیں پائی جاتیں۔

دین اسلام اپنے معاشرتی نظام میں تعظیم وتکریم انسانیت کا درس دیتا ہے۔ اگر انسان اپنے مقام کو پہچانے اور اُس پر قائم رہے تو اللہ کے بعد کائنات کی اعلیٰ ترین مخلوق ہے۔ قرآن کریم نے اور ارشاداتِ رسولؐ نے مثبت انداز میں عظمت انسان کا تصور دیا ہے اور ایسے ارشادات ونصوص موجود ہیں جن سے مقامِ انسانیت کا پتہ چلتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً.﴾ (۳۶)

(بلاشبہ ہم نے اولادِ آدم کو بزرگی عطا کی اور بحر و بر میں اُنھیں سواری مہیا کی۔ کھانے کی پاکیزہ چیزیں دیں۔ جو کچھ ہم نے تخلیق کیا ہے ان میں سے کثیر مخلوق پر نمایاں فوقیت دی)

ویسے تو انسانی حقوق کی فہرست بہت طویل ہے لیکن ان میں وہ حقوق جن کا تعلق کسی کی جان، مال اور آبرو سے ہے، ان کی اہمیت دیگر جملہ حقوق سے کہیں زیادہ ہے اسلام نے انسانی جان کو محترم و مکرم قرار دیا ہے۔ اور ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل ٹھہرا کر تحفظ جان کی اہمیت پر جس طرح زور دیا ہے اس کی نظیر دنیا کے کسی مذہبی، اخلاقی یا قانونی لٹریچر میں نہیں ملتی۔

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً ، وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً .﴾ (۳۷)

(جس شخص نے کسی دوسرے کو جان کے بدلہ کے علاوہ یا زمین میں فساد برپا کرنے کی غرض سے قتل کیا تو اُس نے گویا سب انسانوں کو مار ڈالا)

ھادیٔ برحق حضرت محمد ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر توقیرِ انسانی اور احترامِ انسانیت کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ بلکہ انسانی حقوق کی اہمیت کو واضح فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے فرزندانِ اسلام! کان کھول کر سن لو:

فَاِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا. (۳۸)

(تمہارے خون تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تمہارے لئے اتنی مقدس اور محترم ہیں جس قدر اس مہینہ کا دن اس معظم شہر مکہ میں معزز اور حرمت والا ہے)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

[لا فَضلَ لِعَرَبِيّ عَلٰى عَجَمِيّ، وَلَا لِعَجَمِيّ عَلٰى عَرَبِيّ، وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقوٰى وَلَا فَضلَ لِلاِنْسَابِ.] (۳۹)

(کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر۔ ماسوا تقویٰ کے اور نسبی بنیادوں پر کوئی فضیلت نہیں ہے)

یعنی فضیلت دیانت اور تقویٰ پر ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی شخص چاندی سے پیدا کیا گیا ہو اور کوئی پتھر سے اور کوئی مٹی سے، بلکہ سب انسان یکساں ہیں۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات بڑی واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ اور خصوصاً خطبۂ حجۃ الوداع تاریخ عالم (انسانی) میں حقوقِ انسانیت کا ایک عظیم شاہکار منشور ہے۔

فصل سوم

غیر مسلموں کے حقوق......قرآن وسنت کی روشنی میں

ایک اسلامی ریاست میں شریعت کے مطابق جو غیر مسلموں کے حقوق وضع کئے گئے ہیں وہ واضح ہیں۔ اسی وجہ سے فقہائے اسلام نے صلحاً فتح ہونے والی قوموں کے متعلق کسی قسم کے قوانین مدوّن نہیں کئے، بلکہ قرآن وحدیث کو بنیاد بنایا اور قاعدہ بنالیا۔ ''دورِ نبویؐ'' کے واقعات وحالات کو مدِّ نظر رکھ کر اور ''خلفائے راشدین'' کے دور حکومت کو سامنے رکھتے ہوئے شریعت اسلامی میں راہیں تلاش کیں، تاکہ اسلامی حکومت امن وسلامتی سے ریاست میں بسنے والے شہریوں کو اُن کے حقوق عطا کر سکے اور نظام مملکت کو احسن انداز میں چلا سکے۔ کیونکہ جب اہلِ ذمہ اسلامی ریاست میں اپنے فرائض سرانجام دیں گے تو وہ ان کے مقابلے میں کچھ حقوق کے مستحق ہو جائیں گے۔ فقہ کی کتابوں میں اہلِ ذمہ کے حقوق کی مناسبت سے ایک جملہ قاعدۂ عامہ کے طور پر اکثر بولا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:

لَهُمْ مَالَنَا وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْنَا.

(جو کچھ ہمارے حقوق ہیں وہی ان کے ہوں گے اور جو ہمارے واجبات ہیں وہی ان کے ہوں گے)

الکاسانی نے البدائع میں ایک حدیث ذکر کی ہے جو انہی معنوں میں ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

[فَإِنْ قَبِلُوْا الذِّمَّةَ فَأَعْلِمُهُمْ اَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ.] (۴۰)

(پس اگر وہ ذمہ قبول کرلیں تو ان کو آگاہ کر دینا کہ جو کچھ مسلمانوں کو ملے گا انہیں بھی ملے گا اور جو واجبات مسلمانوں پر عائد ہوں گے وہ ان پر بھی ہوں گے)

صحاحِ ستہ میں اس طرح کی کوئی حدیث نہیں ملتی۔ کاسانی نے بغیر حوالے کے یہ روایت نقل کی ہے۔

مذکورہ بالا فقہی قاعدہ علی الاطلاق جاری نہیں ہوتا، کیونکہ ذمی کے جو فرائض ہیں وہ مسلمانوں کے نہیں ہیں۔ مثلاً جزیہ اور مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت۔ اسی طرح ذمی کے کچھ ایسے حقوق بھی ہیں جو مسلمانوں کے نہیں ہیں، جیسے کہ وہ اپنے گھر میں چھپ کر شراب پی سکتے ہیں (جبکہ مسلمان ایسا نہیں کر سکتے)

اس کا سبب ظاہر ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کے عقیدے کا اختلاف حقوق اور واجبات میں مغایرت کو مستلزم ہے۔ ہم عقیدہ لوگوں میں مساوات کا ہونا عدل ہے جبکہ عقیدے میں اختلاف رکھنے والے دو گروہوں کے درمیان مساوات تامّہ

ظلم و جور ہے۔ دولتِ اسلامیہ جو زندگی کے تمام پہلوؤں میں اسلامی اصولوں پر قائم ہوتی ہے، ضروری ہے کہ اس میں حقوق و واجبات میں مسلم اور غیر مسلم کی تمیز کی جائے۔ چنانچہ دولتِ اسلامیہ میں ذمی (اقلیتوں) کو جو حقوق حاصل ہیں ہم ذیل میں انہیں بیان کرتے ہیں۔

(i) عقیدے کی آزادی:

دولت اسلامیہ میں اہلِ ذمہ کو جو نمایاں حقوق حاصل ہیں ان میں عقیدے اور مذہب کی آزادی سرفہرست ہے۔ چنانچہ ذمی بے دھڑک کسی رُکاوٹ اور اذیت کے بغیر اپنے دین کے شعائر پر عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ یہ آزادی قرآن کریم نے انہیں دی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۃ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ﴾ (۴۱)

(دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی کے مقابلے میں بالکل واضح ہو چکی ہے)

اس آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر مسلموں کے ساتھ کسی قسم کی زبردستی کی تاکید نہیں کرتا ہے۔ بلکہ ان کو ان کے مذہب/ دین پر قائم رہنے کی تلقین کرتا ہے، تاکہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اسلامی ریاست میں اپنی مذہبی رسومات ادا کرسکیں۔

اور دوسرے مقام پر یہ ارشاد فرمایا:

﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْن.﴾ (۴۲)

(پھر کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے۔ حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں)

جبر و اکراہ سے نہ ہی آپؐ کسی کو مسلمان کر سکتے ہیں اور نہ ہی آپؐ اس کے مکلّف ہیں۔

بلکہ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ.﴾ (۴۳)

(اے مسلمانو!) یہ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالی نہ دو، ورنہ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے چڑ کر اللہ کو گالی دیں گے)

دین اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے معبودوں تک کے احترام کا حکم دیا ہے۔ اور مسلمانوں کو منع کیا گیا کہ ان کی عبادت کا تصور اسلامی عبادات سے کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو۔ ان کے معبودوں کو کسی صورت میں برا مت کہو۔ بلکہ دین اسلام نے ایک دوسرے کے ساتھ تعامل کے لئے بہترین ضابطۂ اخلاق مقرر فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنَابَزُوْ بِالْاَلْقَاب.﴾ (۴۴)

(ایک دوسرے کو (برے) ناموں سے نہ پکارو)

حتیٰ کہ کفار اور مشرکین کو بھی گالی دینے (برے ناموں سے پکارنے) سے منع فرمایا ہے۔ خود اللہ رب العزت نے عیسائیوں کو نصاریٰ اور یہود کو (الَّذِین ھادو) کہہ کر پکارا ہے جو کہ بہترین اور خوبصورت ترین نام ہے۔ یہ اللہ بزرگ و برتر کے تحمل کی دلیل ہے۔ (۴۵)

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو غیر مسلموں سے لڑائی جھگڑا کرنے سے منع فرمایا، تا کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیں۔ یہ لازی بات ہے۔ جب مسلمان غیر مسلموں کو گالی دیں گے تو وہ بھی اُن کے معبود اللہ کو یا اس کے پاک نبی ﷺ کو گالی دینے لگ جائیں گے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے غیر مسلموں سے (ذمیوں) سے جھگڑنے یا لایعنی فضول قسم کی گفتگو سے منع فرمایا ہے۔

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ.﴾ (۴۶)

(اے مسلمانو!) اہل کتاب سے جھگڑا نہ کر مگر احسن طریقے سے)

اللہ پاک نے اہلِ اسلام کو غیر مسلموں کے ساتھ ہر طرح کے جھگڑے سے منع فرمایا ہے تا کہ وہ اپنے دین کے مطابق جس طرح کی بھی زندگی بسر کر رہے ہیں آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آپ خواہ مخواہ ان سے ان کے دین کے بارے میں جھگڑا کرنا شروع کر دیں، بلکہ اُن کو اپنے دینی معاملات میں مکمل آزادی ہے۔ وہ اپنے (عقیدہ) اعتقاد کے مطابق جس طرح عبادات کریں آپ اُن سے کوئی بحث مباحثہ نہ کریں۔

بلکہ اس آیت کریمہ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بحث کا انداز بھی خود ہی سمجھا دیا ہے کہ جن جن باتوں میں فریقین میں موافقت پائی جاتی ہے پہلے ان کا ذکر کر کے انہیں اپنی جانب مائل کیا جائے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُن میں سے (یہود و نصاریٰ) میں منصف مزاج لوگ اسی نیک عمل کے نتیجے میں ایمان لے آئیں گے۔

دین اسلام نے غیر مسلموں (ذمیوں) کے لئے ایسا آزاد مذہبی اور گھٹن سے پاک معاشرے کا تصور پیش کیا جس میں واضح فرمایا:

﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ (۴۷)

(تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین)

دین اسلام میں اعتقاد کی بنیاد غور وفکر اور آیاتِ الٰہی پر فکر وتعمق ہے نہ کہ محاکاۃ، تقلید، جبر واکراہ اور جور۔ اس سے بڑھ کر حریت مذہب اور کیا ہوسکتی ہے۔

علامہ عبدالوہاب خلاف اپنی تصنیف ''السیاسۃ الشرعیۃ'' میں بیان کرتے ہیں:

''اسلام نے جہاں مسلمانوں کے لئے اقامتِ شعائر کی حفاظت ومیانت کے سلسلے میں پابندیاں عائد کی ہیں، وہاں اُس نے یہ بھی عائد کیا ہے کہ غیر مسلموں کے لئے اس امر کی پوری آزادی تسلیم کر لی ہے کہ وہ اپنے شعائر دینی قائم کریں۔ غیر مسلموں کو اسلام نے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے معاملات اور احوال شخصی میں دینی احکام کی پوری آزادی کے ساتھ پیروی کریں۔''(۴۸)

تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ

''جتنے عہد نامے (معاہدے) غیر مسلموں سے کئے گئے ان میں جہاں اُن کی حریت ذات، اور تحفظ مال کو تسلیم کیا گیا ہے وہاں اُن کے عقائد (مذہب) اور شعائر کی آزادی بھی مانی گئی ہے۔''(۴۹)

رسول اللہ ﷺ نے اہلِ نجران کو جو اَمان نامہ عطا کیا تھا وہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے مندرجات میں یہ الفاظ بھی ہیں:

[عَلٰی اَلا تُهْدَمَ لَهُمْ بِيْعَةٌ، وَلا يُخْرَجُ لهم قِسٌّ وَّلا يُفْتَنُوْا عَنْ دِيْنِهِمْ، مَا لَمْ يَحْدَثُوْا حَدَثًا اَوْ يَاْكِلُوْا الرِّبَا.](۵۰)

(ان کے گرجوں کو ڈھایا نہیں جائے گا اور ان کے کسی پادری کو نکالا نہیں جائے گا اور انہیں ان کے دین سے ہٹانے کی کوشش نہیں کی جائے گی، جب تک کہ وہ کوئی نئی بات پیدا (نہ) کر دیں یا سُود خوری (نہ) کریں)

اسی طرح خلفائے راشدین اور مسلمانوں کے امراء نے مفتوحہ ممالک کے ذمیوں سے معاہدے میں ان کے عقیدے کی آزادی کی ضمانت دی، جیسا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اہلِ ایلیاء اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے عہد میں ''اہل عانات'' کو، جس کا ذکر امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ عانات

کے ملکوں سے جس وقت گزر رہے تھے تو وہاں کا بڑا پادری آپؓ کے پاس آیا اور اس نے آپؓ سے صلح طلب کی۔ چنانچہ آپؓ نے اس سے صلح کر لی اور اس کے حسب منشاء اس کی شرائط تسلیم کر لیں کہ:

[على الأيهدم لهم بيعة ولا كنيسة وعلى أن يضربوا نواقيسهم فى أى ساعة شاءوا من ليل أو نهار إلا فى أوقات الصلوات، وعلى أن يخرجوا الصلبان فى أيام عيدهم.] (۵۱)

(وہ ان کے کسی چرچ کو نہیں ڈھائیں گے اور دن یا رات کے کسی وقت بھی نمازوں کے اوقات کے سوا اُنہیں ناقوس بجانے کی اجازت ہوگی اور اپنی عیدوں کے دنوں میں وہ صلیب نکال سکیں گے)

اسلامی عہد میں کبھی بھی کسی ذمی کو اس کا دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا گیا اور نہ ہی اپنے دینی شعائر کی بجا آوری سے روکا گیا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ذمیوں کو مسلمانوں کے علاقوں میں اپنے شعائر کے اظہار کی اجازت نہ ہوگی، کیونکہ وہ جگہیں اسلام کے شعائر کے اظہار کا محل ہیں اور اسلام اور کفر کے شعائر ایک ساتھ بروئے کار نہیں لائے جا سکتے۔

کاسانی کہتے ہیں:

فَكَانَ إِظْهَارُ شَعَائِرِ الْكُفْرِ فِيْ مَكَانٍ مُعَدٍّ لِإِظْهَارِ شَعَائِرِ الْإِسْلَامِ وَهُوَ أَمْصَارُ الْمُسْلِمِيْنَ فَيُمْنَعُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ (۵۲)

(ایسی جگہیں جو اسلام کے شعائر کے اظہار کے لئے تیار کی گئی ہوں یعنی امصار المسلمین، وہاں کفر کے شعائر کا اظہار ممنوع ہوگا۔ بالفاظِ دیگر ذمیوں کو اپنے دینی شعائر کے اظہار کے لئے اپنے مخصوص علاقوں کے اندر ہوگا)

شمس الدین ابن قدامہ کہتے ہیں:

وَإِنْ صُوْلِحُوْا فِي بِلَادِهِمْ عَلٰى إِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ لَمْ يُمْنَعُوْا شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ (إظهارُ الصُّلْبان والنَّواقِيس) وَلَمْ يُؤْخَذُوْا بِغِيَارٍ وَلا زُنَّارٍ وَلاَ تَغْيِيْرِ شُعُوْرِهِمْ وَلا مَراكِبِهِمْ لِأَنَّهُمْ فِي بَلدانِهِمْ فَلَمْ يُمْنَعُوْا مِن إِظْهارِ دِيْنِهِمْ. (۵۳)

(اگر وہ اپنے اپنے ملکوں میں جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لیں تو انہیں صلیبیں نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا اور دیگر پابندیاں بھی ان پر نہیں لگیں گی، کیونکہ وہ اپنے اپنے ملک میں حالت صلح میں ہیں۔ چنانچہ ان کو ان کے دین کے اظہار سے روکا نہیں جائے گا)

(ii) عبادت گاہوں کی تعمیر کی آزادی:

جہاں تک انہیں عبادت گاہیں تعمیر کرنے اوران کی مرمت کرنے کی اجازت کا جواز ہے،تو یہ مسئلہ چار پہلوؤں پر محیط ہےاور ممالک کی تقسیم اس طرح ہوگی:

(۱) ایسے ممالک جس کے اہل (لوگ) اسلام لے آئیں۔

(۲) ایسے ممالک جنہیں مسلمانوں نے آباد کیا، جیسے بصرہ اور کوفہ۔

(۳) ایسے ممالک جنہیں مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا۔

(۴) ایسے ممالک جن کے اہل نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔

الشربيني نے اپنی تصنیف مغنی المحتاج میں بڑی وضاحت سے اس بات کو بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

وَبِنَاءُ المَعَابِدِ لِأَهْلِ الذِّمَّةِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ هٰذِهِ الْأَقْسَامِ فَالبِلَادُ الَّتِيْ اَسْلَمَ عَلَيْهَا أَهْلُهَا كَالْيَمَنِ، وَالبِلَادُ الَّتِى مَصَّرَهَا الْمُسْلِمُوْن، يُمْنَعُ أَهْلُ الذِّمةِ أَنْ يَحْدُثُوْا فِيهَا بِيْعَةً أو كَنِيْسَةً. (۵۴)

(اہل ذمہ کی عبادت گاہوں کی تعمیر کا مسئلہ اسلامی ممالک کی اس تقسیم کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہے۔ چنانچہ ایسے ممالک جہاں کے باشندے اسلام لے آئے ہوں جیسا کہ یمن ہے اور ایسے ممالک جو مسلمانوں نے آباد کئے ہوں (جیسے بصرہ اور کوفہ) وہاں پر ذمیوں کے لئے کوئی عبادت گاہ یا چرچ بنانا ممنوع ہے)

اس کے دلائل یہ ہیں:

ابو یوسف نے کہا کہ ہمیں سلیمان نے بتایا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں حنش نے عکرمہ سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ ان سے پوچھا گیا کہ عجمی لوگ مسلمانوں کے شہروں میں عبادت گاہ یا گرجا تعمیر کر سکتے ہیں؟ ''جن شہروں کو عربوں نے آباد کیا تو ان کے لئے وہاں پر عبادت خانہ یا چرچ تعمیر کرنے کا حق نہیں ہے نہ ہی وہ وہاں ناقوس بجائیں گے نہ شراب پئیں گے نہ وہاں خنزیر رکھیں گے۔ اور ہر وہ شہر جو عجمیوں نے آباد کیا ہو اور پھر اللہ نے عربوں کے ذریعے ان کو فتح کرایا ہو اوران کے ہاتھ میں حکومت آ گئی ہو تو عجمیوں کو ان باتوں کی آزادی ہوگی جو وہ اپنے دور میں کیا کرتے تھے اور عرب ان کو ایسا کرنے سے نہیں روکیں گے۔'' (۵۵)

ابن قدامہ نے المغنی میں بیان کیا ہے، کہتے ہیں:

وَمِنَ الْمَعْقُولِ: يَسْتَدِلُّ بِأَنَّ هٰذَا الْبَلَدَ مِلْكٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَمَا دَامَ كَذٰلِكَ فَلَا يَجُوْزُ إِظْهَارُ مَعَابِدِ الْكُفَّارِ فِيْهِ. (٥٦)

(عقلی لحاظ سے بھی یہی مناسب ہے، کیونکہ جو ملک مسلمانوں کی ملکیت ہے اوران کی ملکیت برقرار ہوتو اس میں کافروں کو عبادت گاہ بنانے اور اپنے مذہبی شعائر کے اظہار کی اجازت نہیں دی جاسکتی)

ابن قیم الجوزیہ کہتے ہیں کہ خالص مسلمانوں کے ممالک میں اگر امام اجازت دے کہ ذمی جزیہ دے کر وہاں رہائش اختیار کرلیں تو یہ جائز ہے، لیکن امام کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ان کو عبادت گاہ یا چرچ بنانے کی اجازت دے یا وہ اعلانیہ شراب پئیں یا خنزیر کا گوشت کھائیں یا ناقوس بجائیں۔ اس طرح کے کاموں پر ان کے ساتھ کوئی معاہدہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ایسا کوئی معاہدہ کیا گیا تو وہ فاسد ہوگا۔ یہ مسئلہ تمام امت کا متفق علیہ ہے اوراس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (٥٧)

الشربینی نے مغنی المحتاج میں لکھا ہے:

أَمَّا الْبِلَادُ الَّتِيْ فُتِحَتْ عَنْوَةً فَلَا يَجُوْزُ تَمْكِيْنُهُمْ مِنْ إِحْدَاثِ بِيْعَةٍ وَلَا كَنِيْسَةٍ. (٥٨)

(جہاں تک ان ممالک کا تعلق ہے جنہیں مسلمانوں نے بزورِ شمشیر فتح کیا ہو تو وہاں ان کو کوئی نیا عبادت خانہ یا چرچ بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی)

شیخ الدسوقی نے شرح الکبیر میں لکھا ہے:

وذٰلِكَ لِأَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ قَدِ امْتَلَكُوْهَا بِالْفَتْحِ وَأَصْبَحَتْ فِيْ حُكْمِ ما عَمَّرَهُ الْمُسلِمُوْنَ، لٰكِنَّ الْمَالِكِيَةَ أَجازُوا الِإحْداثَ وأَنَّ شَرطَ ذٰلِكَ عِنْدَ ضَرْبِ الجِزْيَةِ. (٥٩)

(اور یہ اس لئے ہے کہ ان ممالک کو مسلمانوں نے فتح کرکے حاصل کیا ہے اوروہ ان ملکوں کے حکم میں آگئے ہیں جنہیں مسلمانوں نے آباد کیا ہے، لیکن مالکیہ نے اس کو جزیہ لگانے کی شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے)

تاہم راجح صورت انہیں اس بات کی اجازت نہ دینا ہے، اگرچہ اس کی شرط لگائی گئی ہو، کیونکہ شرط کی کوئی وقعت نہیں، کیونکہ مفتوحہ ممالک مسلمانوں کی ملکیت ہوجاتے ہیں اور شعائر اسلام کے اظہار کی جگہ پر شعائر کفر کا اظہار جائز نہیں ہے۔

جہاں تک ان گرجوں کا تعلق ہے جو فتح سے پہلے موجود تھے تو اس سلسلے میں فقہاء کے بہت سے اقوال ہیں:

(۱) مالکیہ میں سے ابن القاسم کہتے ہیں کہ:

"تُبْقَى وَلَوْ بِلا شَرْطٍ" (۶۰)

(انہیں بلاشرط باقی رکھا جائے گا)

(۲) حنفیہ کہتے ہیں:

"يُمْنَعُوْنَ مِنْ صَلاةٍ فِيهَا، وَتَبْقَى كَالْمَسَاكِنِ وَلَا تُهْدَمُ وَتُتَّخَذُ لِلسَّكَنِ" (۶۱)

(پہلے سے موجود چرچوں کو بند کر دیا جائے گا۔ وہاں وہ اپنے مذہبی مراسم ادا نہیں کریں گے۔ ان کی حیثیت عام مکانوں کی ہو جائے گی لیکن انہیں گرایا نہیں جائے گا بلکہ ان میں رہائش اختیار کی جائے گی)

(۳) حنابلہ کے ہاں دو روایتیں ہیں:

(i) أَنْ تُهْدَمَ لِأَنَّهَا بِلَادٌ مَمْلُوكَةٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَلا يَجُوزُ أَنْ تَكُونَ فِيهَا بِيعَةٌ كَالَّذِىْ عَمَّرَهُ الْمُسْلِمُونَ.

(انہیں گرا دیا جائے گا کیونکہ وہ مسلمانوں کے مملوکہ ممالک ہیں اور ان میں کوئی چرچ بنانے کی اجازت نہیں ہوگی جیسا کہ ان ملکوں میں ہے جو مسلمانوں نے آباد کئے ہوں)

(ii) يَجُوْزُ بَقَاؤُهَا لِحَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ السَّابِقِ، وَلِأَنَّ الصَّحَابَةَ فَتَحُوا كَثِيْراً مِنَ الْبِلَادِ فَلَمْ يَهْدِمُوْا شَيْئاً مِنَ الْكَنَائِسِ. (۶۲)

(دوسری روایت کے مطابق ان کو باقی رکھنے کا جواز ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ صحابہ کرام نے بہت سارے ممالک فتح کئے مگر وہاں کی عبادت گاہوں کو نہیں ڈھایا)

(۴) الخطیب محمد الشربینی نے مغنی المحتاج میں لکھا ہے کہ

"الشَّافِعِيَّةُ: قَالُوْا بِوُجُوْبِ هَدْمِهَا فِى الْأَصَحِّ" (۶۳)

(شافعیہ کے نزدیک زیادہ صحیح قول کے مطابق ان کا ہدم کرنا واجب ہے)

اس سلسلے میں انہوں نے ایک فرق کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ عبادت خانے کسی ایسے ملک میں ہیں جو صلح کے ذریعے فتح ہوا اور اس کی شرائط میں عبادت گاہوں کی حفاظت کا عہد شامل ہے تو انہیں برقرار رہنے دیا جائے گا اور اگر وہ مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کئے یا صلح سے فتح کئے تو ان کی دو صورتیں ہیں:

پہلی یہ کہ ان کو برقرار رہنے دیا جائے گا، جیسا کہ وہ اپنے کفر پر برقرار ہیں۔ تو جب وہ کفر پر برقرار ہیں تو جو چیز کفر

کے لئے تعمیر کی گئی وہ بھی برقرار رہے گی۔

دوسری صورت شوافع کے نزدیک یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں، جیسا کہ کوئی نیا گرجا بنانا جائز نہیں۔

جہاں تک ان ممالک کا تعلق ہے کہ جن کے باشندوں نے اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت کی شرط پر صلح کی ہوتو ایسے ممالک دو قسموں میں منقسم ہوں گے:

(ا) صلح اس شرط پر ہوئی ہو کہ ملک انہیں کا ہوگا مگر وہ دولتِ اسلامیہ کو خراج ادا کریں گے۔

(ب) صلح ملک کی دست برداری کی شرط پر ہوئی ہو، یعنی ملک کے مالک مسلمان ہوں گے۔

صاحبِ مغنی المحتاج الشربینی نے بڑی وضاحت سے یہ کہا ہے کہ:

عِنْدَا لشَّافِعِيَّةِ إِذَا صُوْلِحُوا عَلٰى أَنَّ الْأَرْضَ لَنَا فَلَيْسَ لَهُمُ الإِحْدَاثُ، وَإِنْ صُوْلِحُوْا عَلٰى أَنَّ الْأَرْضَ لَهُمْ فَلَهُمُ الإِحْدَاثُ، وكَذَا إِنْ صُولِحُوا عَلٰى أَنَّ لَهُمُ الإِحْدَاثَ. (۶۴)

(شافعیہ کے نزدیک اگر صلح کی شرط میں ملک مسلمانوں کا ہوگیا ہو تو اس میں نیا چرچ نہیں بنایا جاسکے گا اور اگر صلح اس شرط پر ہوئی ہو کہ ملک تو کفار کا ہی رہے گا اور وہ مسلمانوں کو خراج ادا کریں گے تو پھر وہ نئے چرچ بنا سکیں گے)

اور یہی صورتِ حال تب ہوگی جب صلح کی شرط میں نئے گرجا گھر تعمیر کرنے کی اجازت کی صراحت ہو۔

"وهٰذَا هُوَ قَوْلُ الْحَنَفِيَّةِ والحَنَابِلَةِ" (۶۵)

(یہی قول حنفیہ اور حنابلہ کا ہے)

یہ اس لئے ہے کہ جب سرزمین انہیں کی ہوگی تو وہ اپنی سرزمین میں اپنی عبادت گاہیں بنانے میں آزاد ہوں گے اور اگر صلح کی شرط میں عبادت گاہیں بنانے کا حق مسلمانوں نے تسلیم کرلیا ہو تو بھی ان کو نئی عبادت گاہیں بنانے میں کوئی رُکاوٹ نہیں ہوگی۔

مالکیہ کے نزدیک راجح مذہب یہ ہے کہ صلحی (یعنی جس کا ملک صلح سے فتح کیا گیا ہو اس) کے لئے نئی عبادت گاہیں بنانے کی شرط ان کی صلح میں شامل ہوگی۔

اہلِ ذمہ کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ جو مذہب بھی چاہیں اختیار کرلیں۔ اُن کے مذہب سے کچھ تعرض نہیں کیا جائے گا۔ وہ اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے میں آزاد ہوں گے۔ ان کے عبادت خانے منہدم نہیں کئے جائیں گے۔ اور اپنی مذہبی ضروریات کے لئے وہ نئی عبادت گاہیں بھی بنا سکیں گے۔ یہ حتماً غلط بات ہے کہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں نئے گرجاؤں اور غیر مسلموں کو عبادت خانے بنانے کی اجازت نہ تھی۔ مسلمانوں نے صرف یہی نہیں بلکہ پرانے معابد محفوظ رکھے اور نئے

معابد تعمیر کرنے کی اجازت دی۔

بلکہ انہوں نے نہایت انصاف سے معبدوں کے متعلق گذشتہ عہد کی وقف جائیدادیں بحال رہنے دیں۔ اور پجاریوں ومجاوروں کے روزینے پہلے سے جو مقرر تھے اُنہیں بھی برقرار رکھا۔ یہ صحیح ہے کہ جب پرانی یا نئی عبادت گاہیں شورش یا سازش کا مرکز بن جائیں اور اس کے لئے حکومت کو امتناعی تدابیر اختیار کرنی پڑ جائیں تو مسئلے کی صورت اور ہو جاتی ہے۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ صحابہ کرامؓ کو جو جنگیں پیش آئیں اُن میں عملاً یہ بات مدِنظر رکھی جاتی تھی کہ کسی راہب کے معبد اور کسی مذہب کی عبادت گاہ کو نقصان نہ پہنچے بلکہ بعض معاہدات کی رو سے گرجا گھروں کی حفاظت اور مرمت کا انتظام بھی اسلامی بیت المال کے ذمے تھا۔ مذہبی آزادی سے متعلق اسلام کا اصول ان الفاظ سے بھی ظاہر ہے جو نبی اکرم ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو لکھ کر دیئے:

[لَا يُفْتَنُوْا عَنْ دِيْنِهِمْ] (٦٦)

(یعنی اُنہیں اُن کے مذہب کے بارے میں کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی)

تاریخ کی مستند کتابوں فتوح البلدان وتاریخ طبری وغیرہ میں سینکڑوں معاہدے اپنے اصل الفاظ میں موجود ہیں۔ ان سب میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ کسی کے مذہب سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں جب حضرت خالد بن ولید نے حیرہ فتح کیا تو وہاں کے عیسائیوں کو یہ لکھ دیا:

لَا تُهْدَمُ بِيْعَةٌ وَلَا كَنِيْسَةٌ وَّلَا يُمْنَعُوْنَ مِنْ ضَرْبِ النَّوَاقِيْسِ وَلَا مِنْ اِخراجِ الصُّلْبَانِ فِيْ يَوْمِ عَيْدِهِم. (٦٧)

(یعنی ان کے گرجے اور کلیسے منہدم نہیں کئے جائیں گے نہ اُنہیں ناقوس بجانے سے روکا جائے گا نہ اُن کے تہواروں پر اُنہیں صلیب نکالنے پر منع کیا جائے گا)

امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں ان تحریروں کو نقل کر کے لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولید کی تحریروں پر حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ و علیؓ میں سے کسی نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔

خلیفہٴ ہادی کے زمانے (١٦٩ھ) میں جب علی بن سلیمان مصر کا گورنر مقرر ہوا تو اُس نے اجتہادی غلطی سے یا کسی سیاسی وجہ سے حضرت مریم کے گرجے اور چند اور گرجاؤں کو گروا دیا۔ اس کے بعد عہدِ ہارونی ۱۷۱ ہجری میں موسیٰ بن عیسیٰ مصر کا والی مقرر ہوا تو اُس نے گرجاؤں کے معاملہ میں علماء سے استفسار کیا۔ اس وقت مصر کے علماء کے پیشوا مشہور محدث لیث بن

سعدؒ تھے۔ اُنہوں نے فتویٰ دیا کہ منہدم شدہ گرجے نئے سرے سے تعمیر کرادیئے جائیں اور دلیل پیش کی کہ اکثر گرجے خود صحابہ اور تابعین کے عہد میں تعمیر ہوئے تھے۔ چنانچہ تمام منہدم شدہ گرجے سرکاری خزانے سے تعمیر کرادیئے گئے۔ (۶۸)

اسی سلسلہ میں "المقریزی" کے الفاظ قابلِ ملاحظہ ہیں:

لیث بن سعد اور عبداللہ بن لھیعہ کے مشورہ سے یہ تمام گرجے پھر سے تعمیر کروادیئے گئے۔ اُن کی دلیل یہ تھی کہ مصر کے گرجے عہدِ اسلام میں صحابہ کے دور میں تعمیر ہوئے تھے۔ (۶۹)

اسی طرح المقریزی نے ایک اور مقام پر ایک حوالہ پیش کیا کہ:

"مسلمانوں نے نہ صرف یہ کہ پرانے معبد قائم رکھے یا ذمیوں کو نئے معبدوں کی تعمیر کی اجازت دی بلکہ معبدوں سے متعلق تمام عہدے اور تمام وہ جائیدادیں بحال رہنے دیں جو اُن معبدوں کے وقف تھیں اور پجاریوں اور مجاوروں کے جو روزینے مقرر تھے وہ بھی اپنے خزانے سے جاری رکھے۔ چنانچہ حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مصر فتح کیا تو جتنی اراضی گرجاؤں کے لئے وقف تھی بحال رہنے دی۔" (۷۰)

(iii) حرمتِ جان وجسم:

حرمتِ جان وجسم سے مقصود یہ ہے کہ اُن کے جسموں پر مار پیٹ، تشدد اور اہانت کے طور پر زیادتی نہ کی جائے۔ چاہے اُنہوں نے مالی واجبات کی ادائیگی میں تاخیر ہی کیوں نہ کی ہو۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ کا ذکر مناسب ہوگا۔

ہشام بن عروۃ نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا شام کے راستہ سے گزر ہوا، جب کہ وہ شام کا دورہ کرکے واپس تشریف لا رہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ دھوپ میں جمع ہیں اور اُن کے سروں پر تیل اُنڈیلا جارہا ہے، آپ نے پوچھا کہ ان لوگوں کا کیا مسئلہ ہے۔ بتایا گیا کہ ان پر جزیہ واجب ہے جو اِنہوں نے ادا نہیں کیا۔ اِنہیں سزا دی جارہی ہے۔ تاکہ یہ جزیہ ادا کردیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور جزیہ کے حوالہ سے ان کا عذر کیا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس استطاعت نہیں ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کو چھوڑ دو، اور ان کی طاقت سے بڑھ کر ان کو تکلیف نہ دو۔ کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ "لوگوں کو عذاب نہ دو، پس بے شک جو لوگ دُنیا میں لوگوں کو سزائیں دیتے ہیں اللہ اُن کو قیامت کے روز سزا دے گا۔" چنانچہ آپؓ کے حکم سے اُن کو چھوڑ دیا گیا۔ (۷۱)

اس طرح کے متعدد واقعات تاریخ میں مرقوم ہیں جو اہلِ ذمہ کے جسموں کی حُرمت پر دلالت کرتے ہیں اور دولتِ اسلامیہ کی رعیّت ہونے کی حیثیت سے اُن کے تحفظ کو واجب قرار دیتے ہیں کہ اُن پر جسمانی تشدد نہیں کیا جائے گا اور اُن کی

عزتوں کو پائمال نہیں کیا جائے گا۔ اسلامی معاشرہ میں اس طرح کی رواداری کی مثالوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ جہاں تک تعلق ہے اُن کے خون کی حرمت کا، تو یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ ہے۔

دین اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے اور امن ان ضمانتوں میں سے اعلیٰ ترین ضمانت زندگی کی ضمانت ہے۔ قرآن کریم کی سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۵۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾

(جس جان کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اسے حق کے سوامت قتل کرو)

اس فرمان میں ہر نفس دوسرے نفس کی مانند ہے اور اسے بلا قید وشرط حفاظت کا حق حاصل ہے۔ ہاں قتل حق ہو تو یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔

ذمی یا غیر مسلم کے خون کی قیمت مسلمان کے خون کے برابر ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کرے گا تو اس کا قصاص اسی طرح لیا جائے گا جس طرح ایک مسلمان کا۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿"اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ"﴾ (۷۲)

(یعنی جان کے بدلے جان، اور آنکھ کے بدلے آنکھ)

ایک مسلمان کسی مسلمان کو قتل کردے گا تو قتل کردیا جائے گا۔

ایک ذمی (غیر مسلم) اگر کسی مسلمان کو قتل کردے تو وہ بھی قتل کردیا جائے گا۔

ایک مسلمان اگر ایک ذمی کو قتل کردے تو قطعاً قتل کر ڈالا جائے گا۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى.﴾ (۷۳)

(یعنی مقتولین کے بارے میں تم پر قصاص واجب کیا گیا ہے)

اس کی تفصیل کے سلسلے میں مفسر ابوبکر الجصاص فرماتے ہیں:

''مقتول ذمی کے بدلہ میں قاتل مسلمان کا قتل واجب ہے، کیونکہ عام حقوق میں ایک ذمی اور مسلمان کے مابین کوئی فرق نہیں ہے اور قصاص کے واجب ہونے کا حکم عام ہے سب میں۔''

اس آیت کریمہ کی روشنی میں عام معاملات میں ایک کافر اور مسلمان کے مابین کوئی فرق نہیں۔ قصاص کا حکم دونوں پر جاری ہوگا۔ اور اس پر خداوند تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے کہ جو مظلوم قتل ہوا اور ہم نے اُس کے ولی کو دعوے کا حق دیا ہے۔ (۷۴)

یحییٰ بن آدم القرشی کتاب الخراج میں ایک روایت نقل کرتے ہیں:

[اِنَّ رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَتَلَ رَجُلاً مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ فَرُفِعَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فقال رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ اَنَا اَحَق مَنْ وَفٰی بِذِمَّتِہٖ ثُمَّ اَمَرَ بِہٖ فَقُتِلَ.] (۷۵)

(یعنی ایک مسلمان نے ایک اہل کتاب کو قتل کر دیا اور وہ مقدمہ نبی کریم ﷺ کے پاس فیصلے کے لئے آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اہلِ ذمہ کا حق ادا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ چنانچہ آپ نے قاتل کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اُسے قتل کر دیا گیا)

حضورؐ ذمیوں (غیر مسلموں) کے بارے میں مسلمانوں کو ہمیشہ متنبہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپؐ نے معاہدین کے بارے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

[عَنْ عَبدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَتَلَ مُعَاھِدًا لَمْ یَرُحْ رَائِحۃَ الجَنَّۃِ وَاِنْ رِیْحَھَا لَیُوْجَدُ مِنْ مسیرۃ اَرْبَعِیْنَ عَامًا] (۷۶)

(جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک بھی نہیں پائے گا۔ حالانکہ یقیناً جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے)

[عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاھَداً بَغَیْرِ حِلِّھَا حَرَّمَ اللّٰہ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ اَنْ یَشُمَّ رِیْحَھَا.] (۷۷)

(حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ذمی کو مارے بغیر اس کے خون حلال ہونے کے، تو حرام کر دے گا اللہ اس پر جنت کو اور اس کی خوشبو کو بھی)

ایک اور حدیث رسول مقبولؐ ہے:

[عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَیْمَرَۃَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحاب النبی ﷺ قال من قتل رَجُلاً مِّنْ اَھْلِ الذِّمَّۃِ لَمْ یَجِدْ رِیْحَ الجَنَّۃَ وَاِنَّ رِیْحَھَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَّسِیْرَۃِ سَبْعِیْنَ عَاماً.] (۷۸)

(حضرت قاسم بن مخیمرہ سے روایت ہے اُس نے سنا ایک صحابی سے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی ذمی کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو ستر برس کی راہ سے آتی ہے)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا فَدَمُهُ كَدَمِنَا وَ دِيَتُهُ كَدِيَتِنَا. (۷۹)

(یعنی ذمیوں کا خون ہمارا خون ہے، قصاص برابر ہے اور اُن کا خون بہا وہی ہے جو ایک مسلمان کا خون بہا ہے)

بلکہ حضرت علیؓ نے اس فیصلے کو عملاً نافذ کیا۔

اسی طرح ایک بیان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ

''معاہد یا ذمی کا خون بہا مسلمان کے خون بہا کے برابر ہے۔''(۸۰)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں بھی اس قسم کا واقعہ پیش آیا اور اُنہوں نے بھی قصاص پر عمل کیا۔ (۸۱)

آخر میں ایک اہم حدیث مبارکہ ہمارے سامنے موجود ہے جو ہمارے لئے لمحہ فکر کا مقام رکھتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''کہ جس نے کسی ذمی کو جس کے لئے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف ذمہ لیا گیا ہے، قتل کیا، اُس نے اللہ کے ذمہ کو توڑا۔''(۸۲)

(iv) حق حمایت وتحفظ:

دولتِ اسلامیہ پر اہلِ ذمہ کا حق ہے کہ اُن کو داخلی اور خارجی طور پر سکیورٹی اور دفاع بہم پہنچایا جائے۔

الشیرازی، ''تکملۃ المجموع الثانیۃ'' کے مصنف لکھتے ہیں:

وَيَجِبُ عَلَى الْإِمَامِ الذَّبُّ عَنْهُمْ وَمَنْعُ مَنْ يَقْصُدُهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْكُفَّارِ، وَاسْتِنْقَاذُ مَنْ أُسِرَ مِنْهُمْ، وَاسْتِرجَاعُ مَا أُخِذَ مِنْ أَمْوَالِهِمْ، سَوَاءٌ كَانُوْا مَعَ الْمُسْلِمِين، أَوْ كَانُوْا مُنْفَرِدِيْنَ عَنْهُم فِيْ بَلَدِهِمْ لِاَنَّهُمْ بَذَلُوا الجِزْيَةَ لِحِفْظِهِمْ وَ حِفْظِ أَمْوَالِهِمْ. (۸۳)

(امام پر اُن (اہلِ ذمہ) کا دفاع کرنا اور مسلمانوں یا کافروں میں سے جو کوئی بھی اُن کو آزار پہنچانا چاہے اُس کو روکنا، اُن کے قید ہو جانے والے افراد کو رہائی دلانا، اور اُن کے چھینے گئے اَموال اُن کو واپس کرنا ....فرض ہے، قطعِ نظر اس کے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ تھے یا اپنے ملک میں الگ طور پر (جزیہ ادا کرتے ہوئے) رہ رہے تھے۔ یہ فریضہ دولتِ اسلامیہ پر اس لئے عائد ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کے لئے سلطنتِ اسلامیہ کو جزیہ ادا کیا ہوتا ہے)

اس بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دولتِ اسلامیہ کے واجبات میں اہلِ ذمہ کے نفوس کی، اُن کے اموال اور اُن کی آبرو کی حفاظت کرنا بھی کچھ شامل ہے۔ یہ حفاظت اور دِفاع اُن پر بیرونی ظلم کی صورت میں بھی کرنا ہوگا اور اندرونی طور پر

بھی۔ ذمی پر ظلم کرنے سے روکنے پر کتنی ہی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث شریف ملاحظہ ہو:

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

[مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِانْتَقَصَهُ حَقًّا، اَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهٖ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ منهُ، فَاَنَا حَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.] (۸۴)

(جس نے کسی مُعاہد پر ظلم کیا یا اُس کا حق مارا یا اُس کی طاقت سے بڑھ کر اُسے تکلیف دی یا اُس کی خوش دلی کے بغیر اُس سے کوئی چیز لے لی تو قیامت کے دن میں اُس کی طرف مدّعی بنوں گا)

اسی انداز کی وصیت جناب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے لئے ارشاد فرمائی کہ ذمّیوں کے ساتھ کیئے گئے عہد کو پورا کرنا ہوگا، اُن کے بچاؤ کے لئے قِتال کرنا ہوگا اور اُنہیں اُن کی طاقت سے بڑھ کر کسی کام کا پابند نہیں کرنا ہوگا۔ (۸۵)

ایک طرف رسول اللہ ﷺ اور خُلفائے کرام کی یہ وصیتیں ہیں کہ کہیں اہل الذمہ پر ظلم نہ ہونے پائے، دوسری طرف بعض نادان مسلمان اس وہم میں مبتلا ہیں کہ اِن ذمیوں کو ضرر پہنچانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے، کیونکہ یہ لوگ کافر ہیں اور ہمارے عقائد کے مخالف ہیں۔ یہ سوچ سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ اہلِ ذمہ کو ظلم واذیت کا نشانہ بنانے کی قباحت اَظہر من الشمس ہے، کیونکہ یہ لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ذمہ میں ہیں۔

دیکھئے! ابو یوسف، امیر المؤمنین ہارون الرشید کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقَدْ يَنْبَغِيْ يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ اَيَّدَکَ اللّٰهُ اَنْ تَتَقَدَّمَ بِالرِّفْقِ بِاَهْلِ ذِمَّةِ نبيک وابن عمی محمدٌ وَالتَّفقد لَهُمْ حَتّٰى لا يُظْلَمُوْا وَلَا يُؤْذَوْا وَلَا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ وَلَا يُوخَذُ شَيءٌ مِنْ اَمْوَاِ الهم اِلَّا بِحَقٍّ يَجِبُ عَلَيْهِمْ. (۸۶)

(اے امیر المؤمنین! اللہ آپ کو اپنی تائید سے نوازے۔ لازم ہے کہ آپ اپنے نبی اور اپنے چچا کے بیٹے محمد ﷺ کے ذمہ لوگوں پر نرمی کا رویہ اختیار کریں اور اُن کے حالات پر نگاہ رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ظلم اور اذیت کا نشانہ بن جائیں اور کہیں اُن پر اُن کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف ڈال دی جائے۔ اور ناحق اُن کے اموال میں سے کچھ حصہ چھین لیا جائے)

جہاں تک تعلق ہے اموال کے تحفظ کا، تو سابقہ مذکورہ نصوص سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اہلِ ذمہ کے اموال کی دیکھ بھال کرنا اور اُن پر ظلم نہ ہونے دینا حکومت اسلامیہ کے فرائض میں شامل ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ مُسلم اگر ذمّی کا مال

چوری کرے گا تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور جزیہ یا خراج وغیرہ قانونی واجبات کے علاوہ اہلِ ذمہ کا مال ہتھیایا نہیں جائے گا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اہلِ نجران کے ساتھ معاہدہ میں اُن کے اموال کی حرمت منصوص تھی اور آنحضرت ﷺ نے اُن کی زرہوں کی حفاظت کی ضمانت بھی دی تھی جو اُن سے آں جناب نے مُستعار لی تھیں۔ (۸۷)

ذمّی کو تمام پیشوں اور کاموں کو اختیار کر کے روزی کمانے کا حق ہے۔ اُن پر کسی صنعت کو اختیار کرنے پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی، حتیٰ کہ اگر وہ اَمصار المسلمین سے باہر شراب اور خنزیر کی تجارت بھی کریں تو اُنہیں اس سے روکا نہیں جائے گا۔ اسی طرح اُن کو سودی کاروبار کے علاوہ کسی دیگر کاروبار کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ نجران کے ساتھ معاہدہ کرتے ہوئے اس کا ذکر فرمایا ہے (پیچھے اس کا ذکر گزر چکا ہے)

سید مودودیؒ کہتے ہیں: جب دولتِ اسلامیہ میں ذمّہ کا معاہدہ طے پا جائے تو اہل الذمّہ اپنی زمینوں کے مالک بن جائیں گے، جو اُن کے ورثاء کو منتقل ہوں گی اور اُن میں انہیں حق تصرف حاصل ہوگا، جیسا کہ خرید وفروخت، ہبہ، رہن وغیرہ۔ دولتِ اسلامیہ کے لئے کوئی جواز نہ ہوگا کہ اُن کو اُن کی املاک میں کسی حصے سے بے دخل کریں۔ (۸۸)

(v) حق تحفظ عزت ومال:

جہاں تک اُن کی عزت اور اموال کے تحفظ کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُن کے ساتھ نیکی اور عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اُن کو ایذاء دینا اس نیکی اور عدل کے منافی ہے۔

علامہ قرافیؒ نے ان کے ساتھ نیکی کرنے کی تعبیریوں کی ہے:

وَالدُّعَاءُ لَهُمْ بِالْهِدَايَةِ وَأَنْ يُجْعَلُوا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَنَصِيحَتُهُمْ فِيْ جَمِيْعِ أُمُوْرِهِمْ، فِيْ دِيْنِهِمْ وَدُنياهُم، وَحِفْظُ غَيْبَتِهِمْ إِذَا تَعَرَّضَ أَحَدٌ لِأَذِيَّتِهِمْ وَصَوْنِ أَمْوالِهِمْ وَعَيَالِهِمْ وَأَعْرَاضِهِمْ. (۸۹)

(اُن کو ہدایت کی طرف دعوت دینا تا کہ وہ اہلِ سعادت میں شامل ہوجائیں اور اُن کے تمام دینی اور دنیوی معاملات میں خیر خواہی کرنا نیکی میں شامل ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اُن کو اذیت دینے کے درپے ہو تو غائبانہ طور پر اُن کے اموال اور عیال اور اُن کی عزتوں کو تحفظ دینا بھی اُن کے ساتھ نیکی کرنے کے مترادف ہے)

البھوتی نے ذمیوں کو گالی گلوچ دینے کے بارے میں بیان کیا ہے کہ

وَأَمَّا مَنْ شَتَمَ ذِمِّيًا أَوْ قَذَفَهُ فَحَقُّهُ كَحَقِّ الْمُسْلِمِ فِيْ هٰذَا. (۹۰)

(جہاں تک تعلق ہے کسی ذمی کو گالی دینے یا تہمت لگانے کا تو اس معاملہ میں اُن کا حق مسلمان کے مساوی ہوگا)

علامہ قرافیؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ ذمہ کا معاہدہ ہمارے اوپر اُن کے کچھ حقوق واجب کردیتا ہے:

لِاَنَّهُمْ فِيْ جِوَارِنَا وَفِيْ خَفَارَتِنَا وذِمَّةِ اللّٰهِ تعالٰى وذِمَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ودينِ الْاِسْلَامِ، فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْهِمْ وَلَوْ بِكَلِمَةِ سُوْءٍ، أَوْ غِيْبَةٍ فِيْ عِرْضِ اَحْدِهِمْ، أَوْ نَوْعٍ مِنْ انواعِ الْاَذِيَّةِ، أَوْ اَعَانَ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَدْ ضَيَّعَ ذِمَّةَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ وَدِيْنِ الْاِسْلَامِ. (۹۱)

(کیونکہ وہ ہماری پناہ میں اور اللہ اور اس کے رسولؐ اور دین اسلام کی ذمہ داری میں آجاتے ہیں۔ پس جو کوئی اُن کے اوپر زیادتی /ظلم کرے گا، اگرچہ وہ زیادتی بدزبانی کی شکل میں یا غیبت کی شکل میں ہو یا اسی طرح اذیت کی کوئی اور شکل کا انداز اختیار کیا جائے تو یہ سب کچھ اللہ اور اُس کے رسول اور دین اسلام کے ذمہ کو ضائع کرنے کے ہم معنیٰ ہوگا)

دُرِّ مختار میں بھی یہی مضمون مذکور ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

وَيَجِبُ كَفُّ الْاَذٰى عَنْهُ وَتَحَرُمُ غِيْبَتِهٖ كَالْمُسْلِمِ. (۹۲)

(اس کو تکلیف دینے سے باز رہنا واجب ہے اور اس کی غیبت اسی طرح حرام ہے جیسے مسلمان کی غیبت حرام ہے)

اُن کے تحفظ میں یہ بھی شامل ہے کہ اُنہیں حبسِ بے جا میں نہ رکھا جائے۔ اور اس حق میں وہ مسلمان کے مساوی ہیں اور وہ گرفتار کئے جانے سے امن میں ہوں سوائے اس کے کہ انہوں نے شریعت کے خلاف کسی جرم کا ارتکاب کیا ہو۔

ہاں البتہ اس سلسلے میں وہ چیز مستثنیٰ ہوگی جو اسلام میں تو حرام ہے مگر اُن کے دین میں حلال ہے، جیسا کہ شراب پینا۔ اس سلسلے میں شریعت کا اصول یہ ہے:

لَا جَرِيْمَةَ وَلَا عَقُوْبَةَ اِلَّا بِنَصٍّ. (۹۳)

(کوئی جرم اور کوئی سزا اُسی وقت ثابت ہوتی ہے جب اُس کے لئے نص موجود ہو)

جس طرح اسلام نے ان کو یہ آزادی عطا کی ہے، اسی طرح ان کو اپنی ذات کا دفاع کرنے کا حق بھی دیا ہے۔

(vi) آزادیٔ تحریر وتقریر:

غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں تحریر وتقریر اور رائے دہی اور اجتماع کی وہی آزادی حاصل ہوگی جو خود مسلمانوں کو حاصل ہوگی اور اس معاملہ میں جو قانونی پابندیاں مسلمانوں کے لئے ہوں گی وہی اُن کے لئے بھی ہوں گی۔ قانون کی حدود میں رہتے ہوئے وہ حکومت پر اس کے احکام پر اور خود رئیس حکومت پر آزادانہ تنقید کرسکیں گے۔

انہیں اسلام پر تنقید کا اتنا حق حاصل ہوگا جتنا مسلمانوں کو اُن کے مذہب پر تنقید کا حق ہوگا۔ اس تنقید میں مسلمانوں کو

بھی اسی طرح قانون کا پابند رہنا ہوگا جس طرح غیر مسلموں کو۔ وہ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے میں پوری طرح آزاد ہوں گے اور اگر غیر اسلامی مذہب کا پیرو کسی دوسرے غیر اسلامی مذہب کو قبول کرلے تو حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ البتہ کوئی مسلمان اسلامی ریاست کی حدود میں رہتے ہوئے اپنا دین بدلنے کا مجاز نہ ہوگا۔ لیکن ارتداد کی صورت میں مواخذہ جو کچھ بھی ہوگا، خود مرتد کا ہوگا، نہ کہ اس غیر مسلم کا جس کا اثر قبول کرکے وہ مرتد ہوا ہے۔

انہیں اپنے ضمیر کے خلاف کوئی عقیدہ یا عمل اختیار کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اپنے ضمیر کے مطابق وہ ایسے سب کام کرنے کے مجاز ہوں گے جو قانونِ ملک سے متصادم نہ ہوتے ہوں۔ (۹۴)

قرآن کریم نے اہلِ کتاب کے ساتھ اچھے انداز میں مناظرہ کرنے کی جو دعوت دی ہے اُس میں یہ مضمون از خود نکلتا ہے کہ مشرکین رسولؐ اور مومنین کے ساتھ جدال اور بحث و مباحثہ کرسکتے ہیں۔ دیکھئے سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۶ اور سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۵ (جن میں واضح بیان فرمایا ہے)

﴿وَلَا تُجَادِلُوٓا اَهۡلَ الۡكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ اِلَّا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ.﴾ (۹۵)

(اے مسلمانو! اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو۔ مگر احسن طریقے سے اور صرف انہیں سے جھگڑا کرو جو اُن میں سے بے انصاف ہیں)

﴿اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ.﴾ (۹۶)

(آپؐ (لوگوں کو) اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور اُن سے ایسے طریقہ سے مباحثہ کیجئے جو بہترین ہو)

اس تحریر و تقریر کی آزادی ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ ہمیں اسلامی عہد میں علوم و معارف کی شاندار ترقی نظر آتی ہے۔

حسن الزین "اهل الكتاب فى المجتمع الاسلامى میں لکھتے ہیں:

"لِاَنَّ اِزۡدِهَارَهَا قَدۡ تُرَتِّبُ عُلٰى هٰذِهِ الۡحُرِّيَّةِ وَلِاَنَّ الۡعُلُوۡمَ تَحۡتَاجُ اِلَى الۡبَحۡثِ وَالدِّرَاسَةِ والتَّجۡرِبَةِ وَالۡمُنَاقَشَةِ بِحُرِّيَّةٍ، وَالۡعَقۡلُ الۡبَشَرِىُّ لا يُعۡطِىۡ وَلَا يُبۡدِعُ فِىۡ ظِلَالِ الۡاِسۡتِبۡدَادِ وَالۡكَبۡتِ. (۹۷)

(اگر آزادی اظہار رائے نہ ہوتی تو علوم و فنون پر جمود طاری ہوجاتا۔ کیونکہ علوم (سائنس) تحقیق، مطالعہ، تجربہ اور مناقشہ (بحث و مباحثہ) کے متقاضی ہیں اور عقل انسانی استبداد کے سائے تلے کبھی پھل پھول نہیں سکتی)

مولانا مولوی نذیر احمد صاحب اپنی کتاب الحقوق والفرائض میں اہل کتاب سے بات کی نرمی کے حوالے سے

مندرجہ بالا قرآنی احکامات کی وضاحت/تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جس قدر تاکیدی حکم مناظرے میں نرمی کرنے کا ہے، افسوس ہے کہ اُسی قدر مسلمانوں کی طرف سے اُس کی تعمیل میں غفلت اور بے پرواہی دیکھی جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ سرے سے مذہبی بحث ہی اچھی نہیں۔ ضروری ہے کہ دو بحث کرنے والے سخن پروری پر اُتر آئیں جس کا انجام ہے گالی گلوچ، مار کٹائی۔

تو گوئی خروسان شاطر بھنگ : دور افتادہ با ہم بمنقار و چنگ

علاوہ بریں ہم نے تو کسی کو مغلوب مناظرہ ہو کر قبول حق کرتے بھی نہیں دیکھا۔ اور ایسا ہوتا تو دنیا میں آج ایک ہی مذہب ہوتا۔ بے شک دوسرے مذہب والے رنج دہ اور اشتعال طبع دلانے والے الفاظ میں اسلام پر حملے کرتے رہتے ہیں، مگر مسلمانوں کی طرف سے گالی گلوچ کا جواب نہ ہونا چاہئے۔ سیدھا اور قاطع خصومۃ جواب ہے...... خاموشی"[۹۸]

(vii) حق سکونت:

اہلِ ذمہ (غیر مسلموں) کو اسلامی ریاست میں مکہ (حرم) اور حجاز (مدینہ) کے علاوہ کسی بھی دوسرے شہر میں رہائش اختیار کرنے اور نقل و حرکت کرنے میں مکمل آزادی ہوگی (مگر اس میں فقہاء کا اختلاف موجود ہے)

انہیں اس بات کی بھی آزادی ہوگی کہ وہ کسی بھی وقت دارالاسلام سے باہر چلے جائیں یا پھر واپس آ جائیں۔

البتہ جنگی حالات یا ہنگامی حالات میں دولتِ اسلامیہ (اسلامی حکومت) اپنے مسلم اور غیر مسلم باشندوں پر نقل و حرکت کے سلسلے میں کسی بھی قسم کی پابندی لگا سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے بعض صحابہ کرام کو شوریٰ کی غرض سے پابندی لگائی تھی کہ وہ مدینہ سے باہر نہیں جائیں گے۔[۹۹]

غیر مسلموں (ذمیوں) کی رہائش گاہوں کے تقدس کے سلسلے میں اُنہیں یہ حق حاصل ہے کہ اُن کی اجازت کے بغیر کوئی اُن کے گھر میں داخل نہ ہو۔ کیونکہ ہر شخص کا گھر اس کی رازداری کی جگہ ہوتی ہے جہاں وہ اور اُس کے اہلِ خانہ رہتے ہیں۔ اور اللہ رب العزت نے ہمیں اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں بغیر اجازت داخل ہونے سے منع کر دیا ہے اور یہ ممانعت مسلمانوں کے گھروں کے علاوہ ذمیوں کے گھروں پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ کیونکہ نصِ قرآنی عام ہے۔

دیکھیے سورۃ النور کی مندرجہ ذیل آیت:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا

فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ.﴾ (۱۰۰)

(اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک اُن کی رضا حاصل نہ کرلو اور گھر والوں پر سلام نہ کہہ لو۔ یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے۔توقع ہے کہ یاد رکھوگے۔ پھر اگر ان میں سے کسی کو نہ پاؤ تو جب تک تمہیں اجازت نہ ملے اس میں داخل نہ ہونا۔اور اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب جانتا ہے)

حرم اور حجاز میں ذمیوں کی سکونت کے سلسلے میں فقہی اختلافات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے، جو اسلامی ریاست میں تقدس یا عدم تقدس کے اعتبار سے شہروں کی تین قسموں کے حوالے سے ہے:

(۱) الحرم

(۲) حجاز

(۳) باقی علاقے

(۱) الحرم:

حرم مکہ میں حنابلہ، شوافع اور مالکیہ کے نزدیک ذمیوں کا داخلہ ممنوع ہے (ہوگا)۔اُن کا استدلال قرآن کریم کی اِس آیت مبارکہ سے ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَالْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا.﴾ (۱۰۱)

(اے ایمان والو! بلاشبہ مشرک نجس ہیں۔لہٰذا اس سال کے بعد وہ مسجدِ حرام کے قریب پھٹکنے بھی نہ پائیں)

حنفیوں کے نزدیک کسی حاجت کے لئے حرم میں داخل ہونا جائز ہے۔

امام ابی بکر احمد بن علی الجصاص نے بیان کیا ہے کہ:

وَقَالُوْا اِنَّ النَّهْىَ فِى الْاٰيَةِ مَقْصُوْدٌ مِّنْهُ النَّهْىُ عَنْ دُخُوْلِ الْمُشْرِكِ الْحَرَمَ حَاجًّا. (۱۰۲)

(اور وہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبہ کی آیت مذکورہ میں حرم میں مشرک کا داخلہ بطور حاجی ممنوع ہے)

بطور ثبوت کے وہ یہ حدیث رسول مقبول پیش کرتے ہیں:

[لِاَنَّ النَّبِىَّ اَمَرَ اَنْ يُّنَادِىَ فِى النَّاسِ اَلَّا يَحُجَّ بَعْدَالْعَامِ مُشْرِكٌ] (۱۰۳)

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لوگوں میں منادی کردی جائے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔

ہم ترجیح اس کو دیں گے جو کچھ حنابلہ، شافعیہ اور مالک نے کہا ہے۔ کیونکہ اُن کا مؤقف مضبوط ہے۔ وہ اس طرح کہ نصِ قرآنی ممانعت میں عام ہے، وہ حج یا کسی اور چیز کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جو مشرکین کے مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا تھا وہ حج کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

(۲) حجاز:

حجاز میں جزیرۃ العرب کے جو شہر شامل ہیں وہ مدینہ، مکہ، طائف اور جو اُن کے اردگرد ہیں۔ جمہور فقہاء کی رائے کے مطابق مشرکین کا ان علاقوں میں رہائش اختیار کرنا ممنوع ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے اس سلسلے میں جن احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے اُن میں سے ایک یہ ہے:

[لَاُخرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَب فَلا اَتْرُکَ فِيْهَا اِلَّا مُسْلِمًا.] (۱۰۴)

(میں یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال کر رہوں گا۔ اور وہاں پر سوائے مسلمان کے کسی کو نہ چھوڑوں گا)

شمس الدین ابن قدامہ نے المغنی میں حنابلہ اور شافعیہ کی رائے کا اظہار بیان کیا ہے۔ اور اسی طرح الشربینی نے بڑی تفصیل سے مزید وضاحت کی ہے:

(۱) وَيَجُوْزُ الذِّمِّيِّيْنَ دُخُوْلُ الْحِجَازِ مَا عَدَا الْحَرَمِ لِتِجَارَةٍ وَّيُقِيْمُ فِيْهَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ عِنْدَ الْحَنَابِلَةِ. (۱۰۵)

(۲) وَالشَّافِعِيَّةُ يَشْتَرِطُ اَنْ يَّدْخُلَ بِاِذْنِ الْاِمَامِ (۱۰۶)

(۳) وَلِتِجَارَةٍ اَوْ لِمَصْلِحَةٍ كَاِبْلَاغِ رِسَالَةٍ وَّ لَا يُقِيْمُ اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِيْ مَوْضِعٍ وَّقَدْ كَانُوْا يَدْخُلُوْنَ الْمَدِيْنَةَ لِلتِّجَارَةِ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ. (۱۰۷)

(حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک امام کی اجازت سے ذمی حجاز میں تجارت کے لئے یا کسی مصلحت کی غرض سے حرم کے سوا داخل ہو سکتے ہیں اور وہاں تین دن تک رہ سکتے ہیں۔ (اور وہ تین دن سے زیادہ کسی جگہ پر نہیں ٹھہر سکیں گے۔)

حضرت عمرؓ بن خطاب کے عہد میں مدینہ منورہ میں تجارت کے لئے داخل ہوا کرتے تھے)

علامہ نمر محمد الخلیل النمر کی رائے میں اُن کا حرم کے علاوہ حجاز میں داخل ہونا جائز ہے۔ جبکہ وہ مستقل وہاں رہائش نہ رکھیں اور تجارت یا کسی دوسری مصلحت کی بنا پر امام اُن کو تین دن سے زیادہ بھی رہنے کی اجازت دے سکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی مصلحت تین دن سے زیادہ رہنے کا تقاضا کرتی ہو۔ (۱۰۸)

حرم اور حجاز کے علاوہ باقی جگہوں پر اہلِ ذمہ رہائش اختیار کر سکتے ہیں اور مسلمانوں ہی کی طرح بغیر کسی پابندی کے نقل و حرکت کر سکتے ہیں۔ اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کسی وقت وہ دارالاسلام سے نکل جائیں اور پھر کسی وقت واپس آ جائیں۔

باب دوم

حوالہ جات

(۱) ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الانصار؛ لسان العرب، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء، دار صادر، ج ۳، ص ۲۵۵

(۲) الزبیدی، محب الدین، ابوالفیض محمد مرتضیٰ سید، تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت، لبنان، مکتبہ الحیاۃ، ج ۶، ص ۳۱۵

(۳) القرآن الکریم : ۲ : ۴۲

(۴) ایضاً : ۲۱ : ۱۸

(۵) ایضاً : ۱۵ : ۸

(۶) ایضاً : ۶ : ۸

(۷) ایضاً : ۳ : ۸۶

(۸) ایضاً : ۹ : ۳۳

(۹) ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الانصار؛ لسان العرب، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء، دار صادر، ج ۳، ص ۲۵۶

(۱۰) القرآن الکریم : ۲ : ۴۲

(۱۱) ایضاً : ۲۱ : ۱۸

(۱۲) ایضاً : ۲۸ : ۶۳

(۱۳) ایضاً : ۳۹ : ۷۱

(۱۴) ایضاً : ۳۶ : ۷

(۱۵) ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الانصار؛ لسان العرب، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء، دار صادر، ج ۳، ص ۲۵۶

(۱۶) القرآن الکریم : ۶ : ۶۲

(۱۷) ایضاً : ۲۳ : ۷۱

(۱۸) ایضاً : ۵۰ : ۱۹

(۱۹) ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الانصار؛ لسان العرب، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء، دار صادر، ج ۳، ص ۲۵۸

(۲۰) دائرہ معارف اسلامیہ اُردو، معاصر مصطلحات، لاہور، دانش گاہ پنجاب، طبع اوّل، ۱۹۷۳ء، ج ۸، ص ۴۳۹

(۲۱) مودودی، ابوالاعلیٰ؛ تفہیم القرآن، لاہور، ج ۶، ص ۴۵۳

(۲۲) النمر، محمد الخلیل نمر، اھل الذمۃ والولایات العامہ فی الفقہ الاسلامی، عمان، اُردن، ۱۴۰۹ھ، ط-۱، المکتبۃ الاسلامیہ، ص۱۲۷؛
العبادی، عبد السلام، ڈاکٹر؛ الملکیہ فی الشریعۃ الاسلامیہ، عمان، مطبوعہ مکتبۃ الاقصیٰ، ج۱، ص۱۰۲

(۲۳) ابن الملک، عبد اللطیف بن عبد العزیز؛ شرح المنار الانوار فی علم الاصول، مصر، ۱۳۱۵ھ، المطبعۃ العثمانیہ، ص۸۸۶، ۸۸۷؛
بمنلا خسرو، محمد بن فراموز بن علی، قاضی؛ مرأۃ الاصول فی شرح مرقاۃ الاصول، مصر، ۱۳۰۹ھ، المطبعۃ العامرہ، ج۲، ص۴۲۸

(۲۴) الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی؛ الموافقات، قاہرہ، مصر، مطبعہ الشرق الادنی بالموسکی، ج۲، ص۳۱۸، ۳۷۵

(۲۵) القرافی، شھاب الدین، ابوالعاص احمد بن ادریس بن عبد الرحمٰن، الفروق، مصر، ۱۳۴۶ھ، طبع اوّل، دار احیاء الکتب العربیہ، ج۱، ص۱۴۱

(۲۶) الکباشی، طٰہٰ، الرکاشفی، الذمۃ والحق والالتزام وتاثیرھا بالموت فی الفقہ الاسلامی، ریاض، ۱۴۰۹ھ، مکتبۃ الحرمین، ص۶۸، ۶۹
الرھاوی، یحییٰ، شیخ؛ شرح المنار وحواشیہ، ص۸۸۷، بمنلا خسرو، محمد بن فراموز بن علی، مرأۃ الاصول، ج۲، ص۴۲۹

(۲۷) القرافی : الفروق، ج۱، ص۱۴۱
الشاطبی : الموافقات، ج۲، ص۳۱۸
بمنلا خسرو : مرأۃ الاصول، ج۲، ص۴۲۸

(۲۸) ابوسنہ، احمد فھمی، ڈاکٹر؛ نظریۃ الحق، قاہرہ، ۱۹۷۱ء، مطبعۃ الاھرام، التجاریہ، المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، ص۱۸۰

(۲۹) القرافی : الفروق، ج۱، ص۱۴۱

(۳۰) الجوزی، محمد بن قیم، اعلام الموقعین، بیروت، لبنان، دار الجلیل للنشر والتوزیع والطباعہ، ج۱، ص۱۰۸

(۳۱) الرھاوی المصری، یحییٰ، شیخ، شرح المنار الانوار وحواشیہ، مصر، ۱۳۱۵ھ، المطبعۃ العثمانیہ، ص۸۸۶

(۳۲) الشاطبی : الموافقات، ج۲، ص۳۲۰

(۳۳) الرھاوی المصری، یحییٰ، شیخ، حاشیہ علی شرح منار الانوار فی اصول الفقہ، مصر، ۱۳۱۵ھ، المطبعۃ العثمانیہ، ص۸۸۶

(۳۴) مودودی، ابوالاعلیٰ؛ دینیات، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ص۱۵۴

(۳۵) القرآن الکریم : ۳۰ : ۳۸

(۳۶) ایضاً : ۱۷ : ۷۰

(۳۷) ایضاً : ۵ : ۳۲

(۳۸) ابن ہشام؛ السیرۃ النبویہ، مصر، مطبعۃ المصطفیٰ البابی، الحلبی، ج۴، ص۵۲

(۳۹) ابن ہشام؛ السیرۃ النبویہ، مصر، مطبعۃ المصطفیٰ البابی، الحلبی، ج۴، ص۵۲

(۴۰) الکاسانی، علاؤالدین ابی بکر بن مسعود؛ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ، الناشر دارالکتاب العربی، طبع ۲، ج ۷، ص ۱۰۰

(۴۱) القرآن الکریم : ۲ : ۲۵۶

(۴۲) ایضاً : ۱۰ : ۹۹

(۴۳) ایضاً : ۶ : ۱۰۸

(۴۴) ایضاً : ۴۹ : ۱۱

(۴۵) کیلانی، عتیق الرحمٰن، حافظ؛ تیسیر القرآن، لاہور، ۱۹۹۷، دارالسلام، وسن پورہ، اسلامک پریس، ص ۲۹۳

(۴۶) القرآن الکریم : ۲۹ : ۴۶

(۴۷) القرآن الکریم : ۱۰۹ : ۷

(۴۸) خلاف، عبدالوہاب؛ السیاسۃ الشرعیہ، (مترجم رئیس احمد جعفری) مصر، ص ۲۹، ۱۰۱، ۱۳۱

(۴۹) جعفری، رئیس احمد؛ اسلامی جمہوریت، لاہور، ۱۹۶۸ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع اوّل، ص ۱۷۱

(۵۰) السجستانی، سلیمان بن اشعث؛ سنن ابی داؤد، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ج ۳، ص ۱۶۷، حدیث رقم ۳۰۴۱

(۵۱) ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم؛ کتاب الخراج، مصر، ۱۹۶۷ء، الجامعہ السلفیہ، طبع اولی، ص ۱۴۶

(۵۲) الکاسانی؛ بدائع الصنائع، ج ۷، ۱۱۳

(۵۳) ابن قدامہ، شمس الدین، الشرح الکبیر، بیروت، ۱۳۹۲ھ، دارالکتاب العربی، طبع ثانی، ج ۱۰، ص ۶۲۱

(۵۴) الخطیب الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، مصر، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دارالفکر، ج ۴، ص ۲۵۳؛

(۵۵) ابویوسف، کتاب الخراج، ص ۱۴۹

(۵۶) ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی علی مختصر الخرقی، بیروت، ۱۳۹۲ھ، دارالکتاب العربی، ج ۱۰، ص ۶۱۰

(۵۷) ابن قیم الجوزی، شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر، احکام اہل الذمۃ، (تحقیق صبحی الصالح) طبع ثانی، دارالعلم للملایین، ج ۲، ص ۶۷۲

(۵۸) الخطیب الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج، ج ۴، ص ۲۵۴

(۵۹) الدسوقی، شمس الدین، شیخ محمد بن احمد، حاشیہ علی الشرح الکبیر، بیروت، طبع داراحیاء الکتب العربی، ج ۲، ص ۲۰۳

(۶۰) الخرشی، محمد بن عبداللہ، فتح الجلیل علی مختصر خلیل، مصر، ۱۳۱۶ھ، طبع اوّل، مطبعۃ العامرہ الشرقیہ بشارع الخرنفش، ص ۴۴۶

(۶۱) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۱۱۴

(۶۲) ابن قدامہ، المغنی، ج ۱۰، ص ۶۱۰

(۶۳) الخطیب الشربینی، معنی المحتاج، ج۴، ص۲۵۴

(۶۴) ایضاً

(۶۵) ابن عابدین، محمد امین، حاشیہ ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، شرح تنویر الابصار، بیروت، ۱۳۸۶ھ، ط-۲، ج۴، ص۲۰۳

(۶۶) البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، قاہرہ، مصر، ۱۳۱۹ھ، ص۶۴

(۶۷) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، قاہرہ، ۱۳۲۶ھ، مطبعہ الجامعہ السلفیہ محمدیہ، طبع اوّل، ص۸۴

(۶۸) تغری الاتابکی، جمال الدین ابوالمحاسن یوسف، النجوم الزہراہ فی ملوک مصر والقاہرہ، ۱۹۲۶ء، کیلیفورنیا یونیورسٹی، واقعات نمبر ۱۷۱؛
دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ج۱۰، ص۲۷

(۶۹) المقریزی، تقی الدین احمد بن علی ابن القادر ابن محمد، کتاب المواعظ والاعتبار فی ذکر الخطط والآثار، پیرس، ۱۹۱۱ء، جلد اوّل، ص۵۱۱

(۷۰) ایضاً ج۲، ص۴۹۹

(۷۱) ابو یوسف، کتاب الخراج، ص۱۲۵

(۷۲) القرآن الکریم : ۵ : ۴۶

(۷۳) ایضاً : ۲ : ۱۷۸

(۷۴) الجصاص، ابوبکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، مصر، ۱۳۳۵ھ، مطبعہ الجامعہ السلفیہ، ج۱، ص۱۶۴

(۷۵) القرشی، یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج، لاہور، ۱۳۹۵ھ، مطبعہ المکتبۃ العلمیہ، ص۸۲؛
البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، حیدرآباد دکن، کتاب الجزیہ، ج۸، ص۳۱-۳۲

(۷۶) البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دہلی، کرزن پریس، کتاب الجزیہ، ج۱، ص۴۴۸

(۷۷) النسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر النسائی، سنن النسائی، (مترجم علامہ وحید الزمان)، کراچی، قرآن محل، مطبع سعیدی، ج۳، ص۴۳۶

(۷۸) ایضاً

(۷۹) الزیلعی، عثمان بن علی بن محمد فخر الدین، تبیین الحقائق، کنز الدقائق، بولاق، مصر، ۱۳۱۴ھ، طبع اوّل، ص۲۸

(۸۰) القرشی، یحییٰ ابن آدم، کتاب الخراج، لاہور، ۱۳۹۵ھ، مطبعہ المکتبۃ العلمیہ، ص۷۶

(۸۱) الزیلعی، تبیین الحقائق کنز الدقائق، مصر، ۱۳۱۴ھ، طبع اوّل، ص۲۸

(۸۲) اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست، لاہور، انجمن خدام القرآن، ص۲۲۲؛ (بحوالہ سنن ابن ماجہ، ترمذی)

(۸۳) الشیرازی، محی الدین نووی، المجموع شرح المہذب، (والتکملۃ الثانیہ) للمطیعی، قاہرہ، مصر، ناشر زکریا علی یوسف، ج۱۸، ص۱۹۷

(۸۴) السجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ج ۳، حدیث نمبر ۳۰۵۲

(۸۵) ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۱۲۵

(۸۶) ایضاً ص ۱۲۴

(۸۷) ایضاً

(۸۸) المودودی، ابوالاعلیٰ، حقوق اھل الذمہ فی الدولۃ الاسلامیہ، ص ۳۳۹

(۸۹) القرافی، شھاب الدین، ابوالعاص احمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن، الفروق، مصر، ۱۳۴۶ھ، طبع اوّل، دار احیاء الکتب العربیہ، ج ۳، ص ۱۶

(۹۰) البھوتی، منصور بن یونس بن ادریس صلاح، کشاف القناع عن متن الاقناع، بیروت، ۱۴۰۳ھ، عالم الکتب، وطبعۃ اُخریٰ، مطبعۃ الحکومہ بمکۃ، ۱۳۹۴ھ، ج ۳، ص ۱۲۶

(۹۱) القرافی، الفروق، ج ۳، ص ۱۴

(۹۲) ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، ج ۳، ص ۲۷۳، ۲۷۴

(۹۳) عودہ، عبدالقادر، التشریع الجنائی فی الاسلام، بیروت، دار الکاتب العربی، ج ۱، پیراگراف ۸۹، ۹۰ تا ۹۳

(۹۴) المودودی، ابوالاعلیٰ، حقوق اھل الذمہ فی الدولۃ الاسلامیہ، مصر، ۱۳۸۹ھ، رسالہ مطبوعہ مع کتاب نظریۃ الاسلام وھدیہ، دار الفکر، ص ۳۶۱

(۹۵) القرآن الکریم : ۴۹ : ۴۶

(۹۶) القرآن الکریم : ۱۶ : ۱۲۵

(۹۷) حسن الزین، اھل الکتاب فی المجتمع الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ، ص ۱۱۳، ۱۱۸

(۹۸) ڈپٹی، نذیر احمد، مولانا، حافظ؛ الحقوق والفرائض، کراچی، فضلی سنز، اُردو بازار، ج ۲، ص ۳۶۲، ۳۶۳

(۹۹) النمر، محمد الخلیل نمر، اھل الذمۃ والولایات العامۃ، عمان، اُردن، ۱۴۰۹ھ، المکتبۃ الاسلامیہ، طبع اوّل، ص ۱۴۰

(۱۰۰) القرآن الکریم : ۲۴ : ۲۷ تا ۲۸

(۱۰۱) ایضاً : ۹ : ۲۸

(۱۰۲) الجصاص، احکام القرآن، ج ۳، ص ۸۸، ۸۹

(۱۰۳) مسلم، ابی الحسین مسلم بن الحجاج نیشاپوری، الجامع الصحیح، استانبول، ۱۳۲۹ھ، مصورہ، الحجۃ، باب فی الحج، حدیث نمبر ۱۳۴۷

(۱۰۴) السجستانی، ابوداؤد، سنن ابوداؤد، ج ۳، ص ۱۶۵

(۱۰۵) ابن قدامہ، المغنی، ج ۱۰، ص ۶۱۵

(۱۰۶) الشربینی، مغنی المحتاج، ج ۴، ص ۲۴۷

(۱۰۷) ابن قدامہ، المغنی، ج ۱، ص ۶۱۵

(۱۰۸) النمر، محمد الخلیل النمر، اھل الذمۃ والولایات العامۃ، ص ۱۴۰

باب سوم

عہدِ اوّل میں غیر مسلموں کے حقوق

فصل اوّل : عہدِ رسالت میں غیر مسلموں کے حقوق

فصل دوم : عہدِ اوّل خلافت راشدہ

(i) حضرت ابوبکر صدیقؓ

(ii) حضرت عمر فاروقؓ

فصل سوم : عہدِ آخر خلافت راشدہ

(i) حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ

(ii) حضرت علی کرم اللہ وجہہ

فصل اوّل

عہدِ رسالت میں غیر مسلموں کے حقوق

سرورِ کائنات کی حیاتِ طیبہ ایک آئینہ کی طرح شفاف اور روزِ روشن کی طرح منور ہے۔ جس میں آپؐ کی ذات کو پورے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

تاریخ انسانی یہ ثابت کرنے سے قاصر ہے کہ وہ کسی نبی، پیغمبر، رسول، ہادی، کسی دانا و حکیم، فلاسفر اور کسی بادشاہ و رہنما کے احوالِ شب و روز اس سند اور صحت کے ساتھ پیش کر سکے جس طرح رسالتمآب کی ذات بابرکات کے مکمل حالات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ اور یہ شرف صرف اور صرف آنحضرت محمد ﷺ کی ذات کو ہی حاصل ہے۔ تاریخ عالم مسلمانوں کے اس بہت بڑے تاریخی احسان کو فراموش نہیں کر سکتی کہ آپ ﷺ کی ذات کا لحہ بہ لحہ ہر پہلو محفوظ ہے۔

گذشتہ ابواب میں تفصیلاً یہ بتایا جا چکا ہے کہ غیر مسلم اقلیتوں (معاہدین) کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے دین اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں قرآن کریم میں کیا ارشادات ربانی ہیں؟ اور احادیث رسول مقبولؐ کے فرمودات میں ہمارے لئے کیا تعلیمات ہیں؟

آنحضورؐ نے اپنی سیاسی زندگی کے ابتدائی دور میں غیر مسلموں سے تعلقات قائم کر لئے تھے۔ اور اُن سے مختلف امور پر صلح نامے کئے۔ جو کہ پوری اُمت مسلمہ کے لئے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات اور صلح ناموں کے حوالے سے مستقل رہنما خطوط کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پوری تاریخ انسانی میں آنحضورؐ کی مذہبی رواداری اور تدبر واضح طور پر عیاں ہے۔ آپؐ کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ اور اُن سے تعلقات، صلہ رحمی، رواداری کی عجیب مثالیں سامنے آتی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی مشرکینِ مکہ، منافقینِ مدینہ، یہود و نصاریٰ اور عرب کے صحرا نشین بدوؤں کے درمیان بسر ہوئی۔ اور آپ ﷺ نے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کر کے اُنہیں سیاست کے اس بلند ترین مقام پر پہنچایا، جس سے آگے کا کوئی تصور بھی ممکن نہیں۔

آیئے دیکھیں آپؐ نے بین الاقوامی سطح پر ہونے والے معاملات میں غیر مسلموں کے ساتھ، اہلِ کتاب کے ساتھ، یہود و نصاریٰ کے ساتھ، اپنوں اور غیروں کے ساتھ کیا اُسوہ پیش فرمایا۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ تاریخ انسانی میں قول و عمل کا

باہمی جوڑ، اتفاق کبھی لازم وملزوم نہیں ٹھہرا۔ بلکہ زبان سے کچھ ادا ہوتا ہے اور عمل سے کچھ اور ہو رہا ہوتا ہے۔ آج اس ترقی یافتہ سائنسی وتہذیبی دور میں ہم یہی دیکھ اور سُن رہے ہیں کہ ارباب جاہ وحشمت اور اصحابِ اقتدار واختیار کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اُن کے ظاہر میں کچھ ہے اور باطن میں کچھ اور۔

عہدِ نبویؐ کے آغاز میں دنیا کے نقشے پر بڑی بڑی متمدن سلطنتیں موجود تھیں۔ مائن کے ایرانی، قسطنطنیہ کے بزنطینی اور خانبالغ کے چینی دنیا کے تین بڑوں پر مشتمل تھے۔ انسانی دماغ اہرامِ مصر بھی بنا چکا تھا۔ ایلورہ اجنتہ بھی اور آیا صوفیہ بھی۔ توریت کی گرمی بھی دنیا میں آچکی تھی انجیل کی نرمی بھی۔ ویدکی (جات پات کی) تقسیم انگیزی کا بھی انسان تجربہ کرکے نتیجہ دیکھ چکا تھا۔ اور کنفیوشش کی تعلیم کے مطابق ایک سو ایک پشت تک رشتہ داری کو یاد رکھنے کی کوشش بھی کر چکا تھا۔ کاوٹیا کی ارتھ شاستر بھی لکھی جا چکی تھی، اور ارسطو کی پالیٹکس بھی، ہندو کی مہابھارت بھی۔[1]

پس یہ انتہائی ضروری ہے کہ تاریخی حقائق اور شواہد کی روشنی میں یہ دیکھیں کہ داعیٔ اسلام حضرت محمد ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور اپنے عہدِ حکومت میں ان کے حقوق کا کس طرح تحفظ فرمایا۔

رسول اللہؐ نے غیر مسلموں، مشرکین مکہ، کفار، یہود اور منافقین مدینہ کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا اور کس طرح کے اصول وضع فرمائے۔ اور آپؐ نے اپنے عہدِ حکومت میں اُنہیں جو حقوق دیئے وہ کیا تھے۔

ہجرتِ مدینہ (۱-ھ) کے بعد رسالتمآب نے یہودِ مدینہ کے ساتھ عرب کی تاریخ کا ایک تاریخ ساز معاہدہ "میثاقِ مدینہ" فرمایا۔ جو غیر مسلم رعایا کے ساتھ پیغمبرِ اسلام کا پہلا معاہدہ ہے۔

اگرچہ مدینے کی آبادی کا اس وقت اندازہ دس، گیارہ ہزار کیا جاتا ہے۔ جن میں آدھے کے قریب یہودی تھے۔

مدینے میں ابھی نراج کی کیفیت تھی اور قبائلی دور دورہ تھا۔ عرب اوس اور خزرج بارہ قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ تو یہودی بنونضیر وبنوقریظہ وغیرہ دس قبائل میں کچھ عرب کچھ یہودیوں کے ساتھ حلیف ہو کر باقی عربوں اور ان کے حلیف یہودیوں کے حریف بنے ہوئے تھے اور کچھ عرب کچھ یہودیوں کے ساتھ حلیف ہو کر باقی عربوں اور ان کے حلیف یہودیوں کے حریف بنے ہوئے تھے۔ ان مسلسل جنگوں سے اب دونوں بھی تنگ آچکے تھے۔

مگر اس سے قطع نظر وہاں کے ہر قبیلے کا الگ راج تھا۔ وہ اپنے اپنے سقیفے یا سائبان میں اپنے امور طے کیا کرتا تھا۔ کوئی مرکزی شہری نظام نہ تھا۔ تربیت یافتہ مبلغوں کی کوشش سے تین سال کے اندر شہر میں متعدد بہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ مگر مذہب ابھی تک خانگی ادارہ تھا اس کی سیاسی حیثیت وہاں کچھ نہ تھی اور ایک ہی گھر میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے تھے۔ ان حالات میں

آنحضرت ﷺ مدینہ آتے ہیں۔ جہاں اس وقت متعدد فوری ضرورتیں تھیں۔

1۔ اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق وفرائض کا تعین۔

2۔ مہاجرین مکہ کے توطن اور بسر برد کا انتظام۔

3۔ شہر کے غیر مسلم عربوں اور خاص کر یہودیوں سے سمجھوتہ۔

4۔ شہر کی سیاسی تنظیم اور فوجی مدافعت کا انتظام۔

5۔ قریش مکہ سے مہاجرین کو پہنچے ہوئے جانی و مالی نقصانات کا بدلہ۔(۲)

انہی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے آنحضورؐ نے ہجرت کے پہلے ہی سال میں ایک دستاویز مرتب فرمائی۔ جسے مدنیہ کے لوگوں نے تسلیم کیا۔ یہ معاہدہ طرفین کے رفاہیت اور حقوق کی نگہبانی میں جامعیت کے اعتبار سے تاریخ کا اہم ترین باب ہے۔(۳)

اس تاریخ ساز دستاویز میں صراحت کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ جملہ مدنی قبائل اور مہاجرین مکہ وغیرہ کی مرکزائی ہوئی زبردست قوت سے انصار کے مشترک رشتہ داروں کو متمتع ہونے کا صرف اس شرط سے موقع دیا جاتا ہے کہ وہ سیاسی حیثیت سے مرکزی حکومت کی پالیسی میں رکاوٹیں نہ ڈالیں۔

چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ عربی قبائل میں جو مشرک یا یہودی المذہب لوگ ہیں وہ مسلمانوں کے تابع اور جنگ میں معاون ہوں اور وہ قریش مکہ کی جان و مال کو نہ تو خود کوئی امان دیں اور نہ اس بات میں آڑے آئیں یہ عربی غیر مسلموں کا ذکر تھا۔(۴)

یہ معاہدہ مذہبی رواداری اور فراخ دلی کی ایک ایسی مثال ہے، جس پر دنیا فخر کر سکتی ہے۔ موجودہ دور کی اقوامِ متحدہ بھی فریقین میں اس سے بہتر رواداری اور غیر مسلموں کے حقوق پر مبنی معاہدہ نہیں کرا سکتی۔(۵)

میثاق مدینہ کے اصل متن اور دستور کے مواخذ پیش خدمت ہیں جنہیں درج ذیل کتب میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

1۔ سیرۃ ابن ہشام (طبع یورپ) ص ۳۴۱ تا ۳۴۴

2۔ سیرۃ ابن اسحاق (ترجمہ فارسی) مخطوطہ پارس ص ۱۰۱

3۔ کتاب الاموال مؤلفہ ابوعبیدہ قاسم بن سلام (طبع مصر) فقرہ نمبر ۵۱۷

4۔ البدایہ والنہایہ مؤلفہ ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۲۴ تا ۲۲۶

میثاقِ مدینہ کا متن اور معاہدہ کی دفعات

(کِتَابُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم بَیۡنَ الۡمُهَاجِرِیۡنَ وَالۡأَنۡصَارِ وَالۡیَهُوۡدِ)

(۱) [هٰذَا كِتَابٌ مِنۡ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ (رَسُوۡلِ اللّٰهِ) بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُسۡلِمِيۡنَ مِنۡ قُرَيۡشٍ وَ (أَهۡلِ) يَثۡرِبَ وَمَنۡ تَبِعَهُمۡ فَلَحِقَ بِهِمۡ وَجَاهَدَ مَعَهُمۡ.

(۲) اِنَّهُمۡ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ.

(۳) اَلۡمُهَاجِرُوۡنَ مِنۡ قُرَيۡشٍ عَلٰى رَبۡعَتِهِمۡ يَتَعَاقَلُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ وَهُمۡ يَفۡدُوۡنَ عَانِيَتَهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالۡقِسۡطِ بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ.

(۴) وَبَنُوۡ عَوۡفٍ عَلٰى رَبۡعَتِهِمۡ يَتَعَاقَلُوۡنَ مَعَاقِلَهُمُ الۡأُوۡلٰى، وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفۡدِى عَانِيَهَا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالۡقِسۡطِ بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ.

(۵) وَبَنُو الۡحَارِثِ (مِنَ الۡخَزۡرَجِ) عَلٰى رَبۡعَتِهِمۡ يَتَعَاقَلُوۡنَ معاقلهم الۡأُوۡلٰى، وكُلُّ طَائِفَةٍ تَفۡدِىۡ عَانِيها بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالۡقِسۡطِ بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ.

(۶) وَبَنُو سَاعَدَةٍ عَلٰى رَبۡعَتِهِمۡ يَتَعَاقَلُوۡنَ معاقلهم الۡأُوۡلٰى، وكُلُّ طَائِفَةٍ تَفۡدِىۡ عَانِيَهَا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالۡقِسۡطِ بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ.

(۷) وَبَنُوۡ جُشَمٍ عَلٰى رَبۡعَتِهِمۡ يَتَعَاقَلُوۡنَ معاقلهم الۡأُوۡلٰى، وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفۡدِىۡ عَانِيَهَا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالۡقِسۡطِ بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ.

(۸) وَبَنُو النَّجَّارِ عَلٰى رَبۡعَتِهِمۡ يَتَعَاقَلُوۡنَ معاقلهم الۡأُوۡلٰى، وَكُلُّ طائفة تَفۡدِى عَانِيَهَا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالۡقِسۡطِ بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ.

(۹) وَبَنُوۡ عَمۡرِو بۡنِ عَوۡفٍ عَلٰى رَبۡعَتِهِمۡ يَتَعَاقَلُوۡنَ معاقلهم الۡأُوۡلٰى، وَكُلُّ طائفة تَفۡدِىۡ عَانِيَهَا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالۡقِسۡطِ بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ.

(۱۰) وَبَنُو النَّبِيۡتِ عَلٰى رَبۡعَتِهِمۡ يَتَعَاقَلُوۡنَ مُعاقلهم الۡأُوۡلٰى، وَكُلُّ طائفة تَفۡدِىۡ عَانِيَهَا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالۡقِسۡطِ بَيۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ.

(۱۱) وَبَنُو الْأَوْسِ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْأُوْلٰى، وَكُل طَائِفَةٍ تَفْدِىْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ
وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ.

(۱۲) (الف) وإِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ لا يَتْرُكُوْنَ مَفْرَحًا بَيْنَهُمْ أَنْ يُعْطُوْهُ بِالْمَعْرُوْفِ فِىْ فِدَاءٍ أَوْ عَقْلٍ.

(۱۲) (ب) وَأَنْ لا يُحَالِفُ مُؤْمِنٍ مَوْلٰى مُؤْمِنٍ دُوْنَهُ.

(۱۳) وَإِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُتَّقِيْنَ (اَيْدِيَهُمْ) عَلٰى (كُلِّ) مَنْ بَغٰى مِنْهُمْ اَوِ ابْتَغٰى ظُلم أَوْ إِثماً أَوْ عُدْوَاناً أَوْ
فساداً بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَإِنَّ اَيْدِيَهُمْ عَلَيْهِ جَمِيْعاً وَلَوْ كَانَ وَلَدُ اَحَدِهِمْ.

(۱۴) وَلا يَقْتُلُ مُؤمِنٌ مُؤْمِناً فِىْ كَافِرٍ وَلا يَنْصُرُ كَافِراً عَلٰى مُؤْمِنٍ.

(۱۵) وان زمنه اللّٰهِ وَاحِدَةٌ يُجِيْرُ عَلَيْهِمْ أَدْنَاهُمْ، وإِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْضُهُمْ مَوَالِى بَعْضٍ دُوْنَ النَّاسِ.

(۱۶) وَإِنَّهُ مَنْ تَبِعْنَا مِنْ يَهُودٍ فَإِنَّ لَهُ النَّصْرَ وَالْأُسْوَةُ غَيْرُ مَظْلُومِينَ وَلا مُتَنَاصِرٍ عَلَيْهِمْ.

(۱۷) وإِنَّ سِلْمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاحِدَةٌ لا يُسَالِمُ مُؤمِنٌ دُوْنَ مُؤْمِنٍ فِىْ قِتَالٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا عَلٰى سَوَاءٍ
وَعَدْلٍ بَيْنَهُمْ.

(۱۸) وَإِنَّ كُلَّ غَازِيَةٍ غَزَتْ مَعَنَا يَعْقِبُ بَعْضُهَا بَعْضاً.

(۱۹) وَإِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ يبى، بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ بِمَا نَالَ دِمَاءُ هُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

(۲۰) (الف) وَإِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُتَّقِيْنَ عَلٰى أَحْسَنِ هَدْىٍ وَأَقْوَمِهِ.

(۲۰) (ب) وَإِنَّهُ لا يُجِيْرُ مُشْرِكٌ مَالًا لِقُرَيْشٍ وَلا نَفْساً، وَلا يَحُوْلُ دُوْنَهُ عَلٰى مُؤْمِنٍ.

(۲۱) وإِنَّهُ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِناً قَتْلاً عَنْ بَيِّنَةٍ فَإِنَّهُ قَوَدٌ بِهِ إِلَّا اَنْ يَرْضٰى وَلِىُّ الْمَقْتُوْلِ (بِالْعَقْل)، وَإِنَّ
الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ وَلا يَحِلُّ لَهُمْ إِلا قِيَامٌ عَلَيْهِ.

(۲۲) وَإِنَّهُ لا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَقَرَّ بِمَا فِىْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وآمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ يَنْصُرَ مُحْدِثاً أَوْ يُؤْوِيْهِ،
وإِنَّهُ مَنْ نَصَرَهُ أَوْ آوَاهُ فَإِنَّ عَلَيْهِ اللّٰهِ وغَضَبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلا يُؤْخَذُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلا عَدْلٌ.

(۲۳) وإِنَّكُمْ مَهْمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شيْءٍ فانَ مَرَدَّهُ إِلى اللّٰهِ وَإِلٰى مُحَمَّدٍ.

(۲۴) وَإِنَّ الْيَهُوْدَ يُنْفِقُوْنَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَادَامُوا مُحَارِبِيْنَ.

(۲۵) وَإِنَّ يَهُوْدَ بَنِى عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ مَوَالِيهِمْ وَاَنْفُسُهُمْ إِلَّا مَنْ
ظَلَمَ أَوْ أَثِمَ فَإِنَّهُ لا يُوْتِغُ إِلَّا نَفْسَهُ اَوْ اَهْلَ بَيْتِهِ.

(۲٦)   وَإِنَّ لِيَهُودِ بَنِی النَّجّارِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِیْ عَوْفٍ.

(۲۷)   وَإِنَّ لِيَهُودِ بَنِی الْحَارِثِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِیْ عَوْفٍ.

(۲۸)   وَإِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِیْ سَاعَدَةٍ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِیْ عَوْفٍ.

(۲۹)   وَإِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِیْ جُشَمٍ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِی عَوْفٍ.

(۳۰)   وَإِنَّ لِيَهُودِ بَنِی الْأَوْسِ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِیْ عَوْفٍ.

(۳۱)   وَإِنَّ لِيَهُوْدِ بَنِی ثَعْلَبَةَ مِثْلَ مَا لِيَهُوْدِ بَنِیْ عَوْفٍ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَأَثِمَ فَإِنَّهُ لا يُوتِغُ إِلَّا نَفْسَهُ وَأَهْلَ بَيْتِهِ.

(۳۲)   وَإِنَّ جَفْنَةَ بَطْنٌ مِنْ ثَعْلَبَةَ كَأَنْفُسِهِمْ.

(۳۳)   وَإِنَّ لِبَنِیْ الشَّطِيبَةِ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِی عَوْفٍ وإِنَّ الْبِرَّ دُوْنَ الْاثْمِ.

(۳۴)   وَإِنَّ مَوَالِیَ ثَعْلَبَةَ كَأَنْفُسِهِمْ.

(۳۵)   وَإِنَّ بطانة يَهُودٍ كَأَنْفُسِهِمْ.

(۳٦)   (الف)   وَإِنَّهُ لا يَخْرُجُ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا بِإِذْنِ مُحَمَّدٍ.

(۳٦)   (ب)   وَإِنَّهُ لا يَنْحَجِزُ على ثَاءِ جُرْحٍ وَإِنَّهُ مَنْ فَتَکَ فَبِنَفْسِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ اِلَّا مَنْ ظَلِمَ وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰی أَبَرِّ هٰذَا.

(۳۷)   (الف)   وَإِنَّ عَلَى الْيَهُودِ نَفَقَتُهُمْ وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ نَفَقَتُهُمْ وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلٰی مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ، وَإِنَّ بَيْنَهُم النَّصْعَ والنَّصِيحَةَ وَالْبِرَّ دُوْنَ الاثْمِ.

(۳۷)   (ب)   وَإِنَّهُ لا يَاثَمُ امْرٌء بِحَلِيفِهِ، وَإِنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُوْمِ.

(۳۸)   وَإِنَّ الْيَهُوْدَ يُنْفِقُوْنَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَادَامُوا مُحَارِبِيْنَ.

(۳۹)   وَإِن يَثْرِبَ حَرَامٌ جَوْفُهَا لِأَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ.

(۴۰)   وَإِنِ الْجَارَ كَالنَّفْسِ غَيْرُ مُضَارٍّ وَلا آثِمٌ.

(۴۱)   وإِنَّهُ لَا تُجَارُ حُرْمَتُهُ إِلَّا بِإِذْنِ أَهْلِهَا.

(۴۲)   وَإِنَّهُ مَا كَانَ بَيْنَ أَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ مِنْ حَدَثٍ اَوِاشْتِجَارٍ يُخَافُ فَسَادُهُ فإِنَّ مَرَدَّهُ إِلى اللّٰهِ وإِلٰی مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ (ﷺ) وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰی اَتْقٰی مَا فِی هٰذِه الصحيفه وَاَبَرِّهِ.

(۴۳) وَإِنَّهُ لَا تُجَارُ قُرَيْشٌ وَلَا مَنْ نَصَرَهَا.

(۴۴) وَإِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرُ عَلٰى مَنْ دَهَمَ يَثْرِبَ.

(۴۵) (الف) وَإِذَا دُعُوْا إِلٰى صُلْحٍ يُصَالِحُوْنَهُ وَيَلْبِسُوْنَهُ فَإِنَّهُمْ يُصَالِحُوْنَهُ وَيَلْبِسُوْنَهُ وَإِنَّهُمْ إِذَا دُعُوْا إِلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ فَإِنَّهُ لَهُمْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِلَّا مَنْ حَارَبَ فِي الدِّيْنِ.

(۴۵) (ب) عَلٰى كُلِّ أُنَاسٍ حِصَّتُهُمْ مِنْ جَانِبِهِمُ الَّذِىْ قِبَلَهُمْ.

(۴۶) وَإِنَّ يَهُوْدَ الْأَوْسِ مَوَالِيْهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ عَلٰى مِثَالِ مَالِأَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ مَعَ الْبِرِّ الْمَحْضِ مِنْ أَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَإِنَّ الْبِرَّ دُوْنَ الْإِثْمِ لَا يَكْسِبُ كَاسِبٌ إِلَّاعَلٰى نَفْسِهٖ وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى أَصْدَقِ مَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ وَابَرِّهٖ.

(۴۷) وَإِنَّهُ لَا يَحُوْلُ هٰذَا الْكِتَابُ دُوْنَ ظَالِمٍ أَوْ آثِمٍ، وَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ آمِن وَمَنْ قَعَدَ آمَنَ بِالْمَدِيْنَةِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَأَثِمَ، وَإِنَّ اللّٰهَ جَارٌ لِمَنْ بَرَّ وَاتَّقٰى، وَمُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ).][۶]

معاہدہ کی دفعات واقتباسات کا ترجمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

۱۔ یہ ایک حکم نامہ نبی اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کا قریش اور اہل یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان لوگوں کے مابین جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

۲۔ تمام (دنیا کے) لوگوں کے بالمقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (امت) ہوگی۔

۳۔ قریش سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے۔ اور اپنے خون بہا باہم کر دیا کریں گے اور اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۴۔ اور بنی عوف اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم ادا کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۵۔ اور بنی الحارث بن خزرج اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور جب سابق اپنے خون بہا ادا کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۶۔ اور بنی ساعدہ اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۷۔ اور بنی جشم اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۸۔ اور بنونجار اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۹۔ اور بنی عمرو بن عوف اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۱۰۔ اور بنی النبیت اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۱۱۔ اور بنی الاوس اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۱۲۔ (الف) اور ایمان والے کسی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے کو مدد دیئے بغیر چھوڑ نہ دیں گے تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

(ب) اور یہ کہ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے مولا (معاہداتی بھائی) سے خود معاہدہ برادری نہیں پیدا کرے گا۔

۱۳۔ اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ ہر اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سرکشی کرے یا استحصال بالجبر کرنا چاہے یا گناہ یا تعدی ارتکاب کرے، یا ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے اور ان کے ہاتھ سب مل کر ایسے شخص کے خلاف اٹھیں گے، خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۱۴۔ اور کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو کسی کافر کے بدلے قتل نہ کرے گا، اور نہ کسی کافر کی کسی ایمان والے کے خلاف مدد کرے گا۔

۱۵۔ اور خدا کا ذمہ ایک ہی ہے۔ ان (مسلمانوں میں) کا ادنیٰ ترین فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا اور ایمان والے باہم بھائی بھائی ہیں (ساری دنیا کے) لوگوں کے مقابل۔

۱۶۔ اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

۱۷۔ اور ایمان والوں کی صلح ایک ہی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں لڑائی ہو تو کوئی ایمان والا کسی دوسرے ایمان والے کو چھوڑ کر (دشمن سے) صلح نہیں کرے گا، جب تک کہ (یہ صلح) ان سب کے لئے برابر اور یکساں نہ ہو۔

۱۸۔ اور ان تمام ٹکڑیوں کو جو ہمارے ہمراہ جنگ کریں باہم نوبت بہ نوبت چھٹی دلائی جائے گی۔

۱۹۔ اور ایمان والے باہم اس چیز کا انتقام لیں گے جو خدائی راہ میں ان کے خون کو پہنچے۔

۲۰۔ (الف) اور بے شبہ متقی ایمان والے سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔

(ب) اور یہ کہ کوئی مشرک (غیر مسلم رعیت) قریش کی جان اور مال کو کوئی پناہ نہ دے گا اور نہ اس سلسلے میں کسی مومن کے آڑے آئے گا۔

۲۱۔ اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے اور ثبوت پیش ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا بجز اس کے کہ مقتول کا ولی خون بہا پر راضی ہو جائے۔ اور تمام ایمان والے اس کی تعمیل کے لئے اٹھیں گے اور اس کے سوائے انہیں کوئی اور چیز جائز نہ ہوگی۔

۲۲۔ اور کسی ایسے ایمان والے کیلئے جو اس دستور العمل (صحیفہ) کے مندرجات (کی تعمیل) کا اقرار کر چکا اور خدا اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہو، یہ بات جائز نہ ہوگی کہ کسی قاتل کو مدد یا پناہ دے۔ اور جو اسے مدد یا پناہ دے گا تو قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہوں گے اور اس سے کوئی رقم یا معاوضہ قبول نہ ہوگا۔

۲۳۔ اور یہ کہ جب کبھی تم میں سے کسی چیز کے متعلق اختلاف ہو تو اسے خدا اور محمد سے رجوع کیا جائے گا۔

۲۴۔ اور یہودی اسوقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے ہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

۲۵۔ اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت (یا امت) تسلیم کئے جاتے ہیں۔ یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین) موالی ہوں کہ اصل۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

۲۶۔ اور بنی النجار کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

۲۷۔ اور بنی الحارث کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

۲۸۔ اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

۲۹۔ اور بنی جشم کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

۳۰۔ اور بنی الاوس کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

۳۱۔ اور بنی ثعلبہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو خود اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

۳۲۔ اور جفنہ کو بھی، جو (قبیلۂ) ثعلبہ کی ایک شاخ ہے، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

۳۳۔ اور بنی الشطیبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ اور وفا شعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔

۳۴۔ اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

۳۵۔ اور یہودیوں (کے قبائل) کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

۳۶۔ (الف) اور یہ کہ ان میں کوئی بھی محمدؐ کی اجازت کے بغیر (فوجی کارروائی کے لئے) نہیں نکلے گا۔

(ب) اور کسی مار، زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور جو خونریزی کرے تو اس کی ذات اور اس کا گھرانہ ذمہ دار ہوگا ورنہ ظلم ہوگا اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس (دستور العمل) کی زیادہ سے زیادہ وفا شعارانہ تعمیل کرے۔

۳۷۔ (الف) اور یہودیوں پر ان کے خرچے کا بار ہوگا، اور مسلمانوں پر ان کے خرچے کا۔

(ب) اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی اور ان میں باہم حسن مشورہ اور بہی خواہی ہوگی، اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔

۳۸۔ اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

۳۹۔ اور یثرب کا جوف (یعنی میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہو) اس دستور والوں کے لئے ایک حرم (اور مقدس مقام) ہوگا۔

۴۰۔ پناہ گزین سے وہی برتاؤ ہوگا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ نہ اس کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔

۴۱۔ اور کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی (یعنی پناہ دینے کا حق پناہ گزین کو نہیں)۔

(۴۲) اور یہ کہ اس دستور والوں میں جو کوئی قتل یا جھگڑا رونما ہو جس سے فساد کا ڈر ہو تو اسے خدا اور خدا کے رسول محمدؐ سے (جن پر خدا کی توجہ اور سلامتی ہو) رجوع کیا جائے گا اور خدا اس شخص کے ساتھ جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

۴۳۔ اور قریش کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی اور نہ اس کو جو انہیں مدد دے۔

۴۴۔ اوران (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم مدد دہی ہوگی، اگر کوئی یثرب پر ٹوٹ پڑے۔

۴۵۔ (الف) اور اگر ان کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے اور اگر وہ کسی ایسے ہی امر کے لئے بلائیں تو مومنین کا بھی فریضہ ہوگا کہ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں، بجز اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔

(ب) ہر گروہ کے حصے میں اسی رخ کی (مدافعت) آئے گی جو اس کے بالمقابل ہو۔

۴۶۔ اور (قبیلہ) الاوس کے یہودیوں کو موالی ہو کہ اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس دستور والوں کو اور وہ بھی اس دستور والوں کے ساتھ خالص وفا شعاری کا برتاؤ کریں گے اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔ جو جیسا کرے گا ویسا خود ہی بھرے گا۔ اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس دستور کی مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صداقت اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

۴۷۔ اور یہ حکم نامہ کسی ظالم یا عہد شکن کے آڑے نہ آئے گا اور جو جنگ کو نکلے تو بھی امن کا مستحق ہوگا اور جو مدینے میں بیٹھ رہے تو بھی امن کا مستحق ہوگا، ورنہ ظلم اور عہد شکنی ہوگی اور خدا بھی اس کا نگہبان ہے جو وفا شعاری اور احتیاط (سے تعمیل عہد) کرے اور اللہ کا رسول محمدؐ بھی جن پر خدا کی توجہ اور سلامتی ہو۔

''میثاقِ مدینہ'' کی پہلی ۲۳ دفعات مہاجرین و انصار (مسلمانوں) کے متعلق قواعد پر مشتمل ہیں، اور بقیہ حصہ یہود مدینہ کے حقوق و فرائض سے بحث کرتا ہے۔[۷]

مذکورہ بالا معاہدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

''تاریخ انسانی میں کسی بھی ریاست کے حکمراں کا یہ وہ پہلا تحریری دستور العمل ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ نے جاری کیا تھا، گو کہ یہ ہجرت کے پہلے سال (۶۲۲ء) میں لکھا گیا تھا، لیکن ہم تک یہ پوری طرح اسی انداز میں پہنچا ہے (جس طرح کہ یہ لکھا گیا تھا)۔''[۸]

اس معاہدہ کی وہ شقیں ملاحظہ کیجئے جو یہود جیسی قوم کے متعلق ہیں جن کا نہ ماضی قابلِ رشک ہے نہ حال۔ اس کے باوجود آپؐ نے بے مثال احترام انسانیت اور حقوق انسانی کے تحفظ کا بے نظیر مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اتنی رعائتیں دیں جن کا کہیں اور سے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اس معاہدہ کی اہم شقیں یہ ہیں:

(۱) بنوعوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ (ریاستی معاملات میں) ایک جماعت (فریق) سمجھے جائیں گے۔ یہود کے لئے اُن کا دین ہے اور مسلمانوں کے لئے اُن کا دین ہے۔ یہی ضمانت اُن کے موالی اور اُن کے اپنے لئے ہے۔ اُن میں سے جو شخص ظلم کرے یا عہد شکنی کرے یا کوئی جرم کرے تو وہ صرف اپنے لئے اور اپنے خاندان کے لئے مصیبت پیدا کرے گا۔

(۲) اہل معاہدہ صلح و خیر خواہی اور باہمی مشاورت کو اختیار کریں گے اور غداری کی بجائے وفا شعاری کو اپنائیں گے۔

(۳) کوئی شخص اپنے حلف سے غداری نہ کرے گا، اور مظلوم کی مدد کی جائے گی، خواہ وہ کوئی ہو۔

(۴) اور جب ان (یہود وغیرہ) کو کسی صلح نامے میں شرکت یا اُس کی پابندی کے لئے بلایا جائے گا تو اُن کے لئے اُس میں شرکت کرنا اور اُس کی پابندی کرنا ضروری ہوگا۔ اور جب یہود اس مقصد کے لئے بلائے جائیں گے تو مومنوں کے لئے بھی اس میں شرکت اور اس کی پابندی ضروری ہوگی۔[۹]

''میثاقِ مدینہ'' انسانیت کے تاجدار، مذہبی رواداری کے علمبردار، محسنِ انسانیت کی سیاسی بصیرت اور حسن تدبر کا مثالی اور تاریخی شاہکار ہے، جس سے اسلامی سوسائٹی کے مقاصد، پرامن بقائے باہمی، مثالی مذہبی رواداری، قیامِ امن اور انسانی اقدار کے تحفظ میں بھرپور مدد ملی۔ ایک عظیم الشان ریاست کی تاسیس اور تنظیم و تدبر سرکارِ دوعالم کا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم پیش نہیں کرسکتی۔[۱۰]

یہودیوں کے ساتھ مذہبی رواداری، آزادی اور اُن کے حقوق کے تحفظ کی یہ تاریخ ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں۔ مذہبی رواداری، امن وسلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے۔[۱۳]

آپؐ نے یہود اور غیر مسلموں کو وہ حقوق اور مراعات دیں جن کا کوئی تو کجا خود یہودی بھی تصور نہیں کرسکتے تھے۔ یہ غیر مسلموں کے حقوق کی ادائیگی اور تحفظ کی کس قدر بے نظیر اور بلند مثال ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہود نے کبھی بھی اس معاہدے پر سنجیدگی سے عمل نہیں کیا۔ اور ہمیشہ اندرونِ خانہ سازشوں میں مصروف رہے۔ لیکن اس کے باوجود رسالت مآب ﷺ نے انہیں کبھی بھی اس معاہدے سے خارج نہیں کیا۔

میثاقِ مدینہ غیر مسلموں سے تعلقات کی اوّلین اساس ہے

یہ تاریخ ساز میثاق واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلے حصہ میں ۲۳ دفعات ہیں اور دوسرے میں ۲۴۔

پہلا حصہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور حقوق وفرائض کی نشاندہی کرتا ہے، جب کہ دوسرا حصہ اہلِ اسلام اور دیگر اہلِ مدینہ کے باہمی تعلقات، حقوق وفرائض اور دیگر اُمور کی وضاحت کرتا ہے۔(۱۴)

''میثاقِ مدینہ'' میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس امر کی صراحت کردی گئی کہ غیر مسلم یہودیوں کو ان کے دین کی پوری آزادی ہوگی۔ چنانچہ ایک دفعہ کے الفاظ یہ ہیں:

[" لِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ وَلِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ "]

یعنی مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کے لئے یہودیوں کا دین ہے۔ یعنی مدینہ میں جتنے لوگ بھی بستے تھے ان کو دینی، عدالتی اور قانونی آزادی کا اطمینان دلایا گیا تھا۔(۱۵)

میثاقِ مدینہ کی دفعہ ۲۵ کے تحت یہود مدینہ اور انصار ومہاجرین (اسلامی برادری) ایک اُمت (سیاسی وحدت) متصور ہوں گے۔ یہودی اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں اور مسلمان اپنے دین پر۔(۱۶)

اس تاریخ ساز معاہدہ کی بدولت مذہبی آزادی اور رواداری کا اصول وضع ہوا۔ نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد وتعاون ہوسکتا ہے ان کی نشاندہی ہوئی۔(۱۷)

قبائلی عصبیت وقومیت کا خاتمہ ہوا اور عالمگیر برادری کا قیام عمل میں آیا۔ غیر مسلموں اور مختلف المذاہب افراد واقوام کے حقوق وفرائض اور مذہبی آزادی اور رواداری پر مبنی اس تاریخی صحیفہ کی بدولت مندرجہ ذیل حقوق ومراعات حاصل ہوئیں:

۱۔ اللہ کی حفاظت وضمانت ہر فریق کو حاصل ہے۔

۲۔ اُمت کے غیر مسلم ممبروں کو بھی مسلمانوں کی طرح سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں۔ اُمت کے ہر گروہ کو مکمل مذہبی آزادی اور اندرونی خودمختاری حاصل ہے۔

۳۔ اُمت کے دشمنوں سے مسلم اور غیر مسلم دونوں مل کر جنگ کریں گے اور مشترکہ طور پر اخراجاتِ جنگ برداشت کریں گے۔

۴۔ مسلم اور غیر مسلم دونوں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہیں۔(۱۸)

نامور عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

''یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا باضابطہ انسانی

معاشرہ قائم کیا جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا۔ انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔"(۱۹)

"میثاقِ مدینہ" کے حوالہ سے غیر مسلم بالخصوص یہود مدینہ کے مذہبی حقوق کے تحفظ، آزادی اور انسانیت کے محسنِ اعظم حضرت محمد ﷺ کی جانب سے مذہبی رواداری پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور مستشرق سر ولیم میور (Sir William Muir) لکھتا ہے:

"آپ ﷺ مختلف العقائد اور باہم منتشر اقوام کو متحد و یکجا کرنے میں بڑی مہارت کے ساتھ کامیاب ہوئے اور آپ ﷺ ایک ایسی ریاست اور معاشرہ کے قیام میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے جو بین الاقوامیت کے اصول پر مبنی تھا۔"(۲۰)

یہودیوں کے ساتھ مذہبی رواداری، آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی یہ تاریخ ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں۔ مذہبی رواداری، امن و سلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے۔ یہ معاہدہ ان لوگوں کے ساتھ کیا گیا جو قرآن کی زبان میں ظلم اور گناہ کی راہ میں تیز رو تھے۔ جھوٹ کے عادی، حرام کھانے میں جری، سود خور، سرمایہ دار غریبوں کا مال ناحق ہضم کرنے والے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اس معاہدہ کے بعد بھی اس قوم کو مزید رعائتیں دیں مگر بدنام اور بدکردار یہودیوں ہر رعایت کو نظر انداز کر دیا۔"(۲۱)

قرآن کریم میں یہودیوں کی بدنیتی اور بدکرداری کے متعلق جو کچھ کہا گیا تھا رسول اللہ ﷺ کو اپنی عملی زندگی میں اس کا ثبوت ملتا رہا مگر آپ ﷺ کا دل یہودیوں کے بُرے برتاؤ کے باوجود سخت ہونے کے بجائے نرم ہوتا رہا۔ غزوۂ خیبر میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں توریت کے متعدد نسخے تھے۔ یہودیوں نے درخواست کی کہ وہ انہیں عطا کر دیئے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ یہ تمام صحیفے ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔

یہودی فاضل ڈاکٹر اسرائیل نفسون اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اس واقعہ سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان مذہبی صحیفوں کا رسول اللہ ﷺ کے دل میں کس درجہ احترام تھا۔ آپ کی اس رواداری اور فراخ دلی کا یہودیوں پر بڑا اثر پڑا۔ وہ آپ ﷺ کے اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتے کہ آپ ﷺ نے ان کے مقدس صحیفوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کیا جس سے ان کی بے حرمتی لازم آتی ہو۔ اس کے مقابلہ میں ان کو یہ واقعہ بھی خوب یاد ہے کہ جب رومیوں نے یروشلم کو ۷۰ء مسیح میں فتح کیا تو انہوں نے ان مقدس صحیفوں کو آگ لگا دی اور ان کو اپنے پاؤں سے روندا۔ اسی طرح متعصب نصرانیوں نے اندلس میں یہود پر مظالم کے دوران توریت کے صحیفے نذرِ آتش کئے۔ یہ وہ عظیم فرق ہے جو دیگر فاتحین اور پیغمبر اسلام کے درمیان ہمیں نظر آتا ہے۔"(۲۲)

رسولِ اکرم ﷺ کے پڑوس میں یہودی رہتے تھے۔اگر ان کے یہاں کوئی بچہ بھی بیمار ہوجاتا تو آپ ﷺ اس بچہ کی عیادت کے لئے اس کے گھر جایا کرتے۔بنی عریض نامی ایک یہودی قبیلہ مدینہ میں رہتا تھا۔اس کی کسی بات سے خوش ہوکر رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے کچھ سالانہ معاش مقرر فرمائی۔یہ مختلف واقعات ہیں جو غیر مسلموں سے برتاؤ کے سلسلہ میں ہمیں نظر آتے ہیں۔ایک اور چیز کہ مسلمان کا ہی نہیں یہودیوں کا جنازہ بھی شہر کی گلیوں سے گزرتا اور اتفاق سے رسولِ اکرم ﷺ وہاں موجود ہوتے تو جنازہ کو دیکھ کر آپ ﷺ کھڑے ہوجاتے،تاکہ اس کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کا مظاہرہ ہو۔[۲۳]

حضور اکرم ﷺ مریضوں کی عیادت گیری کے سلسلے میں کبھی بھی مسلم اور غیر مسلم میں فرق نہیں کرتے تھے جسے امام ابن القیم الجوزی نے اپنی کتاب زاد المعاد فی ھدیۃ الخیر العباد میں ایک غیر مسلم کافر نوکر کی عیادت کا تذکرہ کیا ہے۔

[کان یعود من مرض من اصحابه وعاد غلاما کان یخدمه من اهل الکتاب وعاد عمه وهو مشرک وعرض علیهما السلام فاسلم الیهودی.][۲۴]

ترجمہ:صحابہ میں سے جو بیمار ہوجاتا آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اہل کتاب میں سے ایک آپ کا خادم تھا آپ ﷺ نے اس کی بھی عیادت کی آپ ﷺ نے اپنے چچا کی عیادت کی حالانکہ وہ مشرک تھے ان دونوں پر آپ ﷺ نے اسلام پیش کیا چنانچہ یہودی مسلمان ہوگیا۔

مصر کے مشہور اسکالرعون الشریف قاسم،نشأۃ الدولۃ الاسلامیۃ فی عھد الرسولؐ میں میثاقِ مدینہ کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مدینے میں ایک مختلف الخیال عناصر پر مشتمل ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس میں میثاقِ مدینہ کی وجہ سے یہود وانصار، مہاجرین اور دوسرے قبائل ایک تنظیمی اتحاد میں شامل ہوگئے۔اور سب ایک دوسرے کے وجود کا اعتراف کرنے لگے۔''[۲۵]

میثاقِ مدینہ کے ذریعے پہلی اسلامی ریاست کا قیام آپؐ کی ایک زبردست سیاسی بصیرت کا نتیجہ تھا۔مدینہ میں نظم و نسق کا انتظام کرنا،ایک مرکزی حکومت بنانا اور اس حکومت میں مختلف قبائل اور نسلوں کو جمع کرنا آپؐ ہی کی زبردست سیاسی مہارت کا ثبوت ہے۔

اگر ہم رسالتمآبؐ کی انسان دوستی اور حق پرستی اور غیر مسلموں کے حقوق کا محافظ کے حوالے سے بنظر غور جائزہ لیں تو سب سے بڑی جھلک ہمیں میثاقِ مدینہ (۶۲۳ء) سے ملتی ہے جو اوس اور خزرج کے درمیان ہوا تھا۔جس کے ساتھ یہودیوں کو وابستگی کی اجازت مل گئی تھی۔اس میثاق میں یہودیوں اور مسلمانوں کے تعلقات کی کیفیت بیان کی جاتی ہے۔[۲۶]

فرامین رسولؐ پر مبنی غیر مسلموں کے حقوق

اسلام سارے طبقاتِ انسانی کے لئے رحمت بن کر آیا تھا۔ اس نے غیر مسلم رعایا کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا۔ اور ان کو اتنے حقوق دیئے جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قریب قریب پورا جزیرۃ العرب زیر نگین ہو چکا تھا۔ اقلیتی رعایا کی حیثیت سے سب سے ایک معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا۔ ان کو آپ نے جو حقوق دیئے وہ اب تک تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

نجران یمن کے علاقے میں زرخیز اور شاداب بستی تھی جہاں بنی حارث آباد تھے لیکن وہ عیسائیوں کا بھی ایک مرکز تھا جس میں راہب رہا کرتے تھے۔ سن ۱۰ھ میں حضور ﷺ نے خالد بن ولید کو تبلیغ اشاعت کے واسطے وہاں بھیجا اور حکم دیا کہ تین مرتبہ بلند مرتبہ تبلیغ اسلام کرنا جو اسلام قبول کرلیں انہیں مذہب کی تعلیم دینا اور جو نہ مانیں ان سے مقابلہ کرنا چنانچہ تمام لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

عیسائیوں نے البتہ مباہلہ کے واسطے حضور ﷺ کی خدمت میں عاقب اور سعید دو راہبوں کو بھیجا۔ حضور ﷺ نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور مباہلہ کے واسطے اہل بیت کو بلایا لیکن دو راہب حضور ﷺ کی اعلیٰ صفات سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ خود ہی دستبردار ہو گئے اور صلح کی درخواست کی۔ ان شرائط پر صلح ہوگئی ''کہ یہ لوگ مسلمانوں کو ہر سال دو ہزار قبائن دیا کریں گے۔ سود کا کاروبار چھوڑ دیں گے اور مسلمان قاصدوں کی مہمان نوازی کیا کریں گے۔ اس کے مقابلے میں حضور ﷺ نے ان کے دینی مراسم کی آزادانہ بجا آوری کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس کا ذمہ لیا۔'' (۲۷)

آنحضرت محمد ﷺ کا اہل نجران کے ساتھ معاہدہ

احمد بن یحییٰ بلاذری ''فتوح البلدان'' میں نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاملہ طے ہوا اُسے ہو بہو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

" وِلنَجرانَ وحَاشِيَتِهَا جِوَارُاللّٰهِ وَذِمةُ مُحَمَّدِن النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَغَائِبِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَغَيْرِهِمْ وبَعْثِهِمْ وأَمْثِلَتِهِمْ لَا يُغَيَّرُ مَا كَانُوا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيَّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوْقِهِمْ وَأَمْثِلَهُمْ وَلَا يُفْتَنُ اُسْقُفٌ مِنْ اُسْقُفِيَّتِهِ وَلَا رَاهِبٌ مِن رَهْبَانِيَّتِهِ وَلَا وَاقِهٍ مِنْ وَقَاهِيَّتِهِ عَلٰى مَا تَحْتَ اَيْدِهِمْ مِنْ قَلِيْلٍ اَوْ كَثِيْرٍ وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ رَهَقٌ وَلَا دَمُ جَاهِلِيَّةٍ وَلَا يُحْشَرُوْنَ وَلَا يُعْشَرُوْنَ وَلَا يَطَاءُ اَرْضَهُمْ جَيْشٌ مَنْ سَالَ مِنْهُمْ حَقاً بَينهم النَصفُ غَيْرَ ظَالِمِيْنَ وَلَا مَظْلُوْمِيْنَ بِنَجْرَانَ. وَمَنْ اَكَلَ مِنهُم رِبًا من ذي قبل فَذِمَّتِي

منهُ بَرِيئةٌ ولايُوخذُ مِنهُمْ رَجُلٌ بِظُلْمِ آخَرَ وَلَهُمْ عَلَى مَا فِي هذهِ الصَّحِيفَةِ جوارُاللّٰهِ وذمةُ مُحَمّدِ النَّبي أبداً حَتَّى يَأتِيَ أمْرُاللّٰهِ مَا نَصَحُوا وَأصْلَحُوا فِيمَا عَلَيهِم غَيرَ مُكَلَّفِيْنُ شَيئاً بِظُلْمٍ۔"(۳۸)

(نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کے قاصد، ان کی مورتیں، اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی (پادری اپنی پادریت) سے، اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا۔ ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا، نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا، ان سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے۔ اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفاء کے بارہ میں اللہ کی امان اور محمد النبیؐ کی ذمہ داری ہے، یہاں تک کہ اس بارہ میں خدا کا کوئی دوسرا حکم نازل نہ ہو، جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے، ان کے ساتھ جو شرائط کئے گئے ہیں ان کی پابندی کریں گے، ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

اس معاہدہ سے حسب ذیل حقوق متعین ہوتے ہیں:

(۱) ان کی جان محفوظ رہے گی۔

(۲) ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضہ میں رہے گا۔

(۳) ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی، مذہبی عہدے دار اپنے اپنے عہدہ پر برقرار رہیں گے۔

(۴) صلیبوں اور مورتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔

(۵) ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا جائے گا۔

(۶) ان سے فوجی خدمت نہ لی جائے گی۔

(۷) اور نہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا۔

(۸) ان کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائے گی۔

(۹) ان کے معاملات و مقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔

(۱۰) ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے گا۔

(۱۱) سود خوری کی اجازت نہ ہوگی۔

(۱۲) کوئی ناکردہ گناہ کسی مجرم کے بدلہ میں نہ پکڑا جائے گا۔

(۱۳) اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔

اس زمانہ کی مہذب حکومتیں اس سے زیادہ حقوق اور کیا دے سکتی ہیں، ان میں وہ ساری چیزیں آ گئی ہیں جو ایک محکوم کے حقوق کے تحفظ اور اس کی باعزت زندگی کے لئے ضروری ہیں، اس سے زیادہ حقوق خود اپنی حکومت بھی نہ دے سکتی۔ اس نام نہاد جمہوریت اور آزادی و مساوات کے دور میں غیر مذہب اور غیر قوم کے محکوموں کو جو حقوق حاصل ہیں، ان پر یورپ کی محکوم قوموں کی تاریخ خود شاہد ہے۔"(۲۹)

اسی زمانہ کے لگ بھگ ۶۲۷ء ۵ھ میں آنحضرت ﷺ نے کوہ سنائی ''کوہ سینا''

(''کوہ سینا'' کے بارے میں ایک مشہور مسیحی مصنف ایف۔سی خیر اللہ اپنی کتاب ''قاموس الکتاب'' میں لکھتا ہے کہ جبل موسیٰ کے دامن میں ایک راہب خانہ ہے جسے سینٹ کیتھرین کا راہب خانہ کہتے ہیں اس جگہ تشنڈ آرف کو چوتھی صدی عیسوی کا بائبل کا ایک مشہور نسخہ ملا تھا۔)(۳۰)

ڈاکٹر شوقی ابوخلیل اپنی کتاب ''اطلس القرآن'' میں کوہ سینا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(کوہ سینا ایک صحرائی جزیرہ نما ہے جو مصر میں ایشیاء اور افریقہ کے سنگم پر واقع ہے اس کے شمال میں بحیرہ روم مغرب میں نہر سویز اور خلیج سویز جنوب میں بحیرہ احمر اور جنوب مشرق میں خلیج عقبہ واقع ہے۔ یوں تین طرف پانی ہونے کے باعث اسے جزیرہ نما کہا جاتا ہے صرف مشرق میں سینا، فلسطین (اسرائیل) متصل ہیں۔ صحرائے سینا کا رقبہ ۶۰،۰۸۸ مربع کلومیٹر ہے اور آبادی ڈیڑھ لاکھ سے زائد ہے سینا کا دارالحکومت العریش ہے اور جو شمال مشرق میں بحیرہ روم کی طرف واقع ہے۔ سینا کا وسطی حصہ دشت تیہ ہے۔ جس میں بنی اسرائیل چالیس سال سرگرداں رہے تھے۔ سینا کے جنوب میں کوہ طور ہے جس کی اہم ترین چوٹی جبل موسیٰ ۲۲۸۵ میٹر بلند ہے یہیں حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کی تجلی نظر آئی اور پھر نبوت عطا ہوئی تھی اس کے قریب سینٹ کیتھرائن کی چوٹی ہے جو ۲۶۳۷ میٹر اونچی ہے اور یہ مصر کا بلند ترین پہاڑ ہے۔ اس پر ایک خانقاہ اور گرجا ہے جسے قیصر جسٹینین نے ۵۲۷ء میں تعمیر کروایا تھا)(۳۱)

واقع راہب خانہ سینٹ کیتھرین کے راہبوں کو، بلکہ سارے عیسائیوں کو ایک سند نامہ حقوق (Charter) عطا

فرمایا، جس کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا ہے کہ دنیا کی تاریخ روشن خیالی اور رواداری کی جو اشرف ترین یادگاریں پیش کرسکتی ہے یہ ان میں سے ایک ہے۔ یہ دستاویز، جسے مؤرخین اسلام نے حرف بحرف قلم بند کیا ہے، وسعت نظری اور آزاد خیالی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ اس دستاویز کی رو سے عیسائیوں کو چند ایسی استثنائی مراعات حاصل ہوئیں جو انہیں اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے تحت بھی نصیب نہ ہوئی تھیں۔

عیسائیوں سے یہ وعدہ کیا گیا کہ:

(۱) ان پر کوئی ناجائز ٹیکس نہ لگائے جائیں گے۔

(۲) ان کا کوئی پادری اپنے علاقے سے نہ نکالا جائے گا۔

(۳) کسی عیسائی کو اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

(۴) کسی راہب کو اس کے راہب خانے سے خارج نہ کیا جائے گا، اور

(۵) کسی زائر کو سفر زیارت سے نہ روکا جائے گا۔

(۶) ان کو اس کی بھی ضمانت دی گئی کہ مسجدیں یا مسلمانوں کے رہنے کے مکان بنانے کے لئے کوئی گرجا مسمار نہ کیا جائے گا۔

(۷) جن عیسائی عورتوں نے مسلمانوں سے شادی کررکھی تھی ان کو یقین دلایا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مجاز ہوں گی اور اس بارہ میں ان پر کوئی جبر واکراہ نہ کیا جائے گا۔

(۸) اگر عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں یا خانقاہوں کی مرمت کے لئے یا اپنے مذہب کے کسی اور امر کے بارے میں امداد کی ضرورت ہوگی تو مسلمان انہیں امداد دیں گے۔

(۹) اس امداد کو ان کے مذہب میں شریک ہونے سے تعبیر نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اسے حاجت مندوں کی حاجت براری اور خدا اور رسولؐ کے ان احکامات کی اطاعت سمجھا جائے گا جو عیسائیوں کے حق میں صادر کئے گئے تھے۔

(۱۰) اگر مسلمان کسی بیرونی عیسائی طاقت سے برسرِ جنگ ہوں گے تو مسلمانوں کے حدود کے اندر رہنے والے کسی عیسائی سے اس کے مذہب کی بناء پر حقارت کا برتاؤ نہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی سے ایسا برتاؤ کرے گا تو وہ رسولؐ کی نافرمانی کا مرتکب تصور ہوگا۔"[۳۲]

(برخلاف اس کے) عیسائیوں سے اس امر کی توقع نہیں رکھی جاتی۔ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں

سے مقابلہ کریں۔ اس لئے کہ خراج گزاروں کو جنگ و جدل سے کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں کی عیسائی بیویاں اپنے مذہب پر قائم رہتیں اور اس بناء پر ان کو کسی قسم کی تکلیف وایذا نہیں دی جاتی تھی۔ پیغمبر اسلامؐ نے اس مشہور معاہدہ میں یہ بھی لکھا کہ:

''اگر عیسائیوں کو گرجاؤں، صومعوں کی تعمیر میں یا اپنے کسی مذہبی امر میں مدد کی ضرورت ہو تو مسلمانوں کو ہر طرح ان کی اعانت کرنی چاہئے۔ تم یہ خیال نہ کرو کہ اس سے ان کے مذہب میں شرکت ہوتی ہے۔ بلکہ یہ صرف ان کے احتیاج کو رفع کرنا ہے۔ اور رسولِ خدا کے ان احکام کی پیروی کرنا ہے جو خدا کے حکم سے ان کے حق میں تحریر کئے گئے ہیں۔ جنگ کے وقت یا اس زمانہ میں جبکہ مسلمان اپنے دشمنوں سے برسرِ پیکار ہوں۔ کسی عیسائی سے اس لئے نفرت یا عداوت نہیں رکھنا چاہئے کہ وہ مسلمانوں میں رہتا ہے۔ جو کوئی مسلمان کسی عیسائی سے ایسا سلوک کرے گا تو وہ غیر منصف اور رسولؐ کا نافرمانبردار اور سرکش خیال کیا جائے گا۔''

یہ اس سند نامہ کی شرائط تھیں جو پیغمبر اسلامؐ نے عیسائیوں کو عطا کیا تھا۔ یہ ایک نہایت وقیع اور عظیم الشان پروانۂ آزادی اور دنیا کی تاریخ میں اعلیٰ درجہ کی مساوات حقوق کی ایک شریفانہ اور قابلِ وقعت یادگار ہے۔

ماضی اور حال کی تاریخ ہمیں اور بھی بہت سے فاتحوں اور کشور کشاؤں کے نام بتاتی ہے۔ وہ یہ بھی بتاتی ہے کہ ان فاتحوں کا برتاؤ اپنے محکوموں کے ساتھ کیا تھا۔ حاکم رعایا کو کس طرح کی آزادی دیتے تھے۔ ان باتوں کا اگر اسلام کی رواداری اور مساحت سے موازنہ کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہوگا۔(۳۳)

جو شخص بدی کا بدلہ بدی سے دینے کی طاقت رکھتا ہو، لیکن اس کے باوجود عفو کے خدائی اصول کی نہ صرف تلقین کرے بلکہ اس پر عمل بھی کرے، اس کی سیرت سے متعلق انسانوں کے دل میں ہمیشہ عظمت و بزرگی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ جب آنحضرتؐ رئیس مملکت اور رعایا کی جان و آزادی کے محافظ کی حیثیت سے عدل کرتے تھے تو آپؐ ہر مجرم کو اس کے جرم کی پوری پوری سزا دیتے تھے۔ لیکن رسول خدا اور معلم اسلام کی حیثیت سے اپنے بدترین دشمنوں سے بھی نرمی اور رحم کا سلوک کرتے تھے۔ آپؐ کی ذات میں وہ افضل ترین صفات جن کا تصور انسان کرسکتا ہے، یعنی عدل اور رحم، مجتمع تھیں۔(۳۴)

آنحضرت ﷺ کا اہل یمن کیلئے امان نامہ

سلیمان بن اشعث سجستانی سنن ابوداوٗد شریف میں بیان کرتے ہیں:۔

[حَدَّثَنَا هَنَّادُبْنِ السَّرِیّ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ اَبِیْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِیْ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَهْرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ فَقَالَتْ لِیْ هَمْدَانُ هَلْ اَنْتَ اٰتِ هٰذَا الرَّجُلَ وَمُرْتَا دِلْنَا فَاِنَّ رَضِیْتَ لَنَا شَیْئاً قَبِلْنَاهُ وَاِنْ کَرِهْتَ شَیْئاً کَرِهْنَاهُ قُلْتُ نَعَمْ فَجِئْتُ حَتّٰی قَدِمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ فَرَضِیْتُ اَمَرَهُ وَاَسْلَمَ قَوْمٌ وَکَتَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا الْکِتَابَ عَلٰی عُمَیْرٌ ذِیْ مَرَّانَ قَالَ وَبَعَثَ مَالِکُ ابْنُ مَرَارَةَ الرَّهَاوِیِ اِلَی الْیَمَنِ جَمِیْعاً فَاَسْلَمَ عَکٌّ ذُوْخَیْوَانَ قَالَ فَقِیْلَ لَعَکَ انْطَلَقْ اِلٰی رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ فَخُذْ مِنْهُ الْاَمَانَ عَلٰی قَرْیَتِکَ وَمَالِکَ فَقَدِمَ فَکَتَبَ لَهٗ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ .

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ لِعَکِّ ذِیْ خَیْوَانَ اِنْ کَانَ صَادِقاً فِیْ اَرْضِهٖ وَمَالِهٖ وَرَقِیْقِهٖ فَلَهُ الْاَمَانُ وَذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَکَتَبَ خَالِدُ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ.](۳۵)

ترجمہ: ہناد بن سری ابواسامہ، مجالد، شعبی، عامر بن شہرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نکلے تو مجھ سے ہمدان (ایک قبیلہ کا نام) کے لوگوں نے کہا کہ کیا تم سے یہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص کے پاس جاوٗ (یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس) اور ہماری طرف سے گفتگو کرو۔ اگر تم کسی بات پر راضی ہوجاوٗ گے ہم اس کو قبول کریں گے اور جس بات کو تم برا جانو گے ہم بھی اس کو برا جانیں گے۔ میں نے کہا ہاں میں جاوٗں گا۔ پھر میں چلا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ ﷺ کے حکم کو پسند کیا اور میری قوم کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ راوی نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مالک بن مرارہ رھاوی کو اسلام کا پیغام پہنچانے کیلئے یمن والوں کے پاس بھیجا ایک شخص جس کا نام ذوخیوان تھا وہ مسلمان ہوگیا۔ میں نے اس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا اور اپنی اور بستی والوں کیلئے اور اپنے مال کیلئے امان لے کر آ (تاکہ آئندہ کوئی تجھ پر اور تیری بستی والوں پر زیادتی نہ کرے)۔

وہ شخص (یعنی عک ذوخیوان) آیا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک امان نامہ لکھ دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو اللہ کے رسول ہیں عک ذی خیوان کو لکھا جاتا ہے اگر وہ سچا ہے تو اس کو امان ہے۔ اس کی زمین اور مالوں میں اور غلاموں میں اور وہ ذمہ میں ہیں۔ اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے یہ پروانہ خالد بن ولید بن سعید بن العاص نے لکھا تھا۔

میرے پیارے رسول اللہ ﷺ نے ذمی تو ذمی رہے اگر کسی کافر کو بھی کسی عورت تک نے پناہ دی تو اس کو بھی امان میں سمجھا۔ جس کی تفصیل سلیمان بن اشعث سجستانی نے "سنن ابوداؤد" جلد دوم باب ۴۲۲ حدیث نمبر ۹۹۰ میں بیان فرمائی ہے۔

فِيْ اَمَانِ الْمَرْاَةِ

[حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنِ صَالِحٍ نَاابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عِيَاضُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنَ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّ ثَتْنِيْ اُمُّ هَانِيْ ءٍ بِنْتُ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهَا اَجَارَتْ رَجُلاً مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَاَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذَالِكَ لَهٗ قَالَ فَقَالَ قَدْ اَجَرْنَامَنْ اَجَرْتِ وَآمَنَّا مَنْ آمَنْتِ.](۳۶)

ترجمہ: احمد بن صالح ابن وھب، عیاض بن عبداللہ مخرمہ بن سلیمان، کریب ابن عباس ام ھانی بنت ابوطالب سے روایت ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے دن ایک مشرک کو پناہ دی پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا ذکر کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم نے پناہ دی جس کو تو نے پناہ دی اور ہم نے امن دیا جس کو تو نے امن دیا۔

آنحضرت ﷺ کا مجوس سے معاہدہ

ہجر کے مجوس سے آپؐ نے جو معاہدہ فرمایا، درج ذیل ہے:

كتابه ﷺ الى أهل هجر (بحرين)

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

مِنْ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى اَهْلِ هَجَرَ.

[سِلْمٌ اَنْتُمْ. فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكُمُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. اَمَّا بَعْدُ: فَاِنِّيْ اُوْصِيْكُمْ بِاللّٰهِ وَبِاَنْفُسِكُمْ، اَنْ لَّا تَضِلُّوْا بَعْدَ اِذْ هُدِيْتُمْ، وَاَنْ لَّا تَغْوُوْا بَعْدَ اِذْ رَشَدْتُمْ.

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ جَاءَ نِيْ وَفْدُكُمْ، فَلَمْ آتِ اِلَيْهِمْ اِلَّا مَا سَرَّهُمْ، وَاِنِّيْ لَوْ جَهَدْتُ حَقِّيْ فِيْكُمْ، كُلَّهٗ اَخْرَجْتُكُمْ

مِنْ هَجَرَ، فَشَفَعْتُ غَائِبَكُمْ، وَأَفْضَلْتُ عَلٰى شَاهِدِكُمْ، فَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ.

اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ اَتَانِىَ الَّذِىْ صَنَعْتُمْ وَاِنَّهُ مَنْ يُّحْسِنُ مِنْكُمْ لَا يُحْمَلُ عَلَيْهِ ذَنْبُ الْمُسِیْ. فَاِذَا جَاءَكُمْ اُمَرَائِیْ فَاَطِيْعُوْهُمْ، وَانْصُرُوْهُمْ عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ وَفِیْ سَبِيْلِهٖ، فَاِنَّهُ مَنْ يَّعْمَلْ مِنْكُمْ عَمَلاً صَالِحًا؛ فَلَنْ يُضِلَّ لَهٗ عِنْدَاللّٰهِ وَلَا عِنْدِیْ.

اِلَى الْمُنْذِرِيْنَ سَاوٰى:

اَمَّا بَعْدُ: فَاِنَّ رُسُلِیْ قَدْ حَمِدُوْكَ، وَاِنَّكَ مَهْمَا تَصَامَحْ اَصْلَحْ اِلَيْكَ، وَاُثِبْكَ عَلٰى عَمَلِكَ، وَتَنْصَحُ اللّٰهُ وَلِرَسُوْلِهٖ. وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ.](۳۷)

رسول اللہ ﷺ نے اہلِ ہجر (بحرین کے مجوس) کو تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

محمد النبی ﷺ کی جانب سے اہلِ ہجر کے نام تمہیں امن دیا گیا ہے۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امابعد: میں تمہیں اللہ کے لئے اور خود تمہاری ذات کے لئے وصیت کرتا ہوں کہ ہدایت پانے کے بعد گمراہ نہ ہونا اور رُشد حاصل کرنے کے بعد غلط روی اختیار نہ کرنا۔ تم نے جو کچھ کیا ہے اس کی مجھے اطلاع ہوگئی ہے۔ تم میں سے جو نیک کردار رہے گا اس پر بدکردار کا گناہ نہیں ڈالا جائے گا۔

جب میرے امراء تمہارے پاس پہنچیں تو اللہ کے کام اور اس کے رستے میں ان کی اطاعت و اعانت کرنا، تم میں سے جو نیک کام کرے گا وہ اللہ کے ہاں اور میرے ہاں ضائع نہیں ہوگا۔ تمہارا وفد میرے پاس آیا اور میں نے اس سے کوئی ایسی بات نہیں کی جو ناخوش کرنے والی ہو، حالانکہ اگر میں اپنا پورا حق لینے کی کوشش کرتا تو تمہیں ہجر سے نکال دیتا۔ میں نے تمہارے غائب کی رعایت کی ہے اور حاضر کے ساتھ مہربانی برتی ہے۔

فَاذْكُرُ نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (تم سب کو اللہ کی نعمت کا شکریہ ادا کرنا چاہئے)

مجھے تمہارے چال چلن کی روئیداد ملی۔ تم میں سے جو شخص نیک چلن رہے گا اُس پر کسی بدکردار کے متعلق گرفت نہ ہوگی۔ میرے عامل وہاں آئیں تو ان کی اطاعت کرو اور احکامِ خداوندی میں تبلیغ پر اُن کی اعانت کرو۔ تم میں سے جو شخص حسن کردار دکھائے وہ میرے نزدیک قابلِ مواخذہ ہوگا، نہ اللہ کے حضور۔ (۳۷/۱)

نجران کے عیسائی، اہلِ کتاب تھے، یعنی کافر تھے، مشرک نہ تھے۔ لیکن یہ مجوس ....تو بالکل مشرک تھے۔ رحمت

للعالمینؐ کی رواداری ان کے ساتھ بھی وہی تھی، جو اہلِ کتاب کے ساتھ تھی۔ یہی اسلام کی وہ روش تھی جس سے (غیر مسلم) اسلام کے حلقہ میں آتے گئے تھے۔

ایک قوم کی اخلاقی بلندی اور اس کے کردار کی عظمت کا اندازہ زیادہ صحیح طور پر اس سے ہوتا ہے کہ فریق محارب کے ساتھ جنگ میں اس کا برتاؤ کیا ہوتا ہے، اس پر اس کو بزورِ شمشیر فتح حاصل ہوتی ہے تو اس وقت وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے اور اگر فریق محارب مغلوب ہو کر صلح کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اس کی طرف سے صلح کی شرائط کی نوعیت کیا ہوتی ہے اور وہ ان شرائط کی پابندی کس حد تک کرتی ہے۔ قدیم زمانہ میں ایران اور روم کی حکومتیں دُشمنوں کے ساتھ جنگ میں کیا معاملہ کرتی تھیں۔ اس کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ دیکھو کہ اس دور تہذیب و تمدن میں بھی گذشتہ دو عالمگیر جنگوں میں دولتِ متحدہ نے جرمنی کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اٹلی اور جاپان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا؟ اور جب ان سے صلح کی گئی تو اس کے شرائط کیا تھے؟ ان مفتوح اقوام کی شہری آزادی کس حد تک باقی رکھی گئی، ان کی قومی انفرادیت کہاں تک آزاد رہی؟ اور ان کے انسانی حقوق کا احترام کس درجہ تک ملحوظ رکھا گیا؟[۳۸]

حضرت محمد ﷺ نے اہلِ کتاب خصوصاً غیر مسلموں کو جو اہلِ مقنا و حنین اور خیبر میں آباد تھے اُن کو امان نامہ بھیجا، جو کہ غیر مسلموں کے بنیادی حقوق کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ اور بڑی حیران کن بات ہے کہ اس امان نامہ کی میعاد تا قیامت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، جسے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے الوثائق سیاسیۃ میں لکھا ہے:

<u>یہ امان نامہ اہلِ مقنا و حنین اور خیبر، تینوں کے لئے ہے</u>

روایة أخرى عن معاهدة قضاء المذكورة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِحُنَيْنَا، وَلِأَهْلِ خَيْبَرَ وَالْمَقْنَا وَلُذْرا رِيهِمْ، مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ عَلَى الْأَرْضِ. سَلَامٌ أَنْتُمْ، إِنِّيْ أَحْمَدُ إِلَيْكُمُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ. أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّهُ أُنْزِلَ عَلَى الْوَحْيُ؛ أَنَّكُمْ رَاجِعُوْنَ إِلٰى قُرَاكُمْ وَسُكْنٰى دِيَارِكُمْ، فَارْجِعُوْا آمِنِيْنَ بِأَمَانِ اللّٰهِ وَأَمَانِ رَسُوْلِهِ، وَلَكُمْ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهِ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، وَدِيْنِكُمْ، وَأَمْوَالِكُمْ، وَرَقِيْقِكُمْ، وَكُلُّ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ. وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ أَدَاءُ جِزْيَةٍ، وَلَا تُجَزُّ لَكُمْ نَاصِيَةٌ، وَلَا يَطَأُ أَرْضَكُمْ جَيْشٌ، وَلَا تُحْشَدُوْنَ وَلَا تُحْشَرُوْنَ وَلَا تُعْشَرُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ، وَلَا يَجْعَلُ أَحَدٌ عَلَيْكُمْ رَسْمًا، وَلَا تُمْنَعُوْنَ مِنْ لِبَاسِ الْمُشَقَّقَاتِ وَالْمُلَوَّنَاتِ، وَلَا مِنْ رُكُوْبِ الْخَيْلِ وَلِبَاسِ أَصْنَافِ السِّلَاحِ. وَمَنْ قَاتَلَكُمْ فَقَاتِلُوْهُ، وَمَنْ قُتِلَ فِيْ حَرْبِكُمْ فَلَا يُقَادُ بِهِ أَحَدٌ مِنْكُمْ وَلَا لَهُ دِيَةٌ. وَمَنْ قَتَلَ مِنْكُمْ أَحَدًا الْمُسْلِمِيْنَ تَعَمُّدًا

فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمُسْلِمِيْنَ. وَلَا يُفْتَرٰی عَلَيْكُمْ بِالْفَحْشَاءِ، وَلَا تُنْزَلُوْنَ مَنْزِلَةَ اَهْلِ الذِّمَّةِ، وَاِنِ اسْتَعَنْتُمْ تُعَانُوْنَ وَاِنِ اسْتَرْفَدْتُمْ تُرْفَدُوْنَ. وَلَا تُطَالَبُوْنَ بِبَيْضَاءَ وَلَا صَفْرَاءَ وَلَا سَمْرَاءَ وَلَا كُرَاعٍ وَلَا حَلْقَةٍ وَلَا شَدِّالْكُشْتِيْزِ وَلَا لِبَاسِ الْمُشَهَّرَاتِ، وَلَا يُقْطَعُ لَكُمْ شِسْعُ نَعْلٍ، وَلَا تُمْنَعُوْنَ دُخُوْلَ الْمَسَاجِدِ، وَلَا تُحْجَبُوْنَ عَنْ وُلَاةِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَلَا يُوَلّٰی عَلَيْكُمْ وَالٍ اِلَّا مِنْكُمْ اَوْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ. وَيُوَسَّعُ لِجَنَائِزِكُمْ اِلَّا (الیٰ؟) اَنْ تَصِيْرَ اِلٰی مَوْضِعِ الْحَقِّ الْيَقِيْنِ. وَتُكْرَمُوْا لِكَرَامَتِكُمْ وَلِكَرَامَةِ صَفِيَّةَ ابْنَةِ عَمِّكُمْ. وَعَلٰی اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلَی الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ تُكْرَمَ كَرِيْمُكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ مُسِيْئِكُمْ. وَمَنْ سَافَرَ مِنْكُمْ وَهُوَ (فهو؟) فِیْ اَمَانِ اللّٰهِ وَاَمَانِ رَسُوْلِهِ. وَلَا اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ، وَمَنْ مِنْكُمْ اتَّبَعَ مِلَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَوَصِيَّتَهُ، كَانَ لَهُ رُبُعُ مَا اَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِاَهْلِ بَيْتِهِ، تُعْطَوْنَ عِنْدَ عَطَاءِ قُرَيْشٍ وَهُوَ خَمْسُوْنَ دِيْنَارًا، ذٰلِكَ بِفَضْلٍ مِنِّیْ عَلَيْكُمْ. وَعَلٰی اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلَی الْمُسْلِمِيْنَ الْوَفَاءُ بِجَمِيْعِ مَا فِیْ هٰذَا الْكِتَابِ. فَمَنْ اطَّلَعَ لِحُنَيْنَا وَاَهْلِ خَيْبَرَ وَالْمَقَا بِخَيْرٍ فَهُوَ اَخْيَرُ لَهُ وَمَنْ اَطْلَعَ لَهُمْ بِهِ فَهُوَ شَرٌّ لَهُ. وَمَنْ قَرَءَ كِتَابِیْ هٰذَا، اَوْ قُرِئَ عَلَيْهِ وَغَيَّرَ اَوْ خَالَفَ شَيْئًا مِمَّا فِيْهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَلَعْنَةُ اللَّاعِنِيْنَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، وَهُوَ بَرِیْءٌ مِنْ ذِمَّتِیْ وَشَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَنَا خَصْمُهُ، وَمَنْ خَصَمَنِیْ فَقَدْ خَصَمَ اللّٰهَ، وَمَنْ خَصَمَ اللّٰهَ فَهُوَ فِی النَّارِ، وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ. الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَكَفٰی بِهٖ شَهِيْدًا وَمَلَائِكَةُ حَمَلَةِ عَرْشِهٖ وَمَنْ حَضَرَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

وَكَتَبَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ بِخَطِّهٖ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ يُمْلِیْ عَلَيْهِ حَرْفًا حَرْفًا، يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِثَالِثِ لَيَالٍ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ سَنَةَ خَمْسٍ مَضَتْ مِنَ الْهِجْرَةِ. شَهِدَ (عَمَّارُ) بْنُ يَاسِرٍ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَبُوْ ذَرِّ الْغِفَارِیُّ.][۳۹)

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

یہ امان نامہ خدا کے رسول محمدؐ کی طرف سے ہے، مندرجہ ذیل طبقات کے لئے:

(الف) اہلِ حنین (ب) اہلِ خیبر (ج) اہل مقنا (د) اوران سب کی ذریت کے لئے

میعادِ امان: تا قیامت (مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ)

میں انہیں اس خدائے ہمتا کی حمد وثنا کے ساتھ سلامتی کی بشارت دیتا ہوں جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

بعدازیں یہ کہ مجھے وحی الٰہی کے ذریعے تینوں طبقات کے اپنے اپنے گھروں میں لوٹنے کی اطلاع ہوئی ہے۔ سو ضرور لوٹ جائیے سب کے لئے خدا اور خدا کے رسول کی طرف سے پناہ ہے۔ نہ صرف تمہاری جانوں کے لئے امان ہے بلکہ

(ا) تمہارے دین کیلئے (ب) تمہارے اموال کیلئے

(ج) تمہارے غلاموں کیلئے (د) تمہاری جملہ املاک کیلئے

اِن سب میں خدا اور اُس کے رسولؐ کا ذمہ ہے۔

ماسوائے مذکورہ بالا رعایتوں کے یہ مراعات بھی دی جاتی ہیں:

(۱) جزیہ کی معافی دی جاتی ہے

(۲) پیشانی کے بال نہیں ترشوائے جائیں گے(جو عمل آزادکردہ غلاموں کے لئے ایک مرتبہ کیا جاتا ہے)

(۳) اسلامی لشکر تم پر حملہ نہ کرے گا۔

(۴) بیگار نہیں لی جائے گی۔

(۵) فوجی مہم میں شرکت سے استثناء ہوگا

(۶) فوجی ضرورت کے لئے تمہارے گھر خالی کرانے کی معافی ہوگی۔

(۷) لباس اور اُس کی رنگت میں ذمیوں کی سی پابندی معاف ہے۔

(۸) گھوڑے پر سواری کی اجازت ہے۔

(۹) مسلح ہوکر نکلنے کی اجازت ہے۔

(۱۰) تم خود پر حملہ آور کے خلاف جنگ کر سکتے ہو۔ایسی لڑائی میں تمہارے مخالف کے مقتولوں کی دیت یا قصاص تم سے نہ دلوایا جائے گا۔

(۱۱) لیکن جب تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کا ناحق خون کردے تب جس طرح مسلمان قاتل پر قصاص یا دیت لازم کردی جاتی ہے تم پر بھی لازم ہے۔

(۱۲) تم پر ناحق بے حیائی کا افتراء نہ کیا جائے گا۔

(۱۳) نہ تمہیں عام ذمیوں کے درجہ میں سمجھا جائے گا۔

(۱۴) تمہاری درخواست کرنے پر تمہاری مدد کی جائے گی۔

(۱۵) تمہارے ورود پر تمہاری مہمانی کی جائے گی۔

اور حقوقِ ریاست میں تم پر مندرجہ اشیاء ساقط ہیں:

(۱۶) تم سے سونا، چاندی، گندم، مویشی، زرعین ادا کرنے اور کمر میں پٹکا باندھے رہنے کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔

(۱۷) تمہارے لئے تم ہی میں سے سردار مقرر کیا جائے گا۔ یا اہلِ بیت رسولؐ خدا میں سے۔

(۱۸) تمہارے جنازے لے جانے کی راہ میں رُکاوٹ نہ ہوگی۔

تمہاری یہ تعظیم اُم المؤمنین (صفیہ، تمہاری عم زاد بہن) کی بدولت ہے۔

(۱۹) اھلِ بیت رسولؐ اور جملہ مسلمانوں پر تمہارے شرفاء کی تعظیم واجب ہے۔

(۲۰) تمہارے معمولی مسامحات معاف کردیئے جائیں گے۔

(۲۱) تم میں سے جو شخص سفر میں ہو، وہ خدا اور اُس کے رسولؐ کی پناہ میں ہے۔

(۲۲) اسلام میں کسی کو اکراھاً مسلمان کرنا روا نہیں۔

﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (۲:۲۵۶)

(دین کے بارے میں کسی طرح کا جبر نہیں)

(۲۳) تم میں سے جو شخص رسولؐ کے دین میں داخل ہو کر اُن کے احکام پر چلے اُس کے لئے رسولؐ کے اہلِ بیت کے موجب میں سے ایک چوتھائی وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے۔ جو قریش کے مقرر کردہ موجب کے ساتھ عطا ہوگا۔ یہ رقم پچاس دینار ہے۔ تمہارے لئے یہ وظیفہ میری طرف سے عنایت ہے۔

(۲۴) رسولؐ کے اہلِ بیت اور تمام مسلمانوں پر اس وثیقہ کی پابندی لازم کی جاتی ہے۔

(۲۵) جو شخص اہلِ حنین وخیبر اور مقناہ میں رہنے والوں کے ساتھ بھلائی کرے اُسے اس کے احسان سے بہتر معاوضہ دیا جائے۔

(۲۶) اور جو شخص ان (ہرسہ) میں سے کسی کے ساتھ برائی کرے اس سے بدلہ لیا جائے۔

(۲۷) جو شخص میرا خط پڑھے یا اسے سنے اور اس میں تغیر یا اس کی مخالفت کرے ایسے شخص پر اللہ اور ملائکہ اور تمام جہان کی طرف سے لعنت ہے۔ ایسا ملعون قیامت کے روز نہ صرف میری شفاعت سے محروم ہوگا بلکہ میں خدا کے سامنے اُس کا دشمن ہوں گا اور جس کا دشمن میں ہوں گا خدا بھی اُس کا دشمن ہوگا۔ اور جس کا خدا دُشمن ہوگا وہ دوزخ کا کندا ہوگا۔ دوزخ بہت تکلیف دہ مقام ہے، جس کی شہادت خدائے یکتا، ملائکہ، عرش برداران اور مسلمان دیتے ہیں۔

گواھان

(۱) عمار بن یاسر (۲) سلمان فارسی مولی رسول اللہؐ (۳) ابوذر غفاری (۳۹/۱)

نامور مؤرخ اکبر شاہ نجیب آبادی اپنی تاریخی تصنیف تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ:

''ذمیوں کے حقوق کا تعین حضورؐ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ غزوہ تبوک کے سلسلے میں یہود و نصاریٰ کی آبادیوں کو حقوق آپؐ نے دیئے۔ وہ اہلِ ذمہ کو ہمدردی کی بنیاد پر دیئے گئے تھے۔ تبوک کے مقام پر ریلہ کے حاکم یحیٰنی بن مروتیہ کے ساتھ جزیے کی شرط پر صلح کرلی تھی۔ پھر مقام جربا کے لوگ آئے اور جزیے کی ادائیگی کا وعدہ کیا۔ آپؐ نے ان کو صلح نامہ لکھ دیا تھا۔ پھر مقام آزرخ کے باشندے بھی جزیے کی ادائیگی پر راضی ہو گئے تھے۔(۴۰)

دومۃ الجندل میں ایک شخص جو عربی سردار تھا اُس کا نام اکیدر تھا۔ قیصر کے زیر اثر تھا۔ حضورؐ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو چار سو بیس افراد کی جمعیت کے ساتھ اُس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ حضرت خالدؓ نے اُس کو گرفتار کیا۔ اور اس شرط پر رہائی دی کہ وہ خود دربار ریاست میں حاضر ہو کر شرائط صلح پیش کرے۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ آیا تو آپؐ نے اس کو امان دے دی۔''(۴۱)

رسولِ اکرمؐ نے جہاں مختلف غیر مسلموں کے ساتھ معاہدات کئے وہاں پر آپ نے بعض قبائل کو امان نامہ بھی دیئے تاکہ کوئی غیر مسلم ذمی یا معاہد کسی قسم کا دل میں یہ تصور بھی نہ لا سکے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ آپؐ نے ''اہلِ ایلہ'' کو جو امان نامہ عطا کیا وہ تاریخ اسلامی میں ایک ایسی شاہکار دستاویز سمجھی جاتی ہے کہ جس میں آپؐ نے اُن کو دعوت اسلام بھی دی اور یہ بھی لکھا کہ اے اہلِ ایلہ! اگر یہ قبول نہیں تو پھر اسلامی اصول اور حکم ربی کے تحت اپنی حفاظت کی خاطر ہمیں (اللہ اور اس کے رسولؐ) کو جزیہ دو۔

مؤرخین نے اپنی کتب میں اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنے تحقیقی مقالہ ''الوثائق السیاسیۃ'' میں یوں نوٹ کیا ہے:

اہلِ ایلہ کے لئے امان نامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم.

[هٰذا آمَنَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٌ النَّبِيّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُحَنَّه بِنْ رَوْبَةَ وَاَهْلِ اِيْلَهْ سُفُنَهُمْ وَسَيَّارَتَهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ لَهُمْ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٌ النَّبِي ﷺ وَمَنْ كَانَ مَعَهُمْ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ وَاَهْلِ الْيَمَنِ وَاَهْلِ الْبَحْرِ مِمَّنْ اَحْدَثَ مِنْ هُمْ حَدَثاً فَاِنَّهُ لَايَحُوْلُ مَالُهُ دُوْنَ نَفْسِهِ وَاِنَّهُ لِمَنْ اَخَذَهُ مِنَ النَّاسِ وَاِنَّهُ لَايَحِلُّ اَنْ يَمْنَعُوْ مَا يَرِدُوْنَهُ وَلَا طَرِيْقًا يَرِدُوْنَهُ مِنْ بَحْرٍ اَوْبَرٍ.](۴۲)

یہ امان نامہ ہے اللہ تعالیٰ اور محمد النبیؐ رسول اللہ کی جانب سے یوحنا بن رویہ اور اہلِ ایلہ دونوں کے لئے۔

(۱) اُن کے لئے تری اور خشکی دونوں قسم کے راستوں کی ذمہ داری خدا اور اُس کے رسول محمد ﷺ پر ہے۔

(۲) اس ذمہ داری میں اُن کے ساتھ اُن کے وہ حلیف بھی شامل ہیں جو شام و یمن اور بحیرہ قلزم کے ساحل پر آباد ہیں۔ اگر ان معاہدین کی طرف سے وعدہ شکنی ہو تو اُن پر حملہ کیا جائے گا۔

نہ اُن کے آدمیوں سے تعرض ہوگا، البتہ اُن کے مال مباح ہوں گے۔

ان معاہدین کے لئے خشکی اور سمندر کی راہیں جن پر وہ پہلے سے گزرتے ہیں بدستور کھلی رہیں گی۔

رسول اللہؐ نے یہ فرمان جہیم بن صلت اور شرجیل بن حسنہ دونوں کے ہاتھوں ایلہ میں بھیجا۔[۴۳]

حضورؐ اس قدر رحم دل اور احترام پسند تھے کہ آپؐ ایک بار ایک یہودی کے جنازہ کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔

امام بخاریؒ صحیح بخاری میں حدیث مبارکہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[عَنْ جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہما قال مربنا جنازة فقام لها النّبِیُّ ﷺ وَقُمنَا لَهُ فَقُلْنَا یا رسول اللّٰہ انها جنازة یهودی فقال اذا رأیتم الجنازة فَقُوْمُوا.][۴۴]

(حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو نبی ﷺ کھڑے ہو گئے اور ہم لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر ہم لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ تو ایک یہودی کا جنازہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو)

رسولِ اکرمؐ کے زمانہ میں عام انسانوں کے مقابلہ میں یہود مسلمانوں کو اپنا سخت ترین دُشمن سمجھتے تھے۔ مگر اس کے باوجود آپؐ نے احترامِ انسانیت اور انسان کے بنیادی حقوق کا اس قدر خیال رکھا کہ تاریخ انسانی ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ایک بار یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا السامُ علیکم (یعنی تم پر موت ہو) حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں اور اُنہوں نے جواب میں کہا: **وعلیکم السام ولعنة عنی** (تم پر موت اور لعنت ہو) رسول اللہؐ نے سنا تو فرمایا: عائشہ ٹھہر جاؤ۔ خدا تمام کاموں میں نرمی پسند کرتا ہے۔[۴۵]

رسولِ اکرم ﷺ کافروں کو بددُعا دینے کی بجائے دُعائیں دیا کرتے تھے۔ جبکہ اس کے مقابل میں کفار آپ کو گالیاں تک دیتے تھے۔ حضرت امام سیوطیؒ الخصائص الکبریٰ میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کافرہ تھیں۔ جہالت کی وجہ سے آنحضرتؐ کی شان میں گستاخیاں کرتی۔ ابوہریرہؓ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کی تو بجائے بددعا دینے کے آپؐ کے دست مبارک ہدایت کی دُعا کے لئے اُٹھ گئے۔(۴۶)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرتؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ ایک مجمع میں تشریف فرما تھے۔ ایک دیہاتی بدو (یہودی) آیا اور آپؐ کی چادر کھینچتے ہوئے کہنے لگا کہ تم نہ اپنے مال سے مجھے دیتے ہو نہ اپنے باپ کے مال سے۔ میرے یہ دونوں اونٹ (غلے) سے لاد دو۔ اُس نے چادر اس زور سے کھینچی تھی کہ آپؐ کی گردن مبارک لال ہوگئی۔ لیکن آپؐ نے اس کو اس قدر گستاخی پر جس میں جسمانی تکلیف بھی شامل تھی اسے کچھ نہ کہا۔ حتیٰ کہ ڈانٹا تک نہیں، اس سے باز پرس تک نہیں کی۔ بلکہ اُس کا مطالبہ پورا کر دیا اور اُسے خوش کر کے لوٹا دیا۔(۴۷)

حضورِ اکرمؐ کی زندگی شاہد ہے کہ آپؐ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ چاہے کوئی مشرک کافر ہے یہودی یا منافق ہے یا کوئی غیر مسلم ذمی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے کبھی کسی سے ذاتی معاملے میں انتقام نہیں لیا۔ سوائے اس کے کہ کسی نے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی ہو اور اللہ کی حدود میں سے کسی حد کو توڑا ہو۔(۴۸)

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری (ماہنامہ ترجمان القرآن، مارچ ۲۰۰۱ء) اپنے ایک تحقیقی مضمون ''عدم برداشت کا رجحان اور تعلیماتِ نبویؐ'' میں لکھتے ہیں:

رسولِ اکرمؐ نے برداشت، تحمل، بردباری اور حوصلہ و صبر اور غیر مسلموں (ذمیوں) کے حقوق کی ادائیگی کی نہ صرف تعلیم دی ہے بلکہ اپنے اسوہ حسنہ کے ذریعے اس کی لازوال مثالیں قائم کی ہیں۔ رسولؐ کی محبوبیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ کے مزاج مبارک میں برداشت و تحمل اور غیر مسلموں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی عزت و احترام کا اس قدر پاس تھا کہ یہودیوں کی سخت کلامی، اُن کے ناروا سلوک اور اُن کی سخت ترین اذیت رسانی کے باوجود آپؐ اُن پر خفا نہ ہوتے تھے۔ آپؐ کی یہی خوبی اور آپؐ کی حکمت عملی کو دیکھ کر اور آزما کر یہود کا ایک بڑا عالم زید بن سعنہ آپؐ پر ایمان لے آیا اور اپنا آدھا مال صدقہ کر دیا۔ اور پھر غزوہ تبوک میں شہید ہوگیا۔(۴۹)

امام بخاریؒ نے الجامع الصحیح بخاری میں آنحضورؐ کے ایک فرمان کو نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جن کافروں، غیر مسلموں، ذمیوں کو امان دی جائے (اپنے ذمہ لیا جائے) تو اُس امان (ذمہ) کو پورا کرنے کی وصیت فرمائی۔

[حَدَّثَنَا آدم بْنُ ابی ایاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃَ حَدَّثَنَا ابو حَمْزَۃَ قَالَ سَمِعْتُ جُوَیْرِیَۃَ بْنَ قُدَامَۃَ التَّمِیْمِیُّ قَالَ سَمِعْتُ

عُمَرَبْن الخطاب قُلْنَا اَوصِنَا یَا اَمِیرَالْمُؤْمِنِینَ قَالَ اُوصِیکُمْ بِذِمَّةِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ ذِمَّةُ نَبِیِّکُمْ وَرِزْقُ عَیَالِکُمْ.] (۵۰)

(ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے کہا ہم سے ابوحمزہ نے کہا۔ میں نے جویریہ ابن قدامہ تمیمی سے سُنا۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے (جب وہ زخمی ہوئے) کہا ہم کو وصیت کیجئے۔ اُنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ذمہ قائم رکھو، وہی پیغمبر کا ذمہ ہے (یعنی ذمیوں کو نہ ستاؤ) اور تمہارے بال بچوں کا رزق ہے (جزیہ کے روپے سے تمہارے بال بچے پلتے ہیں)

امام بخاریؒ نے اپنی جامع الصحیح (بخاری شریف) میں ایک حدیث بیان کی ہے جس کا عنوان ہے کہ مسلمان مسلمان سب برابر ہیں، اگر ایک ادنیٰ مسلمان کسی کافر کو پناہ دے تو سب مسلمانوں کو قبول کرنا چاہئے۔

الفاظِ حدیث ملاحظہ کریں:

[حَدَّثَنِی مُحَمَّدٌ اَخبَرَنا وکیعٌ عَنِ الاعمشِ عنْ اِبْرَاهِیمَ التَّمِیِّ عَنْ اَبِیهِ قَالَ خَطَبَنَا عَلِیٌّ فَقَالَ مَا عَنْدَنا کِتَابٌ نَقْرَئُهُ اِلَّا کِتَابُ اللّٰهِ وَمَا فِیْ هٰذِهِ الصَّحِیْفَةِ فَقَالَ فِیْهَا الْجِرَاحَاتُ وَاَسْنَانُ الاِبِلِ وَالْمَدِیْنَةُ حَرَمٌ مَا بَیْنَ عِیْرٍ اِلٰی کَذَا فَمَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰی فِیْهَا مُحْدِثًا فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا صَرْفٌ وَلا عَدْلٌ وَمَنْ تَوَلّٰی غَیْرَ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ مِثْلُ ذٰلِکَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِماً فَعَلَیْهِ مِثْلُ ذٰلِکَ.] (۵۱)

(مجھ سے محمد بن سلام نے بیان کیا۔ کہا ہم کو وکیع نے خبر دی، انہوں نے اعمش سے، اُنہوں نے ابراہیم تیمی سے، اُنہوں نے اپنے باپ یزید بن شریک تیمی سے۔ اُنہوں نے کہا حضرت علیؓ نے ہم کو خطبہ سنایا۔ تو فرمایا ہمارے پاس قرآن کے سوا اور کوئی کتاب نہیں جس کو ہم پڑھتے ہوں۔ ایک یہ کتاب ہے اس میں زخموں کے قصاص کا، اونٹوں کی عمروں کا (جو دیت میں دیئے جاتے ہیں) بیان ہے۔ اور یہ بیان ہے مدینہ عیر پہاڑ سے لے کر فلانے مقام تک حرم ہے۔ جو کوئی اس جگہ دین میں کوئی نئی بات نکالے یا بدعتی کو جمائے اُس پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی پھٹکار۔ نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل اور یہ بیان ہے جو کوئی (لونڈی، غلام) اپنے مالک کے سوا دوسرے کسی کو مالک بنائے اس پر بھی ایسی پھٹکار۔ اور مسلمان مسلمان سب برابر ہیں۔ ہر ایک کا ذمہ یکساں ہے۔ جو کوئی مسلمان کا ذمہ توڑے اس پر بھی ایسی ہی پھٹکار)

محدثین کرام نے دراصل اس حدیث مبارکہ کی وضاحت میں لکھا ہے کہ اگر کوئی ایک ادنیٰ سا مسلمان بھی کسی ذمی (کافر یا کافرہ) کو پناہ دے تو سب مسلمانوں کو قبول کرنا چاہئے اور اُس کی ذمہ داری پر کسی قسم کی آنچ نہ آنی چاہئے۔ کیونکہ

اب اُس شخص نے اس کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤداور مسندِ امام احمد بن حنبل میں انسانی حقوق اور خصوصاً کسی کافر غیر مسلم کے حقوق کے حوالہ سے اس قدر زوردار الفاظ میں شرف انسانی کو اُجاگر کیا گیا جس کی مثال اقوامِ عالم کے کسی قانون اور آئین میں نہیں ملتی۔ بلکہ رسالتمآب نے احترامِ آدمیت اور تکریم انسانیت کو ہر ایک مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔

حدیثِ مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

[حَدَّثَنَا اُسامۃُ بنُ زَیدٍ قالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَرِیَّۃً اِلی الْحُرُقَاتِ فَنَذَرُوْا بنا فَھَرَبُوْا فَأَدْرَ کْنَا رَجُلاً فَلَمَّا غَشِیْنَاہُ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ فَضَرَبْنَاہُ حَتّٰی قَتَلْنَاہُ فَذَکَرْتُہُ النَّبِیَّ فَقَالَ: مَنْ لَکَ بلا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یَوْمَ الْقِیَامۃ فَقُلْتُ یا رسول اللّٰہ اِنَّمَا قَالَھَا مَخَافَۃَ السِّلاحِ، قال اَفَلا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِہٖ، حَتّٰی تَعْلَمَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ قَالَھَا اَم لا مَنْ لَکَ بَلا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَمَا زالَ یَقُوْلُھَا حَتّٰی وَدِدْتُ اَنِّی لَمْ اَسْلِمْ اِلَّا یُوْمِئِذٍ.] (۵۲)

(حضرت اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ایک چھوٹے لشکر میں بھیجا ہم کو حرقات (چند قبیلوں کا نام ہے) کی طرف۔ اُنہوں نے ہماری خبر سن لی اور بھاگ گئے۔ ایک آدمی کو ہم نے پکڑ لیا۔ تو وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگا۔ مگر ہم نے اُسے مار مار کر قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا روزِ قیامت کلمہ گو کے مدِ مقابل تیری مدد کون کرے گا؟ آنحضورؐ مسلسل یہ فرماتے رہے کہ روزِ قیامت ایک کلمہ گو کے سامنے تیری مدد کون کرے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے اسلحہ کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔ آنحضورؐ نے فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیر کر یقین حاصل کر لیا تھا کہ اُس نے اسلحہ کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا؟ آنحضورؐ مسلسل یہی فرماتے رہے کہ ایک کلمہ گو کے مقابلے میں کون تیری مدد کرے گا؟ یہاں تک کہ میں نے یہ آرزو کی کہ کاش میں نے آج ہی اسلام قبول کیا ہوتا" تو ایک کلمہ گو کے قتل کے گناہ سے محفوظ رہتا۔" (کیونکہ اسلام حالتِ کفر کے گناہوں کو دھوڈالتا ہے)

حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں ہم یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ رسالتمآبؐ نے کس قدر ایک انسان کی عزت و توقیر اور اُس کی جان کی حفاظت کا احساس کیا اور ایک مسلمان کو کسی بھی غیر مسلم کو اس طرح کی صورت میں قتل کرنے پر قیامت میں بدلے کی اور گناہ کے جرم میں سزا کی وعید سنائی۔ تا کہ کل کلاں کوئی بھی شخص ایسی صورت میں کسی کو ناحق قتل کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

تمام علماء غیر مسلموں کے بارے میں متفقہ طور پر لکھتے ہیں:

وَیَجِبُ کَفُّ الْاَذٰی وَتَحْرِیْمُ غِیْبَتِہٖ کَالْمُسْلِمِ. (۵۳)

(مسلمان کی طرح غیر مسلم کو تکلیف سے بچانا واجب ہے اور اس کی غیبت اسی طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کی غیبت)

حضورؐ نے فرمایا ہمسایہ کو تکلیف دینے والا شخص مومن نہیں ہوسکتا۔

[عَنْ أَبِی شُرَیْحٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ واللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ واللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ وَمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ.] (۵۴)

(حضرت ابوشریح خزاوی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں۔ دریافت کیا گیا یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ آپؐ نے فرمایا جس کا پڑوسی اُس سے تکلیف پاتا ہو)

محدثین کرام نے اس حدیث مبارکہ کی وضاحت میں یہ فرمایا ہے کہ چہ جائیکہ وہ پڑوسی کافر، غیر مسلم، یہودی، عیسائی اور ذمی ہی کیوں نہ ہو۔ بحیثیت انسان وہ مخلوق خدا کے دائرے میں آتا ہے، لہٰذا اُس کے بطور ہمسایہ کے وہی حقوق ہیں جو کہ ایک مسلمان ہمسایہ کے۔

مولانا جلیل احسن ندویؒ اپنی تصنیف ''راہِ عمل'' میں لکھتے ہیں کہ:

''پڑوسیوں کے حقوق، بیمار کے حقوق، مہمان کے حقوق، سفر کے ساتھیوں کے حقوق کے معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم برابر ہیں۔'' (۵۵)

اسلام کا ہر قانون اپنے اندر اخلاقی روح رکھتا ہے۔ آنحضرتؐ نے اخلاقی نصائح میں اس کو اور بھی مؤثر فرمایا۔

[اَلامَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِانْتَقَصَهٗ اَوْ کَلَّفَهٗ فَوْقَ طَاقَةٍ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَیْئًا بِغَیْرِ طِیْبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِیْجُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.] (۵۶)

(خبردار اگر کسی نے کسی غیر مذہب (غیر مسلم معاہد) رعیت پر ظلم کیا یا اُس کی تنقیص کی یا اُس کی کوئی چیز زبردستی لے لی، اگر ایسا ہوا تو میں اُس کی طرف سے قیامت کے دن خُدا کے سامنے جھگڑوں گا)

حضورؐ نے متامن اور ذمی (غیر مسلموں) کے حقوق کی بڑی تاکید کی ہے۔ اگر کوئی مسلمان غیر مسلموں میں سے کسی کو قتل کر ڈالے تو ثبوت کے بعد قصاص میں اُس مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔ اور اس طرح معاہد (ذمی یا متامن) غیر مسلم کے قتل کے بارے میں آپؐ نے بڑے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

[عَنْ عَبدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ یَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِیْحَهَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ اَرْبَعِیْنَ عَاماً.] (۵۷)

(حضرت عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے غیر مسلم معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا۔ حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوگی)

دوسری روایت میں ہے کہ جس نے کسی معاہد (غیر مسلم) پر ظلم کیا یا اُس کے حقوق میں کمی کی یا اُس کی طاقت سے زیادہ اُس پر دباؤ ڈالا یا اُس کی مرضی کے خلاف اُس سے کوئی چیز لی تو قیامت کے دن میں خود اُس کے خلاف مستغیث ہوں گا۔ [۵۸]

حدیث شریف میں ہے، حضورؐ نے فرمایا:

[حَدَّثَنَا عُثْمَانَ بِنْ اَبِی شَیْبَۃَ نَا وَکِیْعٌ عَنْ عُیَیْنَۃَ بِنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عن ابیہ عَنْ ابی بکرۃ قَالَ قَالَ رسول اللّٰہ ﷺ مَنْ قَتَلَ معاھدًا فی غیر کُنْھِہٖ حَرَّمَ اللّٰہُ علیہِ الجَنَّۃَ.] [۵۹]

(عثمان بن ابی شیبہ، وکیع، عیینہ بن عبدالرحمٰن، اُن کے والد ابوبکرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس نے عہد والے کو مار ڈالا (یعنی اُس کافر کو جو دارالاسلام میں رہتا ہے جزیہ دے کر) بغیر کسی وجہ کے تو حرام کر دے گا اللہ اُس پر جنت کو)

رسول کریمؐ نے اپنے عہد رسالت میں رعایا پروری کے سلسلے میں فرمایا:

[الاِمَامُ رَاعٍ وَھُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ.]

(امیر وقت اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے۔ اس سے اسی کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا)

مزید فرمایا:

[کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ.] [۶۰]

(تم میں سے ہر ایک راعی کی حیثیت رکھتا ہے اور اُس سے اس کی رعیت متعلقین کے بارے میں سوال ہوگا)

رسولِ کریمؐ نے اپنی آخری وصیت میں بھی ان کو یاد رکھا۔ فرمایا:

[اِحْفَظُوْا فِیْ ذِمَّتِیْ.] [۶۱]

(یعنی جو لوگ میرے ذمہ ہیں ان کی حفاظت کرو)

رسولِ اکرمؐ کے اس ارشاد کے مطابق غیر مسلم معاہد ذمی ہمیشہ اپنے حقوق معیشت و مذہبی آزادی کے ساتھ مسرور و مطمئن رہے گا۔

خلفائے راشدین نیز اُن کے بعد مسلم سلاطین نے اُن کا تحفظ کیا اور اُن کے حقوق کا احترام کیا۔ ان پر طاقت سے زیادہ کوئی بوجھ نہ ڈالا۔ ہر طرح ان کی تکالیف کا ازالہ کیا۔

عہدِ رسالت میں غیر مسلم رعایا کو عدل کے ساتھ وہ تمام حقوق دیئے جن کو آج کل شہری حقوق بھی کہا جاتا ہے۔ اُن

کی جان و مال، عزت و آبرو اور مذہبی عبادت گاہوں کی حفاظت کا اہتمام فرمایا۔ حتیٰ کہ غیر مسلم اقوام سے ذرہ برابر تعصب و عناد نہ رکھا۔ بلکہ غیر مسلم و مسلم سب کے حقوق امن و عدالت و راحت وغیرہ یکساں تھے۔ وہاں اقلیت و اکثریت کا کوئی سوال نہ تھا۔ نہ غیر مسلم ہونے کی وجہ سے کسی پر ظلم روا تھا، نہ منصب و اقتدار کی بنا پر غیر مسلم فرقوں کے ساتھ تعصب و نفرت تھی۔ عدالتِ اسلامیہ اور فیصلہ محمدیؐ کے سامنے نہ کوئی ہندو ہے نہ مسلمان، نہ یہودی ہے اور نہ عیسائی۔ نہ عرب کو عجم پر فضیلت ہے، نہ عجم کو عرب پر ترجیح۔ ایشیائی اور یورپین کالے گورے سب کے لئے ایک ہی قانون عدل ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ.﴾ (۶۲)

(اور جب لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو)

یہاں پر اللہ رب العزت نے بَيْنَ النَّاسِ فرمایا، بین المُسْلِمِيْنَ نہیں فرمایا۔ کیونکہ خدا صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ تمام دنیائے انسانیت کا خدا ہے۔

فصل دوم

عہد اوّل خلافتِ راشدہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(۱۰ہجری تا ۱۳ہجری)

انسانی تاریخ میں بعض ایسی شخصیتیں بھی جلوہ افروز ہوئیں جن کے جلووں سے نگاہیں حیرت میں پڑ گئیں، جن کی شرافت وصداقت کے آفتاب نے عالم کو منور کیا۔ اور شرک وکفر کی ظلمتوں کو کالعدم کر دیا۔ اور جو چار سو عالم میں پھیلانے کے لئے مددگار ثابت ہوئیں۔ ایسی شخصیتیں تعداد میں بہت کم ہیں اور اُن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ اُن میں عظیم شخصیت، پیکرِ حق وصداقت، جانشین امام الانبیاء سیدنا صدیق اکبرؓ کی ذاتِ مبارکہ کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ جن کے احسان کو اُمت مسلمہ ایک لحظہ بھی فراموش نہیں کر سکتی۔ یہی وہ عظیم شخصیت ہے جس کو سرکارِ دو عالمؐ کی خدمت اقدس میں مسلسل حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا۔[۶۳]

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے قدیم رفیق، اسلام کے سب سے پرانے جانثار، محرم اسرار نبوت، ثانی اثنین فی الغار حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ کے جانشین منتخب ہوئے۔

آپؐ تقریباً حضرت محمدؐ کے ہم عمر تھے۔ اور طبیعت میں یکسانیت کی وجہ سے بچپن ہی سے دونوں میں گہرے تعلقات وروابط پیدا ہو گئے تھے۔

آنحضرتؐ نے جس وقت سب سے پہلی مرتبہ اسلام کی دعوت دی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سب سے پہلے آپؐ کی تصدیق کی اور ایمان لے آئے۔ قبولِ اسلام کے بعد آپؓ آنحضرت محمد ﷺ کے دست راست بن گئے اور راہِ خدا میں جان ومال اور عزت وآبرو سب نثار کر دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہر طبقہ میں ایسی محترم تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپؓ کو حضورؐ کا جانشین اور اپنا خلیفہ منتخب کر لیا۔ دوسرے دن مسجد نبوی میں عام بیعت ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ربیع الاوّل، ۱۲ھ میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ بیعت عام کے بعد آپؓ نے تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر حقوق وواجبات کے اعتبار سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے اس قدر جامع اور فکر انگیز تھی کہ اس میں ہر طبقہ کے ہر فرد کے لئے زندگی بسر کرنے کا ایک واضح راستہ موجود ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

''لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تمہاری جماعت میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرو۔ اگر کجروی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے لئے قوی ہے۔ یہاں تک کہ میں دوسروں سے اُس کا حق کا اُس کو نہ دلا دوں اور تمہارا قوی شخص بھی میرے نزدیک ضعیف ہے، یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق نہ حاصل کرلوں۔ یاد رکھو! جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے خدا اُس کو ذلیل وخوار کردیتا ہے۔ اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے تو خدا اُس کو عام مصیبت میں داخل کردیتا ہے۔ اگر میں خدا اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو۔ اگر اُس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔''(۶۴)

حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے شخص ہیں جنہیں اسلام کی حکومت کے قائدِ اوّل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے: ''حضورﷺ نے ہم کو کوئی ایسی کھلی دستاویز نہیں دی جس کے مطابق حکومت کسی خاص کو سپرد کی جاتی۔ لیکن ہم پہلے سے جانتے تھے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ چنانچہ آپؐ کے بعد ابوبکر صدیقؓ منصبِ خلافت پر متمکن ہوئے۔''(۶۵)

عہدِ صدیقی کی ابتداء فتنہ ارتداد کی شدید بحرانی حالت میں ہوئی۔ جس میں بہت سے عرب خصوصاً مشرقی سواحل اور صحراؤں کے قبائل اسلام سے منحرف ہوگئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت جرأت اور بہادری سے کام لیتے ہوئے مرتدوں پر فوج کشی کرائی۔ اور اس فتنہ عظیم کا کلیۃً استیصال فرمایا۔ خلافتِ صدیقی کا بیشتر زمانہ قتال مرتدین میں صرف ہوا۔(۶۶)

ان نازک حالات میں محض حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روشن ضمیری اور استقلال نے اسلام کی ڈوبتی کشتی کو بھنور سے نکالا۔ جبکہ حضرت عمرؓ جیسے بزرگ بھی (اس نازک وقت پر) منکرینِ زکوٰۃ پر تلوار اُٹھانے کے خلاف تھے۔ لیکن ابوبکرؓ کے استقلال نے بزورِ بازو اُن سے زکوٰۃ وصول کرکے اُنہیں اسلام پر دوبارہ قائم کیا۔(۶۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی بڑی تاکید فرمائی تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ اُن کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ عہدِ رسالت میں اُن کے حقوق متعین ہوچکے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں وہ پوری طرح قائم رہے۔ آپ نے اُن کی تجدید وتوثیق فرمائی اور نئے ذمیوں کو بھی وہی حقوق عطا فرمائے۔(۶۸)

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق کے عہد میں جو ممالک فتح ہوئے وہاں کی اقلیت رعایا کو وہی حقوق دیئے جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔

چنانچہ اہلِ حیرہ سے جو معاہدہ ہوا اُس کے الفاظ یہ تھے:

صلح نامہ حیرہ کا متن

كتاب خالد لاهل الحيرة

بسم الله الرحمٰن الرحيم

إنَّ خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ) أبَا بكرِ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أمَرَنِيْ اَنْ اَسِيْرَ بَعْدَ مُنْصَرِ فِيْ مِنْ أهْلِ اليَمَامَةِ إلٰى أهلِ الْعِرَاقِ مِنَ العَرَبِ وَالْعَجَمِ بِأنْ ادعُوهُمْ اِلٰى اللّٰهِ جَلَّ ثَنَاؤهُ وإلٰى رَسُولِهٖ عليه السَّلامُ وأبشِرَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَاُنْذِرَهُمْ مِنَ النَّارِ، فَإنْ أجابُوا فَلَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ.

وَإنِّيْ انْتَهَيْتُ إلى الْحِيْرَةِ فَخَرَجَ اِلَيَّ اِيَاسُ بْنُ قَبِيْصَةَ الطَّالِيءِ فِي أُنَاسٍ مِنْ أهْلِ الحِيْرَةِ مِنْ رُؤسَائِهِمْ، وَإنِّيْ دَعَوْتُهُمْ إلى اللّٰهِ وَإلٰى رَسُوْلِهٖ فَأبَوْا أنْ يُجِيبُوْا. فَعَرَضْتُ عَلِيهِمُ الجِزْيَةَ أوِالْحَرْبَ. فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا بِحَرْبِکَ وَلٰكِنْ صَالِحْنَا عَلٰى مَا صَالَحْتَ عَليهِ غَيرَنَا مِنْ أهْلِ الكِتَابِ فِيْ إعْطاءِ الْجِزْيَةِ. وإنِّيْ نَظَرْتُ فِيْ عِدَّتِهِمْ فَوَجَدْتُهُمْ سَبْعَةَ آلَافِ رَجُلٍ. ثم مَيَّزْتُهُمْ فَوَجَدْتُ مَنْ كَانَتْ بِهٖ زَمَانَةٌ اَلْفَ رَجُلٍ. فَاَخْرَجْتُهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ، فَصَارَ مَنْ وَقَعَتْ عَليهِ الجِزْيَةَ سِتَّةَ آلافٍ فَصَالَحُوْنِيْ عَلٰى سِتِّيْنَ اَلْفٍ.

وَشَرَطْتُ عَلَيْهِمْ أنَّ عَلَيْهِمِ عَهْدَاللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ أخَذَ عَلٰى اَهْلِ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ اَنْ لَّا يُخَالِفُوْا وَلَا يَمِيْنُوْا كَافِرًا عَلٰى مُسْلِمٍ مِنَ الْحَرْبِ وَلَا مِنَ الْعَجَمِ وَلَا يَسْلُوْهُمْ عَلٰى عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ عَهْدُاللّٰهِ وَمِيْثَاقُهُ الَّذِيْ اَخَذَهُ اَشَدَّ مَا اَخَذَهُ عَلٰى نَبِيٍّ مِّنْ عَهْدٍ اَوْ مِيْثَاقٍ اَوْ ذِمَّةٍ (فَإنْ هُمْ خَالَفُوْا فَلا ذِمَّةَ لَهُمْ وَلَا اَمَانَ. وَاِنْ هُمْ حَفِظُوْا ذٰلِكَ وَرَعَوْهُ وَرَدَّهُ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُعَاهِدِ وَعَلَيْنَا الْمَنْعُ لَهُمْ. فَاِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَهُمْ عَلٰى ذِمَّتِهِمْ لَهُمْ بِذٰلِكَ عَهْدُاللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ اَشَدُّ مَا اَخَذَ عَلٰى نَبِيٍّ مِنْ عَهْدٍ اَوْ مِيْثَاقٍ وَعَلَيْهِمْ مِثْلُ ذٰلِكَ - لا يُخَالِفُوْا) - فَإنْ غُلِبُوْا فَهُمْ فِيْ سَعَةٍ يَسَعُهُمْ مَا وَسَعَ اَهْلُ الذِّمَّةِ. وَلَا يَحِلُّ فِيْهَا اَمْرٌ وَاِنْ يُّخَالِفُوْا وَجُعِلَتْ لَهُمْ: اَيُّمَا شَيْخٌ ضَعُفَ عَنِ الْعَمَلِ اَوْ اَصَابَتْهُ آفَةٌ مِنَ الْآفَاتِ واليس فَصَالَحَهُ اَهْلُهَا. وَكَانَ الَّذِيْ صَالَحَهُ عَلَيْهَا ابْنُ صَلُوْبَا. وَذٰلِكَ فِيْ سَنَةِ اثْنَتَيْ عَشَرَةَ فَقَبِلَ مِنْهُمْ خَالِدٌ اجر به وَكَتَبَ لَهُمْ كِتَاباً.(٦٩)

صلح نامہ حیرہ

خلیفہ اوّل سیدنا صدیق اکبرؓ کا غیر مسلموں کے حقوق پر مبنی تاریخی کردار

۱۲ھ میں اہلِ حیرہ کے نام جو عہد نامہ حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے لکھا گیا وہ کافی طویل ہے۔ اس کی اہم دفعات کا ترجمہ یہ ہے:

(۱) ان لوگوں کو گرجا یا عبادت گاہ یا کوئی قصر جس میں یہ لوگ جنگ میں قلعہ بند ہوتے تھے، منہدم نہیں کیا جائے گا۔

(۲) ناقوس بجانے سے ان کو نہیں روکا جائے گا۔

(۳) نیز تہوار کے موقع پر صلیب کا جلوس نکالنے سے ان کو منع نہیں کیا جائے گا۔

(۴) یہ لوگ جزیہ ادا کرتے رہے تو ان کے ساتھ معاہد کا سا معاملہ کیا جائے گا اور ان کی حفاظت ہمارا فرض ہوگا۔

(۵) ان لوگوں کے مذہبی پیشوا اور عابد و زاہد جزیہ ادا کرنے سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(۶) ان میں جو بوڑھے اور ناکارہ اور اپاہج ہوں گے ان کا خرچ بیت المال کے ذمہ ہوگا۔

(۷) ان کو مسلمانوں کے فوجی لباس کے علاوہ اپنا ہر قسم کا لباس پہننے کی آزادی ہوگی۔

(۸) ان کا کوئی غلام اگر مسلمان ہو جائے تو بازار میں اس کی زیادہ سے زیادہ جو قیمت ہو سکتی ہے اس قیمت میں بغیر عجلت کے اور بغیر کسی گھاٹے کے اس کو فروخت کیا جائے گا۔ اور وہ قیمت اس کے مالک کے حوالہ کر دی جائے گی۔

(۹) یہ لوگ اگر مسلمانوں سے کسی قسم کی امداد طلب کریں گے تو ان کو وہ مدد بیت المال سے دی جائے گی۔[۷۰]

ان دفعات و شرائط صلح کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ سب کچھ کتنی رقم کے بدلہ میں ہوا تھا؟ ان لوگوں کی اصل تعداد سات ہزار تھی، ایک ہزار ان میں وہ تھے جو اپاہج، معذور یا مذہبی پیشوا تھے۔ ان کو خارج کر کے اب صرف چھ ہزار بچے، ان پر جو جزیہ لگایا گیا وہ ساٹھ ہزار درہم سالانہ تھا، یعنی دس درہم فی کس۔ غور کریں رواداری اور دُشمن کے ساتھ حسن معاملہ کی اس سے بہتر کوئی اور بھی مثال ہو سکتی ہے؟

اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ صلح یا امان بخشی کا یہ معاملہ خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، دونوں حالتوں میں یکساں ہوتا ہے۔

اسلامی فوج کے اس فیاضانہ سلوک کا اثر یہ تھا کہ جنگ کے ختم ہوتے ہی اصل شہری زندگی پورے امن و اطمینان کے ساتھ لوٹ آتی تھی۔ کھیتی باڑی، باغات و نخلستان کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ مقامی باشندے آزادی کے ساتھ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتے تھے۔ اور ان کو مسلمانوں کی طرف سے کسی قسم کا خوف و ہراس یا بے اطمینانی نہیں ہوتی تھی۔[۷۱]

اہلِ نجران کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے تجدید امان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تحریر (عبداللہ) ابوبکر خلیفہ محمد رسول اللہ صلعم کی طرف سے اہلِ نجران کے لئے لکھی گئی ہے:

(۱) ان کی جان، اراضی، قومیت، اموال، حلیف، طریق عبادت، پادری، رہبان، عبادت خانے، جملہ منقولہ جائیداد اپنے گھر میں موجود اور غیر موجود دونوں کے لئے حمایت اور محمد نبی رسولؐ کی ذمہ داری ہے۔

(۲) ان کے پادری اور رہبان کسی کو اُن کے مسلک سے برگشتہ نہ کیا جائے گا۔

(۳) انہیں تحریری امان نامہ جو محمد نبی (علیہ السلام) نے عطاء فرمایا اس پر ہمیشہ عمل کیا جائے گا۔

(۴) اہلِ نجران پر ریاست کی ہمدردی اور خیر خواہی واجب ہوگی۔

گواهان

۱- مستورد بن عمرو از قبیلہ بنی القین

۲- عمرو مولی ابوبکر

۳- راشد ابن حذیفہ

محرر: مغیرہ (۷۲)

خلفائے راشدین کے زمانہ میں مسلمانوں نے ذمیوں سے کئے گئے تمام معاہدات میں بلا استثناء اُن کی عبادت گاہوں کے تحفظ کی ضمانت دی اور بعد کی حکومتوں نے بھی اس پر سختی سے عمل کیا۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں بہت سے مقامات اسلامی حکومت کے دائرہ اقتدار میں آ چکے تھے۔ مثلاً ہجر، بحرین، جزیرہ دومۃ الجندل، ازرخ، بیت المقدس، دمشق، شام کے اکثر شہر، بلاد جزیرہ، مصر، خراسان۔ ان تمام مقامات کے باشندوں کے ساتھ اسلامی حکومت کے تمام معاملات تمام تر معاہدات پر قائم تھے، جن کی نسبت ابوعبید القاسم نے لکھا ہے:

فَهٰؤُلَاءِ عَلٰى شُرُوطِهِمْ لَا يُحَالُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهَا. (۷۳)

(ان کے ساتھ ان شرائط کے مطابق معاملہ کیا جائے گا جو اُن کے ساتھ طے پا چکے ہیں۔ اس کی کوئی خلاف ورزی نہ کی جائے گی)

۹ ہجری میں جو عہد نامہ مسلمانوں اور نجران کے عیسائیوں میں ہوا اُس کے متعلق خود ایک عیسائی مؤرخ لکھتا ہے:

"پیغمبروں نے بشپوں، پادریوں اور راہبوں کو یہ تحریر دی کہ اُن کے گرجاؤں، عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں ہر ایک چھوٹی بڑی چیز جیسی تھی ویسی ہی برقرار رہے۔ اللہ کے رسولؐ نے یہ عہد کیا کہ کوئی بشپ اپنے عہدے سے اور نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے اور نہ کوئی پادری اپنے منصب سے خارج کیا جائے۔ اور نہ اُن کے اختیارات حقوق اور معمول میں کسی قسم کا تغیر ہونے پائے اور جب تک وہ امن وصلح اور سچائی کے ساتھ رہیں اُن پر جبر وتعدی نہ کی جائے۔ اور نہ وہ کسی چیز پر جبر یا زیادتی کریں۔"(۷۴)

اسی طرح ایک دوسرے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ مختلف محاذوں پر اسلام کی سربلندی کی خاطر غیر مسلموں (ذمیوں) سے معاہدات کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے۔ اسی طرح آپؓ کا ایک امان نامہ تاریخ کی کتب میں موجود ہے، ملاحظہ کریں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شجاعت و دلیری، ان کی حربی قابلیت اور جنگی قیادت کی اعلیٰ صلاحیت کا حال تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔ اب یہ بھی سنئے کہ یہی شیر بیشۂ شجاعت بحالت جنگ یا بحالت صلح دشمنوں کے ساتھ کس طرح پیش آتا تھا۔ سواد (عراق) کے دیہات بانقیا باروسما اور اُلیس کا سردار ابن حلوبا تھا۔ حضرت خالد سے وہ صلح کرنے پر مجبور ہوا تو حضرت خالد نے صلح نامہ لکھا۔ اس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

عَنْ خَالِد بْنِ الوَلِیْدِ لِابْنِ صَلُوبَا السَّوادِیّ. (ومنزلُہٗ بِشَاطِیِٔ اُلفُرَاتِ) اِنَّکَ آمِنٌ بِاَمَانِ اللّٰہِ اِذ حُقِنَ دَمُہٗ بِاِعْطَاءِ اُلجِزْیَۃِ. وقَدْ اَعْطَیْتَ عَنْ نَفْسِکَ وَعَنْ اَھْلِ خرجک وَجزیرتِکَ وَمَنْ کَانَ فِیْ قَرْیَتِکَ بانقیا وبار وسما الفَ دِرْھمٍ فَقَبِلْتُھَا مِنْکَ وَرَضِیَ مَنْ مَعِیَ مِنَ اُلمُسْلِمِیْنَ عَلٰی ذٰلکَ ولَکَ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وذِمَّۃُ محمدٍ ﷺ وذِمَّۃُ المُسْلِمِیْنَ عَلٰی ذٰلکَ وشَھِدَ ھِشَامُ بْنُ الوَلِیْدِ.

تو اللہ کی پناہ میں ہے، جزیہ ادا کرنے کے بعد تیری جان محفوظ ہوگئی اور تو نے اپنی طرف سے اپنی رعایا، اپنے جزیرہ اور بانقیا اور بارسما کے لوگوں کی طرف سے ایک ہزار درہم جو دیئے وہ میں نے قبول کئے اور جو میرے ساتھ مسلمان ہیں وہ بھی اس پر رضامند ہیں۔ اور اب تو 'اللہ' اس کے رسول اور مسلمانوں کی ذمہ داری میں آ گیا ہے۔ گواہ: ھشام بن ولید(۷۵)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ حکومت میں ذمیوں (غیر مسلموں) سے جو جزیہ یا ٹیکس لیا جاتا تھا اُس کی شرح

نہایت آسان تھی۔ اور اُن ہی لوگوں پر مقرر کرنے کا حکم تھا جو اُس کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ چنانچہ حیرہ کے سات ہزار باشندوں میں سے ایک ہزار بالکل مستثنٰی تھے۔ باقیوں پر صرف دس دس درہم سالانہ مقرر کئے گئے تھے۔ معاہدوں میں یہ بھی شرط تھی کہ کوئی ذمی بوڑھا، اپاہج اور مفلس ہوجائے گا تو وہ جزیہ سے بری کردیا جائے گا۔ نیز بیت المال اُس کا کفیل ہوگا۔(۷۶)

عہدِ رسالت میں خیبر اور فدک کی زمینوں کو اس شرط پر مالکوں کے پاس رہنے دیا گیا کہ وہ پیداوار کا نصف حصہ حضورؐ کی خدمت میں بھیجا کریں گے۔ بٹائی کے اس طریقہ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی قائم رکھا۔

البتہ جب عراق اور شام کے بعض علاقے فتح ہوئے تو خلیفۃ الرسول نے ان پر سرسری طور پر کچھ رقم بطور خراج مقرر کردی۔(۷۷)

امام ابو یوسفؒ اپنی تصنیف کتاب الخراج میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ حکومت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے:

لَيۡسَ فِی أَمۡوَالِ أَهۡلِ الذِّمَّةِ إِلَا الۡعَفۡوُ۔(۷۸)

(اہلِ ذمہ کے مالوں سے اتنا ہی لیا جائے گا جو اُن کی ضرورتوں سے زائد ہو)

ذمیوں (غیر مسلموں) سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ حکومت میں جزیہ بہت کم لیا جاتا تھا۔ اور بہت سے ذمیوں کو معاف بھی کردیا جاتا تھا۔ چنانچہ حیرہ کے ایک ہزار باشندوں کو جزیہ معاف تھا اور باقیوں سے دس دس درہم سالانہ وصول کیا جاتا تھا۔ اور اپاہج ذمیوں کا کفیل بیت المال تھا۔(۷۹)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عہدِ حکومت میں غیر مسلموں کو وہی تمام حقوق عطا کئے جو آنحضور ﷺ نے اللہ کے حکم سے اور قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں اُن کو دیئے۔ آپؓ نے غیر مسلموں کی جان و مال، عزت و آبرو اور نجی زندگی کا تحفظ، عقیدہ کی آزادی اور مذہبی دلآزاری سے تحفظ کا حق دیا۔ اور آنحضورؐ کے عہد میں کئے گئے تمام معاہدوں کو برقرار رکھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت کی قوت سے ۱۳ھ میں اسلامی حکومت ایران و شام تک پہنچ گئی۔ حیرہ سے انبار تک اور شام اجنادین تک یہ سب علاقے اسلامی مملکت کے جزو ہوگئے۔ آپؓ نے مالیات، انصاف اور دفتر تحریرات پر مستند لوگوں کو مقرر فرمایا۔ ملک کو صوبوں کی شکل میں منظم کیا، فوجی دستے ترتیب دیئے اور جنگی علاقوں میں جنگی افسروں کو انتظامی حکومت سپرد کی۔ آپؓ کا قول تھا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں مذہب و حکومت کے معاملہ میں جانشینِ رسولؐ ہوں۔ اس لئے آپ کو خلیفہ رسول اللہ کا لقب حاصل تھا۔ آپؓ نے کامیابی سے حکومت کی اور ۱۳ھ میں وفات پائی۔(۸۰)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت

(۱۳ ہجری تا ۲۳ ہجری)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد اُمت مسلمہ کے دوسرے خلیفہ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپؓ کا نام عمر اور فاروق لقب ہے۔ آپؓ قریش کی شاخ بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کا نام عمر اور فاروق لقب ہے۔ آپؓ قریش کی شاخ بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کا نسب آٹھویں پشت پر رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ کا خاندان زمانہ جاہلیت میں بھی ممتاز تھا۔ قریش کے نظام میں سفارت اور فصل مقدمات کا عہدہ آپ ہی کے خاندان میں تھا۔[۸۱]

حضرت عمر فاروقؓ حد درجہ ذہین، سلیم الطبع، بالغ نظر اور صائب الرائے تھے۔ آپؓ کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ دوسرے صحابہؓ نے خود بخود قبولِ اسلام کا شرف حاصل کیا، جبکہ آپؓ کا اسلام لانا پیغمبر اسلام کی آرزوؤں میں سے بجائے خود ایک آرزو تھی۔ آپؓ کے اسلام لانے سے اسلام کا اقتدار بڑھ گیا اور مسلمانوں کا سر بلند ہو گیا۔[۸۲]

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے زمانہ خلافت میں اچھی طرح تجربہ کر چکے تھے کہ منصبِ خلافت کے لئے عمر فاروقؓ سے زیادہ کوئی شخص موزوں نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اُنہوں نے وفات کے قریب اکابر صحابہؓ سے مشورہ کر کے اُن کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا۔[۸۳]

ابن جریر طبری نے تاریخ الامم والملوک میں اس واقعہ کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جب آخری وقت قریب آیا تو اگرچہ ان کی رائے میں خلافت کے لئے موزوں ترین شخص حضرت عمرؓ تھے، لیکن اُنہوں نے اپنے جانشین کو نامزد نہ کیا بلکہ اکابر صحابہ کو الگ الگ بلا کر اُن کی رائے معلوم کی۔ پھر حضرت عمرؓ کے حق میں اپنی وصیت املا کرائی۔ پھر حالت مرض میں اپنے حجرے کے دروازے سے مجمع عام کو خطاب کر کے فرمایا:

أَتَرْضَوْنَ بِمَنْ أَسْتَخْلِفُ عَلَيْكُمْ؟ فَإِنِّي وَاللّٰهِ مَا أَلَوْتُ مِنْ جَهْدِ الرَّأْيِ وَلَا وَلَّيْتُ ذَا قَرَابَةٍ وَإِنِّي أَسْتَخْلِفُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا.

(کیا تم راضی ہو اُس شخص سے جس کو میں تم پر اپنا جانشین بناؤں؟ خدا کی قسم! میں نے غور و فکر کر کے رائے قائم کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی ہے۔ اور اپنے کسی رشتہ دار کو مقرر نہیں کیا ہے۔ میں نے عمر بن الخطابؓ کو جانشین بنایا ہے۔

پس تم ان کو سن اور اطاعت کرو)۔ (مجمع میں سے آوازیں آئیں) **سمعنا و اطعنا** (ہم نے سنا اور مانا)(۸۴)

فاروق اعظمؓ کو حکومت کے کاموں کا وسیع تجربہ تھا۔ وہ عہدِ نبویؐ میں حضورؐ کے دوسرے وزیر تھے۔ عہدِ صدیقی میں محکمہ انصاف کے امیر اور مشیر اوّل تھے۔ سالہا سال کے تجربات نے اُن کے مزاج میں حکومت کی بہترین استعداد اور اعتدال پیدا کر دیا تھا۔ آنحضرتؐ کا حکم تھا کہ میرے بعد ابوبکرؓ کی پیروی کی جائے اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ کی۔(۸۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کا اسلام ایک فتح، ہجرت ایک امداد اور حکومت ایک رحمت تھی۔ جب تک حضرت عمر اسلام نہیں لائے تھے ہم کھلے میدان میں نماز تک نہیں پڑھ سکتے تھے۔(۸۶)

امر واقعہ یہ ہے کہ آپؓ نے پیغمبر اعظم حضرت محمدؐ کے عہد میں وزارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور حضورؐ آپ سے زندگی بھر خوش رہے۔

اس کے بعد منہاجِ نبوت پر حکومت قائم ہوئی تو صدیق اکبر کے وزیر ہوئے۔ تمام عمر وہ بھی خوش رہے۔ آخر میں خود امیر المؤمنین منتخب ہوئے۔ جب انتقال ہوا تو انسانی سوسائٹی کا ہر رکن اور ہر شہری آپ سے خوش تھا۔ آپ کے متعلق بالکل درست کہا گیا ہے:

"ان عمر کان حصناً حصیناً علی الاسلام یدخل الناس فیه و لا یخرجون منه"(۸۷)

(لاریب عمر اسلام کا مضبوط قلعہ تھے۔ جب انسانوں کی ایک جماعت داخل ہو جاتی تو پھر کبھی اس سے باہر نہ نکلتی)

اگر فاروق اعظمؓ جیسا مدبر حکومت ایک اور پیدا ہو جاتا تو تمام دنیا اسلامی نظام کے تحت انسانیت کے اعلیٰ قوانین کی پابند نظر آتی۔ اور اگر آج بھی اس طرز کا ایک انسان پیدا ہو جائے تو دنیا سے تمام خرابیاں مٹ جائیں اور تمام نیکیاں زمین و آسمان پر چھا جائیں۔(۸۸)

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں غیر مسلموں کے حقوق اور اُن کے ساتھ طرزِ عمل

حضرت عمرؓ نے ذمی رعایا (غیر مسلموں) کو جو حقوق دیئے اُس کا مقابلہ اگر اس زمانے کی اور سلطنتوں سے کیا جائے تو کسی طرح کا تناسب نہ ہوگا۔ بلکہ کسی حکومت کے عدل و مساوات کے جانچنے کا سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ غیر قوموں (غیر مسلموں) کے ساتھ اُس کا طرزِ عمل کیا ہے اور اُس کو اس حکومت میں کیا حقوق حاصل ہیں۔ اس معیار سے فاروقی عہد عدل و مساوات کا نمونہ تھا۔

حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں جو دو ہمسایہ سلطنتیں تھیں وہ روم اور فارس تھیں۔ ان دونوں سلطنتوں میں غیر قوموں

کے حقوق غلاموں سے بھی بدتر تھے۔ شام کے عیسائی باوجود یہ کہ رومیوں کے ہم مذہب تھے، تاہم اُن کو اپنی مقبوضہ زمینوں پر کسی قسم کا مالکانہ حق حاصل نہیں تھا۔ بلکہ وہ خود ایک قسم کی جائیداد خیال کئے جاتے تھے۔ چنانچہ امین کے انتقال کے ساتھ وہ خود بھی منتقل ہو جاتے تھے اور مالک سابق کو ان پر جو مالکانہ اختیارات حاصل تھے وہی قابض حال کو حاصل ہو جاتے تھے۔ یہودیوں کا حال اور بھی بدتر تھا۔ بلکہ وہ اس قابل نہ تھے کہ کسی حیثیت سے اُن پر رعایا کا اطلاق ہوسکتا۔ کیونکہ رعایا آخر کچھ نہ کچھ حق رکھتی ہے اور وہ حق کے نام سے بھی محروم تھے۔

فارس میں جو عیسائی تھے اُن کی حالت اور بھی رحم کے قابل تھی۔ حضرت عمرؓ نے جب ان ممالک کو زیر نگین کیا تو دفعۃً ان کی حالت بدل گئی۔ جو حقوق ان کو دیئے گئے تھے ان کے لحاظ سے گویا وہ رعایا نہیں بلکہ اس قسم کا تعلق رہ گیا جیسا دو برابر کے معاہدہ کرنے والوں میں ہوتا ہے۔[(۸۹)]

حضرت عمرؓ کے دور میں مفتوحہ علاقوں کے ذمیوں کے جان و مال اور مذہب سے متعلق حقوق کی پاسداری کے لئے متعدد معاہدات ترتیب دیئے گئے۔ حالانکہ

''کسی قوم کے حقوق صرف تین چیزوں سے متعلق ہوتے ہیں: جان، مال اور مذہب۔ ان کے سوا اور جتنے حقوق ہیں وہ سب انہیں کے تحت آتے ہیں۔''[(۹۰)]

ان حقوق کے تفصیلی مطالعہ کے بعد اس حقیقت کا علم ہوتا ہے کہ آج کی متمدن حکومتیں بھی اقلیتوں کو ان کے اپنے حقوق دینے سے قاصر ہیں۔

حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں مختلف ممالک کی فتح کے وقت جو معاہدے لکھے گئے ہم ان کو اس مقام پر بعینہٖ نقل کرتے ہیں، جس سے اس دعویٰ کی تصدیق ہوگی اور ساتھ ہی اس بات کے موازنہ کا موقع ملے گا کہ یورپ نے بایں ہمہ دعویٰ تہذیب اس قسم کے حقوق کبھی غیر قوم کو کہیں دیئے ہیں۔[(۹۱)]

مذہبی آزادی اور ایفائے عہد:

بیت المقدس کے عیسائیوں کو از روئے معاہدہ جو حقوق دیئے اُنہیں حضرت عمرؓ کی موجودگی میں ان الفاظ میں لکھا گیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

هٰذَا مَا اَعْطَى عَبْدُاللّٰهِ عُمَرُ اميرُالمؤمِنِيْنَ اَهلَ اِيلْيَا مِنَ الْاَمَانِ اَعْطَاهُمْ اَماناً لِاَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ وَلِكَنَائِسِهِمْ وَصُلْبَانِهِم وسَقِيْمِهَا بَرِيْئِهَا وسائِرِ مِلَّتِهَا اَنَّهُ لا يُسْكُنُ كَنَائِسُهم وَلَا تَهْدَمُ منهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْهَا

وَلا مِنْ حِيْزِها وَلَا مِن صُلُبِهِمْ ولا مِنْ شَيْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَلَا يُكْرهُوْن عَلٰى دِيْنِهِم ولا يُضَارُ اَحَدٌ مِنَ اليَهُودِ عَلٰى أهلِ اِيْلَيَا اَنْ يُعْطُوا اُلجِزْيَة كَمَا يُعْطِي اهلُ المَدَائِنِ وَعَلَيهِمْ اَنْ يُخرِجُوْا منها الرومَ واللُّصُوْصَ فَمَنْ خَرَجَ مِنهُم فهوا مِن علٰى نَفْسِه ومَالِهِ حَتّٰى يَبْلُغوا مَا مِنْهُمْ وَمَن اَقامَ مِنهم فهو آمِنٌ وعَلَيْه مثلُ اهل ايلِيَاءَ مِنَ الجِزْيَةِ وَمَنْ أحبَّ مِنْ أَهْلِ اِيْلياءَ اَنْ يَّسِيْرَ بنَفسِهٖ وَمَالِ مع الرُّوم ويَخْلي بَيعَهُمْ وصُلُبَهُم حتى يَبْلُغوا ما منهم وَعَلٰى مَا فِى هٰذا الكتابِ عهدُاللهِ و ذمةُ رَسُولهٖ ذُمَّةُ الخُلَفَاءِ وذمةُ اُلمُوْمِنِيْنَ اِذَا اَعْطَوا الَّذى عَلَيهِمْ مِنَ الجِزْيَةِ شَهِدَ عَلٰى ذٰلک خالدُ بنُ الوليدِ وعَمْرُو بنُ العاصِ وعبدُالرحمٰن بنُ عوفٍ و معاويةُ بن ابى سفيانَ و كَتَبَ وحَضَرَ.[۹۲]

امان نامہ برائے باشندگان بیت المقدس از امیر المؤمنین عمر بن خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ امان نامہ عبداللہ عمر امیر المؤمنین کی طرف سے باشندگان ایلیا (بیت المقدس کا پرانا نام ہے) کے لئے ہے۔

مشروط بہ دفعات ذیل!

(۱) اُن کے اموال، جان، عبادت گاہیں، صلیب، مریض وتوانا، ہر ایک شئے سے عدم تعرض کیا جائے گا۔

(۲) گرجوں کے لئے رعایت یہ ہے: نہ وہ مسمار کئے جائیں گے، نہ اُن کا مرتبہ کم کیا جائے گا اور نہ اُن کے اندر و باہر سے کوئی شئے دور کی جائے گی۔ اُن کی صلیب کے طول وعرض اور نقش ونگار سے بھی تعرض نہ ہوگا۔

(۳) یہ مراعات اُن کے ساتھ اُن کے بھلے برے دونوں قسم کے حلیفوں کے لئے بھی ہیں۔

(۴) اُن کے اموال بھی دخل اندازی سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(۵) اُن کے دینی اعمال سے بھی مواخذہ نہ ہوگا۔

(۶) اُن سے بلاوجہ پرسش ہوگی نہ ضرر رسانی ہوگی۔

(۷) اور ایلیاء میں اُن کے قرب و جوار میں کسی یہود کو بھی آباد کیا جائے گا۔

باشندگانِ ایلیا کے لئے شرائط

(۱) جزیہ میں ان پر اہلِ مدائن کی شرائط کی پابندی کے ساتھ مندرجہ ذیل شرائط کے پابند بھی ہوں گے۔

(۲) وہ اپنے علاقہ سے رومی اور چوری پیشہ لوگوں کو نکال دیں۔

(۳) اگر دونوں گروہ ہماری رعیت بن کر وفاداری سے ایلیا میں رہنا چاہیں تو رہیں، اُن کے لئے وہی مراعات اور شرائط ہوں گی جو ایلیا کے اصلی باشندوں کے لئے ہیں۔

(۴) ایلیاء کی اقامت اگر یہ چھوڑنا چاہیں تو ہماری مفتوحہ مملکت میں ہم اُن کی جان اور اموال کی حفاظت کریں گے۔ ان کے ایلیاء سے نکل جانے کی صورت میں ان کے متروکہ گرجے اور صلیب بحال رکھیں گے۔

(۵) ساکنانِ ایلیاء میں سے جن لوگوں نے ہمارے خلاف جنگوں میں حصہ لیا، مثلاً اُن کے فلاں شخص کے ہاتھ میں سے ہمارا فلاں سپاہی قتل ہوا۔ ایسے لوگوں سے باز پرس نہ ہوگی۔ اُن کے لئے جزیہ میں بھی وہی شروط ہوں گی جو ایلیا کے عوام کے لئے ہیں۔

(۶) ایلیا سے ملک بدر ہونے والوں کے سوا ملک میں مقیم باشندوں سے فصل کی کٹائی کے موقع پر جزیہ وصول کیا جائے گا۔ اس تحریر پر اللہ، اس کے رسول، خلفاء اور مومنین سب کی ضمانت ہے، بشرطیکہ وہ (طے شدہ) جزیہ ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔

گواهان: ۱- خالد بن ولید ۲- عمرو بن العاص

۳- عبدالرحمٰن بن عوف ۴- معاویہ بن ابوسفیان

کاتب: معاویہ ابن ابوسفیان

بتاریخ: ۱۵ ہجری (۹۳)

اس امان نامہ میں جیسا کہ وضاحت کی گئی ہے کہ عیسائیوں کے جان و مال اور مذہب کی حفاظت کی ضمانت ہوگی، بیت المقدس میں موجود اُن کے مذہبی مقامات کا خاص طور پر تحفظ کیا جائے گا۔

عموماً کسی قوم کے لئے مذکورہ تین قسم کے حقوق زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ ان تینوں کے لئے اس میں تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔

عیسائیوں کے خیال میں چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے صلیب دے کر قتل کیا تھا، اور یہ واقعہ بیت المقدس میں پیش آیا تھا۔ اس لئے ان کی خاطر یہ شرط منظور کی کہ یہودی بیت المقدس میں نہ رہیں (عیسائیوں کے خیال کے برعکس مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صلیب چڑھائے گئے اور نہ ہی انہیں قتل کیا گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اوپر اُٹھا لیا اور وہ محفوظ رہے)

اور یونانی حالانکہ مسلمانوں کے حریف تھے، تاہم انہیں یہ اختیار دیا گیا۔ اگر یہ قیام پذیر رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں، اگر جانا چاہیں تو اجازت ہوگی۔ بہر صورت ان کو تحفظ دیا جائے گا اور اُن کے گرجاؤں اور معبدوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے

گا۔ اس سے بڑھ کر کیا تحفظ دیا جاسکتا ہے کہ انہیں کہا گیا کہ وہ رومی مملکت کی حدود میں جانا چاہیں تو اُن پر بھی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔ اور اس صورت میں بھی بیت المقدس میں موجود عبادت گاہیں محفوظ رہیں گی۔ کیا کوئی قوم مفتوح ملک کے ساتھ اس سے بڑھ کر منصفانہ برتاؤ کرسکتی ہے؟ (۹۴)

سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ذمیوں (غیر مسلموں) کی جان و مال کو مسلمانوں کی جان و مال کے برابر قرار دیا۔ کوئی مسلمان اگر کسی ذمی کو قتل کرڈالتا تھا تو حضرت عمرؓ فوراً اُس کے بدلے مسلمان کو قتل کرادیتے تھے۔

امام شافعیؒ نے روایت کی ہے:

"قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دے دیا جائے۔ چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا حوالہ کیا گیا اور اُس نے اُس کو قتل کرڈالا۔" (۹۵)

حضرت عمرؓ کا مجوسیوں کے ساتھ طرزِ عمل:

عَنْ بَجَالَةَ قَالَ كُنْتُ كَاتِباً لِجُزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْاَحْنَفِ فَاَتَانَا كِتَابُ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهٖ لِسَنَةٍ فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِى مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوْسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرَ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَهَا مِنَ الْمَجُوْسِ. (۹۶)

(حضرت بجالہؓ کہتے ہیں کہ میں احنف کے چچا جز بن معاویہ کا منشی تھا۔ ہمیں حضرت عمرؓ کا ایک خط اُن کی وفات سے ایک سال قبل ملا، جس میں لکھا تھا کہ جس مجوسی نے اپنی محرم عورت سے نکاح کیا ہوا نہیں الگ کردو۔ حضرت عمرؓ مجوسیوں سے جزیہ نہ لیتے تھے۔ لیکن جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے گواہی دی کہ رسول اللہؐ مجوسیوں سے جزیہ لیا کرتے تھے تو حضرت عمرؓ نے بھی جزیہ لینا شروع کردیا)

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں غیر مسلموں (ذمیوں) کو مذہبی اُمور میں پوری آزادی تھی۔ وہ ہر قسم کی رسوم مذہبی ادا کرتے تھے۔ اعلانیہ ناقوس بجاتے تھے، صلیب نکالتے تھے، ہر قسم کے میلے ٹھیلے کرتے تھے۔ ان کے پیشوایانِ مذہبی کو جو مذہبی اختیارات حاصل تھے بالکل برقرار رکھے گئے تھے۔ مصر میں اسکندریہ کا پیٹریارک بنیامین تیرہ برس تک رومیوں کے ڈر سے ادھر ادھر مارا مارا پھرا۔

عمرو بن العاص نے جب مصر فتح کیا تو ۲۰ ہجری میں اس کو تحریری امان نامہ لکھ کر بھیجا۔ وہ نہایت ممنون ہوکر آیا اور پیٹریارک کی کرسی دوبارہ اس کو نصیب ہوئی۔ (۹۷)

مذہبی آزادی کے سلسلہ میں معاہدات میں جو الفاظ مستعمل ہیں اُن میں سے اکثر میں اس آزادی کا ذکر موجود ہے۔
حضرت حذیفہ بن یمان ماہ دینار (اس کا پرانا نام خمل ہے، یہ مقام اب دھران میں ہے) والوں کو جو تحریر لکھی، اس میں یہ الفاظ رقم تھے:

لَا يُغَيَّرُوْنَ عَنْ مِلَّةٍ وَّلَا يُحَالُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ شَرَائِعِهِمْ۔(۹۸)

''اُن کا مذہب نہ بدلا جائے گا۔ اور اُن کے مذہبی امور میں کچھ دست اندازی نہ کی جائے گی۔''

اسی طرح اہلِ جرجان (واضح رہے کہ جرجان خراسان کا ایک ضلع تھا جہاں رومیوں کی کثرت تھی) کے ساتھ جو معاہدہ ہوا اُس میں جو الفاظ لکھے گئے قابلِ ملاحظہ ہیں:

لَهُمُ الْأَمَانُ علىٰ أَنْفُسِهِمْ وأَمْوَالِهِمْ وَمُلْكِهِمْ وَشرَا ئِعِهِمْ وَلَا تُغَيَّرُ مِنْ شَيْئٍ مِنْ ذٰلِكَ۔(۹۹)

''اُن کے جان و مال اور مذہب و شریعت کو امان ہے اور اُس میں کسی شئے میں تغیر نہ کیا جائے گا۔''

اور اسی طرح آذربائیجان (تبریز کا ایک صدر مقام تھا، یہاں آتشکدہ تھا جس کی وجہ سے اس کو آذرآبادگان کہا جاتا تھا جو بعد میں آذربائیجان ہو گیا) والوں کے ساتھ معاہدہ میں طے پایا تھا:

اَلْاَمَانُ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ وَشَرائِعِهِمْ۔(۱۰۰)

''جان و مال، مذہب اور شریعت کو امان ہے۔''

اور موقان (ویلم اور شیروان کے درمیان واقع ہے۔ ویلم سے اس کا فاصلہ ۹۰ میل کے فاصلہ پر ہے) والوں کے ساتھ جو معاہدہ ہوا اُس کے الفاظ بھی مندرجہ بالا معاہدات سے تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ جیسے جریر طبری نے تفصیل کے ساتھ تاریخ الامم والملوک میں لکھا ہے:

اَلْأَمَانُ عَلٰى أَمْوَالِهِم وأَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَشَرَائِعِهِمْ۔(۱۰۱)

''جان، مال، مذہب اور شریعت کو امان ہے۔''

حضرت عمرؓ نے غیر مسلموں (ذمیوں) کے ساتھ جو بھی معاہدات مختلف اوقات میں کئے اُنہیں ہر ممکن طریقے سے نبھانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو حضرت عمر نے فتح شام کے بعد جو فرمان لکھا اُس میں یہ ہدایت کی گئی:

وَاَمْنَعُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ ظُلْمِهِمْ وَالْاِضْرَارِ بِهِمْ وَاَكْلِ اَمْوَالِهِم اِلَّا بِحَقِّهَا وَوَفِ لَهُمْ بِشَرْطِهِمُ الَّذِیْ شَرَطْتُ لَهُمْ فِی جَمِيْعَ مَا أَعْطَيْتَهُمْ۔(۱۰۲)

(مسلمانوں کو منع کرنا کہ ذمیوں پر ظلم نہ کرنے پائیں، نہ اُن کو نقصان پہنچانے پائیں اور نہ ان کا مال بلا وجہ کھانے پائیں اور جس قدر تم نے اُن سے شرطیں کی ہیں سب وفا کرو)

یہ ایک قابلِ ملاحظہ امر ہے کہ جس کی نظیر جدید تاریخ میں بھی نہیں ملتی کہ فتح مصر کے بعد حضرت عمرؓ نے عیسائی کلیسا کے اوقاف کی حفاظت ایک امانت کے طور پر کی اور سابقہ حکومت کی طرف سے پادریوں کے لئے جو وظائف مقرر کئے تھے وہ جاری رکھے۔(۱۰۳)

حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں ہر شخص کو اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنی رائے کے اعلانیہ اظہار کا موقع دیا جاتا تھا۔ حاکم کے اختیارات محدود تھے اور اُن کے طریق عمل پر ہر شخص کو نکتہ چینی کا حق حاصل تھا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو احکام پر نکتہ چینی کرنے کی ایسی عام آزادی دی تھی کہ معمولی سے معمولی آدمی کو خود خلیفہ وقت پر اعتراض کرنے میں کوئی باک نہیں تھا۔ ایک موقع پر ایک شخص نے کئی بار حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا: اِتَّقِ اللّٰهَ يَا عُمَرُ (اے عمر! خدا سے ڈر) حاضرین میں سے ایک شخص نے اس کو روکنا چاہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''کہنے دو۔ اگر یہ لوگ نہ کہیں گے تو یہ بے مصرف ہیں اور ہم نہ مانیں تو ہم۔'' اور یہ آزادی مردوں اور عورتوں سب کو یکساں ملی ہوئی تھی۔(۱۰۴)

حضرت عمرؓ اسلام کی اشاعت کی اگرچہ نہایت کوشش کرتے تھے اور منصب خلافت کے لحاظ سے اُن کا یہ فرض تھا۔ لیکن وہیں تک جہاں تک وعظ اور پند کے ذریعے سے ممکن تھا۔ ورنہ یہ خیال وہ ہمیشہ ظاہر کر دیا کرتے تھے کہ مذہب کے قبول کرنے پر کوئی شخص مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسحٰق ان کا ایک عیسائی غلام تھا۔ اس کو آپؓ ہمیشہ مذہب اسلام کے قبول کرنے کی ترغیب دلاتے تھے، لیکن جب اُس نے انکار کیا تو فرمایا:(۱۰۵)

﴿ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ. ﴾ (۱۰۶)

(مذہب میں زبردستی نہیں)

لباس کی آزادی:

حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں غیر مسلموں (ذمیوں) کو اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق اور تہذیب و ثقافت کے اعتبار سے مکمل آزادی دے رکھی تھی۔ لباس کے بارے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ محکوم قوم رفتہ رفتہ حاکم کی تہذیب و تمدن کو اپنانے لگ جاتی ہے اور اُس کے نتیجے میں اس کی اپنی تہذیب معدوم ہو کر رہ جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپؓ نے حاکم و محکوم دونوں اقوام کی انفرادیت کو مجروح ہونے سے بچایا۔

کیونکہ نظریاتی ریاست میں ایسا کرنا ایک سیاسی تقاضا ہے اور مذہبی ضرورت بھی۔ اگر غیر مسلموں کے لئے نیا لباس تجویز کیا جاتا تو وہ اسے سیاسی غلامی مسلط کرنے سے تعبیر کرتے۔ لیکن اُن کے لئے ان ہی کا لباس مخصوص کر دیا۔ اس طرح سے ان کو ذہنی غلامی سے آزاد کر دیا کہ محکومیت کی وجہ سے وہ اپنا لباس ترک کر کے مسلمانوں کا لباس نہ اپنا لیں اور دوسری طرف مسلمانوں کی ملی انفرادیت کو مجروح ہونے سے بچایا۔ اس پابندی کی ایک وجہ مسلمانوں کو غیر قوم کی مشابہت کرنے سے باز رکھنا تھا کہ دونوں قومیں آپس میں مخلوط نہ ہونے پائیں۔(۱۰۷)

سختی سے اجتناب:

حضرت عمرؓ جو صحیح معنوں میں ایک عظیم انسان تھے، مسند خلافت پر بیٹھے تو اُس وقت محکوم قوموں (غیر مسلموں) کی فلاح و بہبود کے بارے میں اَن تھک کوششوں کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو ابتدائی مسلم حکومتوں کا طرّہ امتیاز ہے۔(۱۰۸)

تاریخ اسلام کا ایک بڑا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک مرتبہ جزیہ کا مال زیادہ آ گیا تو آپ نے عاملوں سے فرمایا کہ میرا خیال ہے تم لوگوں نے خوب رعایا کو تباہ کیا ہے۔ ان لوگوں نے کئی قسمیں کھائیں کہ ہم نے نرمی اور درگزر کے ساتھ وصولی کی ہے۔

آپؓ (عمرؓ) نے پوچھا: ''بغیر مارے باندھے؟''

عاملوں نے جواب دیا: ہاں۔ اے امیر المؤمنین! بغیر مارے باندھے۔

جب حضرت عمرؓ نے پورا اطمینان کر لیا تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰه. اللہ کا شکر ہے کہ نہ میرے ہاتھوں اس طرح کا ظلم ہوا اور نہ میری سلطنت میں کوئی ظلم ہوتا ہے۔(۱۰۹)

سعد بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ سعید بن عامر بن حذیم ؓ حضرت عمر بن الخطاب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے اُن پر کوڑا اُٹھایا۔ اس پر سعید نے کہا: ''آپ تو بات سے پہلے ہی سزا دینے لگ گئے۔ بہرحال اگر آپ سزا دیں تو ہم صبر کر لیں گے۔ اگر آپ معاف کر دیں گے تو ہم شکر گزار ہوں گے۔ اور اگر آپ کو ہم سے کوئی شکایت ہو جائے تو ہم اس شکایت کے ازالہ کی کوشش کریں گے۔''

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: بس یہی مسلمان کا فریضہ ہے۔ اب بتاؤ تم نے خراج کی رقم داخل کرنے میں اتنی دیر کیوں لگائی؟ اُنہوں نے جواب دیا: آپ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے کہ کاشت کاروں سے چار دینار سے زائد وصول نہ کریں۔ چنانچہ ہم بھی اس سے زیادہ کا اُن سے مطالبہ نہیں کرتے۔ البتہ ہم نے انہیں فصلیں کٹنے تک مہلت دے دی ہے۔

اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: جب تک میں زندہ ہوں تمہیں اس عہدہ سے معزول نہیں کروں گا۔[۱۱۰]

حضرت عمرؓ نے غیر مسلموں سے خراج کی وصولی اور اُس کی مشروعیت کی دلیل اجتماعی پیش کی ہے۔ جسے الماوردی نے الأحکام السلطانیہ میں بیان کیا ہے:

هُوَ اجْتِهَادُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَمُوَافَقَةُ الصَّحَابَةِ لَهُ فَيَكُوْنُ إِجْمَاعاً.[۱۱۱]

وہ اس طرح کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس پر اجتہاد فرمایا اور صحابہ کرام نے اس کی موافقت کی۔ اس طرح یہ اجتماعی حیثیت اختیار کر گیا۔

ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا شام کے راستے سے گزر ہوا۔ جب کہ وہ شام کا دورہ کر کے واپس تشریف لا رہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ دھوپ میں جمع ہیں۔ اور اُن کے سروں پر تیل انڈیلا جا رہا ہے۔

آپؓ نے پوچھا ان لوگوں کا کیا مسئلہ ہے۔ بتایا گیا کہ ان پر جزیہ واجب ہے جو انہوں نے ادا نہیں کیا۔ انہیں سزا دی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ یہ جزیہ ادا کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ اور جزیہ کے حوالہ سے ان کا عذر کیا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس استطاعت نہیں ہے۔ آپؓ نے حکم دیا ان کو چھوڑ دو۔ اور ان کی طاقت سے بڑھ کر ان کو تکلیف نہ دو۔ پس بے شک جو لوگ دنیا میں لوگوں کو سزائیں دیتے ہیں اللہ اُن کو قیامت کے روز سزا دے گا۔

لَا تُعَذِّبِ النَّاسَ فَإِنَّ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا يُعَذِّبهُمُ اللّٰهُ يومَ الْقِيَامَةِ.[۱۱۲]

چنانچہ آپ کے حکم سے ان کو چھوڑ دیا گیا۔

آپؓ نے مصر کے گورنر عمرو بن العاصؓ کو مصر کی فتح کے موقع پر یہ حکم دیا کہ عیسائیوں کے گرجاؤں کے لئے جتنی اراضی وقف ہے انہیں بحال رکھا جائے۔[۱۱۳]

حفاظت نہ کر سکنے کی صورت میں جزیہ کی واپسی:

جزیہ کی واپسی کے حوالے سے حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ایک مشہور واقعہ پیش آیا، جس کی تصدیق اس واقعہ سے کی جا سکتی ہے:

ہرقل قیصر روم نے عساکر اسلام کی روک تھام کے لئے ایک لشکرِ عظیم جمع کیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے آنے والے معرکے کے لئے اپنی تمام فوجوں کو اکٹھا کیا اور اُن کے امیر حضرت ابوعبیدہ نے شام کے مفتوحہ شہروں کے حکام کو حکم دیا کہ ان

شہروں سے جزیہ کی جورقوم وصول ہوئی تھیں وہ انہیں واپس کردی جائیں اور وہاں کے باشندوں کولکھ بھیجا کہ جوروپیہ ہم نے تم سے لیا تھا اس کو ہم واپس کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ ایک لشکر جرار ہمارے مقابلے کے لئے آرہا ہے۔ ہم میں اور تم میں یہ وعدہ تھا کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ مگر یہ بات اب ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے جو کچھ ہم نے تم سے لیا تھا اُسے واپس کرتے ہیں۔ اگر ہم فتح یاب ہوئے تو اپنے آپ کو سابقہ عہد نامے کی شرائط کا پابند سمجھیں گے۔

اس حکم کے مطابق بیت المال سے بڑی بڑی رقمیں واپس کردی گئیں اور عیسائیوں نے اہلِ اسلام کو دُعائیں دیں اور کہا کہ خدا تمہیں ہم پر حاکم بنائے اور رومیوں پر تم کو فتح یاب کرے۔ اگر تمہاری جگہ رومی ہوتے تو ہمیں کچھ بھی نہ واپس کرتے۔ بلکہ جو کچھ ہمارے پاس ہے اس کو بھی چھین لیتے۔(۱۱۴)

جان و مال و جائیداد کے متعلق جو حقوق غیر مسلموں (ذمیوں) کو دیئے گئے تھے وہ صرف زبانی نہ تھے۔ بلکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ اُن کی پابندی کی جاتی تھی۔ شام کے ایک کاشت کار نے شکایت کی کہ اصل فوج نے اُس کی زراعت کو پامال کردیا۔ حضرت عمرؓ نے بیت المال سے دس ہزار درہم اُس کو معاوضہ میں دِلوائے۔(۱۱۵)

نادار اور محتاج غیر مسلموں کے لئے وظائف کا تعیّن:

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک ضعیف العمر شخص کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا اور اس سے اس ذلیل حرکت کا سبب دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ جزیہ ادا کرنے کے لئے بھیک مانگتا ہوں۔ اس پر آپؓ نے اس کا جزیہ معاف کردیا۔ اور اس کے لئے وظیفہ مقرر کیا اور اپنے افسر خزانہ کو لکھا:

"خدا کی قسم یہ ہرگز انصاف نہیں ہے کہ ہم اُس کی جوانی میں اس سے فائدہ اُٹھائیں اور بڑھاپے میں اس کو رسوا کریں۔"(۱۱۶)

امام ابو یوسفؒ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

کہ جو ذمی محتاج اور فقیر ہوجائیں انہیں صرف جزیہ سے معاف ہی نہیں کیا جائے گا بلکہ اسلامی خزانے سے (بیت المال) سے وظائف بھی مقرر کئے جائیں گے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہلِ حیرہ کو جو امان نامہ لکھ دیا تھا اس کے الفاظ قابلِ ملاحظہ ہیں:

وَجَعَلْتُ لَهُمْ اَيُّمَا شَيْخٌ ضَعُفَ عَنِ الْعَمَلِ اَوْ اَصَابَتْهُ اٰفَةٌ مِنَ الْاٰفاتِ اَوْ كَانَ غَنِياً فَافْتَقَرَ وَ صَارَ اَهْلُ دِينِهٖ يُصَدِّقُوْنَ عَلَيْهِ طُوحَتْ جِزْيَتُهٗ وعِيْلَ مِنْ بَيْتِ مالِ الْمُسْلِمِيْنَ هُوَ وَعَيَالُهٗ.(۱۱۷)

(اور میں نے ان کے لئے یہ حق بھی رکھا ہے کہ جو شخص بڑھاپے کے سبب از کار رفتہ ہوجائے یا اُس پر کوئی آفت

نازل ہو جائے یا وہ پہلے مال دار تھا، پھر فقیر ہو گیا، یہاں تک کہ اُس کے ہم مذہب لوگ اس کو صدقہ و خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے۔ اُسے اور اُس کے بال بچوں کو مسلمانوں کے بیت المال سے مدد دی جائے)

مال گذاری میں غیر مسلموں کا خیال:

حضرت عمرؓ غیر مسلموں (ذمیوں) کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ جو سالانہ اُن پر مال گذاری مشخص کی گئی وہ نہایت نرم اور ہلکی تھی۔ اس پر بھی حضرت عمرؓ کو ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ کہیں اُن پر سختی تو نہیں کی گئی۔ چنانچہ مرتے مرتے بھی یہ خیال نہ گیا۔ ہر سال یہ معمول تھا کہ جب عراق کا خراج آتا تھا تو دس اشخاص کوفہ اور دس اشخاص بصرہ سے طلب کئے جاتے تھے اور حضرت عمرؓ اُن سے چار دفعہ بتاکید قسم لیتے تھے کہ مال گذاری کے وصول کرنے میں کچھ سختی تو نہیں کی گئی ہے۔[118]

کتاب الخراج میں امام ابو یوسفؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے:

"قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَبْلَ أَنْ يُّصَابَ بِثَلاثٍ او أَرْبَعٍ وَاقِفًا عَلٰى حُذَيفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعُثْمَانَ بْنِ حَنِيْفٍ وَهُوَ يَقُولُ لَهُمَا لَعَلَّكُمَا حَمَلْتُمَا الْأَرضَ مَا لَا تُطِيْقُ"[119]

کہ وفات سے دو تین دن پہلے کا واقعہ ہے کہ افسران بندوبست کو بلایا اور تشخیص جمع کے متعلق ان سے گفتگو کی اور بار بار پوچھتے رہے کہ جمع سخت تو نہیں مقرر کی گئی۔

حضرت عمرؓ کے دور میں مال گذاری کی تشخیص میں ذمیوں کے حالات کا خیال رکھا جاتا تھا اور اُن سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ اور اس بات کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا کہ خراج کی کوئی رقم ظلم و جور کے ساتھ وصول نہ کی جائے۔ ذمیوں کی حفاظت کے عوض اُن سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ کیونکہ ذمی جنگی خدمات سے مستثنیٰ تھے۔ جب کبھی ذمیوں کی حفاظت نہ کر سکتے تھے تو اُن کا جزیہ واپس کر دیا جاتا تھا۔

حضرت عمرؓ بندوبست مال گذاری میں باقاعدہ غیر مسلموں (ذمیوں، جو پارسی یا عیسائی تھے) سے رائے لیتے تھے۔ اور اُن کی معروضات پر لحاظ فرماتے تھے۔ عراق کا جب بندوبست کرنا چاہا تو پہلے عمال کو لکھا کہ عراق کے دو رئیسوں کو پہلے ہمارے پاس بھیجو جن کے ساتھ مترجم بھی ہوں۔[120]

جب پیمائش کا کام جاری ہو چکا تو پھر دس بڑے بڑے زمیندار عراق سے بلوائے اور اُن کے اظہار لئے۔[121]

اسی طرح مصر کے انتظام کے وقت وہاں کے گورنر کو لکھا کہ مقوقس سے جو پہلے مصر کا حاکم تھا خراج کے معاملے میں رائے لو۔ اس پر تسلی نہ ہوئی تو ایک واقف کار قبطی کو مدینے میں طلب کیا اور اس کا اظہار لیا۔[122]

حضرت عمرؓ کا یہ طریقہ جس طرح عدل وانصاف کا نہایت اعلیٰ نمونہ تھا اسی طرح انتظام کی حیثیت سے بھی مُفید تھا۔

فوج میں غیر مسلموں کی شمولیت:

ابن سعدؒ کی روایت کہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت ہر سال ۳۰ ہزار نئی فوج فتوحات پر بھیجی جاتی تھی۔ کوفہ کی نسبت علامہ طبری نے تصریح کی ہے کہ وہاں ایک لاکھ آدمی لڑنے کے قابل بسائے گئے، جن میں سے ۴۰ ہزار باقاعدہ فوج تھی۔ ان کو باری باری ہمیشہ رے اور آذر بائیجان کی مہمات میں حاضر رہنا لازم تھا۔(۱۲۳)

آپؓ کے زمانہ خلافت میں فوج میں عجمی، رومی، ہندوستانی اور یہودی بھی داخل (شامل) تھے۔ یزدگرد شہنشاہ فارس نے ویلم کی قوم سے ایک منتخب دستہ تیار کیا تھا جس کی تعداد چار ہزار تھی۔ اور جند شاہنشاہ فوج خاصہ کہلاتا تھا۔ یہ فوج قادسیہ میں کئی معرکوں کے بعد ایرانیوں سے علیحدہ ہو کر اسلام کے حلقے میں آ گئی۔ سعد بن ابی وقاص گورنر کوفہ نے ان کو فوج میں داخل کر لیا اور کوفہ میں آباد کر کے ان کی تنخواہیں مقرر کر دیں۔(۱۲۴)

چنانچہ اسلامی فتوحات میں ان کا نام بھی جابجا تاریخوں میں آتا ہے۔ یزدگرد کی فوج ہراول کا سردار ایک بڑا نامی افسر تھا جو سیاہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ۱۷ھ میں جب یزدگرد اصفیان کو روانہ ہوا تو سیاہ کو تین سو سواروں کے ساتھ جن میں ستر بڑے بڑے نامی پہلوان تھے، اصطخر کی طرف بھیجا کہ ہر ہر شہر سے چیدہ چیدہ بہادر منتخب کر کے ایک دستہ تیار کرے۔

ابوموسیٰ اشعریؓ نے جب ۲۰ھ میں سوس کا محاصرہ کیا تو یزدگرد نے سیاہ کو حکم دیا کہ اس چیدہ رسالے کے ساتھ ابوموسیٰ اشعری کے مقابلے کو جائے۔

سوس کی فتح کے بعد سیاہ نے مع تمام سرداروں کے ابوموسیٰ سے چند شرائط کے ساتھ امن کی درخواست کی۔ ابوموسیٰ اشعریؓ گو ان شرائط پر راضی نہ تھے، لیکن کیفیت واقعہ سے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔

حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ تمام شرائط منظور کر لی جائیں۔ چنانچہ وہ سب کے سب بصرہ میں آباد کئے گئے۔ اور فوجی دفتر میں نام لکھا کر اُن کی تنخواہیں مقرر ہو گئیں۔ ان میں سے چھ افسروں کی (جن کے نام یہ تھے: سیاہ، خسرو، شہریار، شیرویہ، شہرویہ، افرودین) اڑھائی اڑھائی ہزار اور سو بہادروں کی دو دو ہزار تنخواہ مقرر ہوئی۔ تستر کے معرکہ میں سیاہ ہی کی تدبیر سے فتح حاصل ہوئی۔(۱۲۵)

تعجب یہ ہے کہ فاروقی لشکر ہندوستان کے بہادروں سے بھی خالی نہ تھا۔ سندھ کے جاٹ جن کو اہلِ عرب زط کہتے تھے، یزدگرد کے لشکر میں شامل تھے۔ سوس کے معرکہ کے بعد وہ اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے اور فوج میں بھرتی ہو کر بصرہ میں

آباد کئے گئے۔[۱۲۶]

یونانی اور رومی بہادر بھی فوج میں شامل تھے۔ چنانچہ فتح مصر میں ان سے پانچ سو آدمی شریک جنگ تھے۔ اور جب عمرو بن عاص نے فسطاط آباد کیا تو یہ جداگانہ محلے میں آباد کئے گئے۔ یہودیوں سے بھی یہ سلسلہ خالی نہ تھا۔ چنانچہ مصر کی فتح میں اُن میں سے ایک ہزار آدمی اسلامی فوج میں شریک تھے۔[۱۲۷]

الغرض! حضرت عمرؓ نے صیغہ جنگ کو جو وسعت دی تھی اس کے لئے کسی قوم، کسی ملک کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ یہاں تک کہ مذہب وملت کی بھی کچھ قید نہ تھی۔ والنٹیر فوج میں تو ہزاروں مجوسی شامل تھے جن کو مسلمانوں کے برابر مشاہرے ملتے تھے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ صیغہ جنگ میں یہ وسعت جس میں تمام قوموں کو داخل کرلیا گیا تھا، صرف اسلام کی ایک فیاضی تھی۔ ورنہ فتوحات ملکی کے لئے عرب کو اپنی تلوار کے سوا اور کسی کا کبھی ممنون ہونا نہیں پڑا۔ البتہ اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ جن قوموں سے مقابلہ تھا انہیں کے ہم قوموں کو اُن سے لڑانا فنِ جنگ کا بڑا اصول تھا۔[۱۲۸]

مُلکی انتظام میں مشورہ:

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں غیر مسلموں (ذمیوں) سے ملکی معاملات میں جن کا تعلق ہمیشہ غیر مسلموں سے ہوا کرتا تھا باقاعدہ مشورہ کرتے تھے۔ بلکہ کوئی بھی کام ان کی استصواب کے بغیر نہ کرتے تھے۔ عراق کا بندوبست جب پیش آیا تو عجمی رئیسوں کو مدینہ بلا کر مال گذاری کے حالات دریافت کئے۔ مصر میں جو انتظام کیا اس میں مقوقس سے اکثر رائے لی۔[۱۲۹]

سازش اور بغاوت کی حالت میں غیر مسلموں کے ساتھ سلوک:

شام کی آخری سرحد پر ایک شہر تھا جس کا نام عربسوس تھا۔ اور جس کی دوسری سرحد ایشیائے کوچک سے ملی ہوئی تھی۔ شام جب فتح ہوا تو یہ شہر بھی فتح ہوا اور صلح کا معاہدہ ہوگیا۔ لیکن یہاں کے لوگ درپردہ رومیوں سے سازش رکھتے تھے اور ادھر کی خبریں ان کو پہنچاتے رہتے تھے۔

عمیر بن سعدؓ وہاں کے حاکم تھے۔ اُنہوں نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی تو حضرت عمرؓ نے ان کی اس کمینہ خصلت کا جو انتقام لیا وہ یہ تھا کہ عمیرؓ بن سعد کو خط لکھ بھیجا کہ جس قدر اُن کی جائیداد، زمین، مویشی اور اسباب ہے سب شمار کرکے ایک ایک چیز کی دو چند قیمت دے دو اور اُن سے کہو کہ اور کہیں چلے جائیں۔ اگر اس پر راضی نہ ہوں تو ان کو ایک برس کی مہلت دو اور اس کے بعد جلاوطن کردو۔ چنانچہ جب وہ اپنی شرارت سے باز نہ آئے تو اس حکم کی تعمیل کی گئی۔[۱۳۰]

کیا آج کل کوئی قوم اس درگذر اور عفو و مسامحت کی کوئی نظیر دکھلا سکتی ہے؟ ذمیوں نے اگر بغاوت یا سازش بھی کی تب بھی ان کے ساتھ مراعات کو ملحوظ رکھا۔ بلکہ حضرت عمرؓ کا قدم کسی حالت میں جادۂ انصاف سے ذرہ نہیں ہٹا۔(۱۳۱)

حضرت عمرؓ کی آخری وصیت:

حضرت عمرؓ نے وفات کے قریب خلیفہ ہونے والے شخص کے لئے ایک مفصل وصیت فرمائی تھی۔ اس وصیت نامہ کو امام بخاریؒ، ابوبکر بیہقی، جاحظ اور بہت سے مؤرخین نے نقل کیا ہے۔ اس کا اخیر فقرہ یہ ہے:

وَبِذِمَّةِ اللّٰهِ وذِمَّةِ رَسُوْلِهِ أَنْ يُوْفِي لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وأَنْ لاَ يُكَلَّفُوْا فَوْق طَاقَتِهِمْ.(۱۳۲)

(میں اُن لوگوں کے حق میں وصیت کرتا ہوں جن کو خدا اور اُس کے رسول کا ذمہ دیا گیا ہے (یعنی ذمی) ان سے جو عہد ہے وہ پورا کیا جائے اور اُن کی حمایت میں لڑا جائے اور اُن کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے)

اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ مرتے وقت بھی ذمیوں (غیر مسلموں) کو نہ بھولے۔

المختصر! حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں غیر مسلموں (ذمیوں) کو جو حقوق دیئے اور اُن کے ساتھ اس قدر منصفانہ سلوک روا رکھا کہ کسی اور حکومت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

فصل سوم

عہد آخر خلافت راشدہ

حضرت عثمان غنیؓ

(۲۴ھ تا ۳۵ھ)

(۶۴۵ء تا ۶۵۶ء)

عثمان نام، ابوعمرو ابوعبداللہ کنیت اور ذوالنورین لقب تھا۔ آپ کے والد کا نام عفان تھا۔ قریش کی مشہور شاخ بنی اُمیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کا پانچویں پشت پر سلسلہ نسب رسول کریمؐ سے جاملتا ہے۔ بنی اُمیہ کا یہ خاندان عہدِ جاہلیت ہی سے نہایت ممتاز اور محترم چلا آتا تھا۔ فوجی نشان کی علم برداری اسی خانوادے میں تھی۔

حضرت عثمانؓ ہجرت نبوی سے سینتالیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ چونتیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ رسول اللہؐ نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح آپؓ سے کیا تھا۔ اس لئے آپؓ ذوالنورین کہلاتے تھے۔[۱۳۳]

حضرت عثمانؓ نے ہمیشہ حضور اقدسؐ کے ہر حکم کی اطاعت کی اور اسلام کی ہر طرح سے خدمت کی، بلکہ اُنہوں نے اپنی دولت دین اور ملّت کے لئے وقف کر دی۔ ایک دفعہ رسولِ کریمؐ حضرت عثمان غنیؓ کی غزوہ تبوک پر بروقت اور گراں قدر خدمت سے بے حد متاثر ہوئے اور دیناروں کو اُچھالتے ہوئے فرمایا:

''آج کے بعد عثمانؓ کو اُن کے کسی عمل سے نقصان نہیں پہنچ سکتا۔''[۱۳۴]

سید امیر علی اپنی تحقیقی تصنیف Spirit of Islam (روح اسلام) میں بیان کرتے ہیں:

''حضرت عمرؓ نے ایک عیسائی یا مجوسی، مذہبی جوشیلے کے ہاتھوں، جسے اس عظیم خلیفہ کے بعض احکام کے خلاف شکایت تھی، زخمی ہو کر شہادت پائی۔ اُنہوں نے جانبداری یا رورعایت کے الزامات کا سدِّ باب کرنے کی خاطر وفات سے پہلے اپنے جانشین کے انتخاب کے لئے پانچ ممتاز مسلمانوں (عثمان غنیؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، طلحہ بن عبیداللہؓ، زبیر بن عوامؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ) پر مشتمل ایک مجلس قائم کی تھی۔ ان لوگوں کی نگاہ انتخاب حضرت عثمانؓ پر پڑی جو خاندانِ بنو اُمیہ میں سے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ اُمت کے اتفاق رائے سے مسند نشین خلافت ہوئے۔''[۱۳۵]

ابو محشر کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کی بیعتِ خلافت ۲۴ ہجری میں ہوئی۔ اُنہوں نے عصر کی نماز پڑھائی اور مختلف شہروں کے وفد اُن کے پاس آئے۔ دوسرے دن اُن کا خلیفہ کی حیثیت سے استقبال کیا گیا اور اُن کی بیعت مدینۃ النبیؐ میں ہوئی۔

آپؓ یقیناً اپنے کردار کے لحاظ سے اس منصب کے مستحق تھے۔ آپؓ عہدِ نبوی میں قانونِ الٰہی کے کاتب دفترِ رسالتؐ کے معتمد تھے۔ قرآن کو ایک قرأت پر جمع کرنا، مصحفِ اصلی کو محفوظ رکھنے اور اُمت کو اختلاف سے بچانے کا فخر حضرت عثمانؓ کے علاوہ کسی کو حاصل نہ ہوسکا۔ قانونِ الٰہی سے شغف ظاہر کرنے میں کوئی آپؓ کا ہمسر نہ تھا۔[۱۳۶]

حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ حکومت میں غیر مسلموں کے حقوق

خلافتِ راشدہ کا تیسرا دورِ عثمانی شروع ہی ایک ایسے المناک حادثے سے ہوا کہ ایک غیر مسلم نے خلیفۂ وقت (حضرت عمرؓ) پر قاتلانہ حملہ کیا، اور حضرت عمرؓ اُس زخم کے نتیجے میں جانبر نہ ہوسکے۔ آپؓ کے صاحبزادے حضرت عبید اللہؓ نے غصہ میں آکر قتل کی سازش میں ملوث تین آدمیوں کو قتل کردیا۔ جن میں سے ایک مسلمان اور دو غیر مسلم عیسائی تھے۔ حضرت عبید اللہؓ کو گرفتار کرلیا گیا۔

خلیفہ ثالث نے مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے اس معاملہ کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے رائے لی۔ حضرت علیؓ نے قصاص میں عبید اللہ ابن عمر کے قتل کا فتویٰ دیا۔ لیکن اکثر و بیشتر جمیع صحابہ اس کے خلاف تھے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا چونکہ ہرمزان کا کوئی وارث نہیں ہے۔ اس لئے بحیثیت امیر المؤمنین میں اس کا ولی ہوں اور قتل کی بجائے دیت پر راضی ہوں۔ اس کے بعد خود اپنے ذاتی مال سے دیت کی رقم دی۔[۱۳۷]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی تصنیف ''اصابہ'' میں اس واقعہ کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

''حضرت عبید اللہ کو حضرت عثمانؓ نے گرفتار کرا کے ہرمزان کے لڑکے قماذیان کے سپرد کردیا تھا۔ وہ قتل کے بدلے قتل کرنا چاہتا تھا۔ کچھ لوگوں نے اس سے سفارش کی اور دیت پر راضی کرنا چاہا۔ اُس نے کہا کہ اگر میں قتل کرنا ہی چاہوں تو کیا آپ میں سے کوئی صاحب مجھے روک سکتے ہیں؟ سب نے کہا نہیں۔ تم کو اس کا پورا حق حاصل ہے۔ تب اُس نے کہا میں نے معاف کردیا۔ لیکن بایں ہمہ حضرت عثمانؓ نے اپنی طرف سے دیت بھی ادا فرمادی۔''[۱۳۸]

بلاشبہ حضرت عثمانؓ نے اس مقدمہ کا جس عمدگی سے فیصلہ کیا اس سے بہتر کوئی دوسرا فیصلہ ممکن ہی نہ تھا۔ اس طرح فتنہ وفساد پیدا نہ ہونے پایا اور ایک نفسِ انسانی کا احترام بھی ملحوظ ہوگیا۔ ورنہ کل حضرت عمرؓ قتل کئے گئے تھے اور آج اُن کا لڑکا قتل کیا جاتا تو حضرت عمرؓ کے قبیلہ عدی کے افراد اس کو کبھی برداشت نہ کرسکتے۔ اور فتنہ وفساد کی آگ بپا ہوجاتی۔ اور نفسِ

انسانی کی ممکن رعایت الگ ضائع ہو جاتی۔ (۱۳۹)

حضرت عثمانؓ ریاست کے تیسرے رئیس تھے اور امیر المؤمنین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ آپ نے نظامِ حکومت کی عمومیت اور سادگی کو ترقی دی۔ بیت المال کے معاملہ میں بہت انصاف پسند اور اپنے اخراجات کے معاملہ میں بہت محتاط اور صاف رویہ رکھتے تھے۔ اور اپنے زمانے میں عوام کی (مسلم اور غیر مسلم کی تمیز کئے بغیر) معاشی ضرورتوں کو اعلیٰ معیار پر پورا کرتے تھے۔ ہزاروں روپے کی رقمیں مفادِ عامہ پر خرچ کر ڈالیں۔ حضرت عثمانؓ نے حکومت کے کام امانت سمجھ کر انجام دیئے۔ اور معاہدوں کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ (۱۴۰)

آپ کے عہدِ حکومت میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ بہت بڑھ گیا۔ آپ کے عہدِ خلافت میں دو قسم کی فتوحات ہوئیں:

اوّل: وہ کہ بعض ممالک جو حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں مفتوح ہو چکے تھے اور بعد میں باغی ہو گئے۔ آپ کے عہد میں دوبارہ وہ ممالک فتح ہوئے۔

دوم: وہ کہ جدید ممالک میں جہاد ہوئے اور وہ مقامات اسلام کے قبضے میں آئے۔ (۱۴۱)

خلافت عثمانی کا ایک نہایت اہم کارنامہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں جن عظیم الشان فتوحات کا سلسلہ شروع کیا حضرت عثمانؓ نے نہ صرف ان فتوحات کو جاری رکھا بلکہ اُن میں توسیع بھی کی۔ جو فتوحات نامکمل رہ گئی تھیں اُنہیں مکمل کیا اور حضرت عثمانؓ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے سمندر میں لڑائی کا آغاز کیا۔ (۱۴۲)

حضرت عمرؓ کی ہدایت حضرت عثمانؓ کو:

حضرت ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی تصنیف **الصحیح البخاری** میں **باب کتاب المناقب قصہ البیۃ والاتفاق.علیٰ عثمان ابن عفان وفیہ مقتل عمر بن الخطاب** میں بیان فرمایا۔

وَأُصِيهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ ان يوفى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَانْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَاءِ هِمْ وَلاَ يَكُلِّفُوا أَلاَّ طَاقَتَهُمْ. (۱۴۳)

حضرت (عمرؓ) نے فرمایا:

"میں رسول اللہؐ کے ذمیوں کی دیکھ بھال تمہیں سونپتا ہوں۔ اُن کے ساتھ جو معاہدہ کیا گیا ہے اُس پر عمل کیا جائے۔ اُن کے دشمنوں سے اُن کی حفاظت کی جائے۔ اور اُن کی طاقت سے بڑھ کر اُن پر کوئی بوجھ نہ ڈالا جائے۔" (۱۴۴)

اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا:

"واللّٰہِ مَا حَمَلْتُ عَلٰی مِصْرٍ مِنَ الْاَمْصارِ فَضْلًا وَلَقَدْاَرْدَدْتُہٗ عَلَیْھِمْ." (۱۴۵)

(خدا کی قسم! میں نے کسی شہر پر کوئی نیا بار نہیں ڈالا ہے۔ اور جو کچھ وصول کیا ہے وہ بھی رفاہِ عامہ کے کاموں میں انہی پر خرچ کیا گیا ہے)

کیا دُنیا اس کی مثال پیش کر سکتی ہے؟

اسی طرح عراق فتح ہوا تو حضرت عمرؓ نے مفتوحہ زمینیں مجاہدین میں تقسیم نہیں کیں اور ان پر خراج لگا کر انہیں اصل مالکوں کے قبضہ میں ہی رہنے دیا گیا۔ لیکن دورِ عثمانی میں کثرت فتوحات اور مملکت اسلامیہ کی غیر معمولی وسعت کے باعث حضرت عمرؓ کی پالیسی پر عمل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے یہ ممانعت بھی دور کر دی۔ اور آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود عمار بن یاسر، جناب بن الارت، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبداللہ، اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ اجمعین اور دوسرے بہت سے لوگوں کو اس علاقہ میں جائیدادیں عطا کیں۔ (۱۴۶)

غیر قوموں میں بہت سے لوگوں کو مُلکی عہدے دیئے گئے اور ذمہ داری کی خدمتیں ان کے متعلق کی گئیں۔ حضرت عثمانؓ نے ایک عیسائی کو تعلیم دے کر اپنا میر منشی بنالیا تھا۔ (۱۴۷)

حضرت عثمانؓ نے اپنے حکام کے نام جو ہدایت نامہ لکھا اس میں فرمایا:

"آگاہ ہو جاؤ کہ سب سے عمدہ سیرت یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے حقوق و فرائض کا خیال رکھو۔ تم ان کا مالی حق ادا کرو اور ان سے وہ کام لو جو ان کے ذمہ ہیں۔

تمہاری دوسری ذمہ داری ذمیوں کی ہے۔ تم ان کے حقوق ادا کرو اور ان سے واجبات وصول کرو۔ اس کے بعد تمہارے اپنے دشمن سے معاملات ہیں۔ تم ان کے معاہدے پورے کرو۔" (۱۴۸)

اسلام نے غیر مسلم رعایا کو جو حقوق دیئے ہیں حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے عہدِ خلافت میں اُن حقوق کا بڑا خیال رکھا۔ اور ذمیوں کی جو بجا شکایت ہوتی تھی اُسے رفع کرتے تھے۔ اہلِ نجران کا مسئلہ اپنے دورِ حکومت میں حل کیا۔ چنانچہ نجران کے عیسائیوں جن کو حضرت عمرؓ نے کسی مصلحت سے جلا وطن کر کے شام اور عراق میں آباد کر دیا تھا ان عیسائیوں کا ایک وفد حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن کے پاس چند شکایات تھیں۔ آپؓ نے شکایات سن کر ولید بن عقبہؓ کو جو کوفہ کے گورنر تھے یہ فرمان ارسال فرمایا:

''نجرانی عیسائیوں کے اکابر مجھ سے ملے اور اپنی شکایات اور مشکلات بیان کیں اور اُنہوں نے حضرت عمرؓ کی وہ تحریر دکھائی جس میں اُنہوں نے یمن میں متروکہ اراضی کے بدلہ میں نجرانیوں کو عراق وشام میں اراضی دینے کا حکم صادر کیا تھا اور اُن پر جو زیادتیاں ہو رہی ہیں اُن سے تم بھی واقف ہو۔ اور یہ زیادتیاں اُن پر مسلمانوں کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے اُن کے جزیہ کی رقم میں سے ۳۰ حلے کی تخفیف کر دی ہے اور میں سفارش کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو وہ تمام اراضی دے دی جائے جو حضرت عمرؓ نے عراق میں اُن کو دلوائی تھی۔ اور مسلمانوں کو اچھی طرح سے سمجھا دو کہ نجرانیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں جن کے ساتھ حسنِ سلوک کا ہم نے ذمہ لیا ہے۔ پھر میں ان سب سے پہلے واقف ہوں۔ عمرؓ نے جو دستاویز ان کو لکھ کر دی تھی اسے خود بھی دیکھو۔ اور اُس میں جو وعدہ اُن لوگوں کے ساتھ کیا گیا ہے اُس کو پورا کرو، اور پڑھنے کے بعد وہ دستاویز ان کو واپس کر دو۔''(۱۳۹)

حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں غیر مسلموں کے ساتھ جو معاہدات ہوئے اُن میں سے ایک معاہدہ تاریخ عالم میں اپنا بڑا مقام رکھتا ہے، جسے اُن کے سوتیلے بھائی سعد ابن ابی سرح (جو مصر کے گورنر تھے) نے اہلِ نوبہ کے ساتھ کیا۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی تحقیقی کتاب ''سیاسی وثیقہ جات'' میں (نمبر ۳۶۹ پر) درج کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

معاہدہ از سعد بن ابی سرح برائے اہلِ نوبہ

معاهدة مع أهل النوبة

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

عَهْدٌ مِنَ الْأَمِيْرِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ سَرْحٍ لِعَظِيْمِ النُّوْبَةِ وَلِجَمِيْعِ اَهْلِ مَمْلُكَتِهٖ: عَهْدٌ عَقَدَهٗ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالصَّغِيْرِ مِنْ اَهْلِ النُّوْبَةِ، مِنْ حَدِّ اَرْضِ اُسْوَانَ اِلٰى حَدِّ اَرْضِ عَلْوَةَ.

اِنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ سَعْدٍ جَعَلَ لَهُمْ اَمَانًا وَّهُدْنَةً، جَارِيَةً بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِمَّنْ جَاوَرَهُمْ مِنْ اَهْلِ صَعِيْدِ مِصْرَ، وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَهْلِ الذِّمَّةِ.

اِنَّكُمْ مَعَاشِرَ النُّوْبَةِ، آمِنُوْنَ بِاَمَانِ اللّٰهِ وَاَمَانِ رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنْ لَّا نُحَارِبَكُمْ، وَلَا نَنْصَبُ لَكُمْ حَرْبًا، وَلَا نَغْزُوْكُمْ، مَا اَقَمْتُمْ عَلَى الشَّرَائِطِ الَّتِیْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، عَلٰى اَنْ تَدْخُلُوْا بَلَدَنَا مُجْتَازِيْنَ غَيْرَ مُقِيْمِيْنَ فِيْهِ، وَنَدْخُلَ بَلَدَكُمْ مُجْتَازِيْنَ غَيْرَ مُقِيْمِيْنَ فِيْهِ.

وَعَلَيْكُمْ حِفْظُ مَنْ نَزَلَ بَلَدَكُمْ، اَوْ يَطْرُقُهٗ مِنْ مُسْلِمٍ اَوْ مُعَاهِدٍ حَتّٰى يَخْرُجَ عَنْكُمْ، وَاِنَّ عَلَيْكُمْ رَدَّ كُلِّ آبِقٍ خَرَجَ اِلَيْكُمْ مِنْ عَبِيْدِ الْمُسْلِمِيْنَ، حَتّٰى تَرُدُّوْهُ اِلٰى اَرْضِ الْاِسْلَامِ، وَلَا تَسْتَوْلُوْا عَلَيْهِ، وَلَا تَمْنَعُوْا مِنْهُ، وَلَا تَتَعَرَّضُوْا لِمُسْلِمٍ قَصَدَهٗ وَحَاوَرَهٗ، اِلٰى اَنْ يَنْصَرِفَ عَنْهُ.

وَعَلَيْكُمْ حِفْظُ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ ابْتَنَاهُ الْمُسْلِمُوْنَ بِفِنَاءِ مَدِيْنَتِكُمْ، وَلَا تَمْنَعُوْا مِنْهُ مُصَلِّيًا، وَعَلَيْكُمْ كَنْسَهُ وَاِسْرَاجَهُ وَتَكْرِمَتَهُ.

وَعَلَيْكُمْ فِیْ كُلِّ سَنَةٍ ثَلاثَمِائَةٍ وَسِتُّوْنَ رَاْسًا تَدْفَعُوْنَهَا اِلٰى اِمَامِ الْمُسْلِمِيْنَ، مِنْ اَوْسَطِ رَقِيْقِ بَلَادِكُمْ غَيْرِ الْمُعِيْبِ، يَكُوْنُ فِيْهَا ذُكْرَانٌ وَاِنَاثٌ، لَيْسَ فِيْهَا شَيْخٌ هَرِمٌ وَلا عَجُوْزٌ وَلَا طِفْلٌ لَمْ يَبْلُغِ الْحِلْمَ، تَدْفَعُوْنَ ذٰلِكَ اِلٰى وَالِیْ اسْوَانَ.

وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ دَفْعُ عَدُوٍّ عَرَضَ لَكُمْ، وَلَا مَنْعُهُ مِنْ حَدِّ اَرْضِ عَلْوَةَ اِلٰى اَرْضِ اُسْوَان، فَاِنْ اَنْتُمْ آوَيْتُمْ عَبْدًا لِمُسْلِمٍ، اَوْ قَتَلْتُمْ مُسْلِمًا اَوْ مُعَاهِدًا، اَوْ تَعَرَّضْتُمْ لِلْمَسْجِدِ الَّذِیْ ابْتَنَاهُ الْمُسْلِمُوْنَ بِفِنَاءِ مَدِيْنَتِكُمْ بِهَدْمٍ، اَوْ مَنَعْتُمْ شَيْئًا مِنَ الثَّلاثِمَائَةِ رَأْسٍ وَالسِّتِّيْنَ رَاْسًا، فَقَدْ بَرِءَ تْ مِنْكُمْ هٰذِهِ الْهُدْنَةُ وَالْاَمَانُ؛ وَنَحْنُ وَاَنْتُمْ عَلٰى سَوَاءٍ، حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ.

عَلَيْنَا بِذٰلِكَ عَهْدُ اللّٰهِ وَمِيْثَاقُهُ وَذِمَّتُهُ، وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَنَا عَلَيْكُمْ بِذٰلِكَ اَعْظَمُ مَا تَدِيْنُوْنَ بِهٖ مِنْ ذِمَّةِ الْمَسِيْحِ، وَذِمَّةِ الْحَوَارِيِّيْنَ، وَذِمَّةِ مَنْ تُعَظِّمُوْنَهُ مِنْ اَهْلِ دِيْنِكُمْ وَمِلَّتِكُمْ. اَللّٰهُ الشَّاهِدُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ.

كَتَبَهُ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيْلٍ فِیْ رَمَضَانَ سَنَةَ اِحْدٰى وَثَلاثِيْنَ. (۱۵۰)

شروع اللہ کے نام سے جو مہربان اور رحم والا ہے

یہ عہد نامہ عبداللہ ابن ابی سرح اور نوبہ کے رئیس اور وہاں کے اُن تمام باشندوں کے ساتھ قرار پایا ہے جو مقام اسواں سے لے کر اُس کے دوسری سمت کے پہاڑی سرحد تک پھیلے ہوئے ہیں۔

متن: عبداللہ سعد ابن ابی سراح نے اہل نوبہ سے ایک لڑائی کے بعد امان دے دی ہے۔ اس معاہدہ میں ہماری طرف سے صعید مصر (وہاں کے خطہ کا نام ہے) کے مسلمان، وہاں کے ذمی اور مصر کے دوسرے خطوں کے مقیم مسلمان یا نومسلم اور ذمی بھی شریک ہیں۔

اہلِ نوبہ! اب سے تم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی پناہ میں ہو۔ بااین معنی کہ

(الف) نہ ہم تمہارے ساتھ لڑائی کریں گے۔

(ب) اور نہ تمہیں مرعوب کرنے کے لئے لشکر لائیں گے۔ اور ہماری طرف سے تم پر مندرجہ ذیل شرائط عائد کی جاتی ہیں:

(۱) اگر تم ہماری بستیوں یا علاقہ سے گزرو تو اقامت کئے بغیر آگے نکل جاؤ۔

(۲) اور اسی طرح اگر ہم تمہاری بستیوں سے گزریں تو اقامت کئے بغیر آگے نکل جائیں۔

(۳) لیکن تمہاری بستیوں میں گزرنے والے مسلمان یا ہمارے معاہد کی حفاظت تم پر لازم ہوگی۔

(۴) اگر مسلمانوں کا کوئی غلام بھاگ کر تمہارے ہاں آ پہنچے تو اُسے ہمراہ لا کر ہمارے سپرد کرنا ہوگا۔ مبادا اس غلام پر قبضہ یا اس کے گرفتار کنندہ مسلمان سے تعرض کرو۔

(۵) تمہاری سرزمین میں مسلمانوں نے جو مسجدیں تعمیر کی ہوں اُن مسجدوں کی حفاظت، صفائی، روشنی اور اُن کی تعظیم تم پر عائد کی جاتی ہے۔

(۶) تم سالانہ 360 عدد غلام مسلمانوں کے حضور جزیہ میں پیش کرو۔ مگر یہ غلام بربری ہوں۔

(۷) ان غلاموں میں ظاہری کوئی کجی نہ ہو (جیسے کانے، گونگے، بہرے، اندھے، لنگڑے، لولے نہ ہوں) ان غلاموں میں مرد اور عورت دونوں قسمیں ہوں مگر نابالغ بچے، بوڑھی عورتیں اور بوڑھے مرد نہ ہوں۔

(۸) یہ غلام اسوان میں ہمارے متعینہ صوبیدار کے حوالے کیے جائیں۔

(۹) اگر تم نے مسلمانوں کے کسی غلام کو پناہ دی، مسلمان یا ہمارے معاہد کو قتل کیا، جو مسجدیں مسلمانوں نے تعمیر کی ہیں اُنہیں مسمار کر دیا، مقررہ جزیہ 360 غلاموں میں کمی کر دی تب امان اور صلح دونوں ختم کر دیئے جائیں گے۔ پھر فریقین میں جو فیصلہ خدا کر دے۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ.

ہم پابند ہیں خدا کے حکم اور اُس کے میثاق اور اُس کی پناہ کے۔ اور پابند ہیں ہم اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پناہ کے۔

اسی طرح تم پابند ہو اپنے دین کے مطابق حضرت مسیح و اُن کے حواریوں اور اپنے اکابر اہلِ دین اور ملت کے احکام کے۔

اللّٰہُ شَاھِدٌ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُم عَلٰی ذٰلِکَ.

(اس معاہدہ پر فریقین کے درمیان خدا شاہد ہے)

کاتب: عمر بن شرجیل

تاریخ تحریر: ماہ رمضان ۳۱ھ (۱۵۰/۱)

مفتوحہ ممالک کے شہری حضرت عثمانؓ کی رعایا میں اہم عنصر کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں اسلام کا مسلک بالکل واضح ہے کہ جو کچھ ان پر واجب ہو ان سے وصول کیا جائے۔ اگر وہ اپنا حق ادا کر دیں تو پھر ان کے لئے وہی تمام حقوق ہیں جو مسلمانوں کے لئے ہیں۔ اور حضرت عثمانؓ اور آپ کے گورنر اس عہد پر اچھی طرح سے کاربند تھے۔(۱۵۱)

آپؓ نے خراج وصول کرنے والے حکام کے نام مندرجہ ذیل ہدایت نامہ بھیجا:

''اللہ نے حق وصداقت پر مخلوق کو پیدا کیا ہے، کیونکہ اسے حق وصداقت کے سوا اور کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ اس لئے حق کے ساتھ کوئی چیز وصول کرو اور حق وصداقت پر قائم رہو۔ تم ہمیشہ امانت اور دیانتداری کو اختیار کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم سب سے پہلے بددیانتی کرو۔ اس طرح تم مستقبل کے لوگوں کے لئے بددیانتی کی راہ کھول دو گے۔ اور ان کے گناہوں میں تمہاری شرکت سمجھی جائے گی۔

تم وفاداری کی راہ پر چلو اور کسی یتیم اور معاہدہ کرنے والے پر ظلم نہ کرو۔ جو ان پر ظلم کرے گا وہ اللہ کا دشمن ہوگا۔''(۱۵۲)

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مرو کے بطریق Jeserjah نے ایران کے اسقفِ اعظم Chein کو جو خط لکھا اس کے الفاظ یہ تھے:

''عرب جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس وقت دنیا کی بادشاہی دی ہے، عیسائی مذہب پر حملہ نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس وہ ہمارے مذہب کی امداد کرتے ہیں۔ ہمارے پادریوں اور خداوند کے مقدسوں کی عزت کرتے ہیں اور گرجاؤں اور خانقاہوں کے لئے عطیہ دیتے ہیں۔''(۱۵۳)

حضرت عثمانؓ کا زمانہ خلافت کافی طویل رہا ہے۔ اس لئے اس میں ذمیوں کے واقعات بہت ہیں۔ آپؓ کے زمانہ خلافت میں کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ کے دربار میں ایک یہودی شعبدہ بازی کے کرتب دکھا رہا تھا۔ حضرت جندب بن کعب ازدی بھی تماشائیوں میں تھے۔ آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا تھا۔ آپؒ نے ان شعبدوں کو شیطانی اثر سمجھا اور یہودی کو قتل کر دیا۔ ولید نے اسی وقت آپؒ کو گرفتار کر لیا اور قصاص میں قتل کرنے کے لئے جیل بھیج دیا۔ آپؒ نے داروغہ جیل سے پوچھا: کیا میں یہودی کے قصاص میں واقعی قتل کر دیا جاؤں گا؟ داروغہ نے جواب دیا کہ اللہ کی رضا کی خاطر تم کو قتل کر دینا کچھ بڑی بات نہیں۔ آپ گھبرا کر جیل سے فرار ہو گئے۔ جب ولید نے آپ کو قتل کرنے کے لئے طلب کیا تو معلوم ہوا کہ آپ تو بھاگ گئے ہیں۔ ولید نے داروغہ کو نگرانی میں کوتاہی کرنے کے جرم میں قتل کر دیا۔(۱۵۴)

داروغہ کے یہ الفاظ کہ ''اللہ کی رضا کی خاطر تم کو قتل کر دینا کچھ بڑی بات نہیں'' بتاتے ہیں کہ مسلمان حکمران غیر مسلموں سے جو بھی بھلائی کرتے ہیں اس میں تصور کارفرما یہ ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ خدا کی خوشنودی کے حصول کا ایک سبب ہے۔ اور بایں صورت یہ بھی ایک مذہبی فریضہ ہے جو ایک طرف تو ملکی سیاست کا حصہ ہے اور دوسری طرف عبادت بھی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے ایک خطبہ کے موقع پر میں پہنچا۔ آپؓ فرما رہے تھے کہ اپنے عطیات و وظائف اور اپنے خرچ کے کپڑے و غلے لے جاؤ۔ پھر فرمایا: شہد اور گھی لے جاؤ۔ پھر فرمایا کہ خوشبو کے کمرہ میں جاؤ

وہاں سے مشک وغیرہ لے جاؤ۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا:

فَیَاْخُذُوْنَ وَافِیَہ. (۱۵۵)

(کہ لوگ کافی وافی حصہ لے کر واپس آتے تھے)

مؤرخین اس بات کے شاہد ہیں کہ اس معاملے میں کسی مسلم یا غیر مسلم کی تمیز نہ تھی۔ بلکہ سب کو مساوی مقام حاصل تھا۔ کسی مسلم، غیر مسلم یا امیر وغریب کے تصور سے بھی کبھی سوچا نہ تھا۔

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں شیخین کے قائم کئے ہوئے نظام حکومت کا رُخ بدل گیا۔ سب پرانے والیانِ صوبہ جات اور فوجی سردار جو مقربین رسول اللہؐ سے انتخاب کئے گئے تھے، معزول کر دیئے گئے۔ یہی نہیں بلکہ حق خدمت اور جان نثاری کا کوئی لحاظ نہ رکھا گیا۔ اعتبار اور منفعت والے تمام عہدے بنو اُمیہ نے سنبھال لئے۔ صوبوں کی ولایت ایسے ایسے لوگوں کو عطا کی گئی جو اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دے چکے تھے اور انہیں بیت المال سے بے اندازہ فائدے پہنچائے گئے۔ حکام کی بدعنوانیاں، روایات ماسبق سے بے اعتنائی، پیرانہ سالی، خلیفہ کی اقربا پروری، اور شکایتوں سے لاپرواہی، یہ سب چیزیں مل کر صحابہ نبی اور جمہور مسلمین کے دلوں میں رنجیدگی اور برگشتگی پیدا کرنے کا باعث ہوئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغاوت ہوئی اور اس میں حضرت عثمانؓ نے شہادت پائی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت پر اجماع اُمت نے حضرت علیؓ کو خلیفہ منتخب کیا۔ اس کے بعد جو فتنۂ بغاوت برپا ہوا وہ اسلامی تاریخ کی المناک داستانوں میں ہے۔ (۱۵۶)

حضرت علیؓ

(۳۵ ہجری تا ۴۰ ہجری)

(۶۵۶ء تا ۶۶۰ء)

حضرت علیؓ ۵۹۸ء میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کا نام علی، کنیت ابوالحسن، ابوتراب اور لقب حیدر کرار ہے۔ آپؓ کے والد گرامی حضرت ابوطالب تھے۔

رسالت مآبؐ کی رحلت کے بعد حضرت علیؓ خلافت راشدہ کے زمانے میں اسلام کی ترقی میں مصروف رہے۔ آپؓ نے ہمیشہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کو اپنے مفید مشوروں سے نوازا اور سب خلفاء نے آپ کے مشوروں پر ہمیشہ عمل کیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپؓ خلیفۃ المسلمین ہوئے اور پانچ سال تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے۔[۱۵۷]

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسندِ خلافت خالی رہی۔ اس عرصہ میں لوگوں نے حضرت کرم اللہ وجہہ سے اس منصب کے قبول کرنے پر سخت اصرار کیا۔ اُنہوں نے پہلے پہل اس اہم ذمہ داری کو اُٹھانے سے انکار کردیا، لیکن جب انصار، مہاجرین نے بہت اصرار کیا تو مجبوراً آپ کو اس کی حامی بھرنا پڑی اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے تیسرے دن ۲۱ ذوالحجہ ۳۵ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت علی مرتضٰی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔ مسند نشین خلافت ہونے کے بعد سب سے پہلا کام حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا پتہ چلانا اور ان کو سزا دینا تھا۔ ایسی اُداس اور مکدر فضا میں خلیفۂ چہارم نے عہد خلافت کا آغاز کیا۔

حضرت علیؓ نے مقررہ وظیفوں میں کچھ اضافہ نہیں کیا اور نہ مالِ غنیمت سے کچھ دیا۔ اور آپؓ نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عمرؓ کا راستہ جہاں سے چھوٹ گیا ہے وہاں سے پھر چلنا شروع کیا جائے۔[۱۵۸]

خلافت کے بعد حضرت زبیرؓ اور طلحہؓ نے حضرت علیؓ سے مطالبہ کیا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا ''جب تک لوگ راہِ راست پر نہیں آجاتے اور تمام امور منظم نہیں ہوجاتے میں اس وقت تک تمہاری رائے پر عمل نہیں کرسکتا۔ مجھ میں ایسی طاقت نہیں، حالانکہ مجھ کو عثمان کے حقوق اور مقاص کی فکر ہے۔ اس جواب پر لوگوں میں سرگوشیاں شروع ہوگئیں۔ مروان اور دوسرے اُموی شام کی جانب روانہ ہوگئے۔ حضرت علیؓ نے عربوں کو مدینہ سے واپسی کا حکم دیا۔ اُنہوں نے ماننے سے انکار کردیا۔

حضرت علیؓ کے عہد خلافت کی ابتداء ہی میں فتنوں نے سر اُٹھالیا۔ اس لئے ان کا کام دوسرے خلفاء سے مختلف نوعیت رکھتا تھا۔ حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں ایک نہایت پریشان کن مسئلہ عثمانی عمال تھے۔

حضرت علیؓ کے عہد میں شام میں بنواُمیہ امیر معاویہؓ کے زیر سیادت خلافت راشدہ کو اپنی سلطنت میں تبدیل کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ان کے لئے اس سے زیادہ بہتر موقع کیا ہوسکتا تھا، چنانچہ امیر معاویہؓ نے بغیر کسی تأمل کے ہر ممکن طریقہ سے شام میں حضرت عثمانؓ کے قتل کا انتقام لینے کے لئے ایک عظیم الشان قوت پیدا کر لی۔(۱۵۹)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ انتظام مملکت میں حضرت عمرؓ کے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے تھے اور اس زمانہ کے انتظامات میں کسی قسم کا تغیر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

ملکی نظم ونسق کے سلسلہ میں سب سے اہم کام عمال کی نگرانی ہے۔ حضرت علیؓ نے اس کا خاص اہتمام رکھا۔ وہ جب کسی عامل کو مقرر کرتے تھے تو اس کو نہایت مفید اور گراں بہا نصیحتیں کرتے تھے۔ وقتاً فوقتاً عمال وحکام کے طرزِ عمل کی تحقیقات کرتے تھے۔

امام ابو یوسفؒ ''کتاب الخراج'' میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ وقتاً فوقتاً حکام کے طرزِ عمل کی تحقیقات کرتے رہتے تھے کہ آیا رعایا کو مسلم وغیر مسلم کی تمیز کئے بغیر اُن کے حقوق کا خیال رکھا جارہا ہے کہ نہیں۔

ایک بار حضرت کعب بن مالک کو ایک کمیشن کا افسر بنا کر بھیجا تو فرمایا:

أُخْرُجْ فِيْ طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِكَ حَتّٰى تَمُرَّ بِأَرْضِ السَّوادِ فَتَسْئَلَهُمْ عَنْ عُمَّالِهِمْ وَتَنْظُرَ فِيْ سِيْرَتِهِمْ۔(۱۶۰)

(تم اپنے ساتھیوں کا ایک کمیشن لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کی پوری سرزمین میں گھوم پھر کر عمال کے بارے میں تفتیش کرو اور اُن کی سیرت وحالات کا پتہ لگاؤ)

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت دوسرے ممالک کی فتوحات پر مشتمل رہے۔ جبکہ حضرت علیؓ کا عہد خلافت شدید مشکلات کا شکار رہا۔ آپؓ کے عہد میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے حامی اور معاون جو بھی لوگ تھے وہ سب آپؓ سے بدل گئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد مسلمانوں میں پھوٹ پڑگئی اور وہ آپس میں لڑنے لگے۔ حضرت علیؓ کے اکثر حامی شام کی سرحد چھوڑ کر واپس آنے لگے تو اس وقت رومی یہ آرزو کرنے لگے کہ ان کے جن مقامات پر مسلمان قابض ہو چکے ہیں ان سے واپس لے لیں۔ اور اگر حضرت امیر معاویہؓ کچھ دے کر ان سے مصالحت خرید نہ لیتے تو وہ شام پر حملہ کا ارادہ ہی کر چکے تھے۔(۱۶۱)

حضرت علیؓ کے عہد میں غیر مسلموں کے حقوق

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ذمیوں کا جو خیال رکھا گیا اور ان کے حقوق کی جس طرح نگہداشت کی گئی وہ کسی اور زمانے میں نہیں ملتی۔ اور حضرت عمرؓ کے دور کو ذمیوں کے حقوق کا سنہری دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، کیونکہ اس عہد میں ہر ذمی کو وہ تمام حقوق ملے جو اسلام نے ان کے لئے مقرر کیے ہیں، بلکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکامات سے بڑھ کر بھی ان کو سہولیات دی گئیں۔

انصاف اور مساوات آپ کے تاجِ عدالت کے گوہر شہوار تھے۔ مذہب وملت شاہ و گدا میں کچھ امتیاز نہ تھا۔ مقدمے کا ایک فریق ہونے کی صورت میں آپ خود قاضی کی عدالت میں پیش ہوئے۔ اور ثبوت نہ ملنے کی حالت میں مقدمے کا فیصلہ آپ کے خلاف ہوا۔(١٦٢)

سید قطب شہید اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ کی ایک زرہ گم ہوگئی۔ ایک روز ایک یہودی کے پاس انہوں نے اسے دیکھا۔ اسے لے کر قاضی شریح کی عدالت میں تشریف لائے اور فرمایا: یہ زرہ میری ہے، جسے میں اس کے پاس دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ نہ میں نے اسے بیچا ہے اور نہ بخشا ہے۔

قاضی شریح نے یہودی سے سوال کیا: تم کیا کہتے ہو؟ اُس نے جواب دیا: ''میں ہی اس کا مالک ہوں۔''

قاضی صاحب نے حضرت علیؓ سے پوچھا: امیر المؤمنین اپنے دعوے کا ثبوت پیش کیجئے۔

امیر المؤمنین نے جواب دیا: ''ثبوت دینا تو مشکل ہے۔''

قاضی صاحب نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ یہودی اس فیصلہ سے دنگ رہ گیا اور بے ساختہ کہہ اُٹھا: خلیفہ مجھے اپنے قاضی کے سامنے پیش کرتا ہے اور مقدمہ ہار جاتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں ''خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

پھر اس نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا: بے شک یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ جب آپ صفین کی طرف جا رہے تھے میں بھی لشکر کے پیچھے ہو لیا تھا۔ اس موقع پر یہ زرہ آپ کے بھورے اونٹ سے گری تھی جو حاضر خدمت ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اب یہ تمہاری ہے۔(١٦٣)

ابن خلکان کی روایت ہے کہ ایک مقدمہ میں حضرت علیؓ اور ایک ذمی فریقین کی حیثیت سے اس وقت کے قاضی شریح کی عدالت میں حاضر ہوئے۔ قاضی شریح نے اُٹھ کر حضرت علیؓ کا استقبال کیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا یہ تمہاری پہلی بے انصافی ہے۔(١٦٤)

حضرت علیؓ ذمیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے عمال کو ان کے ساتھ نرمی اور حسنِ سلوک کی ہدایت فرمائی۔ آپؓ کے عہد میں ذمیوں کو ایک عامل عمرو بن مسلمہ کی درشت مزاجی کی شکایت تھی کہ حضرت علیؓ نے ان کو لکھا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے علاقے کے ذمی دہقانوں کو تمہاری درشت مزاجی کی شکایت ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ تم کو سختی اور نرمی دونوں سے کام لینا چاہئے۔ لیکن سختی ظلم کی حد تک نہ پہنچے اور نرمی نقصان کی حد تک۔ ان پر جو مطالبہ ہوا سے وصول کیا کرو، لیکن ان کے خون سے اپنا دامن بچا کر رکھو۔''[۱۶۵]

حضرت علیؓ نے اپنے عمال کو ذمیوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کا حکم بھی دیا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ پر خود ان کے اپنے عہد خلافت میں ایک یہودی نے اسلامی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا تو حضرت علیؓ کو جواب دعویٰ کے لئے ایک عام فریق مقدمہ کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔[۱۶۶]

اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایک مسلمان ایک ذمی کے قتل میں ماخوذ ہوا۔ ثبوت مکمل ہونے پر آپ نے قصاص کا حکم دیا۔ مقتول کے بھائی نے آ کر کہا: ''کہ میں نے خون معاف کیا۔'' مگر آپؓ مطمئن نہ ہوئے اور فرمایا:

لَعَلَّهُمْ فَزَعُوكَ وَهَدَّدُوكَ.

شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرایا دھمکایا ہے۔

اس شخص نے جواب دیا: ''نہیں۔'' مجھے ان لوگوں نے خون بہا ادا کر دیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے قتل سے میرا بھائی واپس نہیں آ جائے گا۔

تب آپ نے قاتل کو رہا کر دیا اور فرمایا کہ:

مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا فَدَمُهُ كَدَمِنَا وَدِيَتُهُ كَدِيَتِنَا.

(جو کوئی ہمارا ذمی ہو اس کا خون ہمارے خون کی طرح اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے)[۱۶۷]

حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ ایک مسلمان نے کسی غیر مسلم (ذمی) کو قتل کر دیا۔ تو حضرت علیؓ نے مسلمان قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سامنے قصاص کے لئے پیش فرمایا۔ اور تلوار اُس کے حوالے کر دی اور حکم دیا کہ اپنے مقتول عزیز کا بدلہ لے لو۔ اور اسی تلوار سے اس کی گردن اُڑا دو۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے مسلمانوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ایسا میں نے اس لئے کیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ہماری حکومت کے غیر مسلم باشندوں کا خون بھی مسلمان باشندوں کے خون کے برابر ہے۔[۱۶۸]

ذمیوں کی آبپاشی کی ایک نہر پٹ گئی تھی۔ اُس کے عامل قرظہ بن کعب انصاری کو لکھا:

''تمہارے علاقہ کے ذمیوں نے درخواست دی ہے کہ ان کی نہر پٹ کر مٹ گئی ہے جس کا بنانا مسلمانوں کا فرض ہے۔تم اسے دیکھ کر درست کراکے آباد کردو۔ میری عمر کی قسم! مجھے اس کا آباد رہنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ ملک سے نکل جائیں یا عاجز و درماندہ ہو جائیں۔ یا ملک کی بھلائی میں حصہ لینے کے قابل نہ رہیں۔''

اہلِ عجم کے ساتھ یہ لطف و کرم کا برتاؤ آپؓ نے رکھا کہ وہ برملا کہتے تھے کہ اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کردی۔(۱۶۹)

حضرت علیؓ کے بارے میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے ایک بیان منقول ہے کہ ''معاہد یا ذمی کا خون بہا مسلمانوں کے خون بہا کے برابر ہے اور ذمیوں کا خون بہا وہی ہے جو مسلمانوں کا ہے۔ اور حضرت علیؓ نے اس فیصلے کو عملاً نافذ کیا۔''

ایک روایت میں ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا:

إِنَّمَا قَبِلُوْا عَقْدَالذِّمةِ لِتَكُوْنَ أَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا و دِمَاؤُهُمْ كَدِمَائِنَا.

(انہوں نے عقد ذمہ قبول ہی اس لئے کیا ہے کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں)

اسی بناء پر فقہاء نے جزئیہ نکالا ہے کہ اگر مسلمان کسی ذمی کو بلا ارادہ قتل کرے تو اس کی ریت بھی وہی ہوگی جو مسلمان کو غلطی سے قتل کرنے سے لازم آتی ہے۔(۱۷۰)

حضرت علیؓ کا وجود رعایا کے لئے سایۂ رحمت تھا۔ بیت المال کے دروازے غرباء اور مساکین کے لئے کھلے ہوتے تھے۔ اور اس میں جو رقم جمع ہوتی تھی نہایت فیاضی سے مستحقین میں تقسیم کردی جاتی۔ ذمیوں کے ساتھ انتہائی شفقت آمیز برتاؤ تھا۔ ایران میں مخفی سازشوں کے باعث بار بار بغاوتیں ہوئیں لیکن حضرت علیؓ نے ہمیشہ نرمی سے کام لیا۔

اولسنر (Oelsner) کہتا ہے کہ اگر حضرت علیؓ کو امن و اطمینان سے حکومت کرنے کا موقع دیا جاتا تو اُن کے محاسن ذاتی، اُن کی ثابت قدمی اور اُن کی اخلاقی فضیلت کی بدولت اسلامی جمہوریت کو اور اس کے سیدھے سادے طریقوں کو دوام حاصل ہو جاتا۔(۱۷۱)

خلفائے راشدین کے عہدِ مبارک میں ذمیوں کے ساتھ جو غایات و مراعات کی گئیں اس کا اعتراف خود ذمیوں نے کئی موقعوں پر کیا۔ یہ اپنی عطا کئے گئے حقوق کا نتیجہ تھا کہ ذمی رعایا میں اکثر لوگ مسلمانوں کے لئے سامانِ رسد پہنچاتے تھے اور جاسوسی کا کام بھی کرتے تھے۔ اور یہ اخلاص ان میں مسلمانوں کے لئے اپنے ہم مذہبوں کے خلاف محض مسلمانوں کے

ذاتی کردار کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔

ان ذمیوں نے یرموک کی مہم کے دوران جب مسلمانوں کو کسی فوجی مصلحت کے تحت حمص کا علاقہ چھوڑنا پڑا اور انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ذمیوں کی حفاظت نہیں کر سکتے، لہٰذا اُنہوں نے وہاں کے لوگوں کا جزیہ معذرت کے ساتھ لوٹا دیا تو یہودیوں نے توریت ہاتھ میں لے کر کہا:

"جب تک ہم زندہ رہیں کبھی رومی یہاں نہ آپائیں گے۔ خدا کی قسم تم رومیوں سے کہیں بڑھ کر ہم کو محبوب ہو۔"(۱۷۲)

اس کے علاوہ خلفائے راشدین نے ذمیوں کو جو حقوق دیئے ان تمام کا اثر یہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے دست و بازو بن گئے۔

قاضی ابو یوسف "کتاب الخراج" میں لکھتے ہیں:

فَلَمَّا رَایٰ أَهْلُ الذِّمةِ وَفَاءَ الْمُسْلِمِينَ لَهُمْ وحُسْنَ السِّيرَةِ فِيهِمْ مال واَشِدَّاءَ عَلَى عَدُوِّالْمُسْلِمِيْنَ وَهَونًا لِلْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى أَعْدائِهِمْ.(۱۷۳)

(جب ذمیوں نے مسلمانوں کی وفاداری اور ان کے نیک سلوک کو دیکھا تو مسلمانوں کے دشمنوں کے سب سے بڑے دشمن ان کے مقابل میں مسلمانوں کے حامی و مددگار بن گئے)

رومی اگرچہ خود عیسائیوں کے ہم مذہب تھے، لیکن جب رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں ایک عظیم الشان فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں کیں تو ان ہی ذمیوں نے ہر جگہ سے جاسوس بھیجے کہ رومیوں کی خبر لائیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ہر شہر پر جو حکام مقرر کیے تھے ان کے پاس ہر شہر کے عیسائی رئیس آئے اور اس جنگی تیاری کی خبر دی۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو تمام حکام نے اس کی اطلاع دی تو اُنہوں نے لکھ بھیجا کہ ذمیوں سے جس قدر جزیہ اور خراج وصول کیا گیا ہے سب واپس کر دیا جائے، کیونکہ معاہدے کی رو سے ہم پر ان کی حفاظت واجب ہوگی۔ اور ہم اس وقت اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان حکام نے جب یہ رقمیں واپس کیں تو ذمی لوگ سخت متاثر ہوئے اور بول اُٹھے" کہ خدا تم کو واپس لائے۔ اگر خود رومی ہوتے تو اس حالت میں ہم کو کچھ واپس نہ دیتے۔ بلکہ ہمارے پاس جو کچھ ہوتا لے لیتے۔ مسلمانوں کو جب فتح ہوئی تو عیسائیوں نے خود واپس شدہ رقم حضرت ابوعبیدہؓ کے پاؤں پر ڈال دی کہ دوبارہ اس ابر کرم کے سائے کے نیچے آجائیں۔(۱۷۴)

یعنی اسلام نے ذمیوں کو جو حقوق دیئے، آنحضورﷺ نے اور خلفائے راشدین نے اپنے عہد میں ان حقوق میں کسی قسم کی کمی نہ کی۔ بلکہ ان کے حقوق میں مزید اضافہ ہی کیا۔ جس کی بدولت مسلمانوں کا غیر قوموں کے ساتھ طرزِ عمل اور

ان کی انصاف پسندی کا سبق ملتا ہے۔

اوران ہی خلفائے راشدین کے عمدہ اور محبت ورواداری کے مظاہرے تھے کہ غیر قومیں یہ کہنے پر مجبور ہوگئیں کہ ہم کو صرف انہی کے سائے میں رہنا قبول ہے بہ نسبت ہم وطنوں کے۔

اس قسم کا طرزِ عمل جب غیر قوموں کے ساتھ اختیار کیا جائے تو معاشرے میں امن وامان کا دور دورہ ہوجاتا ہے۔ اوراسلام کی بنیادی تعلیم ہی یہی ہے کہ پوری دنیا میں امن وآشتی کا پرچم لہرائے۔

تاریخ ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے کہ مفتوحہ علاقوں کے لوگ قابض قوم کی راہوں میں اس طرح دیدہ و دل فرش راہ کریں۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے ان کے ساتھ بہترین طرزِ عمل اختیار کیا اور ذمیوں نے ان کے اخلاص کا جواب اچھے طریقے سے دیا۔

باب سوم

حوالہ جات

(۱) حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر؛ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، کراچی، ۱۹۸۱ء، اُردو اکیڈمی، ص ۳۱۷

(۲) حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، عہد نبویؐ میں نظامِ حکمرانی، کراچی، ۱۹۸۱ء، اردو اکیڈمی سندھ، ص ۷۹، ۸۰

(۳) ہیکل، محمد حسین، حیاتِ محمد، قاہرہ، ۱۹۴۷ء، مطبعۃ النھضۃ العصریۃ، ص ۲۸۵

(۴) حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، عہد نبویؐ میں نظامِ حکمرانی، کراچی، ۱۹۸۱ء، اردو اکیڈمی سندھ، ص ۸۴، ۸۵

(۵) ثانی، محمد حافظ، ڈاکٹر؛ رسولِ اکرمؐ اور رواداری، کراچی، ۱۹۹۸ء، فضل سنز، ص ۵۷

(۶) حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، الوثائق السیاسۃ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدہ، قاہرہ، ۱۹۴۱ء، لجنۃ التالیف والترجمہ، ص ۱ تا ۷

(۷) حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، عہد نبوی میں نظامِ حکمرانی، کراچی، ۱۹۸۱ء، اردو اکیڈمی سندھ، ص ۸۴

(8) Dr., Hamidullah, "The First Written Constitution in the World", Lahore, 1975, P-41.

(۹) حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر؛ الوثائق السیاسۃ، بیروت، طبع ۱۹۸۵ء، دار النفائس، ص ۶۱ تا ۶۲

(۱۰) ثانی، محمد حافظ، ڈاکٹر؛ رسولِ اکرمؐ اور رواداری، کراچی، ۱۹۹۸ء، فضل سنز، ص ۵۸

(۱۳) غازی، حامد الانصاری، اسلام کا نظامِ حکومت، لاہور، ۱۹۸۷ء، مکتبہ عالیہ، ص ۳۶۴

(۱۴) (مقالہ سیرت النبی)، اُردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور پنجاب یونیورسٹی، ص ۱۶۵

(۱۵) حمید اللہ، ڈاکٹر، خطباتِ بہاولپور، ص ۲۳۶

(۱۶) حمید اللہ، ڈاکٹر، عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی، ص ۱۰۲

(۱۷) (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ سیرت النبی، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ص ۱۶۵

(۱۸) برکات احمد، رسول اکرم اور یہود حجاز، (مترجم ڈاکٹر شیر الحق ندوی) لاہور، ۱۹۸۹ء، مکتبہ عالیہ، ص ۸۲

(۱۹) ہیکل، حسین محمد؛ حیاۃ محمدؐ (عربی)، ص ۲۲۷

(۲۰) امیر علی، سید، Spirit of Islam (روح اسلام)، (مترجم محمد ہادی حسین)، لاہور، ۱۹۹۵ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۵۸

(۲۱) غازی حامد الانصاری، اسلام کا نظامِ حکومت، ص ۳۶۴

(۲۲) ندوی، سید ابوالحسن علی؛ نبی رحمت، کراچی، ۱۹۸۸ء، مجلس نشریات اسلام، ص ۴۱۴

(۲۳) حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ص ۴۱۶

(۲۴) ابن القیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ھدیہ خیر العباد، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ج اوّل، ص ۱۳۸

(۲۵) قاسم، عون الشریف۔؛ نشاۃ الدولۃ الاسلامیۃ فی عھد الرسول، قاہرہ، ۱۹۸۱ء، ص ۴۱؛

جعفری، رئیس احمد (مترجم)، زاد المعاد، کراچی، نفیس اکیڈمی، اُردو بازار، ج اوّل، ص ۳۳۳

(۲۶) خدوری، مجید، ڈاکٹر؛ اسلام اور قانون جنگ و صلح، (مترجم مولانا غلام رسول مہر)، لاہور، ۱۹۵۹ء مکتبہ معین الادب، ص ۲۴۷

(۲۷) ڈاکٹر عبدالوحید (چیف ایڈیٹر اُردو انسائیکلوپیڈیا، لاہور) فیروز سنز، طبع اوّل، ص ۱۵۰۱

(۲۸) بلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، القاھرہ، ۱۹۵۷ء، دار النشر، ص ۲۷؛

حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر؛ الوثائق السیاسۃ للعھد النبویؐ، القاہرہ، ۱۹۴۱ء، مطبعۃ بجنۃ التالیف والترجمہ، ص ۸۰-۸۱

(۲۹) ثانی، محمد حافظ، ڈاکٹر؛ رسول اکرمؐ اور رواداری، کراچی، ۱۹۹۸ء، فضل سنز، ص ۱۹۰-۱۹۱

(۳۰) خیر اللہ، ایف سی، قاموس الکتاب، لاہور، ۱۹۹۷ء، مسیحی اشاعت خانہ ۳۶، فیروز پور روڈ، ایڈیشن ۶، ص ۱۱۹۷

(۳۱) ڈاکٹر شوقی ابو خلیل (مترجم) (شیخ الحدیث حافظ محمد امین) اطلس القرآن، لاہور، ۲۰۰۳ء، دار السلام، ۳۶-لوئر مال سیکرٹریٹ سٹاپ، ص ۱۴۱

(۳۲) البلاذری، فتوح البلدان، قاہرہ، ۱۹۵۷ء، دار النشر، ص ۳۶۴

(۳۳) ثانی، محمد حافظ، ڈاکٹر؛ اسلام اور رواداری، کراچی، ۱۹۹۸ء، فضل سنز، ص ۱۹۲-۱۹۳

(۳۴) امیر علی، سید؛ روح اسلام (مترجم محمد ہادی حسین)، لاہور، ۱۹۹۵ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع ۹، ص ۱۷۹-۱۸۰

(۳۵) سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، مترجم، علامہ وحید الزمان، لاہور، (۱۹۸۳ء) اسلامی اکادمی، اُردو بازار، ج دوم،

باب ۵۲۷، حدیث نمبر ۱۲۵۳، ص ۵۰۷، ۵۰۸

(۳۶) ایضاً

(۳۷) حمید اللہ، محمد، الدکتور، الوثائق السیاسیہ للعھدی النبوی والخلافۃ الراشدہ القاہرہ، مطبعہ، لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر، ۱۹۴۱ء، ص ۷۸

(۳۷/۱) حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر؛ سیاسی وثیقہ جات، (مترجم ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی)، لاہور، ۱۹۶۰ء، مجلس ترقی ادب (خط نمبر ۶۰)، ص ۷۸، ۷۹

(۳۸) ثانی، محمد حافظ، ڈاکٹر؛ رسول اکرمؐ اور رواداری، کراچی، ۱۹۹۸ء، فضل سنز، ص ۱۹۵

(۳۹) حمید اللہ، محمد، الدکتور، الوثائق السیاسیہ للعھدی النبوی والخلافۃ الراشدہ القاہرہ، مطبعہ، لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر، ۱۹۴۱ء۔

(۳۹/۱) حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر؛ الوثائق السیاسۃ (سیاسی وثیقہ جات، مترجم ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی)، لاہور، ۱۹۶۰ء، مجلس ترقی ادب، ص ۵۹ تا ۶۳

(۴۰) اکبر شاہ، نجیب آبادی؛ تاریخ اسلام، ج ۱، ص ۲۱۵

(۴۱) نعمانی، شبلی، مولانا؛ سیرت النبیؐ، لاہور، ۱۹۷۵ء، دینی کتب خانہ، ج ۱، ص ۵۶۱

(۴۲) الجوزی، ابن قیم، زاد المعاد فی ھدیہ خیر العباد (مترجم رئیس احمد جعفری) بیروت، دار الکتاب العربی، الجزء الثالث، جلد ثانی، ص ۵

(۴۳) حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر؛ الوثائق السیاسۃ (سیاسی وثیقہ جات، مترجم ابویحییٰ امام خاں نوشہروی)، لاہور، ۱۹۶۰ء، مجلس ترقی ادب، ص ۵۶

(۴۴) البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، (صحیح البخاری)، تلخیص البخاری لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص ۴۶۶

(۴۵) بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کلہ

(۴۶) السیوطی، الخصائص الکبریٰ، بیروت ۶، ج ۲، ص ۱۶۹

(۴۷) ابن کثیر، ابوالفدا ا، اسماعیل بن عمر، امام؛ السیرۃ النبویہ، بیروت، ۱۹۷۸ء، دار الفکر، ج ۳، ص ۶۸۱؛

ابوداؤد، السنن، کتاب الادب، باب فی الحلم واخلاق النبی ﷺ، قدیمی کتب خانہ، کراچی

(۴۸) قاضی، ابوالفضل، عیاض بن موسیٰ؛ الشفاء، بیروت، ج ۱، ص ۱۴۰

(۴۹) بخاری، طاہر رضا، ڈاکٹر، ''عدم برداشت کا رجحان اور تعلیماتِ نبویؐ'' (ماہنامہ ترجمان القرآن، مارچ ۲۰۰۱ء) لاہور،

ادارہ ترجمان القرآن، ص ۲۵؛

الصالحی، محمد بن یوسف، الشامی؛ سبل الھدی والاشاد فی سیرۃ خیر العباد، قاہرہ، ۱۹۸۳ء، احیاء التراث اسلامی، ج ۷، ص ۳۶

(۵۰) البخاری، ابوعبداللہ بن محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح بخاری، (مترجم)، لاہور، ۱۹۸۵ء، مکتبہ رحمانیہ، ج ۲، ص ۲۲۴

(۵۱) البخاری، عبداللہ بن محمد اسماعیل، الجامع الصحیح (صحیح بخاری شریف، مترجم)، لاہور، ۱۹۸۵ء، مکتبہ رحمانیہ، ج ۲، ص ۲۳۰

(۵۲) القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع صحیح مسلم (بشرح النووی)، باتحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الٰہ الا اللہ، ج ۱، ص ۹۹؛

ابوداؤ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۱۷۸ کراچی، قرآن محل

(۵۳) مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا؛ الجہاد فی الاسلام، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ص ۲۸۹

(۵۴) البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، (صحیح البخاری)، تلخیص البخاری لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص ۲۵۱

(۵۵) ندوی، جلیل احسن، مولانا؛ راہِ عمل، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، ص ۱۹۱

(۵۶) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۷۷؛ الجرح والتعدیل، ص ۲۸

(۵۷) البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، (صحیح البخاری)، تلخیص البخاری لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص ۳۴۹؛

الحدیث، تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۹۳

(۵۸) بخاری، الجامع الصحیح، مترجم، لاہور، ۱۹۸۵ء، مکتبہ رحمانیہ، ج ۲ ص ۲۲۶

(۵۹) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد شریف، کراچی، قرآن محل، ج ۲، ص ۳۹۱

(۶۰) بخاری، محمد اسماعیل، الجامع الصحیح، ج اوّل، پ ۴، ص ۱۲۲

(۶۱) الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۳۷

(۶۲) القرآن الکریم ۴:۵۸

(۶۳) قاضی عبدالغفار، مضمون: پیکر حق وصداقت.... خلیفہ اوّل ہفت روزہ ختم نبوت، مارچ ۱۹۹۴ء، ج ۱۳، شمارہ نمبر ۴۲، ص ۱۱

(۶۴) محمد ابن سعد، کتاب الطبقات الکبیر، لائیڈن، ۱۹۴۰ء، ج ۳؛

؛ ندوی، معین الدین احمد شاہ، تاریخ اسلام، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ج ۱، ص ۱۴۴

(۶۵) غازی، حامد الانصاری، مولانا، اسلام کا نظامِ حکومت، لاہور، مکتبہ الحسن، ص ۱۰۰

(۶۶) قاضی، اطہر مبارک پوری، مولانا، خلافت راشدہ اور ہندوستان، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۶۸

(۶۷) ندوی، معین الدین شاہ، تاریخ اسلام، لاہور، ادارہ اسلامیات لاہور، ج ۱، ص ۱۵۴

(۶۸) ندوی، معین الدین احمد، شاہ، تاریخ اسلام، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ج ۱، ص ۱۶۵

(۶۹) حمیداللہ، الوثائق السیاسۃ فی العہد النبوی، قاہرہ، ص ۲۲۰، ۲۲۱

(۷۰) حمیداللہ، الوثائق السیاسۃ فی العہد النبوی، قاہرہ، ص ۲۱۹—۲۲۰؛

سیاسی وثیقہ جات (مترجم امام خاں نوشہروی) ص ۲۳۱ تا ۲۳۳

(۷۱) اکبرآبادی، سعید احمد؛ صدیق اکبر، لاہور، ۱۴۰۱ھ، ادارہ اسلامیات، ص ۳۶۵

(۷۲) حمیداللہ، محمد، ڈاکٹر، سیاسی وثیقہ جات (مترجم مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی) لاہور، مجلس ترقی ادب، خط نمبر ۹۸، ص ۱۱۴

(۷۳) ابوعبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، ص ۳۷۳

(۷۴) عبدالوحید خاں، علامہ، مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان (تاریخ افکار سیاست اسلامی) لاہور، دوست ایسوی ایٹس، ص ۳۲؛

میور، لائف آف محمد، ص ۱۵۸

(۷۵) حمیداللہ، محمد، ڈاکٹر، الوثائق السیاسۃ فی العہد النبوی، قاہرہ، ۱۹۴۱ء، مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمہ، ص ۲۲۰ تا ۲۲۱؛

ایضاً سیاسی وثیقہ جات (مترجم ابویحییٰ امام خاں نوشہروی، لاہور، ۱۹۶۰ء مجلس ترقی ادب، ص ۲۳۴

(۷۶) ندوی، معین الدین شاہ، سیر الصحابہ، لاہور، ادارہ اسلامیات، ج اوّل، ص ۲۷

(۷۷) الہاشمی، طالب، سیرۃ خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر، لاہور، حسنات اکیڈمی، منصورہ، ص۴۸۸

(۷۸) ابو یوسف، کتاب الخراج، ص۱۲۳

(۷۹) نشتر، ابونعیم عبدالحکیم خاں، جالندھری: تاریخ اسلام، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، جلد اوّل، ص۱۲۱

(۸۰) غازی، حامد الانصاری، اسلام کا نظامِ حکومت، لاہور، مکتبہ الحسن، ص۱۱۰

(۸۱) ندوی، معین الدین احمد شاہ: تاریخ اسلام، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ص۱۷۰

بحوالہ عقد الفرید، باب فضائل عرب

(۸۲) غازی، حامد انصاری، مولانا: اسلام کا نظام حکومت، لاہور، الفیصل ناشران، ص۱۱۰

بحوالہ ازالۃ الخفاء، ج۱، مقصد اوّل (خلفاء اربعہ، ص۵۵)

(۸۳) ندوی، معین الدین شاہ، سیر الصحابہ، لاہور، ۱۹۸۷ء، ادارہ اسلامیات، ج اوّل، ص۱۱۴

(۸۴) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، مصر، مطبعۃ الاستقامہ، ج۲، ص۶۱۸

(۸۵) الشیبانی، علی بن ابی الکرم، محمد بن اسد الغابہ، تہران، ج۳، ص۲۲۰ (عن عبداللہ بن مسعود)

(۸۶) الہیثمی، نورالدین، علی ابن ابوبکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، بیروت، ۱۹۶۷ء، ج۹، ص۶۲

(۸۷) ایضاً ص۷۷

(۸۸) غازی، حامد انصاری، مولانا: اسلام کا نظام حکومت، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اُردو بازار، ص۱۱۴

(۸۹) نعمانی، شبلی، الفاروق، لاہور، اسلامک بک سینٹر، اُردو بازار، ص۲۸۹

(۹۰) ندوی، شاہ معین الدین، تاریخ اسلام، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ج اوّل، ص۲۳۴

(۹۱) نعمانی، شبلی، الفاروق، لاہور، اسلامک بک سینٹر، اُردو بازار، ص۲۸۹

(۹۲) طبری، ابوجعفر محمد ابن جریر؛ تاریخ الرسل والملوک، قاہرہ، ۱۳۲۶ھ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ، باب فتح بیت المقدس، ص۱۲؛

ایضاً، تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص۲۴۰۵-۲۴۰۶

(۹۳) حمیداللہ، محمد، ڈاکٹر، حیدرآبادی؛ سیاسی وثیقہ جات، (مترجم ابویحیٰ امام خاں نوشہروی) لاہور، ۱۹۶۰ء، مجلس ترقی ادب، نمبر ۳۵۷، ص۳۰۴-۳۰۵

(۹۴) نعمانی، شبلی، الفاروق، ص۲۹۲

(۹۵) ایضاً ؛الدرایہ فی تخریج الہدایہ، مطبوعہ دہلی، ص۳۶۰

(۹۶) محمد اقبال کیلانی، اتباع سنت کے مسائل، حدیث پبلیکیشنز، لاہور، ص۹۹

بخاری، محمد اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجزیۃ، باب الجزیہ والموادعۃ مع اھل الذمہ والحرب

(۹۷) مقریزی، الخطط، ج۱، ص۴۹۲

(۹۸) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، ص۲۶۳۳

(۹۹) ایضاً ص۲۶۵۸

(۱۰۰) ایضاً ص۲۶۶۲

(۱۰۱) ایضاً ص۲۶۶۴

(۱۰۲) ابویوسف، قاضی، کتاب الخراج، مصر، ص۸۲

(۱۰۳) امیر علی، سید، روح اسلام (مترجم محمد ہادی حسین) لاہور، ۱۹۹۵ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص۴۲۶

(۱۰۴) ابی یوسف، کتاب الخراج، ص۶۷

(۱۰۵) شبلی نعمانی، مولانا، الفاروق، ص۲۹۶

(۱۰۶) القرآن ۲ : ۲۵۶

(۱۰۷) ابویوسف، کتاب الخراج، مطبوعہ مصر، ص۳۹۱

(۱۰۸) امیر علی، سید، روح اسلام (مترجم محمد ہادی حسین) لاہور، ۱۹۹۵ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص۴۳۰

(۱۰۹) ابوعبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، (مترجم عبدالرحمٰن طاہر سورتی)، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، ص۶۴، واقعہ نمبر۱۱۴

(۱۱۰) ایضاً ص۶۴-۶۵

(۱۱۱) الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیہ، بیروت، ۱۴۰۳ھ، دارالکتب العلمیہ، ص۱۴۲؛

ابویوسف، کتاب الخراج، بیروت، ۱۳۹۹ھ، دارالمعرفۃ والنشر، ص۲۶، ۲۷

(۱۱۲) ابویوسف، کتاب الخراج ص۱۷

(۱۱۳) المقریزی، تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر بن احمد، کتاب المواعظ والاعتبار فی ذکر الخطط والآثار، پیرس، ۱۹۱۱ء، ج۲، ص۴۹۹

(۱۱۴) آرنلڈ، ٹی ڈبلیو، پروفیسر، The Preaching of Islam، (دعوت اسلام، مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ) لاہور، ۱۹۷۲ء،

محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور، ص۶۵

بحوالہ، ابویوسف، کتاب الخراج، ص۸۱

(۱۱۵) ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ٦٨

(۱۱٦) ایضاً ص ۷۲

(۱۱۷) ایضاً ص ۸۵

(۱۱۸) ایضاً ص ٦۵

(۱۱۹) ایضاً ص ۲۱

(۱۲۰) ایضاً ص ٦۵

(۱۲۱) ایضاً ص ٦۵

(۱۲۲) مقریزی، الخطط، ج اوّل، ص ۷۴، ۷۵؛

بحوالہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص ۲۱٦;

(۱۲۳) شبلی نعمانی، الفاروق، ص ۲۵۵

(۱۲۴) بلازری، فتوح البلدان، ص ۲۸۰

(۱۲۵) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، واقعات نمبر ۱۷، ذکر فتح سوس؛

بلاذری، فتوح البلدان، ص ۳۷۲، ۳۷۵

(۱۲٦) ایضاً ص ۳۷۵

(۱۲۷) مقریزی، الخطط، ص ۲۹۸

(۱۲۸) شبلی نعمانی، الفاروق، ص ۲۵۷

(۱۲۹) ایضاً ص ۲۹۳

(۱۳۰) بلازری، فتوح البلدان، ص ۱۵۷ / بحوالہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص ۲۹۸

(۱۳۱) شبلی نعمانی، الفاروق، ص ۲۹۸

(۱۳۲) بخاری، محمد اسماعیل، جامع الصحیح، مطبوعہ میرٹھ، ص ۱۸۷

شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، لاہور، اسلامک بک سنٹر، اُردو بازار، ص ۲۹۴؛

(۱۳۳) نشتر، عبدالکیم، خاں، ابونعیم، عبدالحمید، تاریخ اسلام، لاہور، کتاب منزل، شیخ نیاز احمد پبلشرز، ج ۲، ص ۱۸۵

(۱۳۴) ایضاً ص ۱۸٦

(۱۳۵) امیر علی، سید، Spirit of Islam، (روح اسلام، مترجم محمد عادل حسین) لاہور، ۱۹۹۵ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۲۲۸

(۱۳۶) غازی، حامد الانصاری، مولانا، اسلام کا نظامِ حکومت، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران، اُردو بازار، ص ۱۱۵-۱۱۶

(۱۳۷) رحمانی، عبدالرؤف، مولانا؛ ایامِ خلافت راشدہ، لاہور، ۱۹۹۷ء، مکتبہ قدوسیہ، اُردو بازار، ص ۱۵۵/

بحوالہ مروج الذھب، ص ۳۸۸/

شبلی نعمانی، مقالات شبلی، اعظم گڑھ، ج ۲، ص ۳۷۰/

اشہر، مشاہر الاسلام، ج اوّل، ص ۲۹۸

(۱۳۸) عسقلانی، ابن حجر، حافظ؛ اصابہ، ج ۳، ص ۷۷

(۱۳۹) رحمانی، عبدالرؤف؛ ایامِ خلافت راشدہ، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۱۵۶

(۱۴۰) غازی، حامد انصاری، مولانا؛ اسلام کا نظامِ حکومت، لاہور، ص ۱۱۸-۱۱۷/

(۱۴۱) لکھنوی، عبدالشکور فاروقی، مولانا؛ خلفائے راشدین، کراچی، ۱۹۷۵ء، دارالاشاعت، ص ۱۸۲

(۱۴۲) اکبرآبادی، سعید احمد، مولانا؛ عثمان ذوالنورینؓ، فیصل آباد، ۱۹۸۳ء، الفیصل اکادمی، ص ۱۰۲

(۱۴۳) البخاری، عبداللہ بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، دارالسلام للنشر والتوزیع، کتاب المناقب، ص ۳۰۲

(۱۴۴) ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۱۷

(۱۴۵) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، ص ۱۵۳ ؛

رحمانی، عبدالرؤف، مولانا، جھنڈانگری، ایامِ خلافت راشدہ، لاہور، ۱۹۹۷ء، مکتبہ قدوسیہ، اُردو بازار، ص ۱۲۶

(۱۴۶) اکبرآبادی، سعید احمد؛ عثمان ذوالنورینؓ، فیصل آباد، الفیصل اکادمی، ص ۱۵۲

(۱۴۷) ندوی، عبدالسلام، مولانا؛ اُسوہ صحابہ، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ص ۹۵

(۱۴۸) طبری، ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص ۳۰۰

(۱۴۹) ابو یوسف، کتاب الخراج، مصر، ص ۴۲

(۱۵۰) حمید اللہ، ڈاکٹر، حیدرآبادی؛ سیاسی وثیقہ جات، (مترجم: مولانا ابو یحیٰی امام خاں نوشہروی)، لاہور، ۱۹۶۰ء، مجلس ترقی ادب، ص ۳۲۱ تا ۳۲۳

(۱۵۱) طٰہٰ حسین، ڈاکٹر؛ حضرت عثمانؓ (مترجم علامہ عبدالحمید نعمانی) کراچی، ۱۹۷۹ء، ص ۹۶

(۱۵۲) طبری، ابی جعفر محمد بن جریر؛ تاریخ طبری، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص ۳۰۰

(۱۵۳) اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ج ۱۰، ص ۲۵

(۱۵۴) شبلی نعمانی، مقالاتِ شبلی، اعظم گڑھ، ج ۲، ص ۳۷۵

(۱۵۵) ابن قتیبہ دینوری، الامامۃ والسیاسۃ، ج اوّل، ص ۶۷/

ایضاً استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۶

(۱۵۶) امیر علی، سید، روحِ اسلام، (مترجم محمد حادی حسین) لاہور، ۱۹۹۵ء، طبع نہم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۴۳۶ / بحوالہ

Oelsner, Des Effects, de la Religion de Muhammed

(۱۵۷) سندھی، عبدالواحد؛ اسلام کے مشہور سپہ سالار، سندھ، ۱۹۵۶ء، اُردو اکیڈمی، بزد مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ کراچی، ص ۵۵، ۵۷

(۱۵۸) طبری، ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والسلوک، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص ۳۲۵

(۱۵۹) ندوی، معین الدین شاہ، سیر الصحابہ، لاہور، ۱۹۸۷ء، ادارہ اسلامیات، انارکلی، ص ۱۱۴

(۱۶۰) ابو یوسف، کتاب الخراج، مصر، ص ۶۷

(۱۶۱) طٰہٰ حسین، ڈاکٹر، حضرت علیؓ، کراچی، ۱۹۸۷ء، نفیس اکیڈمی، ص ۷۹

(۱۶۲) جالندھری، ابو نعیم، عبدالحکیم خان و عبدالحمید، تاریخ اسلام، لاہور، کتاب منزل/ج ۲، ص ۲۵۶

(۱۶۳) شہید، قطب سید، العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام، مصر، ص ۲۵۵

(۱۶۴) مودودی، اسلامی ریاست، لاہور، ۱۹۷۹ء اسلامک پبلیکیشنز، ص ۵۸۳

(۱۶۵) ندوی، معین الدین شاہ، تاریخ اسلام، لاہور، ادارہ اسلامیات، ص ۳۲۷

(۱۶۶) اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ج ۱۰، ص ۳۰

(۱۶۷) مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، مولانا، اسلامی ریاست، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، ص ۵۸۳

(۱۶۸) الجصاص، ابی بکر، الرازی، احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۶۴

(۱۶۹) ندوی، معین الدین شاہ، تاریخ اسلام، لاہور، ادارہ اسلامیات، ص ۳۲۷

(۱۷۰) مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، مولانا، اسلامی ریاست، ص ۵۸۴

(۱۷۱) امیر علی، سید، Spirit of Islam (روح اسلام، مترجم محمد ہادی حسین) لاہور، ۱۹۹۵ء، طبع نہم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۴۳۶

(۱۷۲) نعمانی، شبلی، مولانا، الفاروق، لاہور، ۱۹۷۶ء، سنگ میل پبلیکیشنز، ص ۴۴۶

(۱۷۳) ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۸۰

(۱۷۴) ندوی، عبدالسلام، مولانا، اسوۂ صحابہ، اسلام آباد، ۱۹۷۹ء، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ص ۹۶۔

باب چہارم

دیگر مسلم ادوار میں غیر مسلموں کے حقوق

فصل اوّل

عہد بنواُمیہ، عہد بنو عباس میں غیر مسلموں کے حقوق

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور غیر مسلم

(۶۶۱ء تا ۶۶۹ء)

اب تک ہم نے اس بحث میں عمل رسولؐ اور تعامل خلافت راشدہ کو بیان کیا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ خلافت راشدہ تک معاملات کی نوعیت بھی کچھ اس طرح کی تھی کہ غیر مسلموں کے معاملات میں کبھی بھی کسی نوعیت کا دخل نہیں دیا گیا۔

حضرت امیر معاویہؓ کا زمانہ آیا تو اُنہوں نے اپنے عمال کو خط لکھا کہ خراج میں ایک ایک قیراط کا اضافہ کر دیا جائے۔ تو عمال نے جواب دیا:

كَيْفَ اَزِيْدُ عَلَيْهِمْ وَفِيْ عَهْدِهِمْ اَنْ لَّا يُزَادُ عَلَيْهِمْ۔ (۱)

(جزیہ میں کسی قیراط کا اضافہ کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ ان سے معاہدہ ہے)

اور فاروقی فرمان ہے کہ اُن کے لگان میں کبھی اضافہ نہ کیا جائے۔

غیر مسلموں کے مال و جائیداد کی حفاظت:

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں بھی اس بات کا لحاظ رکھا گیا۔ اُن کے معاہدہ کا پورا پورا احترام کیا جاتا تھا۔ عقبہ بن نافع فہری کو جو مصر کے گورنر تھے، تھوڑی سی زمین کی ضرورت تھی۔ امیر معاویہؓ کی اجازت سے اُنہوں نے ایک پرتی زمین جو کسی کے قبضہ میں نہ تھی انتخاب کی۔ اُن کے نوکر نے کہا کوئی عمدہ قطعہ پسند کیجئے۔ اُنہوں نے جواب دیا یہ نہیں ہوسکتا۔ ذمیوں سے جو معاہدہ ہے اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اُن کی زمین ان کے قبضہ سے نہ نکالی جائے گی۔ (۲)

ذمہ دار عہدوں پر غیر مسلموں کا تقرر:

حضرت امیر معاویہ کے دور حکومت میں متعدد غیر مسلموں کو ذمہ دار عہدوں پر مامور کیا۔ چنانچہ ابن آثال نصرانی کو حمص کا کلکٹر مقرر کیا۔ اور سرجون بن منصور رومی کو کاتب (پرائیویٹ سیکرٹری) بنایا۔ (۳)

خلیفہ ولید نے جامعہ دمشق کی توسیع کرنا چاہی تو مسجد کے ملحقہ عیسائیوں کا ایک گرجا تھا۔ اور مسجد میں توسیع اس

وقت ممکن نہ تھی جب تک کہ اس گرجا کو اس میں شامل نہ کیا جاتا۔

چنانچہ ولید نے ایک خطیر رقم کی پیش کش کی۔ اور گرجا خرید کر مسجد میں شامل کرنا چاہا مگر عیسائی نہ مانے۔ اس نے بڑی نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی، لیکن عیسائیوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اس پر ولید کو غصہ آ گیا۔ اور گرجا کو گرا کر مسجد میں شامل کر دیا۔

بعدۂ جب عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو عیسائیوں نے آپ کے دربار میں اس بارے میں معاملہ اُٹھایا۔ آپ نے اس معاملہ پر غور وفکر اور چھان پھٹک کرنے کے بعد مسجد کے اس حصہ کو جو گرجا کی زمین میں تعمیر ہوا تھا گرانے کا حکم دیا۔ عامۃ المسلمین کو یہ بات ناگوار گذری۔ اور حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ اس جگہ پر ہم نمازیں پڑھ چکے ہیں۔ یہ مسجد بن چکی ہے، اسے کیسے گرایا جائے گا، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نہ مانے۔ اس کے بعد مسلمانوں کے ایک وفد نے عیسائیوں کے سرکردہ لوگوں سے بات کی اور اُن کو کسی طرح راضی کر لیا۔ چنانچہ عیسائی رضامند ہو گئے۔ اور خود حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مسجد کو نہ گرایا جائے۔ تب آپ نے انہدام مسجد کا کام روک دیا۔ (۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا غیر مسلموں کے بارے طرزِ عمل

(۹۹ھ تا ۱۰۱ھ / ۷۱۷ء تا ۷۲۰ء)

خلیفہ عمر ثانی کا عہدِ خلافت اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اُن کے زمانے میں بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ (۵)

خلیفۂ وقت نے اشاعت اسلام کے لئے ایک باقاعدہ تحریک سرگرمی کے ساتھ شروع کی اور مفتوحہ اقوام کو اسلام کی ہر طرح ترغیب دی۔ بلکہ ان کو زر و مال عطا کیا۔ روایت ہے کہ ایک موقع پر اُنہوں نے ایک عیسائی فوجی افسر کو ایک ہزار دینار دیئے تا کہ اُسے اسلام کی رغبت ہو۔ (۶)

اُنہوں نے تمام والیانِ مملکت کے نام احکام جاری کئے کہ وہ ذمیوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن جراح والی خراسان نے چار ہزار افراد کو مسلمان بنایا۔ (۷)

۷۰۰ء میں جو احکام اس مقصد سے جاری ہوئے تھے کہ بیت المال میں روپے کی قلت نہ ہونے پائے اور جن کے مطابق نو مسلم جزیہ سے بری نہ ہوتا تھا۔ بلکہ بدستور سابق اُس کی ادائیگی پر مجبور ہوتا تھا۔ اُن احکام کو خلیفہ نے منسوخ کر دیا۔ اگر کوئی ذمی جزیہ کی سالانہ ادائیگی سے ایک دن پہلے اپنے دین کو خیر باد کہہ دیتا یا عین اُس وقت اُس کی ادا کردہ رقم ترازو میں تل رہی ہو، اسلام قبول کر لیتا تو اُس کے جزیہ کی رقم اس نو مسلم کو واپس کر دی جاتی تھی۔ (۸)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ کی خلافت کی جانب سے غیر اقوام (غیر مسلموں) کی بھی مدد کی جاتی تھی۔(۹) اس سے معلوم ہوا کہ سرکاری خزانہ سے امداد کے لئے مذہب کا کچھ تعصب نہ تھا، کیونکہ ہر قسم کی آزادی کے لئے آپ کی عدالت وجود وسقا کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔

کسی حکمران کے عدل وانصاف اور ظلم وجور کے جانچنے کا سب سے بڑا معیار دوسری ماتحت قوموں اور اہلِ مذاہب کے ساتھ اُس کا سلوک اور طرزِ عمل ہے۔

اس معیار سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور سراپا عدل تھا۔ اُنہوں نے ذمیوں کے حقوق کی جیسی حفاظت کی اور اُن کے ساتھ جو نرمی برتی اس کی مثال عہدِ فاروقی کے علاوہ تاریخ اسلام کے اور کسی دور میں نہیں مل سکتی۔ ذمیوں (غیر مسلموں) اور مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت میں سر مو فرق نہیں کیا۔ اُن کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی۔ جزیہ کی وصولی میں نرمی اور سہولت پیدا کی۔ اُن کے لئے ہر طرح کی آسانیاں مہیا کیں۔ بلکہ عُمّال کو وقتاً فوقتاً اس کے متعلق احکام لکھتے رہے:

''جس قدر تم ماتحت رعایا پر قادر ہو اس سے بھی بہت زیادہ خدا تم پر قادر ہے۔''(۱۰)

امام ابن قیم الجوزی نے اپنے مشہور زمانہ تالیف ''احکام اہل الذمۃ'' میں ذمیوں کے حقوق کے بارے میں بڑی وضاحت کے ساتھ خصوصاً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ حکومت میں ذمیوں کے بارے طرزِ عمل کو بیان کیا، جسے ابنِ کثیر نے البدایہ والنھایہ میں حضرت عمر بن عزیزؒ کے حوالے سے کچھ یوں بیان کیا:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنی سلطنت کے اطراف واکناف میں اپنے گورنروں کو یہ تحریری ہدایات جاری کی تھیں:(۱۱)

''أمّا بعدُ، فإنّ عُمَرَ بنَ عبدِالعَزِيزِ يَقرَأُ عَلَيْكُمْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ)(۱۲)

جَعَلَهُمُ اللّٰه ''حِزْبَ الشَّيْطَانِ'' وجَعَلَهُم (الأخسرين أعمالاً، اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا)(۱۳)

وَاعْلَمُوْا أَنَّهُ لَمْ يَهْلِكْ مَنْ هَلَكَ مِنْ قبلِكُمْ إِلَّا بِمَنْعِهِ الحَقَّ وبَسْطِهِ يَدَالظُّلمِ؛ وقَدْ بَلَغَنِي عَنْ قَومٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْمَا مَضَى أَنَّهُمْ إِذَا قَدِمُوا بَلَداً أَتَاهُمْ أَهْلُ الشِّرْكِ فاسْتَعَانُوا بِهِمْ فِي أَعْمَالِهِمْ وَكِتَابَتِهِمْ، لِعِلْمِهِمْ بِالْكِتَابَةِ وَالجِبَايَةِ والتَّدْبِيرِ، وَلَا خيرَةَ ولَا تَدْبِيْرَ فِيْمَا يُغضِبُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ؛ وَقَدْ كَانَ

لَهُمْ فِي ذٰلکَ مُدَّةٌ، وقَدْ قَضاهَا اللّٰهُ تعَالٰی، فَلا أُعْلِمَنَّ أَنَّ أَحداً مِن العُمَّالِ أَبْقَی فِیْ عَمَلِہٖ رَجُلاً مُتصَرِّفاً عَلٰی غَیْرِ دِینِ الإِسْلَامِ إِلا نَکَّلْتُ بِہٖ، فإِنَّ مَحْوَ اعمالِھِمْ کَمَحْوِ دِیْنِھِم، وأَنْزِلُوھُمْ مَنْزِلَتَھُمَ الَّتی خَصَّھُمُ اللّٰہُ بِھَا مِن الذُّلِّ وَالصَّغارِ، وآمُرُ بِمَنْعِ الیَھُودِ والنَّصاریٰ مِنَ الرُّکُوبِ عَلَی السُّرُوجِ إِلَّا عَلَی الأُکُفِ، ولْیَکْتُبْ کُلٌّ مِنْکُم بِمَا فَعَلَہُ مِنْ عَمَلِہٖ۔(۱۴)

(اَمّا بعد: عمر بن عبدالعزیزتم پر اللہ کی کتاب کی آیات پڑھتا ہے ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بلاشبہ مشرک نجس ہیں'' اللہ نے ان کو حزب الشیطان قرار دیا ہے اور اُن کو (اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ میں قرار دیا ہے، جنہوں نے اپنی کوششیں دنیا کی زندگی کے لئے کھپا دیں، پھر سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں) اور جان لو کہ تم سے پہلے جو قومیں بھی ہلاک ہوئیں اُن کی ہلاکت کا سبب حق کو قبول نہ کرنا تھا اور دستِ ظلم کو دراز کرنا تھا، اور ماضی کے کچھ مسلمانوں کے بارے میں مجھے خبر ملی ہے کہ وہ جب کسی ملک کو فتح کر لیتے تھے تو اُن کے پاس مشرکین آتے تھے، وہ اُن سے اپنے اعمال اور کتابت میں مدد مانگتے تھے۔ کیونکہ مشرکین کے پاس فن کتابت، ٹیکس کی وصولی اور تدبیر کا علم تھا۔ حالانکہ ایسے اُمور جن سے اللہ اور اُس کے رسول کا غضب بھڑکتا ہو اُن میں مسلمانوں کے پاس کسی قسم کے اختیار اور تدبیر کا حق نہیں رہتا۔ اس کے باوجود مسلمانوں نے ایک مدت تک اس طریقے کو جاری رکھا۔ حالانکہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی کر دیا تھا کہ کسی غیر مسلم کو اُمور سلطنت میں شریک نہ بنایا جائے۔ پس مجھے یہ صورتِ حال نظر نہ آئے کہ کسی گورنر نے کسی غیر مسلم کو کام پر لگا رکھا ہو، اگر ایسا ہوا تو میں اُسے عبرت ناک سزا دوں گا۔ یقیناً جس طرح اُن کا دین مٹ گیا ہے، اسی طرح اُن کے اُمور سلطنت میں تصرّف کو بھی مٹ جانا چاہئے۔ تم اُنہیں اُن کے اُسی مرتبے پر رکھو جس ذلت وصَغار پر اللہ نے اُنہیں رکھا ہے اور میں حکم دیتا ہوں کہ یہود ونصاریٰ گھوڑے پر بغیر زین کے سوار ہوا کریں۔ تم میں سے ہر ایک مجھے اس فرمان پر عمل درآمد کی تحریری رپورٹ دے)

آپ نے مصر کے گورنر حیان کو بھی اسی قسم کا حکم نامہ بھیجا تھا تو جواب میں اُس نے آپ کو یہ لکھ بھیجا:

اَمَّا بعدُ! یَا أُمیرَ المُؤْمِنِیْن فَإِنَّہٗ إِنْ دَامَ ھٰذَا الأَمْرُ فِیْ مِصْرَ، أَسْلَمَتِ الذِّمَّۃُ، وبَطَلَ مَا یُؤْخَذُ مِنْھُمْ. ''(۱۵)

(اَمّا بعد: اے امیرالمؤمنین! پس مصر میں اگر یہ صورتِ حال جاری رہی تو تمام ذمّی اسلام قبول کر لیں گے اور جو جزیہ اُن سے وصول کیا جاتا تھا، وہ ختم ہو جائے گا)

اس پر آپ نے اس کی طرف اپنا قاصد بھیجا اور اُسے حکم دیا کہ حیان کے سر پر تیس کوڑے مارنا تاکہ اُسے بات کرنے کا سلیقہ آ جائے، اور اُسے کہنا کہ جو کوئی دین اسلام میں داخل ہوتا جائے، تم اُس سے جزیہ ہٹاتے جاؤ۔ میری تو

خواہش ہے کہ وہ سبھی کے سبھی اسلام لے آئیں، کیونکہ یقیناً اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی بنا کر بھیجا ہے اور ٹیکس لگانے والا بنا کر نہیں بھیجا۔(١٦)

عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ ذمیوں (غیر مسلموں) کے ساتھ نرمی برتو۔ اُن میں جو بوڑھا اور نادار ہو جائے اُس کی کفالت کا انتظام کرو۔ اگر اُس کا کوئی صاحب حیثیت رشتہ دار ہو تو اُسے اُس کی کفالت کا حکم دو۔ ورنہ بیت المال سے کفالت کا انتظام کرو۔ جس طرح اگر تمہارا کوئی غلام بوڑھا ہو جائے تو اُسے یا آزاد کرنا پڑے گا یا مرتے دم تک اُس کی کفالت کرنی پڑے گی۔(١٧)

ذمیوں کے خون کی قیمت مسلمانوں کے خون کے برابر قرار دی۔ ایک بار حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حیرہ کے حاکم کو لکھا کہ قاتل کو فوراً مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دو۔ وہ جو چاہیں کریں۔ چاہیں معاف کر دیں۔ چنانچہ اس حکم پر قاتل حوالہ کر دیا گیا۔ اور مقتول کے ورثاء نے اسے قتل کر دیا۔(١٨)

الطبقات الکبری ابن سعد میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں یہ حالت تھی کہ کوئی مسلمان ذمیوں کے مال پر دست درازی نہیں کر سکتا تھا۔ جو ایسا کرتا تھا اُسے پوری سزا ملتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک مسلمان ربیعہ شعودی نے ایک سرکاری ضرورت سے ایک قبطی کا گھوڑا بیکار میں پکڑ لیا اور اس پر سواری کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو چالیس کوڑے لگوائے۔(١٩)

مالِ متصوبہ کی واپسی کے سلسلہ میں شاہی خاندان میں ذمیوں کی زمینیں بھی واپس دلائیں۔ ایک ذمی کی زمین عباس بن ولید کے قبضہ میں تھی۔ اُس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس دعویٰ کیا کہ عباس نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عباس سے پوچھا کہ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ اُنہوں نے کہا والد نے مجھے جاگیر میں دی تھی اور میرے پاس اس کی سند موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ خدا کی کتاب ولید کی سند پر مقدم ہے۔ اور ذمی کی زمین واپس دلا دی۔(٢٠)

اُن کے وہ مذہبی حقوق جو گذشتہ خلفاء کے زمانہ میں سلب ہو گئے از سرِ نو قائم کئے۔ دمشق کا ایک گرجا ایک عرصہ سے ایک مسلمان خاندان کی جاگیر میں چلا آ رہا تھا، عیسائیوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس دعویٰ کیا۔ انہوں نے واپس دلا دیا۔ اسی طریقہ سے ایک مسلمان نے ایک گرجا کی نسبت عذر داری کی کہ اُس کی جاگیر میں ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا اگر عیسائیوں کے معاہدہ میں ہے تو آپ اُسے نہیں پا سکتے۔(٢١)

عیسائیوں اور یہودیوں کی چند ایک عبادت گاہیں جنہیں پہلے خلفاء کے زمانہ میں مسلمان زبردستی اپنے تصرف میں لے آئے تھے، بحال کر دیں۔(٢٢)

جزیہ کی وصولی کے سلسلے میں عمال ذمیوں کے اوپر جو سختیاں کرتے تھے اُن کو بالکل بند کر دیا۔ جو بے عنوانیاں ہو چکی تھیں حتی الامکان اُن کی تلافی کی کوشش کی۔ ابن اشعث کی بغاوت کی حمایت کے الزام میں حجاج نے عراق کے ذمیوں کے جزیہ کی مقدار بڑھادی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس اضافہ کو گھٹا دیا۔(۴۳)

جزیہ کی وصولی مین اُن کے ساتھ اتنی نرمی برتی جاتی تھی کہ اُس سے بازار کا نرخ چڑھ جاتا تھا۔ لیکن آپ نے اس کا کوئی لحاظ نہ کیا۔ آپ کے زمانہ میں غلہ کا نرخ بہت چڑھ گیا تھا۔ ایک شخص نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ خلفاء جزیہ کی وصولی میں ذمیوں کو بڑی سخت تکلیفیں دیتے تھے۔ اس لئے جزیہ ادا کرنے کے لئے جس دام پر بک سکتا تھا غلہ فروخت کر دیتے تھے۔ اور میں اُن پر اتنا ہی بار ڈالتا ہوں جس کو وہ اُٹھا سکیں۔ اس لئے ہر شخص آزادی کے ساتھ جس طرح چاہتا ہے اپنا غلہ فروخت کرتا ہے۔(۴۴)

حتیٰ کہ عدالتی نظام میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مقدمات میں ذمیوں اور شاہی خاندان میں کوئی فرق نہ کرتے تھے۔ دونوں کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ہشام بن عبدالملک نے ایک عیسائی پر مقدمہ دائر کیا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے دونوں کو برابر کھڑا کیا۔ ہشام کو یہ ناگوار ہوا۔ اُس نے تمکنت میں آکر عیسائی کے ساتھ سخت کلامی کی۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کو ڈانٹا اور سزا دینے کی دھمکی دی۔(۴۵)

ابوجعفر منصور کا غیر مسلموں کے بارے میں رویہ

(۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ - ۷۵۳ء تا ۷۷۴ء)

ابوجعفر منصور نے جب حج کیا تو مسلمانوں کی ایک جماعت شبیب بن شیبہ * کے پاس اکٹھی ہوئی اور انہوں نے اُس سے درخواست کی کہ وہ منصور تک اُن کی فریاد کو پہنچا کر انہیں مظالم سے نجات دلائے اور نصاریٰ جو اُن کے اموال و جائیدادوں اور آبرو میں ظلم وستم اور دست درازیاں کرتے ہیں اُن سے محفوظ کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔ کیونکہ منصور نے ان عیسائیوں کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ بنواُمیہ کی جو چیزیں بھی پائیں اُن پر قابض ہو جائیں۔

* شبیب بن شیبہ بن عبداللہ بن عمرو لاٗ ھم ایک فصیح اللسان خطیب تھا جو بنواُمیہ کے خلفاء کا ہم نوالہ و ہم پیالہ تھا۔ ایک بارسوخ شخص تھا، اہل بصرہ اپنی حاجتوں کے سلسلے میں اس کے پاس حاضر ہو کر فریاد کناں ہوتے تھے اور وہ اُن کی دادرسی کیا کرتا تھا۔

شبیب کہتے ہیں کہ میں منصور کے ساتھ چل پھر رہا تھا کہ اُس نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں میں ڈال کر میرا ہاتھ پکڑ لیا (اس بے تکلفی کے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے) میں نے کہا: اے امیر المؤمنین اجازت ہو تو میں اپنے دل کی بات آپ سے عرض کروں؟ اُس نے کہا: ہاں کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟ تو میں یوں گویا ہوا: اللہ نے جب اپنی مخلوق میں نصیبے تقسیم کیے تو آپ کے لئے سب سے اعلیٰ واشرف مقام پسند فرمایا، اور دُنیا میں آپ سے فائق کسی کو نہ کیا، تو اب آپ اپنے لئے یہی پسند فرمائیں کہ آخرت میں بھی کوئی شخص آپ سے فوقیت نہ لے جائے۔ اے امیر المؤمنین! اللہ سے ڈریئے کہ اللہ کا یہی تاکیدی حکم ہے، اسے آپ کو بجالانا چاہئے۔ میں یہ بات آپ کو محض آپ کی خیر خواہی کی خاطر کہہ رہا ہوں اور اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اللہ نے آپ کو نعمتوں سے نوازا ہے اور ان کا شکر ادا کرنا آپ کا فرض ہے۔ تو جب آپ اس مجد وشرف سے سرفراز ہیں تو آپ کو رعایا پر اپنا بازو جھکا دینا چاہئے، اور جب دوسروں کے احسان اُٹھانے سے اللہ نے آپ کو بے نیاز کیا ہے تو آپ کے احسانات لوگوں پر فروزاں ہونے چاہئیں۔ اے امیر المؤمنین! آپ کے دروازوں کے آگے ظلم وجور کی آگ شعلہ زن ہے، اور یہاں کتاب اللہ اور سنت نبویہ پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ اے امیر المؤمنین! یہ کیا ستم ہے کہ ذمی مسلمانوں پر مسلط ہوئے جا رہے ہیں، وہ مسلمانوں پر ظلم وستم کر رہے ہیں، ان کی جائیدادوں پر قبضہ جما رہے ہیں، اُن کے اموال غصب کر رہے ہیں اور جور وجفا کی چکی میں انہیں پیس رہے ہیں۔ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو بروئے کار لانے کے لئے آپ کو بطور سیڑھی استعمال کر رہے ہیں، قیامت کے روز یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے کسی کام نہ آ سکیں گے۔

اس پر منصور نے کہا: یہ میری مُہر لے لو اور مسلمانوں میں سے جسے بھی تم جانتے ہیں، اُسے یہ مُہر دے کر بھیج دو۔ اور ربیع سے مخاطب ہو کر کہا: اے ربیع ہمیں اُمور سلطنت کی ایک فہرست بنادو اور جو کام کسی ذمی کے سپرد ہوں، اُن پر سے ذمیوں کو ہٹا دو اور جس کسی کو شبیب تمہارے پاس لے کر آئے اُس کی جگہ کی ہمیں خبر دینا تا کہ ہم اُس کو خدمت پر لگانے کے احکام صادر کر دیں۔

اس پر شبیب نے کہا: اے امیر المؤمنین! جب تک یہ کفار آپ کی خدمت میں ہیں، مسلمان تو آپ کے پاس آنے سے رہے، کہ اگر مسلمان اُن (کفار) کی اطاعت کریں گے تو وہ اللہ کو غضب ناک کریں گے، اور اگر انہوں نے ان کفار کو غضب ناک کیا تو وہ (کفار) آپ کو ان کی وجہ سے برانگیختہ کریں گے۔ چنانچہ اُس ایک ہی دن میں متعدد افراد کو (مختلف اُمور پر) فائز کیا گیا، جونہی آپ ایک آدمی کو لگائیں گے تو دوسرے کو معزول کریں گے۔[۲۶]

مہدی اور غیر مسلم

(۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ......۷۷۵ء تا ۷۸۵ء)

مہدی کے زمانہ میں اہل الذمہ کی شان وشوکت وطاقت پکڑ گئی تھی، تو مسلمان ایک صالح شخص کے پاس جمع ہوئے اور اُس سے درخواست کی کہ وہ اس معاملہ سے مہدی کو آگاہ کرے اور اسے نصیحت کرے، جبکہ اُس آدمی کی مہدی کی مجلس میں حاضر ہونے کی عادت تھی، پھر یوں ہوا کہ اسے مہدی کے ہاں حاضر ہونے کے لئے بلایا مگر وہ رُکا رہا۔ اس پر مہدی خود اس کے گھر پر آیا اور مجلس میں اُس کے نہ آنے کا سبب پوچھا، تو اُس نے اسے پوری بات بتائی اور اہلِ ذمہ کے ظلم وستم کے ستائے ہوئے لوگوں کا اُس کے گھر پر جمع ہونے کا حال سنایا۔ پھر یہ اشعار اُسے سنائے:

(۱) میرے والدین تم پر قربان، کیا جسم ضائع ہوگئے ہیں یا اذہان اور عقلیں ضائع ہوگئی ہیں؟

(۲) وہ لوگ جو نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے روکنے والے ہیں، کیا مسلمانوں کے معاملات اُن کے حوالے کردیئے گئے ہیں؟

(۳) اگر وہ ہمارے اندر اپنی تلواریں سونتنے کے قابل نہیں رہے تو یہ اَقلام ہی اُن کی تلواریں ہیں (یعنی وہ قلم سے تلوار کا کام لے رہے ہیں)

پھر اُس نے کہا: ''اے امیر المؤمنین! آپ نے اس اُمت کی امانت کو اُٹھایا ہے، حالانکہ اُسے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا تھا۔ مگر اُنہوں نے اسے اُٹھانے سے انکار کردیا تھا۔[۲۷]

پھر آپ نے وہ امانت جس کے اللہ نے آپ کو مختص کیا تھا، مسلمانوں کو چھوڑ کر اہلِ ذمہ کے حوالے کردی، کیا آپ نے اپنے جدِ امجد کی قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر نہیں سنی:

وَيَقُوْلُوْنَ يَا وَيْلَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً إِلَّا اَحْصَاهَا[۲۸]

کہ الصغیرۃ تبسم ہے اور الکبیرۃ قہقہہ ہے؟ تو پھر آپ کا کیا گمان ہے مسلمانوں کے اموال، اُن کی امانتوں اور اُن کے اسرار کے بارے میں۔ میں نے آپ کو نصیحت کی ہے اور یہ نصیحت حُجت ہے اُس پر جو آپ تک نہیں پہنچی''

چنانچہ مہدی نے عمارۃ بن حمزۃ کو اَھواز، اور ''کور دجلۃ'' اور ''کور فارسی'' پر گورنر بنا دیا، اور حماد کو السعاد کے اُزور سونپ دیئے اور اُسے حکم دیا کہ ''انبار'' کی طرف جائے اور وہاں کے جملہ اُمور کا جائزہ لے۔ اور کسی ذمی کو کسی گورنر کے کاتب

کی حیثیت سے باقی نہ رہنے دے، اور اگر اُس کے علم میں یہ بات آئے کہ کسی مسلمان نے کسی نصرانی کو کاتب رکھا ہوا ہو تو اس کاتب کا ہاتھ کاٹ دے۔ چنانچہ شاھونہ اور کاتبوں کی ایک جماعت کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔

مہدی کا بصرہ میں اُس کی بعض جاگیروں پر ایک نصرانی کاتب تھا۔ اُس نے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے میں ظلم کا رویہ اختیار کیا، تو ظلم رسیدہ لوگوں نے سوار بن عبداللہ القاضی کے پاس فریاد کی۔ چنانچہ نصرانی کے وکلاء کو حاضر کیا گیا اور ثبوت طلب کیا گیا۔ چنانچہ اس نصرانی کے خلاف گواہی دی گئی کہ وہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ اور حق کی راہ سے باہر نکلا ہوا ہے۔ وہ نصرانی گیا اور قاضی سوار کے نام مہدی کا خط لے کر آ گیا کہ اُس کے معاملہ کو برقرار رکھا جائے۔ چنانچہ وہ بصرہ میں آیا اس حال میں کہ اُس کے پاس وہ خط تھا اور کچھ احمق نصرانیوں کی ایک جماعت بھی اس کے ساتھ تھی۔ وہ مسجد میں آئے اور اُنہوں نے سوار کو بیٹھے ہوئے پایا کہ وہ مسلمانوں کے معاملہ میں جج کے طور پر بیٹھے تھے۔ چنانچہ وہ مسجد میں داخل ہو گیا اور اُس جگہ سے جہاں اُسے ٹھہرنا ضروری تھا، آگے نکل گیا۔ اُسے خُدام نے روکا، مگر اس نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی اور انہیں گالیاں دیں۔ یہاں تک کہ وہ قریب ہو گیا، حتیٰ کہ سوار کے داہنے طرف بیٹھ گیا اور وہ خط اُس نے قاضی کو دے دیا۔ پس قاضی نے وہ خط پڑھے بغیر اپنے آگے رکھ دیا۔ اور اس سے پوچھا کیا تم نصرانی نہیں ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ اللہ قاضی کی اصلاح کرے۔ پس اس نے اپنا سر اوپر کو اُٹھایا اور حکم دیا کہ اسے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹو۔ چنانچہ اُسے گھسیٹتے ہوئے مسجد کے دروازے تک لایا گیا۔ اور قاضی نے اُس کی بہت زیادہ سرزنش کی۔ اور قسم کھائی کہ وہ اُس وقت تک ٹھہرا رہے گا جب تک مسلمان اپنے حقوق حاصل کر لیں۔ اس پر اُن کے کاتب نے اُن سے کہا کہ آج آپ نے ایسا کام کیا ہے کہ ڈر ہے اس کا کوئی انجام ہوگا۔ تو اُنہوں نے کہا: تو اگر اللہ کے حکم کی عزت کرے گا تو اللہ تیری عزت کرے گا۔[۲۹]

ہارون الرشید اور غیر مسلم

(۱۷۰ھ تا ۱۹۳ھ......۷۸۶ء تا ۸۰۹ء)

جہاں تک ہارون الرشید کا تعلق ہے، تو جب اُس نے فضل بن یحییٰ کو خراسان کے اعمال سونپے اور اپنے بھائی جعفر کو دیوان الخراج کی ذمہ داری دی، تو دونوں کو مسلمانوں کی مصلحتوں میں نظر رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مسجدیں، مدرسے اور حوض اور پانی پینے کی جگہیں تعمیر کی گئیں اور یتیموں کے لئے مکتب بنائے گئے۔ اہلِ ذمہ کو اُن کے کاموں سے ہٹا کر اُن کے بجائے مسلمانوں کو مقرر کیا گیا۔ اُن (ذمیوں) کے لباس اور یونیفارم مختلف مقرر کئے گئے اور علمائے اسلام کے فتویٰ کی رُو سے اُن

کے گرجے ڈھائے گئے۔[۳۰]

ہارون رشید کے زمانہ خلافت میں مصر کے گورنر عامر بن عمر نے جب عیسائیوں کو گرجے بنانے کی عام اجازت دینا چاہی تو لیث بن سعد اور عبیداللہ بن لہیعہ نے مشورہ کیا۔ ان بزرگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور یہ دلیل دی کہ مصر کے تمام گرجے صحابہ اور تابعین ہی کے زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔[۳۱]

امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں خلیفہ ہارون الرشید کے بارے میں لکھا ہے کہ اُن کے عہدِ حکومت میں عیسائیوں کے گرجا گھروں اور پادریوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ کافی مراعات وسلوک کا دستور تھا۔ بلکہ گرجا گھر کے پادریوں سے خراج وجزیہ کی وصولی کی بجائے معافی کا حکم جاری کیا۔[۳۲]

ایک نامور اور مقتدر عباسی، امیر علی بن عیسیٰ کے جور وستم سے مسلمان ذمی، غیر مسلم، ادنیٰ واعلیٰ سب عاجز تھے۔ وہ خراسان کے والیان وعمائد تک کی تذلیل وتحقیر کرتا تھا۔ اور سب سے ناجائز رقم وصول کرتا تھا۔ لیکن وہ ہارون رشید کو خوش رکھتا تھا۔ اس لئے اس کی زیادتیوں کی خبر نہ ہونے پاتی تھی۔ لیکن جب اُس کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور ہارون رشید کے پاس پیہم اس کی شکایتیں پہنچیں تو اُس نے بڑی ذلت کے ساتھ علی بن عیسیٰ کو معزول کر کے اس کی جگہ ہرثمہ بن اعین کا تقرر کیا۔[۳۳]

المامون اور غیر مسلم

(۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ......۸۱۳ء تا ۸۳۳ء)

مامون کے بارے میں عمرو بن عبداللہ الشیبانی کہتے ہیں کہ ایک رات کو مامون نے مجھے طلب کیا، جب کہ ہم مصر میں تھے۔ تو وہ مجھے کہنے لگا کہ عیسائیوں کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئی ہیں اور وہ مسلمانوں پر ظلم بھی ڈھانے لگے ہیں۔ اور مالی معاملات میں وہ سلطانِ وقت سے خیانتیں بھی کرنے لگے ہیں۔ پھر کچھ دیر کے بعد وہ کہنے لگا: اے عمرو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ قبطی کس اہل سے ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ لوگ ان فرعونیوں کی بچی کھچی نسل سے ہیں جو کبھی مصر پر حکمران تھے۔[۳۴]

اور امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم نے اُن کو ملازمتوں پر فائز کرنے سے منع کر دیا تھا، وہ کہنے لگا: ذرا مجھے بتاؤ تو سہی کہ مصر میں اُن کی نسل کس طرح پلی بڑھی؟ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! جب ایرانیوں نے فراعنہ سے بادشاہت چھین لی تو اُنہوں نے قبطیوں کو قتل کر دیا، تو ان میں سے وہی بچے جو چھپ چھپا کر "اَنْصَنا" (جگہ کا نام ہے) اور دیگر شہروں میں چلے

گئے۔ وہاں پر اُنہوں نے علم طب اور علم کتابت سیکھے، پھر جب ایرانیوں کی جگہ رومی بادشاہت پر قابض ہوئے تو یہی قبطی اُن ایرانیوں کو نکلوانے کا سبب بنے تھے، پھر یہ لوگ مملکت روم میں اقامت گزین ہوئے۔ یہاں تک کہ مسیح کی دعوت غالب آ گئی۔

انہی قبطیوں کے بارے میں خالد بن صفوان نے اپنے قصیدہ میں جو اُنہوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مدح میں کہا تھا، یہ اشعار کہے، جن میں وہ انہیں ان قبطیوں کے قتل کرنے پر اُبھارتے ہیں اور اُن کے خلاف اُکساتے ہیں۔

اشعار کا ترجمہ:

(۱) اے عمرو! آپ کے قبضے میں ہمارا مصر آ گیا ہے اور اس میں آپ نے عدل وانصاف پھیلا دیا ہے۔

(۲) آپ اپنی تلوار سے ایسے لوگوں کو قتل کر دیں جو سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور قبطیوں کو قتل کر کے اپنی تلوار کو فتح سے ہم کنار کریں۔

(۳) کیونکہ یہ قبطی ہی ہیں جن کی وجہ سے مصر کے اطراف واکناف میں ظلم وجور کا بازار گرم ہے اور عوام الناس میں بغاوت اور سرکشی سر اُٹھاتی ہے۔

(۴) یہ لوگ صلیب کے پجاری ہیں اور تین خداؤں کو مانتے ہیں اور شرارتوں کے مددگار ہیں۔

یہ باتیں ماموں کے جی میں بیٹھ گئیں۔ پھر جب وہ بغداد واپس آیا تو ان قبطیوں کی سرکشی اور فساد کے کچھ مظاہرے سامنے آئے، اس وقت اس کا اُستاذ علی بن حمزہ الکسائی * اس سے قراءت سُن رہا تھا۔(۳۵)

جب ماموں اس آیت پر پہنچا:

﴿"يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ.
وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ.﴾ (۳۶)

(اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں۔
اگر تم میں سے کسی نے ان کو دوست بنایا تو وہ بھی انہی سے ہے)

تو الکسائی کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! آپ کتاب اللہ پڑھتے تو ہیں مگر اُس پر عمل نہیں کرتے؟ چنانچہ مامون نے ذمیوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ بہت سارے تھے جن کو عہدوں سے ہٹا دیا گیا اور دو ہزار آٹھ سو کو جیل میں ڈالا گیا۔ اور باقی

---

* وہ علی بن حمزۃ بن قیس بن فیروز الاسدی الکوفی الکسائی ہے۔ قرأت وتجوید کے ائمہ میں سے تھا۔ اس نے قرأت حمزۃ الزیات سے مُذاکرۃً حاصل کی۔ وہ نحو کا عالم بھی تھا۔ اُس کی وفات "رَیّ" میں الرشید کی صحبت میں ہوئی۔ وہاں وہ سن ایک سو اسی میں فوت ہوا۔

یہود کی ایک جماعت رہ گئی تھی جو اُس کی بعض ایجنسیوں کی پناہ میں تھی۔ تب اُس نے احکام جاری کیے، جن کی عبارت یہ تھی:

''سب سے خبیث قوم یہود ہیں، اور یہودیوں میں سے سب سے خبیث ''السامرۃ'' ہیں اور السامرۃ میں سب سے زیادہ خبیث بنو فلاں ہیں۔ چنانچہ دیوان الجیش اور دیوان الخراج میں سے اُن کے ناموں کے ساتھ جو کچھ وابستہ ہے وہ قطع کر دیا جائے، اِن شاء اللہ تعالیٰ''

ایک دفعہ کوئی شاعر مامون کے پاس حاضر ہوا۔ اس وقت اس کی محفل میں ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا۔ شاعر نے شعر پڑھے:

(۱) اے اُس شخص کے بیٹے! جس کی اطاعت اور جس کے احکام تمام لوگوں پر واجب ہیں۔

(۲) بے شک جس کی وجہ سے آپ کو عظمت نصیب ہوئی ہے۔ یہ شخص جو سامنے بیٹھا ہے یہ گمان کرتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔

مامون نے اُس یہودی سے پوچھا: کیا جو کچھ یہ کہہ رہا ہے، صحیح ہے؟

اُس نے کہا ''ہاں''۔ چنانچہ اُس نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔[۳۷]

خلیفہ المامون کے عہد میں مملکت اسلامیہ میں عیسائیوں کے گیارہ سو کلیساؤں کے علاوہ یہودیوں کے سینکڑوں صومعے اور زردشتیوں کے بے شمار آتشکدے تھے۔ اس روشن خیال حکمران نے جسے عیسائیوں کا دشمنِ جانی کہا گیا ہے، اپنی مجلس شوریٰ میں اپنی تمام محکوم جماعتوں کے نمائندے شامل کیے تھے۔

مسلمان، یہودی، عیسائی، زردشتی اور صابی، اور اُس نے عیسوی کلیسا کے منصب داروں کے تمام حقوق و مراعات کا باحتیاط تمام تحفظ کیا۔ یہ ایک قابل ملاحظہ امر ہے کہ جس کی نظیر جدید تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔[۳۸]

کہتے ہیں کہ خلیفہ معتصم (833ء تا 844ء) کے عہد میں ایک مسلمان سپہ سالار نے ایک امام اور مؤذن کو اس بنا پر دُرے لگائے تھے کہ اُنہوں نے صغد میں ایک آتش کدے کو مسمار کر کے اس کی جگہ ایک مسجد تعمیر کی تھی (جسے چالسن (Chwolsohn): جلد ا، ص ۲۸۷ میں دیکھا جا سکتا ہے)[۳۹]

جعفر متوکل علی اللہ اور غیر مسلم

(۲۳۲ھ تا ۲۴۲ھ......۸۴۷ء تا ۸۶۱ء)

جہاں تک متوکل کا تعلق ہے تو اُس نے اُمورِ سلطنت کے کاموں سے اُنہیں ہٹا دیا تھا۔ اور سواریوں میں اور لباس میں اُن کے یونیفارم بدل دیئے تھے (یعنی مسلمانوں سے امتیاز کے لئے)، اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ اس کے زمانے میں انہوں نے بہت سے سرکاری عہدے سنبھال لئے تھے اور اس سلسلے میں حد سے آگے نکل گئے تھے اور متوکل کی ماں اور اہل و اقارب کی خدمت کی بنا پر وہ مسلمانوں پر چھا رہے تھے۔ یہ سال ۲۳۵ھ کے زمانے کی بات ہے۔[۴۰]

دونوں حضرات (ابن جریر الطبری اور ابن کثیر) نے اس سال میں اس نوعیت کے متعدد واقعات کی نشان دہی کی ہے، جن کی بنا پر المتوکل نے اہل ذمہ پر سخت رویہ اختیار کیا، اُن کا لباس بھی الگ مقرر کر دیا اور سال ۲۳۹ھ میں بعض نئے غیر قانونی طریقہ سے تعمیر کئے گئے گرجا گھروں کو مسمار کرنے کا حکم بھی دیا۔[۴۱]

اس وقت صورت حال یہ ہوگئی تھی کہ بڑے بڑے مناصب سبھی یا زیادہ تر ہر اعتبار سے انہی لوگوں کے قبضے میں تھے اور المتوکل پر ان کا اثر و رسوخ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کی حق تلفی کرتے ہوئے اپنی حدود سے پھلانگنا اور خیانت کرنا اپنا شعار بنا رکھا تھا اور اپنی بددیانتیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اور تہمت سے بچنے کے لئے مسلمانوں کے ناموں سے اور چند ایک ذمیوں کے ناموں سے بدعنوانیوں کے کرتوت شروع کر رکھے تھے۔[۴۲]

اس طرح مسلمانوں کے ناموں کی آڑ میں اُنہوں نے بڑا مال سمیٹا۔ مگر متوکل کو اُنہوں نے ایسا شیشے میں اُتارے رکھا کہ وہ اُن کے مال و منال اور سیم و زر کو اُن کا جائز حق خیال کرتا رہا۔ ایک دفعہ یوں ہوا کہ اُس کے پاس سلمۃ بن سعید نصرانی حاضر ہوا۔ وہ اس کا ہم نشین تھا اور اکثر اُس کے ہاں حاضر رہتا تھا۔ *[۴۳]

اُس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ تو صحراؤں میں سیر و شکار پر ہوتے ہیں اور آپ کے پیچھے سونے چاندی کی کانیں ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ آپ کی غیر حاضری میں سونے چاندی کے برتنوں میں شراب پیتے ہیں، پھر اُنہیں پھل میوے کی بجائے سونے سے بھر کر انعامات کی شکل میں لٹاتے ہیں۔ متوکل نے اُس سے پوچھا یہ کس کی محفل میں ہوتا ہے؟ اُس نے کہا:

---

* سلمہ بن سعید نصرانی متوکل کے مقربین میں سے تھا اور اُس کے بعد کے عباسی خلفاء کا بھی، خاص طور پر المستعین باللہ ابی العباس بن محمد المعتصم کا نہایت ہی قریبی بن گیا۔ دراصل یہ شخص خلیفہ کی ماں کا کاتب (P.A) تھا۔

الحسین بن مُخلَد اور اُحمد بن اسرائیل، اور موسیٰ بن عبدالملک اور مامون بن ہارون اور محمد بن موسیٰ کی محفلوں میں۔ * (۴۴)

یہ سب ایسے لوگ تھے کہ المتوکل کے پاس ان کے نام پہلے سے پہنچ چکے تھے اور وہ ان کی سرگرمیوں سے باخبر تھے۔ تو متوکل نے سلمہ بن سعید سے پوچھا: عبیداللہ بن یحییٰ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس پر وہ چپ رہا۔ تو کہا: تجھے میری زندگی کی قسم، جو کچھ تجھے معلوم ہے، کہہ دو۔ ** (۴۵)

تو وہ کہنے لگا کہ آپ نے مجھے زندگی کی قسم دِلوائی ہے۔ تو اب میرے لئے ہر حال میں سچ بولنے کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ قسم ہے اللہ کی، اے امیر المؤمنین! اس نے اپنے لئے کچھ صوالج *** اور سونے کے ہار بنوائے ہیں جن پر تیس ہزار دینار لاگت آئی ہے۔ تو میں نے اُسے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ امیر المؤمنین تو لکڑی کے صولجان سے چمڑے کے بنے ہوئے گیند پر ضرب لگاتے ہیں، جبکہ تم چاندی کے بنے ہوئے صولجان سے چاندی کے بنے ہوئے گیند پر ضرب لگاتے ہو۔ اس پر متوکل الفتح بن خاقان کی طرف متوجہ ہوا اور اُسے کہا کہ ان لوگوں کو بلا بھیجو، اور ہاں ان سے درشت رویہ اختیار کرنا۔ چنانچہ کاتبوں کی جماعت حاضر ہوئی اور وہ جان چکے تھے کہ اس کافر کی وجہ سے وہ کس مشکل صورتِ حال میں پڑ گئے تھے۔ چنانچہ وہ عبیداللہ بن یحییٰ کے پاس جمع ہوئے، تو وہ اُن کے ساتھ اپنے کاتب سلمہ کے پاس پہنچا اور اُس کی طرف سے جو مصیبت ان آپڑی تھی، اس پر اُسے عتاب کیا۔ اس پر اُس (نصرانی کاتب) نے حلفیہ کہا کہ میں نے تو یہ باتیں نشے کی حالت میں کہی تھیں۔ اور ان باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ پس عبیداللہ نے اُس کا اس سلسلے میں خط لے لیا۔ پھر عبیداللہ بن یحییٰ متوکل کی خدمت میں حاضری دی، اور اُسے ان اہلِ ذمہ کے مسلمانوں پر جرائم سے آگاہ کیا، اور اُسے سلمہ نصرانی کے خط سے آگاہ کیا اور کہا کہ اس نصرانی ارادہ یہ تھا کہ امیر المؤمنین کے مسلمان کاتبوں کو فارغ کروا کر ان کی جگہ خود اور اپنے ہم مذہبوں سے وہ آسامیاں پُر کر لے۔

متوکل نے یہ انتظام کیا ہوا تھا کہ کچھ لوگ ظلم رسیدہ افراد کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے اور پھر اُن کو تنہائی میں متوکل کے سامنے پیش کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک بوڑھا شخص اُس کے سامنے لایا گیا اور اُس نے بتایا کہ وہ اہلِ دمشق میں سے

---

* الحسن بن مخلد، المعتز بن المتوکل کی ماں کا سیکرٹری تھا۔

احمد بن اسرائیل، المعتز بن المتوکل کا کاتب اور وزیر تھا۔ یہ صالح بن وصیف کے ہاتھوں سن ۲۵۵ھ میں قتل ہوا۔

** متوکل کی یہ عجیب بات تھی کہ ایک طرف تو اُس میں سنت نبویہ کے ساتھ محبت اور اُس کی نصرت کا جذبہ تھا، مگر سنت کے بالکل خلاف وہ اس نصرانی کو اپنی زندگی کی قسم کا حوالہ دینے کا عادی تھا، حالانکہ یہ شرک ہے۔

*** صوالج (یہ صَولجان کی جمع ہے) اُس چھڑی کو کہتے ہیں جس کا ایک سرا گنڈے کی طرح مُڑا ہوا ہوتا ہے (جیسے ہمارے یہاں ہاکی کی چھڑی ہوتی ہے) اس سے گھوڑے پر بیٹھ کر گیند کو ضرب لگاتے ہیں (المعجم الوسیط) اور ''کرزم'' سونے اور چاندی سے ڈھالے ہوئے مخصوص قسم کے ہار ہوتے ہیں، اس کی جمع ''کروم'' آتی ہے۔

ہے اور یہ کہ سعید بن عون نصرانی نے اُس کا گھر اُس سے چھین لیا ہے۔ جب متوکل کو بڑے میاں کا واقعہ معلوم ہوا تو وہ شدید غضب ناک ہوا اور آگ بگولہ ہو گیا اور اُس نے اپنے گورنر صالح کو لکھا کہ وہ اُس کا گھر اُسے واپس دلائے۔(۴۶)

الفتح بن خاقان * نے کہا کہ میں ایک کونے میں کھڑا ہوا تھا تا کہ متوکل جو مجھے حکم دے اُسے لکھتا جاؤں۔ تو ایک قاصد نے میرا پیچھا کیا۔ وہ مجھے کسی بات پر اُکسا رہا تھا۔ چنانچہ میں لپک کر اُس کی طرف گیا۔ تو جب اُس نے خط کا نفس مضمون سمجھ لیا تو اُس پر اپنے خط میں ان الفاظ کا اضافہ کر دیا۔ میں نے عباس .... (؟)، اگر تو نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی تو میں ایک ایسے شخص کو تیری طرف بھیجوں گا جو تیرا سر کاٹ کر میرے پاس لے آئے گا۔ اور اس بڑے میاں کو ایک ہزار دینار عطا کئے اور اُس کے ہمراہ ایک محافظ کو بھی روانہ کیا۔ اس زمانہ میں اہلِ ذمہ کے کاتبوں کے لوگوں پر ظلم وستم کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ اور اُن کے خلاف پے در پے استغاثے دائر ہونے لگے۔

اسی سال متوکل نے حج کیا، تو ایک آدمی دیکھا گیا جو بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ متوکل کو بددعائیں دیتا جاتا تھا۔ پس چوکیداروں نے اُسے پکڑ لیا اور جلدی سے متوکل کے پاس لے آئے۔ چنانچہ اُس نے اسے سزا دینے کا حکم دیا، تو وہ کہنے لگا اے امیر المؤمنین! میں نے جو کچھ کہا اسی یقین کے ساتھ کہا کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ پس میری بات سن لو، پھر مجھے قتل کر دینا۔ متوکل نے کہا: بولو۔ اس پر وہ یوں گویا ہوا۔ اے امیر المؤمنین میں اپنی زبان کھولوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہوگا۔ مگر وہ باتیں تجھے غضبناک کر دیں گی۔ تم نے اپنی سلطنت میں ذمیوں میں سے ایسے کاتبوں کو مقرر کر رکھا ہے جنھوں نے اپنے لئے بہترین چیزوں کا انتخاب کر لیا ہے اور بدترین چیزیں مسلمانوں کے لئے رہنے دی ہیں۔ اُنھوں نے امیر المؤمنین کی آخرت کے بدلے میں اپنی دُنیا بنا لی ہے۔ تم اُن سے ڈرتے ہو مگر اللہ سے نہیں ڈرتے ہو، اُنھوں نے مسلمانوں پر جو جور وستم کیا ہے۔ اُس کے ذمہ دار تم ہو، جب کہ جو ظلم تم کرتے ہو اس کی ذمہ داری اُن پر عائد نہیں ہوتی۔ تو اپنی آخرت کو بگاڑ کر اُن کی دنیا مت سنوار۔ پس یقیناً قیامت کے روز لوگوں میں سب سے زیادہ خسارہ پانے والے وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنی آخرت بگاڑ کر دوسروں کی دُنیا سنواری۔ ذرا یاد کرو اس رات کو جس کی صبح قیامت کو ہوگی اور ذرا یاد کرو قبر کی اوّلین رات جب آدمی اپنے عمل کی بنا پر وہاں تنہا ہوگا .... اس پر متوکل اتنا رویا کہ اُس پر غشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش میں آیا تو اُس نے اس آدمی کو طلب کیا مگر وہ غائب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد فرمان جاری کیا کہ یہود ونصاریٰ

---

* الفتح بن خاقان، متوکل کے مقربین میں سے تھا۔ جب متوکل اپنے بیٹے المنتصر کے ہاتھوں قتل ہوا تو اس کی تہمت اس نے الفتح بن خاقان پر لگا دی اور سن ۲۴۷ھ میں اُس نے اسے بھی قتل کرا دیا۔

مخصوص رنگ کے کپڑے پہنا کریں گے اور مسلمانوں سے مشابہت نہیں رکھیں گے۔ اور یہ کہ اُن کی سواری پر لکڑی کی زین بنائی جائے گی اور جو نئے گرجے اُنہوں نے بنائے ہوں گے وہ ڈھا دیئے جائیں گے۔ اُن پر جزیہ لاگو ہوگا، وہ مسلمانوں کے حماموں میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ اُن کے حمام الگ ہوں گے جن کے کارندے بھی اہلِ ذمہ میں سے ہوں گے۔ اور یہ کہ وہ اپنی ذاتی خدمت کے لئے کسی مسلم کو نوکر نہیں رکھیں گے اور اُن کی سرگرمیوں پر نگرانی کے لئے مسلمان آفیسرز مقرر کئے جائیں گے۔

اس کے علاوہ اس نے تحریری فرمان جاری کیا جس کا متن یہ تھا: (۴۷)

''اَمّا بعد۔ بے شک اللہ نے اسلام کو بطور دین چُن لیا ہے۔ پھر اسے شرف بخشا، اسے تکریم بخشی، اُسے روشن کیا، اس کی مدد کی، اُسے غالب کیا، اُسے فضیلت بخشی اور اُسے مکمل کیا۔ چنانچہ وہ ایسا دین ہے، جو کسی اور دین کو قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ.﴾ (۴۸)

(اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا)

اُس نے یہ دین اپنے صفی اور اپنی خلق میں سے سب سے بہتر انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بھیجا۔ پس اُنہیں خاتم النبیین اور امام المتقین اور سید المرسلین بنایا، تا کہ وہ (رسولؐ) ایسے شخص کو ڈرائیں جو زندہ ہیں اور کافروں پر اپنی حجت پوری کر دے۔

﴿لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ.﴾ (۴۹)

(تا کہ ایسے شخص کو ڈراوے جو زندہ ہو اور تا کہ کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جاوے)

اور ایسی کتاب عزیز نازل فرمائی جس کی شان یہ ہے کہ:

﴿لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْد.﴾ (۵۰)

(جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آ سکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے۔ یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے)

اس کے ذریعے اس نے آپ کی اُمت کو سعادت عطاء فرمائی اور اُن کو بہترین اُمت بنایا۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ آمَنَ اَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ، مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ.﴾ (۵۱)

(تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم لوگ نیک کام کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔ اور اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے زیادہ اچھا ہوتا۔ ان میں سے بعضے تو مسلمان ہیں اور زیادہ حصہ ان میں سے کافر ہیں۔

اور اس نے شرک اور شرک والوں کی اہانت کی، اُن کو پست کیا، اُن کو چھوٹے درجے پر رکھا، اُن کا قلع قمع کیا اور اُن کو بے تعلق کیا اور اُن سے بے زاری کا اظہار کیا۔ اُن پر ذلت و مسکنت تھوپ دی اور فرمایا:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ.﴾ (۵۲)

(اہلِ کتاب جو کہ نہ خدا پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ اُن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اور اس کے رسولؐ نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں، اُن سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں)

اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کے خیالات اور دلی جذبات خباثت سے بھرے پڑے ہیں۔ پس اللہ نے اُن کو امانتیں سونپنے سے اور اُن پر بھروسہ کرنے سے منع کر دیا ہے۔ کیونکہ ان کی مسلمانوں سے عداوت، فریب دہی اور کینہ ظاہر و عیاں ہے۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيَاتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ.﴾ (۵۳)

(اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو صاحبِ خصوصیت مت بناؤ۔ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے، تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں، واقعی بغض اُن کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر اُن کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے۔ ہم علامات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے، اگر تم عقل رکھتے ہو)

اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِيْنًا.﴾ (۵۴)

(اے ایمان والو! تم مؤمنین کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ۔ کیا تم یوں چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی حجتِ صریح قائم کرلو)

اور مزید فرمانِ الٰہی ہے:

﴿لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ.﴾(۵۵)

(مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو (ظاہراً یا باطناً) دوست نہ بناویں، مسلمانوں (کی دوستی) سے تجاوز کر کے، اور جو شخص ایسا (کام) کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ (دوستی رکھنے کے) کسی شمار میں نہیں)

اور اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اَوْلِیَاءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ. وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ.﴾(۵۶)

(اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنانا، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بے شک وہ ان ہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سمجھ نہیں دیتے ان لوگوں کو جو اپنا نقصان کر رہے ہیں)

امیر المؤمنین تک یہ بات پہنچی تھی کہ کچھ بے شعور اور بے بصیرت لوگ اپنے کاموں میں اہلِ ذمّہ سے مدد مانگتے ہیں اور مسلمانوں کو چھوڑ کر اُن سے رازدارانہ دوستی گانٹھتے ہیں اور اُنہیں رعیت پر مسلط کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ اُن پر ظلم وستم ڈھاتے ہیں اور وہ لوگ اُن کے ظلم وستم پر اُن کے معاون بنتے ہیں۔ امیر المؤمنین نے اس صورتِ حال کو بہت عظیم قرار دیا۔ اس پر ناپسندیدگی و ناگواری کا اظہار کیا اور اس بات سے اللہ کے نزدیک بے زاری کا اعلان کیا اور اس صورت حال کی شدت کی وجہ سے اور اس سے لوگوں کو روک کر اللہ کا تقرب حاصل کرنا چاہا۔ اُن کی رائے یہ بنی کہ اطراف واکناف سلطنت میں اپنے گورنروں کو لکھیں، اور سرحدی علاقوں کے حکمرانوں کو اور سپہ سالاروں کو لکھیں کہ وہ اپنے اُمور واعمال میں کسی بھی طور پر ذمیوں کو کام پر لگانا چھوڑ دیں اور اپنی امانتوں میں اُن کو شریک نہ بنائیں۔ اور نہ ہی کسی ایسے کام میں اُن کو شریک کریں جن کی تقلید کرنا اور جس کی حفاظت کرنا امیر المؤمنین نے ان پر واجب کی ہے، انہیں یہ بھی لکھا کہ دین و امانت میں اپنا مؤمنین بھائیوں پر اعتماد کریں اور اُن کا بطریق احسن لحاظ رکھیں۔ اُن پر کفایت کریں اور ذمہ داریوں کا بوجھ اُنہی پر ڈالیں۔ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے، اُس کے رسولوں کو جھٹلانے والے، اس کی آیات کا انکار کرنے والے، اور اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ

کے ساتھ دوسرا معبود قرار دینے والے، مسلمانوں کے کام نہیں آسکتے اور مسلمانوں کو اُن سے مدد نہیں مانگنی چاہیے۔

امیر المؤمنین بہت عمدہ ثواب عزت والے ٹھکانے کی اُمید رکھتے ہیں۔ اس الہام کی بنا پر جو اس موضوع پر اللہ نے ان کو کیا اور جو بات اُن کے دل میں ڈال دی، اللہ امیر المؤمنین کی اسلام اور اہل اسلام کو معتزز بنانے اور شرک اور اُس کی جماعت کو ذلیل کرنے کی نیت پر اعانت فرمائے۔

امیر المؤمنین کی اس رائے کا علم ہو جانے پر کوئی شخص مشرکین میں سے کسی سے ہرگز مدد نہ چاہے اور اہلِ ذمہ کو اُن کی جگہوں پر نیچے اُتارے، جس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُتارا ہے۔ تم امیر المؤمنین کا یہ خط اپنے کارندوں کو پڑھ کر سنادو اور اُن میں اس کی اچھی طرح اشاعت کرو: امیر المؤمنین کو ہرگز ایسی رپورٹ نہ ملے کہ تم نے یا تمہارے عُمّال واعوان میں سے کسی نے کسی کام میں اہلِ ذمہ سے مدد طلب کی ہے۔(۵۷)

صرف متوکل علی اللہ کے عہد میں ذمیوں پر سختی کی مثالیں ملتی ہیں۔ لیکن اس کا سبب یہ ہے کہ اس وقت غیر مسلموں نے مسلم حکومت کے خلاف بہت سی ناروا سازشیں شروع کر دی تھیں۔ اور اُن کے معابد ان سازشوں کے مرکز بنے ہوئے تھے۔ اس لئے اُن کو نقل وحرکت کی نگرانی اور اُن کے لباس کا تعین حکومت کو کرنا پڑا۔ ورنہ متوکل بذات خود بالکل غیر متعصب اور مذہبی رواداری کا پورا حامی تھا۔

حکومت عباسی تو مذہبی رواداری میں اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ مائی کے جن پیروؤں کو ایران تک میں پناہ نہ مل سکی تھی، حالانکہ ایران اُن کا وطن تھا۔ ان کو بغداد میں اپنے خیالات کی تبلیغ کی عام اجازت تھی۔ اس طرح ہندوستان کے عالم اور یہودی اور عیسائی مبلغین اپنے اپنے مذاہب کی تبلیغ اعلانیہ اسلامی ممالک میں کرتے تھے اور کوئی باز پُرس اُن سے نہ کی جاتی تھی۔ بنو اُمیہ کے زمانے میں حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر غیر مسلموں کو مقرر کیا جاتا تھا۔ لیکن بنو عباس کے عہد میں تو وزیر اعظم تک غیر مسلم ہونے لگے تھے۔

چنانچہ معتصم کا وزیر اعظم فضل بن مروان ایک عیسائی تھا۔ اس کے عہد میں بیت الحکمت کا پورا انتظام جس میں دنیا کے تمام علوم کے تراجم ہوتے تھے، غیر مسلموں کے ہاتھوں میں تھا۔ خاندان جبرئیل کو جو اہمیت دربار بنو عباس میں حاصل تھی۔ (۵۸)

المقتدر باللہ اور غیر مسلم

(۲۹۵ھ تا ۳۲۰ھ)

(۹۰۸ء تا ۹۳۲ء)

المقتدر باللہ نے ۲۹۵ھ میں عیسائی کاتبوں اور عاملوں کو معزول کر دیا اور حکم دیا کہ اہلِ ذمہ میں سے کسی سے مدد نہ لی جائے۔ حتیٰ کہ اس نے ابو یاسر النوانی جو مؤنس الحاجب کا گورنر تھا اُسے قتل کرنے کا حکم دیا (یاد رہے کہ مؤنس الحاجب/ الخادم مقتدر باللہ کے مقربین میں سے تھا۔ حتیٰ کہ المقتدر نے اس کو مصر کے اُمور سلطنت پر فائز کیا اور اُسے المظفر کا لقب عطا کیا)

کہا جاتا ہے کہ مقتدر کو قتل کرنے کی سازش میں اس کا ہاتھ تھا۔ جبکہ المقتدر اور اُس کے بھائی کے درمیان اختلاف پیدا ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب المقتدر کے بعد اُس کا بھائی برسرِ اقتدار آیا تو اُس نے مؤنس الخادم کو ۳۲۱ھ میں قتل کرنے کا حکم دیا۔[۵۹]

المقتدر باللہ نے اپنے نائبین کو یہ حکم نامہ لکھ کر بھیجا کہ جس کا مضمون یہ تھا کہ کسی ذمی کو مسلمانوں کو کسی معاملے میں دخیل نہ بنایا جائے، کیونکہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے اس سے منع کیا ہے۔(۶۰)

خلیفہ المقتدر (908ء تا 932ء) نے حکم دیا کہ رملہ فلسطین کے وہ گرجے دوبارہ تعمیر کیے جائیں جن کو مسلمانوں نے ایک ہنگامے میں برباد کر دیا تھا۔ لیکن اس ہنگامے کا سبب نہیں بتایا گیا۔ ابو صالح ذکر کرتا ہے کہ مصر کے بہت سے گرجے اور راہب خانے دوبارہ تعمیر ہوئے۔

یہ گرجے اور راہب خانے وہ تھے جو غزاور کردوں کے حملوں میں 1164ء میں تباہ ہو گئے تھے یا جن کو متعصب مسلمانوں نے برباد کر دیا تھا یا وہ بوسیدہ ہو کر خود بخود گر گئے تھے۔[۶۱]

الراضی باللہ اور غیر مسلم

(۳۲۲ھ تا ۳۲۹ھ)

(۹۳۴ء تا ۹۴۰ء)

الراضی باللہ کے عہد میں ذمیوں کی سرکشی کی شکایات حد سے تجاوز کر گئیں۔ یہاں تک کہ شعراء نے اس موضوع پر خلیفہ کے نام اپنا کلام لکھ لکھ کر بھیجنا شروع کر دیا اور اُسے عار دلانا شروع کی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ نے اُن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ (۶۲)

القائم بامر اللہ اور غیر مسلم

(ذوالحجہ ۴۲۲ھ تا شعبان ۴۶۷ھ...... ۱۰۳۱ء تا ۱۰۷۴ء)

ابوجعفر عبدالقائم بامر اللہ بن القادر باللہ تھا۔ یہ اپنے باپ ابوالعباس احمد بن المقتدر کی وفات کے بعد ذوالحجہ ۴۲۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ بڑا فصیح و بلیغ شاعر، ادیب اور کاتب تھا۔ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک رکھتا تھا۔ اس کی وفات شعبان ۴۶۷ھ میں ہوئی۔ اور اُس کی مدت خلافت تقریباً ۴۴ سال ہے۔ اس سے قبل کسی بھی عباسی خلیفہ کو اتنا لمبا عرصہ حکمرانی کا شرف نصیب نہیں ہو سکا۔ (۶۳)

اس کے عہد میں عیسائیوں کی دست درازیاں انتہا کو چھو چکی تھیں۔ اُنہوں نے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے اور اُن کی ضرر رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ اس دور میں ایک عیسائی کو بامر اللہ نے کاتب (سیکرٹری) مقرر کیا تھا۔ اور اُس نے مختلف مذہبی اوقات اپنے لئے مقرر کئے ہوئے تھے۔ عیسائی سیکرٹری نے اتنی طاقت حاصل کر لی تھی کہ وہ اعلانیہ ہر طبقے کے مسلمانوں کو اپنی ایزا رسانی کا نشانہ بناتا تھا۔ یہاں تک کہ جب بعض مشائخ و کتاب نے بُرے نتائج سے ڈرایا تو اُس نے مصر کے بہت سارے کُتاب اور وہاں کی مقامی آبادی قبطیوں کی موجودگی میں بڑی دیدہ دلیری سے یہ تقریر کی کہ اس سرزمین کے اصل بادشاہ ہم ہیں۔ اور مسلمانوں نے ہم سے بزورِ شمشیر یہ سرزمین چھینی ہے اور اس کے بادشاہ بن بیٹھے ہیں۔ اب مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک بھی کریں گے تو یہ اُن کے لئے ادلہ کا بدلہ ہوگا۔ حالانکہ جتنے سردار اور بادشاہ ہمارے قتل ہوئے ہیں اُن کے ساتھ ان کی کوئی نسبت نہیں۔ پس ہم مسلمان بادشاہوں اور خلفاء کے جتنے اموال چھین لیں اُن پر ہمارا حق ہے

اور وہ ہمارے لئے حلال ہیں۔ اور اگر ہم اُن کو کچھ دیں تو یہ ہمارا احسان ہے۔ پھر اُس نے کچھ اشتعال انگیز اشعار پڑھے اور اپنے گردو پیش حاضرین، عیسائیوں اور منافقوں کو بغاوت کے لئے اُبھارا۔

کہا جاتا ہے کہ اس لعین کے قلم سے مسلمانوں کی جو املاک غصب کی گئیں، مکانات، دُکانیں، زمینیں اور جائیدادیں چھینی گئیں اُن کی تعداد ۲ لاکھ ۷۲ ہزار تک پہنچتی ہے، جن کو بعد میں ابو علی بن الافضل نے اُن کے اصل مالکوں کو لوٹایا تھا۔ اور چھینے گئے اموال کا تو اندازہ لگانا مشکل ہے۔

مُلک کی اس بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ کر بڑی مدت کے بعد القائم بامر اللہ ہوش میں آیا اور خوابِ غفلت سے بیدار ہوا۔ اور اس کی اسلامی حمیت جوش میں آئی اور اُس نے بڑی سختی کے ساتھ ذمیوں کو اُن کے اصلی مقام پر واپس کیا۔ اور اطراف سلطنت میں ذمیوں کے بارے ایک حکم نامہ جاری کیا، جس میں قرآن کریم کی بہت سی آیات سے استدلال کرتے ہوئے یہ احکام جاری کئے کہ کسی بھی ذمی کو مسلمانوں کے اوپر کسی بڑے عہدے پر نہ لگایا جائے، اور یہ کہ اُن سے جزیہ وصول کیا جائے اور اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت کا مقام دیا جائے۔ کافروں کے اس گروہ کو محکوم بنا کر رکھا جائے۔[۶۴]

فصل دوم

فاطمی، عثمانی اور اندلسی عہد میں غیر مسلموں کے حقوق

فاطمی عہد:

امام ابن تیمیہؒ اپنے مختصر الفتاویٰ میں غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور اُن کے حقوق کے حوالے سے مختلف مکاتب فکر کے نکتہ نظر کو سامنے رکھ کر فاطمیوں (فاطمی بادشاہوں) کے عہد حکومت کے احوال بیان کئے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ جب مصر میں بنو فاطمہ کی حکومت تھی تو اُس وقت بعض علمائے کرام نے یہ کہا کہ جو سرزمین صلح سے نہیں بلکہ طاقت کے بل بوتے پر فتح کی جائے اور کسی معاہدہ اور میثاق کے بغیر فاتحانہ انداز میں اس ملک میں داخل ہوں تو انہیں حق ہے کہ کنیسے اور غیر مسلموں کے عبادت خانے ڈھا دیں۔ یا کم از کم نئے نہ بنانے دیں۔

لیکن مصر پر جب بنو فاطمہ کی حکومت تھی۔ تو انہوں نے اس قول پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ غیر مسلموں کو عبادت خانے بنانے کی اجازت دی۔ انہیں اعلیٰ مناصب پر سرفراز کیا۔ اُن کے ساتھ زیادہ سے زیادہ فیاضانہ اور فراخدلانہ برتاؤ کیا۔ یہ حُسن سلوک علامہ ابن تیمیہؒ کو اتنا حد سے بڑھا ہو نظر آیا کہ وہ فرماتے ہیں:

فَإِنَّ القَاهِرَةَ قَدْ مَلَكَهَا الْعُبَيدِيُّونَ الَّذِينَ إِنَّهُمْ خَارِجُونَ عَنِ الشَّرِيْعَةِ وَإِنَّهُمْ كَانُوا إِسْمَاعِيلِيَّةً كَمَا قَالَ الغَزالِيُّ ظَاهِرُ مَذْهَبِهِمُ الرَّفْضُ وَبَاطِنُهُ الْكُفْرُ الْمَحْضُ وَاتَّفَقُوا أَنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ جَائِزاً وَهُمُ الَّذِيْنَ أَحْدَثُوا لِلنَّصَارٰى هٰذِهِ الْكَنَائِسَ وَصَنَّفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ كُفْرِهِمْ وَزَنْدَقِهِمْ مِثْلُ الْقُدُوْرِي أَوِالشَّيْخِ أَبِيْ حَامِدِ الْاَسْفَرَائِنِيْ وَالْقَاضِيْ أَبِيْ يَعْلٰى وَأَبِيْ مُحَمَّدْ بْنُ أَبِيْ زَيْدٍ وَأَبِيْ بِكْرِ ابْنِ الطَّيِّبِ الباقلانی۔[(۶۵)]

(قاہرہ کی بادشاہت عبیدیوں کے ہاتھ میں تھی، یہ لوگ خارج از شریعت تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اسماعیلی کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ غزالیؒ فرماتے ہیں ان کا مذہب ظاہری طور پر رفض ہے۔ اور باطنی طور پر کفرِ محض۔ متفقہ طور پر اُن کا قتل جائز ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نصاریٰ کے لیے نئے نئے کنیسے اور گرجے بنائے۔ ان کے کفر اور زندقہ پر علماء مثلاً قدوری، شیخ ابو حامد اسفرائینی، قاضی ابو یعلیٰ ابو محمد بن ابو زید، ابوبکر ابن الطیب باقلانی وغیرہ کافی لکھ چکے ہیں)

اس کے علاوہ امام ابن تیمیہؒ نے عبیدین یعنی خلفائے بنو فاطمہ (مصر) کے جرائم کفر، زندقہ اور الحاد کی جو فہرست

گنائی ہے وہ کافی لمبی چوڑی ہے۔ لیکن جرائم میں سرفہرست جو چیز نظر آتی ہے وہ غیر مسلموں کے ساتھ اُن کی بھی حد سے زیادہ رواداری ہے۔ اور غیر مسلموں کے حقوق، تحفظ کی ذمہ داری کا ہمیں ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ امام ابن تیمیہؒ مزید بیان کرتے ہیں:

وَ كَانَ وَزِيْرُهُمْ بِالقَاهِرَةِ مَرةً يَهُوْدِيًّا فَقَوِيَتُ الْيَهُودِيَةِ بِسَبَبِهِ وَمَرَّةً نَصْرَانِيًا اَرْمِنِيًّا وَقَوِيَتَ النَّصَارٰى بِسَبَبِ ذَالِكَ النَّصْرَانِيْ اَلاَرْمَنِيْ وَبَنَوْا كَنَائِسًا كَثِيْرَةً بِاَرْضِ مِصْرَفِيْ دَوْلَةِ اُولٰئِكَ الرَّافِضَةِ الْمُنَافِقِيْنَ.(٦٦)

(اُن عبیدیوں کا قاہرہ میں جو وزیر ہوتا تھا وہ کبھی یہودی ہوتا تھا تو اُس کے سبب یہودیت جڑ پکڑ جاتی تھی۔ اور کبھی ارمنی عیسائی ہوتا تھا تو اُس کے سبب عیسائیت قوت حاصل کر لیتی تھی۔ اِن لوگوں نے سرزمین مصر پر بہت سے کلیسا اور گرجے ان رافضی منافقوں کے زمانے میں بنا ڈالے)

بہر حال بنو فاطمہ جب تک مصر پر حکمران رہے اپنی اس روش پر قائم رہے۔ ان پر چاہے جتنے کفر کے فتوے دیے جائیں۔ لیکن ان کیلئے یہ فخر کافی ہے کہ لاکھوں غیر مسلموں کے قلوب پر انہوں نے اسلام کی بے تعصبی، رواداری اور عالی حوصلگی کا نقش بٹھا دیا۔

انہوں نے خود اپنے ہم مذہبوں کی طرف سے کفر اور زندقہ اور منافقت کا الزام گوارا کر لیا، لیکن اسلام پر اور اسلام کی ہیئت حاکمہ پر یہ الزام نہیں لگنے دیا کہ غیر مسلم (محکوم) اسلام کی حدود میں عزت نفس، خودداری اور مساوات کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ مان لیا کہ یہ عبیدی (بنو فاطمہ) کافر تھے۔ لیکن کافر بھی کتنے اچھے تھے جنہوں نے اسلام کی تعلیمات رواداری پر عمل کر کے غیر مسلموں کے حقوق سے بڑھ کر حقوق دیکر اسلام سے قریب تر کر دیا اور انہیں اسلام کا مداح اور معترف بنا دیا۔(٦٧)

جبکہ علامہ امام ابن تیمیہؒ بنو فاطمہ پر کفر کا فتویٰ دینے کے باوجود یہ کہنے اور ماننے پر مجبور ہیں:

وإِذَا كَانَ الْيَهُودِيُّ اَوِ النَّصرانِيُّ خَبِيْراً بِالطِّبِّ جَازَلَهُ اَنْ يَسْتَطَبَّهُ كَمَا يَجُوْزُلَهُ اَنْ يُوْدِعَهُ الْمَالَ وَاَنْ يُعَامِلَهُ وَقَدْ اِسْتَاْجَرَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلاً مُشْرِكاً لَمَّا هَاجَرَ وَكَانَ هَادِياً مَاهِراً بِالْهِدَايَةِ اِلَى الطَّرِيقِ مِنْ مكةِ اِلَى المَدِيْنَةِ وَاْتَمَنَهُ عَلٰى نَفْسِهِ وَمَالِهِ وقَدْ رُوِىَ اَنَّ الحَارِثَ ابْنَ كَلَاةَ وَكَانَ كَانُوْا اَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ان يَسْتَطِبُّوْهُ.(٦٨)

(اگر کوئی یہودی یا نصرانی فن طب میں درد رکھتا ہوتو یہ بات جائز ہے کہ اُس سے معالجہ کرایا جائے۔ جس طرح سے یہ بات جائز ہے کہ اُس کے پاس مال بطور امانت رکھوایا جائے اور اس سے معاملت کی جائے۔ خود رسولؐ اللہ نے ایک مشرک شخص اجرت پر حاصل کیا جب آپؐ نے ہجرت کی۔ جو بڑا ماہر راہ شناس تھا تا کہ وہ مکہ سے مدینہ تک کے راستہ کی راہنمائی کرے۔ اور (اس طرح گویا) اس کی امانت میں اپنی جان اور مال دے دیا)

نیز روایت ہے کہ حارث بن کلدہ (جو ایک کافر تھا)، کے بارے میں رسول اللہؐ نے یہ حکم دیا کہ لوگ اس سے علاج کرائیں۔ اس سلسلے میں یہ نقطہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کسی طبیب سے علاج کروانا حقیقت میں اپنی زندگی کو اُس کی امانت میں دے دینا ہے۔ اور اتنا اعتماد ہر شخص پر نہیں کیا جا سکتا۔ خاص طور پر ایک ایسے آدمی پر جو اسلام کا مخالف ہو لیکن اسلام کی رواداری صاف اور واضح الفاظ میں اس کی اجازت دیتی ہے۔(۶۹)

پروفیسر (T.W. Arnold) ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ The Preaching of Islam میں مسلمانوں کی مذہبی رواداری کے بارے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مصر کے حکمران "الحاکم" (996ء تا 1020ء) نے بھی جس کے ظلم وستم سے تنگ آ کر بہت سے یہودی اور عیسائی اپنا مذہب ترک کر کے مسلمان ہو گئے تھے، ان کو پھر اپنا مذہب اختیار کرنے اور اپنے برباد شدہ عبادت خانوں کو ازسرنو تعمیر کرنے کی اجازت دے دی تھی۔(۷۰)

دعوت اسلام (Preaching of Islam) کے مصنف پروفیسر (T.W. Arnold) نے اپنے اس تحقیقی مقالے میں لکھا ہے:

کہ اسلامی عہد میں عیسائیوں کے ساتھ ہمیشہ ایسی رواداری کا سلوک نہیں ہوا جس قسم کی رواداری اُن کے ساتھ ابتدائے خلافت میں برتی گئی تھی۔ مسلمانوں کے مفاد کے پیش نظر بعض اوقات ذمیوں (غیر مسلموں) پر ایسی تکلیف دہ شرائط عائد کر دی جاتی تھیں۔ جن سے اہل اسلام کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا تھا۔ کئی خلفاء نے کوشش کی کہ ذمیوں کو سرکاری عہدے سے محروم کر دیں لیکن اُن کو اس بارے میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔

خلیفہ المنصور (754ء تا 775ء) المتوکل (847ء تا 861ء) المقتدر (908ء تا 932ء) اور مصر کے فاطمی خلیفہ الآمر (1101ء تا 1130ء) کے علاوہ مملوک سلاطین نے بھی چودھویں صدی میں اس بارے فرمان جاری کئے۔

اُس کا آخری فرمان اُس وقت جاری ہوا جب عیسائیوں کے اس منصوبے کا انکشاف ہوا کہ وہ قاہرہ کے شہر کو جلانا چاہتے تھے۔

لیکن ان احکام کا بار بار جاری ہونا ہی اس بات کی بین علامت تھی کہ اس پالیسی میں نہ تو کوئی تسلسل تھا اور نہ ہی ایسے متعصبانہ احکام کی تعمیل میں کسی مستعدی سے کام لیا جاتا تھا۔ درحقیقت ان احکام کے اجرا کا یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی عہدہ دار اپنی سختی اور گستاخانہ برتاؤ سے عوام میں ناراضی پیدا کر دیتے تھے یا عوام کا تعصب پھوٹ پڑتا تھا۔ جس سے حکومت ایسا تشدد کرنے پر مجبور ہو جاتی تھی جو اسلامی حکومت کے عام اصول کے منافی تھا۔ لہٰذا اس قسم کے احکام بہت جلد خود بخود کالعدم ہو جاتے تھے۔(۷۱)

ایران میں غیر مسلموں کے ساتھ طرزِ عمل:

پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ (T.W. Arnold) ''دعوت اسلام'' میں لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنے دین کے ساتھ تمسک کیا اُن کو کامل مذہبی آزادی حاصل تھی۔

ایران کے بعض اضلاع میں آتش پرستوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں آج بھی موجود ہیں ''نیکولس دی فانیکوف کا بیان ہے کہ اٹھارویں صدی کے اختتام پر کرمان میں آتش پرستوں کے اٹھارہ ہزار خاندان آباد تھے'' لیکن اسلامی عہد کے ابتدائی صدیوں میں ان کو بہت حد تک مذہبی آزادی حاصل رہی ہے۔ اوران کے آتشکدوں کا احترام کیا جاتا رہا ہے۔

دسویں صدی عیسوی میں یعنی اسلامی فتح کے تین سو سال بعد تک عراق، فارس، کرمان، سجستان، خراسان، جبال، آذربائیجان اور اران، غرض یہ کہ ایران کے ہر صوبے میں آتش کدے پائے جاتے تھے۔(۷۲)

فارس کے صوبہ میں کوئی ایسا شہر یا ضلع ہوگا جس میں مجوسی اور اُن کے آتش کدے موجود نہ ہوں۔ ''شہرستانی'' نے بھی جس کا زمانہ تحریر بارھویں صدی عیسوی لکھا ہے کہ خود بغداد کے قرب و جوار میں اسفینیا کے مقام پر ایک آتش کدہ موجود تھا۔(۷۳)

پروفیسر آرنلڈ The Preaching of Islam میں لکھتے ہیں کہ ایران کے حکمران غازان خان (1295ء تا1304ء) کو جب معلوم ہوا کہ اُس کے عہد حکومت کے آغاز میں بدھ مت کے عالم جو مسلمان ہو گئے تھے اور اُن کے مندر مسمار کر دیئے گئے تھے وہ صرف بظاہر مسلمان ہوئے تھے تو اُس نے اُن کو واپس تبت جانے کی اجازت دے دی تھی، تا کہ وہ اپنے ہم وطن لوگوں کے درمیان اپنے قدیم مذہب کے مطابق آزادی سے زندگی بسر کر سکیں۔(۷۴)

اندلس (سپین) میں غیر مسلموں کے حقوق کی پاسداری

فتح یاب عربوں نے اندلس (سپین) میں ۷۱۱ء میں اشاعت اسلام کا آغاز کیا تھا۔ آخر 1502ء میں شاہ فرڈی ننڈ اور ملکہ ازابیلا نے ایک فرمان کے ذریعے سے اپنی مملکت میں دین اسلام کی پیروی کی ممانعت کر دی۔ ان دو تاریخوں کے درمیان جو صدیاں گزریں ان میں مسلمانان اندلس (اپنے شاندار سیاسی، علمی، اور تمدنی کارناموں کی بدولت) یورپ کی قرون وسطیٰ کی تاریخ میں ایک نہایت تابناک باب کا اضافہ کر چکے تھے۔

پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں: کہ عربی تسلط کے ابتدائی دور میں کسی شخص کو جبراً مسلمان بنانے یا اُس پر مذہبی تعصب کی بنا پر تشدد کرنے کا کوئی واقعہ ہمارے علم میں نہیں آیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عربوں نے عیسائی مذہب کے بارے میں رواداری اور اُن کے حقوق کے تحفظ کی جو روش اختیار کی تھی اُس نے ملک گیری میں اُن کے لئے بڑی آسانی پیدا کر دی تھی۔ نئے حاکموں سے عیسائیوں کو صرف اس بات کی شکایت ہو سکتی تھی کہ عرب حکام اُن سے دیگر رعایا کی بہ نسبت مختلف سلوک کرتے تھے۔ اُن کو جزیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ جو امیروں سے 48 درہم، متوسط الحال لوگوں سے 24 درہم اور پیشہ وروں اور مزدوروں سے 12 درہم سالانہ کی شرح سے وصول کیا جاتا تھا۔ چونکہ یہ جزیہ فوجی خدمت کے عوض کے صلہ میں لیا جاتا تھا۔ اس لئے یہ صرف تندرست اور صحیح الجثہ آدمیوں پر عائد ہوتا تھا۔ عورتیں، بچے، راہب، لنگڑے لولے، اندھے، بیمار، فقیر اور غلام اس سے مستثنیٰ تھے(۷۵)

یہ جزیہ خود عیسائی عہدہ دار جمع کرتے تھے۔ اس سے عیسائیوں نے اپنی دشواری اور گراں باری میں کسی قدر تخفیف ضرور محسوس کی ہوگی۔(۷۶)

پروفیسر آرنلڈ اپنی تحقیقی کتاب The Preaching of Islam میں (Baudissin P.II-13) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اندلس میں جب مسلمانوں کی حکومت تھی تو اُس وقت عیسائیوں کو مکمل مذہبی آزادی تھی۔ سوائے ایسے جرائم کے جو شریعت اسلامی کے خلاف سرزد ہوں۔ اُن ہی کے قانون کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ عیسائی لوگ اپنے مذہب کی پیروی کے سلسلے میں آزاد تھے۔ کوئی اُن کا مزاحم نہ تھا۔

اس بات کی وضاحت میں یولوگیوس لکھتا ہے: ”کہ مذہبی معاملات میں بغیر کسی مداخلت کے ہم اُن مسلمانوں میں آباد ہیں۔ اسلامی حکومت کی طرف سے کسی طرح کی سختی نہ تھی۔ جس کے سبب عیسائی اپنے مذہب سے انکار کرتے۔ یا اپنے مقدس دین کی پیروی سے باز رہتے۔“

یحیٰ ساگن گوروز جس نے دسویں صدی کے وسط میں سپین کی سیاحت کی تھی، لکھتا ہے اُس کی حکومت میں عیسائی آزادی سے اپنے مذہب کی پیروی کرتے تھے۔ اور اپنے مال سے نفع اُٹھاتے تھے۔

سپین کے ایک اسقف نے یحیٰ سے عیسائیوں کی حالت یوں بیان کی ''ہم اپنے گناہوں سے اس درجے کو پہنچے، اب کفار ہم پر حاکم ہیں۔ پالوس رسول کے حکم سے ہمارے لئے حاکم وقت کا مقابلہ کرنا ممنوع ہے۔ لیکن ایک بات باعث تسکین ہے۔ اور وہ یہ کہ ان تمام مصائب میں مسلمان ہم کو اپنے دین کی پیروی سے منع نہیں کرتے بلکہ وہ ایسے عیسائیوں پر جو اپنے مذہب کے سخت پابند ہیں، مہربانی کرتے ہیں اور اُن سے رسم دوستی پیدا کرتے ہیں۔ ان سے مل کو خوش ہوتے ہیں۔ اور جب تک یہ بُرا وقت ہم پر ہے ہم نے اس کو قرین مصلحت جانا ہے کہ جب مسلمانوں نے ہمارے دین کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا تو باقی باتوں میں بھی ہم اُن کی فرمانبرداری کریں۔ ان کے احکام کی، جہاں تک وہ ہمارے دین میں مخل نہ ہوں تعمیل کریں''۔

چنانچہ وہ قربانی دیتے تھے اور اس موقع پر بخور جلاتے تھے، ناقوس بجاتے تھے اور کیتھولک مذہب کی دیگر تمام رسومات ادا کرتے تھے، گرجاؤں میں زمزمے گائے جاتے تھے۔

''واعظین لوگوں کو اپنے وعظ اور خطبے سناتے تھے۔ اور کلیسا کے سب تہوار منائے جاتے تھے۔ شام اور مصر کے عیسائیوں کی طرح وہ کوئی مخصوص لباس پہننے پر مجبور نہ تھے جو اُن کی ذلت کی علامت سمجھا جائے۔ کم از کم نویں صدی عیسوی میں عام دنیادار عیسائی بھی عربوں کا سا لباس پہنتے تھے''۔(۷۷)

مسٹر ہنری کوپی نے اپنی تاریخ ''فتح ہسپانیہ'' میں اس برتاؤ کے متعلق جو مسلمان، یہودیوں اور عیسائیوں سے کرتے تھے یہ تحریر کیا ہے کہ میں اس سے قبل اس برتاؤ کے متعلق جو یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ کیا جاتا تھا تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ہوں۔ از روئے قیاس اگر دیکھا جائے تو یہ مسئلہ کچھ دشوار نہ تھا، لیکن بوجہ تعصب و عناد مذہبی اس میں بڑی بڑی دشواریاں تھیں باوجود اس کے کہ مسلمان اپنے مذہب کی پابندی میں سخت ہیں اور دیگر مذاہب کو ناقص اور باطل سمجھتے ہیں تو بھی اس برتاؤ کے مقابلے میں جو عیسائی فرقے آخر زمانہ میں ایک دوسرے کے ساتھ روا رکھتے تھے اور نیز اس برتاؤ کے مقابلے میں جو عیسائیوں نے ہر زمانہ میں یہودیوں کے ساتھ روا رکھا ہے، مسلمانوں کا برتاؤ تمام اہل مذاہب سے نہایت مسامحت اور مسالمت کا تھا۔ یہ تو بڑی قوی وجہ تھی کہ مفتوحہ اقوام اُن کی اطاعت، سہولت اور آسانی کے ساتھ برداشت کر لیتی تھیں۔ البتہ مرتدوں کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ جو لوگ مطلوبہ خراج ادا کرتے تھے وہ اپنے مذہب میں آزاد تھے۔ یہ مذہبی آزادی یا مسالمت پیغمبر کا ایک فیاضانہ خیال اور نیز سیاسی ضابطہ تھا۔ یوں دیکھو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیاساً ان کے مذہب کی اصل اس

بات کی اجازت دیتی کہ تمام کفار کو غارت کر دیا جائے۔(۷۸)

الختصر غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک نہایت ہمدردانہ تھا۔انہیں مکمل مذہبی آزادی تھی یہ لوگ اپنی پرانی تہذیب پر برقرار رہے اور اپنی مقامی زبان اور رسم ورواج کو برقرار رکھا۔غیر مسلموں کی حالت زیادہ بہتر تھی۔اکثر اوقات انہیں اعلیٰ سرکاری عہدے تک بھی دیئے گئے۔

خلافت عثمانیہ اور غیر مسلم

عثمانی حکومت کم وبیش پونے چھ سو برس تک بڑی شان وشوکت کے ساتھ قائم رہی جو 1317ء تا 1876ء تک کا زمانہ سلطان عبدالعزیز کے دور تک کا شمار کیا جاتا ہے۔اس عرصے میں عثمانی سلاطین میں بڑے بڑے حوصلہ مند فاتح اور بہادر سپہ سالار پیدا ہوئے۔جنہوں نے یورپ اور ایشیاء میں اپنی سلطنت اور بہادری کے جھنڈے گاڑ دیئے۔عثمانی سلطنت میں احترام مذہب حد سے زیادہ تھا۔اس لیے سلاطین عثمانی مذہبی شخصیتوں کی بڑی قدر وعزت کرتے تھے۔(۷۹)

عثمانی بادشاہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں سے رواداری کا سلوک رکھتے تھے انہوں نے ان ہزاروں مہاجر یہودیوں کو پناہ دی جنہیں ہسپانیہ کے عیسائیوں نے آئبیریا پر قبضہ کرنے کے بعد ہسپانیہ / پرتگال سے نکال دیا تھا۔ابتدا میں جب ان یہودیوں کو کاروبار نہ ملا تو اکثر کو دربار میں ملازم کر لیا گیا۔آخر انہیں اچھے محکموں میں جگہ ملنے لگی۔عثمانیوں نے اپنے رعایا کی نجی زندگی میں کبھی مداخلت نہیں کی۔انہوں نے ہمیشہ اپنی رعایا کو ان کے دین کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیا۔

یہ سلطان محمد ثانی کا ذکر ہے کہ اُن کے عہد میں بوسنیا اور بلغاریہ کے بہت سے اعیان واشراف نے اسلام قبول کیا۔ ریورنڈ سائرس ایک عرصہ دراز تک امریکن مشنری (عیسائی مبلغ) کی حیثیت سے ٹرکی میں مقیم رہے۔انہوں نے اپنے طویل دوران قیام میں ''بدنام'' ٹرکوں کو اچھی طرح دیکھا، پرکھا، جانچا، دور سے نہیں نزدیک ہو کر، قریب رہ کر، گھل مل کر، لیکن وہ بھی جب ترکوں کے بارے میں اپنے خیالات وتاثرات ایک لیکچر کی صورت میں (بمقام بوسٹن اکتوبر ۱۸۷۶ء ظاہر کرنے لئے بیان کرنے کھڑے ہوئے تو اپنے تئیں مجبور پایا کہ اعتراف کریں۔ترکی افسر عموماً مہربان ہوتے ہیں۔تمام تکالیف اور مصائب جو پراٹسٹنٹ مشن کو ٹرکی میں جھیلنا پڑتی ہیں اس کے بانی وہ عیسائی پیشوا اور مجالس کلیسا تھے جو پراٹسٹوں کے مخالف ہیں ۔ترک فطرتاً متحمل مزاج واقع ہوئے ہیں۔قرآن میں خصوصیت کے ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے کہ اہل کتاب کو یعنی ان مذاہب کو جو الہامی کتاب رکھتے ہیں آزادی دینی چاہیے۔اس حکم کے بموجب عیسائیوں کے متعدد فرقے نیز یہودی اسلامی

سلطنت کی حفاظت میں آگئے ۔ روسیوں اور ترکوں میں یہی تو فرق ہے کہ ترکی میں عیسائیوں کے تمام فرقے مسلمانوں کی طرح آزادی کے ساتھ خاص اپنے مدرسے اور کنیسے قائم کر سکتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو اپنے مذہب میں بھی داخل کر سکتے ہیں ۔لیکن روس میں کسی روسی کو یہ اجازت نہ ہے کہ وہ سلطنت میں کسی کلیسا سے منحرف ہو سکے اور نہ ہی کسی بت پرست یا تاتاری ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سوائے سلطنت کے کلیسا کے کوئی دوسرا مذہب قبول کر سکے، ورنہ سزا کا مستوجب ہوگا۔

ترک لڑائی کے وقت نہایت خونخوار اور وحشی ہیں ۔لیکن صلح کے زمانے میں بہت متحمل مزاج ہوتے ہیں۔ مسیحی مذہب اور رعایا کے حق میں یقیناً یہ بہتر ہوگا کہ ترک یورپ میں رہیں بہ نسبت اس کے کہ روس قسطنطنیہ پر قابض ہو جائے۔ (۸۰)

سلطان محمد ثانی نے جب قسطنطنیہ کو فتح کیا تو وہاں اس نے ''بطریق'' اور اُس کے ماتحت اسقفون کے تمام اختیارات وہی قائم رکھے جو اُنہیں پہلی حکومت میں حاصل تھے۔ پہلے ''بطریق'' کو سلطان نے اپنے ہاتھ سے وہ عصا مرحمت فرمایا جو اُس عہدے کا نشان تھا۔

اُس نے کلیسائی عدالت کو جس میں عیسائیوں کے بعض مقدمات بطریق اعظم کے سامنے پیش ہوتے تھے۔اور جس کے اختیارات بہت وسیع تھے یہاں تک کہ سزائے موت بھی اُن کے حکم سے دی جا سکتی تھی، اسی طرح قائم رہنے دیا جیسے وہ پہلے تھی اور فیصلوں کی تعمیل کی ہدایات جاری کر دی۔ اُس نے ڈیوک نوٹاراس کو جو افواج قسطنطنیہ کا سپہ سالار تھا جب وہ گرفتار کر کے سامنے لایا گیا تو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ اُس کی علیل بیوی کی عیادت کے لئے بھی گیا۔

اُس کے عہد میں مذہبی رواداری غیر مسلموں کو حاصل تھی اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ ایک مرتبہ اُس نے مجلس علماء میں سوال کیا کہ اگر گیارہ مسلمان ایک غیر مسلم (ذمی) کو مار ڈالیں تو کیا کرنا چاہیے تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ایک ہزار ایک مسلمان بھی اس کا ارتکاب کریں تو سب کی سزا موت ہوگی۔ (۸۱)

فصل سوم

برصغیر کے مسلم دور میں غیر مسلموں کے حقوق

مسلمانوں کی برصغیر میں آمد:

جب عرب نور اسلام کی روشنی سے منور ہوا تو عرب اور ہند کے سابقہ تعلقات کی بنا پر مسلمان ملاحوں اور تاجروں نے اپنے پیش رووں کا کام جاری رکھا۔ عساکر اسلامیہ بہت ہی جلد شام اور ایران فتح کرنے کے بعد ہندوستان کے نواحی علاقوں تک پہنچ گئے۔ مسلمان تاجروں نے جلد ہی ایرانی بحری تجارت کے ورثے کو اپنا لیا اور عربی بیڑے ہندوستانی سمندروں میں تیرنے لگے۔

اسلامی عرب اور خطہ ہندو پاکستان کا پہلا واسطہ جس کا تواریخ میں ذکر ملتا ہے آغاز اسلام کے تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت عمرؓ کے عہد خلافت (13ھ تا23ھ/634ء تا644ء) میں ظہور پذیر ہوا۔[۸۲]

فتح سندھ:

خلفائے راشدین کے دور میں ہی مسلمان مکران کے علاقے میں داخل ہو چکے تھے اور مسلمانوں اور سندھ کے راجاؤں میں کبھی کبھی جھڑپیں بھی ہوتیں رہتی تھیں۔ لیکن سندھ پر باقاعدہ چڑھائی ولید بن عبدالملک (المتوفی 715ء) کے دور تک نہ ہو سکی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خلفائے راشدین مثلاً حضرت عمرؓ وغیرہ ہندوستان پر فوج کشی کے خلاف تھے۔ ولید بن عبدالملک کے دور میں بھی حالات سے مجبور ہو کر یہ اقدام اٹھانا پڑا۔

واقعات:

اس زمانے میں عراق کا گورنر حجاج بن یوسف (المتوفی 95ھ/716ء) تھا۔ وہ عرب کی تاریخ میں اپنی بہادری، ظلم وستم اور اپنی انتظامی قابلیت کے لئے مشہور تھا۔ سندھ میں راجا داہر حکمران تھا۔ اس نے مکران کے گورنر سعید بن اسلم کے قاتلوں کو پناہ دی مگر حجاج بن یوسف نے اسے نظر انداز کیا کیونکہ خلیفہ فوج کشی کے خلاف تھا۔

اس واقعہ کے چند سال بعد لنکا کے کچھ جہاز لنکا کے بادشاہ نے بھیجے جس میں کچھ مسلمان تاجروں کی بیویاں اور بچے تھے۔ یہ ان تجار سے متعلق تھے جو وفات پا چکے تھے۔ اس کے علاوہ تحائف تھے جو حجاج کی خدمت میں جانے تھے۔ بادمخالف جہازوں کو

دیبل (کراچی سے تھوڑے فاصلے پر) کے ساحل پر لے گئی۔ یہاں دیبل کے میدلوگوں نے ان جہازوں کولوٹ لیا۔[۸۳]
حجاج بن یوسف کو جب اس کی خبر ملی تو بہت طیش میں آیااور راجہ داہر سے قیدیوں اور سامان کا مطالبہ کیا، مگر راجہ داہر نے سفیر کو جواب دیا کہ یہ سب کام بحری ڈاکوؤں کا ہے اور میرا ان پر کوئی زور نہیں۔

اس پر اس نے ہندوستان پر حملے کا ارادہ کیا۔ پہلے دو سپہ سالاروں عبداللہ اور بدیل کی قیادت میں مکران سے لشکر بھیجے گئے مگر انہوں نے شکست کھائی اور دونوں سپہ سالار شہید ہوئے اس پر ولید بن عبدالملک سے ایک انتقامی لشکر بھیجنے کی اجازت لی اور اپنے داماد اور چچازاد بھائی عمادالدین محمد بن قاسم (716یا715) کو اس لشکر کی کمان کے لئے چنا۔[۸۴]

لشکر کی روانگی اور دیبل کی فتح:

محمد بن قاسم خشکی کے راستے چھ ہزار فوج لے کر 711ء میں دیبل پہنچا اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ کئی روز کی جنگ کے بعد آخرکار محمد بن قاسم نے دیبل پر قبضہ کرلیا اور قیدیوں کو آزاد کرایا۔

مزید فتوحات:

دیبل سے محمد بن قاسم موجودہ حیدرآباد کے قریب نیرون میں گیا۔ جس کے حاکم نے بغیر لڑائی کے ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر سہوان کی باری آئی ۔ جہاں کا حاکم راجا داہر کا بھتیجا تھا اس علاقے کے لوگوں نے اپنے حاکم کے خلاف بغاوت کر کے عربوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد بڑا معرکہ راداور بھمن آباد میں ہوا جہاں محمد بن قاسم نے راجا داہر اور اس کے بیٹے راجا جے سنگھ کو شکست دی۔ اس کے بعد 713ء میں محمد بن قاسم نے ملتان فتح کیا۔ اس طرح دو سال کے عرصہ میں سندھ اور ملتان کا سارا علاقہ عربوں کے ہاتھ میں آگیا۔

محمد بن قاسم کا نظم و نسق:

محمد بن قاسم سندھ میں تقریباً چار سال رہا، لیکن اس مختصر قیام کے باوجود اس نے جو نظم و نسق کے انتظامات کئے وہ قابل ستائش ہیں اور ان سے اس کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے۔

دیبل کے لوگوں سے سلوک:

محمد بن قاسم نے جن علاقوں پر قبضہ کیا وہاں کے لوگوں سے جو غیر مسلم تھے اچھا برتاؤ کیا، ان کو مذہبی آزادی دی، ان کو ان کی ملازمتوں پر بحال رکھا۔

ایک غیر مسلم سکالر ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ:

''مسلمان فاتح (مراد ابن قاسم) نے مفتوحوں کے ساتھ عقل مندی اور فیاضی کا سلوک کیا۔ ہندو پجاریوں اور برہمنوں کو اپنے معبدوں میں پرستش کرنے کی اجازت دی۔''(۸۵)

محمد بن قاسم ایک بہادر اور جوشیلا نوجوان تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے ایک دو جگہ فتح کے وقت رحم و کرم نہیں کیا، مگر باقی سب جگہوں پر اس نے اہل سندھ سے بڑی نرمی کا سلوک کیا اور ایک ایسے محفوظ معاشرہ نے جنم لیا جس میں دو ایسے گروہ تھے جن کے عقائد اور نظریات میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔

ہندوؤں کو مراعات:

محمد بن قاسم نے ہندوؤں کو وہ حقوق دیئے جو بعض فقہاء کے نزدیک صرف اہل کتاب کیلئے مخصوص تھے اور ایسے نظام کی بنیاد رکھی جو پہلے راجاؤں سے یقیناً بہتر تھی۔ مثلاً:

1۔ ہندوؤں کو مکمل مذہبی آزادی
2۔ جزیہ کی وصولی میں بے حد نرمی
3۔ برہمنوں کو جزیہ معاف کرنا
4۔ ملازمتوں پر ہندو ملازموں کی بحالی۔(۸۶)

نظام حکومت:

محمد بن قاسم نے مال گزاری کا پرانا نظام رہنے دیا۔ زمینداروں کو اجازت دے دی گئی کہ وہ برہمنوں اور مندوروں کو وہ ٹیکس دیتے رہیں جو وہ پہلے دیتے تھے۔ قدیم گورنمنٹ کے ملازمین کو ان کی ملازمت پر برقرار رکھا گیا اور ہندوؤں میں برہمنوں کے علاوہ دوسروں سے خفیف سا جزیہ لیا جاتا۔(۸۷)

یہ جزیہ بھی اُن سے لیا جاتا جو فوجی خدمات انجام نہ دے سکتے اور جزیہ وصول بھی برہمن کرتے جو ہر حالت میں اپنے ہم مذہبوں کا خیال رکھتے۔ محمد بن قاسم نے راجا داہر کے وزیر اعظم کو وزارت پر قائم رکھا۔

ہندوؤں کا مسلمانوں سے رویہ:

مسلمانوں کے اس سلوک سے ہندو بہت متاثر ہوئے اور کئی علاقوں کے لوگوں نے خود مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی اور جب محمد بن قاسم واپس گیا تو لوگ بہت روئے اور اس کی یاد میں اس کا مجسمہ بھی بنایا۔ محمد بن قاسم کی واپسی کے بعد تقریباً 3 سو برس تک راجپوت شمالی ہندوستان میں بے خوف و خطر حکومت کرتے رہے۔ اور باہر سے کسی مسلمان جنگجو نے حملہ نہ کیا۔(۸۸)

محمود غزنوی کے عہد میں غیر مسلموں کے حقوق

اگر چہ محمود غزنوی ایک بُت شکن کے نام سے مشہور ہے۔ مگر اس نے اپنے عہد حکومت میں ہندوؤں اور غیر مسلموں سے تعلقات اور حقوق کی ادائیگی میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس کی فوج میں کئی ہندو وسپہ سالار تھے۔ جن پر محمود غزنوی کو بہت اعتماد تھا اور وہ اس کے لئے وسط ایشیاء میں لڑتے رہے۔[٨٩]

ان میں سوبند رائے، تلک اور ناتھ خاص طور پر مشہور ہیں۔ سوبند رائے اور ناتھ کی وفاداری ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہیں۔[٩٠]

اور اس سے مندروں کے لوٹنے اور جلانے کے افسانے کی حقیقت کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ سیاسی واقتصادی اور فوجی مرکزیت کے حامل کسی مندر پر حملہ درحقیقت سیاسی اور فوجی حکمت عملی کا ہی نتیجہ ہے، نہ کہ مذہبی اختلافات کا شاخسانہ۔

محمود غزنوی کے حملوں نے مسلمانوں کی ہندوستان آمد کے لئے ایک دفعہ پھر راہ ہموار کی۔ مغربی ہند میں تو مسلمان ایک با اثر مقام حاصل کر چکے تھے اور اس مقام کو وہ مذہب کی تبلیغ کے لئے استعمال کرتے تھے۔

محمود غزنوی کی نسبت ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

”محمود غزنوی نے کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ بلکہ اس نے متعدد ہندو افسروں اور سپاہیوں کو اپنی فوج میں ملازم رکھا جو اس کے لئے وسط ایشیاء میں لڑتے رہے“[٩١]

سلاطین دہلی کے عہد میں غیر مسلموں کے حقوق

(1186ء تا 1526ء)

سندھ اور ملتان کا علاقہ تو مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری کے اندر فتح کر لیا تھا لیکن اس کے بعد ان کی رفتار سست پڑ گئی اور فتح ملتان سے فتح ہندوستان تک کوئی پونے پانچ سو سال کا عرصہ لگا۔

محمد بن قاسم کے قریباً تین سو سال بعد سلطان محمود غزنوی نے سرزمین ہند میں قدم رکھا اور فتوحات حاصل کیں اور گجرات، قنوج، کالنجر اور کانگڑھ کے راجاؤں کو شکست دینے کے باوجود شمال ہندوستان میں وسیع حکومت کی داغ بیل نہ ڈالی۔ محمود کی مسلسل فتوحات نے راجپوتوں کا شیرازہ بالکل منتشر کر دیا۔ شروع شروع میں تو جے پال کے ساتھ سارے راجپوت راجے مل جاتے لیکن بعد میں ایسا نہ ہوا بلکہ جس پر سلطان محمود چڑھائی کرتا دوسرے اس کی مدد نہ کرتے، غالباً وہ یہ

جان چکے تھے کہ محمود غزنوی کے حملے ان کے مذہب کے مٹانے اور انہیں زبردستی مسلمان بنانے کے لئے نہیں ہیں۔ ایسی حالت میں اسلامی حکومت قائم کرنا آسان تھا۔لیکن یہ نہ ہوا۔محمود غزنوی سے سلطان محمود غوری (المتوفی 1206ء) تک دو صدیاں بیت گئیں۔ سلطان معزالدین محمد غوری (1186ء تا 1206ء) نے شمالی ہندوستان کے عسکری نظام کو تباہ کیا اور مستحکم اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔(۹۲)

اس عہد میں جو 1186ء سے 1506ء تک محیط ہے۔اس عرصہ میں مسلمان ہی سربراہائے حکومت تھے اور ہندو رعایا شمار ہوتے تھے۔ مسلمانوں نے رواداری، انصاف اور انسانی حقوق کی پاسداری کے حوالہ سے اس امر کو ثابت کر دیا کہ دین اسلام دین فطرت ہے۔ اور اس میں ہندو مذہب کے برعکس وسعت و کشادہ روی پائی جاتی ہے۔ اور ہندو اکثریت کا سلاطین کے کردار سے مطمئن ہونا بھی مسلمانوں کی وسعت نظری کا ایک واضح ثبوت ہے۔

سرکاری ملازمتیں

سلاطین دہلی کے عہد میں ہمیشہ غیر مسلموں کو اعلیٰ کلیدی عہدے تفویض کئے گئے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ہندوؤں کے پاس قومی خزانہ کا ریکارڈ:

قومی خزانے کے ریکارڈ ہندوؤں کے پاس تھے سوائے ہیڈ کوارٹر کے اس شعبے میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔

ان کے علاوہ دوسرے شعبوں میں بھی چھوٹے آفیسر ہندو ہوتے تھے۔

فوج میں ہندوؤں کی موجودگی:

ہندوؤں کو فوج میں رکھنے کی پرانی روایت تھی سلاطین کے دور میں یہ روایت بھی قائم رہی۔ تاہم تین صدیوں میں صرف وہی سپاہی رکھے گئے جن پر مسلمانوں کو مکمل اعتماد تھا۔(۹۳)

معاشی اور معاشرتی آزادی:

سلاطین کے عہد میں غیر مسلموں کو مکمل معاشی اور معاشرتی آزادی تھی۔

ہندو مؤرخ ایس. آر شرما لکھتا ہے: اسلام میں ذمی کے حقوق و فرائض متعین ہیں۔ اور علماء نے یہ بھی بتایا ہے کہ صرف اہل کتاب ہی ذمی ہو سکتے ہیں۔ سب سے پہلے محمد بن قاسم نے ہندوؤں کے ذمی ہونے کا فتویٰ حاصل کیا اور ہندوؤں سے ذمیوں جیسا سلوک کیا۔ یعنی ان کو مذہبی آزادی، معاشی آزادی اور معاشرتی آزادی دی۔(۹۴)

سلاطین کے عہد میں مسلمانوں کی نرم پالیسی کی وجہ سے ہندو سرکش ہو گئے اور انہوں نے من مانی شروع کر دی۔ کئی علاقے جہاں ہندوؤں کی حکومتیں تھیں مثلاً دکن، گجرات وغیرہ وہاں انہوں نے مسلمان سلاطین کے خلاف جنگ کی تیاریاں کیں۔ مسلمانوں نے ان علاقوں کو فتح کیا اور اپنے علاقے کی سرکش قوتوں کو دبانے کی کوشش کی تاکہ وہ سلطنت کے خلاف بغاوت کر کے کوئی فتنہ نہ کھڑا کر سکیں۔ جہاں تک جبری مسلمان کرنے کا تعلق ہے تو تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ سلاطین کے دور میں ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی جس سے ہندوؤں پر مذہبی جبر کیا گیا ہو۔ مذہبی جبر تو دور کی بات ہے، ہندوؤں کو تو مسلم دور حکومت میں کلیدی شعبوں کی ذمہ داری تک تفویض کی گئی۔ خود مذکورہ بالا مصنف اس امر کا اعتراف کرتا ہے:

"پھر بھی ہندوؤں کی خزانہ اور اکاؤنٹ کے شعبے میں (جو ملکی نظام کی رگ حیات تصور ہوتے تھے) اجارہ داری تھی۔ یہ سب اس وقت کے حالات سے بہتر تھا کیونکہ اس دور میں یورپ کی حالت اس سے بھی بدتر تھی"[۹۵]

جزیہ اور زیارتی ٹیکس:

ذمی ہونے کی حیثیت سے ہندوؤں سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا جس کی شرائط بہت ہی نرم ہوتی تھیں اور اس کو وصول کرنے والے محصل بھی اکثر ہندو ہوتے تھے جو اور بھی زیادہ نرمی کرتے، لیکن ہندو مؤرخ اس کو بہت اچھالتے ہیں۔ حالانکہ مسلمان برصغیر میں فاتح کی حیثیت سے رہتے تھے، اگر وہ چاہتے تو ہندوؤں پر کسی قسم کی پابندی لگا سکتے تھے۔ مگر انہوں نے ہندوؤں کو ہر قسم کی آزادی دی اور فوجی خدمات کے بدلے ان سے صرف جزیہ لیا۔ جب کہ مسلمان نہ صرف فوجی خدمات انجام دیتے بلکہ زکوٰۃ وغیرہ کے مالی فرائض بھی ادا کرتے۔ سلاطین کے دور میں ان پر زیارتی ٹیکس (Piligrim Tax) بھی لگایا گیا۔[۹۶]

علماء کا غیر مسلموں کے حق میں فیصلہ:

سکندر لودھی کے بارے میں علماء اور مؤرخ کہتے ہیں کہ وہ کچھ متعصب تھا۔ (مذہبی) اور جب کسی مسئلے میں دو رائیں ہوتیں تو وہ درشت رائے کی تائید کرتا۔ چنانچہ اس کی گورنری کے زمانے میں اسے خبر ملی کہ کوروکیشر میں بہت سے ہندو جمع ہیں اور تالاب میں نہانے اور مندر میں پرستش کرنے کے علاوہ انہوں نے وہاں ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ سکندر نے فوراً فیصلہ کیا کہ انہیں تہ تیغ کر دیا جائے اور مندر مسمار کر دیا جائے۔ اس نے ملک العلماء عبداللہ سے مشورہ کیا۔ ملک العلماء نے فتویٰ دیا کہ ذمیوں کی عبادت گاہ کو گرانا خلاف شرع ہے۔ اس پر وہ آگ بگولہ ہو گیا اور ملک العلماء کو قتل کرنا چاہا۔ مگر اُن کے دلائل کی وجہ سے اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔[۹۷]

یہ واقعہ اس امر کی دلیل ہے کہ دین اسلام میں غیر مسلموں کی مذہبی اور معاشرتی آزادی کے حقوق کو تحفظ دیا گیا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی حکمران اپنی کم علمی یا مخصوص مفادات کے حصول کے لئے مختلف رویہ اختیار کرے لیکن اس سے دین کے انسانیت پرور حقائق غبار آلود نہیں ہوتے۔

بابر کا غیر مسلموں سے طرز عمل

(۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۰ھ)

بابر راسخ العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ مذہب کے سلسلہ میں وہ اپنے جدّ امجد تیمور جیسا سخت اور متعصب نہ تھا۔ وہ جہاد کا شوقین تھا۔ کسی مذہب والے کو بالجبر اپنے مذہب میں لے آنے کا قائل نہیں تھا۔[۹۸]

مذہبی آزادی:

بابر کے عہد کے مطالعے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اس نے اپنے دور میں رواداری کے اصول کو فروغ دیا۔ اس نے مذہبی اختلاف کی بنیاد پر کسی کو قتل نہیں کروایا۔ اس نے جنگوں میں فتح مند ہونے کے باوجود رحم دلی کا برتاؤ کیا۔ ڈاکٹر بنی پرشاد لکھتا ہے: ''اکبر کی بے مثل عظمت کو متاثر کئے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی پالیسی کا بھی اس کے دادا بابر نے بیج بویا تھا۔ مذہبی فرقہ پرستی سے بے نیاز نکتہ نظر پر مبنی تھے۔ سلطنت کی تشکیل ریاست میں تاج کی حیثیت الحاق ومناکحت سے راجپوت قومیت کے مسئلے کا حل اور دربار کی تمدنی کردار پر زوران تمام چیزوں سے تذلیل کا ماخوذ بابر کی شخصیت تھی۔[۹۹]

ٹیکس اور جزیہ:

ہندوستان میں ہمیشہ سے لگان یا زمین کا ٹیکس ایک اہم ٹیکس رہا ہے۔ بابر کے دور میں جو علاقے بادشاہ کی اطاعت قبول کر لیتے ان سے یہ ٹیکس براہ راست وصول کیا جاتا۔ لیکن جو صرف بادشاہ کو اپنا آقا تسلیم کرے وہی اپنے علاقے میں خود مختار رہتے تھے ان سے سالانہ مالیہ وصول کیا جاتا۔[۱۰۰]

بابر کے دور میں ہندوؤں سے پہلے کی طرح جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ مسلمان اور ہندو تاجروں سے محصول بھی لیا جاتا۔ بابر نے بعد میں مسلمانوں پر محصول کی پابندی اٹھالی۔[۱۰۱]

سری رام شرما لکھتا ہے: ''مسلم قوانین پر سختی سے عمل کرنے کے لئے اس نے سٹیمپ ڈیوٹی سے مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دے دیا اور صرف ہندوؤں کو ٹیکس کا پابند قرار دیا''۔[۱۰۲]

بابر کی آخری وصیت اپنے بیٹے ہمایوں کے نام:

بابر کے ہندوؤں کے ساتھ تعلقات اور سلوک کی مثال بابر کی وہ وصیّت ہے جو اس نے ہمایوں کو مرتے وقت کی۔ بابر نے ہمایوں کو جو وصیت کی اُس سے اِس کی سمجھ، انصاف پسندی، رواداری اور تدبّر وقابلیت کا پتہ چلتا ہے۔

''فرزندِ من! ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے کہ اس نے تمہیں اس ملک کا بادشاہ بنایا ہے۔ اپنی بادشاہی میں تمہیں ذیل کی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

1۔ تم مذہبی تعصب کو اپنے دل میں ہرگز جگہ نہ دو۔ اور لوگوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی رسوم کا خیال رکھتے ہوئے رو رعایت کے بغیر سب لوگوں سے پورا انصاف کرنا۔

2۔ گاؤ کشی سے بالخصوص پرہیز کرو۔ تاکہ اس سے تمہیں لوگوں کے دلوں میں جگہ مل جائے۔ اور اس طرح وہ تمہارے احسان اور شکریہ کی زنجیر سے مطیع ہو جائیں۔

3۔ تمہیں کسی قوم کی عبادت گاہ مسمار نہیں کرنی چاہیے۔ اور ہمیشہ سب سے پورا انصاف کرنا چاہیے۔ تاکہ بادشاہ اور رعیت کے تعلقات دوستانہ ہوں۔ اور ملک میں امن وامان رہے۔

4۔ اسلام کی اشاعت ظلم وستم کی تلوار کے مقابلے میں لطف واحسان کی تلوار سے بہتر ہو سکے گی۔

5۔ شیعہ اور سنی اختلافات کو ہمیشہ نظر انداز کرتے رہو۔ ان سے اسلام کمزور ہو جائے گا۔

6۔ اپنی رعیت کی مختلف خصوصیات کو سال کے مختلف موسم سمجھو تاکہ حکومت ضعف اور بیماری سے محفوظ رہ سکے۔''[۱۰۳]

یہ وصیت اس امر کا مسلمہ ثبوت ہے کہ بابر ایک غیر متعصب حکمران تھا۔ اور غیر مسلموں کے حقوق کا محافظ وخیر خواہ تھا

عہد اکبر اور غیر مسلموں کے حقوق

(۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء)

اکبر نے اپنے دور میں ہندوؤں کے متعلق مغلیہ نکتہ نظر میں مزید لچک پیدا کی، اس کے بہت سے اسباب تھے، جن میں ہندو شہزادیوں کا مغلوں کے حرم میں آنا اور ہندو امراء کا مغل دربار میں اثر ورسوخ زیادہ ہونا اہم ہے۔ اور اکبر کے وقت ایک دور ایسا آیا کہ ہندو خود مختار ہو گئے اور مسلمان ہندوؤں کے اقتدار تلے بالکل دب کے رہ گئے۔ (۱۰۴)

اکبر کا غیر مسلموں سے غیر متعصبانہ رویہ:

۱۵۴۲ء میں بابر کا پوتا اکبر اعظم ہندوستان کا بادشاہ بنا اور اس نے تھوڑے ہی عرصے میں اپنی سلطنت تمام ہندوستان تک پھیلا دی۔ اکبر مختلف مذاہب کے بارے میں جاننے کا بہت شائق تھا۔ اکبر نے وسعت علم کے لئے تمام ادیان کا مطالعہ کیا اور ہر دین کی کتاب کے فارسی میں ترجمے کرائے سنے اور ہر مذہب کے علماء سے ان کے مذہب پر گفتگو کی۔ ان باتوں سے ایک لحاظ سے اکبر کی مذہب کے معاملے میں صلح کل پالیسی ظاہر ہوتی ہے۔

''اس نے اپنی دربار میں تمام مذاہب کے علماء کو اکٹھا کیا اور ان کے درمیان بحث ومباحثے کرائے۔ فتح پور سیکری وہ مقام ہے جہاں عیسائیوں کو پہلی مرتبہ دعوت دی گئی۔ یہاں تک کہ تعلیم یافتہ عیسائی راہب یورپ سے بلوائے گئے۔ یہ پادری کہلاتے کچھ ان میں معصوم تھے جنھیں "Papa" (پوپ) کہا جاتا اور انہیں مذہبی احکامات کو تبدیل کرنے کا اختیار ہوتا تھا۔ بادشاہِ وقت بھی ان کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے تھے یہ راہب اپنے ساتھ انجیل (Gospel) لائے اور انہوں نے عقیدہ تثلیث کو ثابت کرنے کے لئے دلائل پیش کیے۔'' (۱۰۵)

نوجوانی میں خود اکبر نے رانی جودھابائی سے شادی کر لی اور اس کے بعد متعدد ہندو بیویاں اس کے حرم میں رہیں۔ اُن کی صحبت میں رہ کر اکبر نے ہندوؤں کی بہت سی رسومات اپنالیں۔ اس کے علاوہ اس نے ہندوؤں کے علوم وفنون کی سرپرستی کی اور ان کی مذہبی اور تاریخی کتب کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔ ان کتب کے فارسی ترجمہ نے مسلمانوں کے افکار کو بہت حد تک متاثر کیا اور مسلمان ہندو مزاج کا ایک گروہ پیدا ہو گیا۔ (۱۰۶)

جزیہ کا خاتمہ:

اکبر کے دور میں ہندوؤں سے جو جزیہ لیا جاتا تھا وہ ختم کر دیا اور ہندوؤں کو بھی معاشرے میں وہ مقام دیا جو مسلمانوں کا تھا۔

رام شرما لکھتا ہے:

"The great achievement of Akbar in this field was the abolition of the hateful Jizia."

''اس میدان میں اکبر کی سب سے بڑی کامیابی جزیہ کا خاتمہ کرنا تھی''۔ (۱۰۷)

جلال الدین محمد اکبر نے 1564ء میں فرمان کے ذریعے جزیہ موقوف کیا جو برِ صغیر کی تاریخ میں ہندوؤں کے لئے ایک نیا موڑ تھا۔

رام شرما لکھتا ہے!

"With its abolition, Akbar created a common citizenship for all subjects Hindus and Muslim alike".

''جزیہ کو موقوف کرنے کی وجہ سے اکبر نے ہندو اور مسلمان رعایا کو برابر کر دیا''۔(۱۰۸)

مذہبی آزادی:

اکبر نے تمام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دے دی۔ ہندوؤں کو اس سے پہلے بغیر اجازت مندر تعمیر کرنے کی اجازت نہ تھی اور ان سے زیارتی ٹیکس بھی لیا جاتا تھا۔ اکبر نے یہ ٹیکس موقوف کر دیئے۔ اور ہندوؤں کو بغیر اجازت مندر تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔(۱۰۹)

اکبر کے ٹیکس معاف کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کی سلطنت بہت بڑی تھی جس سے اس کی آمدنی بہت زیادہ تھی۔ اس لئے اس نے ہندو امراء کو خوش وغیرہ کرنے کے لئے یہ ٹیکس معاف کر دیا۔ یہ اجازت ملتے ہی کئی راجاؤں نے نئے مندر تعمیر کرائے۔ مان سنگھ نے بھی پانچ لاکھ روپے سے 2 مندر تعمیر کرائے۔

تبدیلی مذہب:

جلال الدین محمد اکبر نے فرمان کے ذریعے مذہب تبدیل کرنے کی اجازت دی۔(۱۱۰)

۱۶۰۲ء میں جیز ویٹ فادر صاحبان کو اکبر نے تحریراً اجازت دی تھی کہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے مسیحیت اختیار کرنا چاہے گا تو اسے اجازت ہوگی۔ یہ بادشاہ وقت کی اجازت سے بہت بڑی سہولت تھی۔ ۱۶۰۶ء میں لاہور کے مسیحیوں کی تعداد تقریباً ایک سو کے لگ بھگ ہوگئی۔ جن میں اکثریت یورپی اور آریاؤں کے نوکر چاکر تھے۔ اس کے علاوہ چند برہمن خاندانوں نے بھی مسیحیت قبول کی۔ ۱۶۱۴ء میں ایک محتاط اندازے کے مطابق بپتسمہ یافتہ لوگوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی۔ جن میں سے تین سو بچوں کو موت کے خطرے بپتسمہ لیا گیا۔ دائرہ مسیحیت میں آنے والے عام لوگوں جیسا لباس پہنتے تھے لیکن وہ اپنے گلے میں صلیب پہنتے تھے تا کہ وہ بطور مسیحی نمایاں نظر آئیں۔(۱۱۱)

ہندو منصب دار:

اکبر کے دربار میں درجہ بدرجہ 54 ہندو امراء تھے جن میں مان سنگھ (7000 ہزار)، بھگوان داس (پانچ ہزاری)، ٹوڈرمل (چار ہزاری)، رائے سنگھ (چار ہزاری)، ببریر (دو ہزاری)، مہان سنگھ (دو ہزاری)، درگا ساسودہ (ایک ہزار و

پانصدی)، رائے شاں (ایک ہزاری) اور کئی دوسرے چھوٹے بڑے ہندو امراء تھے۔(۱۱۲)

ہندوؤں سے میل جول:

اکبر کا بعض ہندوؤں سے خاصا میل جول تھا اور ان کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔

بدایونی لکھتا ہے: ''اکبر اور بیربل بظاہر دو قالب تھے۔ لیکن باطن میں لحمک لحمی و دمک دمی ہو چکے تھے۔''(۱۱۳)

بیربل کے علاوہ پرکھوتم، دیوی برہمن بھی اکبر کے منظور نظر تھے اور وہ رات کی تنہائیوں میں ان سے ہندوؤں کے عقائد پر تبادلہ خیالات کیا کرتا۔ بدقسمتی سے جن دنوں اکبر اسلام سے برگشتہ ہوا انہی ایام میں دکن کا ایک ہندو بھاون نامی مسلمان ہو گیا۔ بادشاہ نے اسے ہندوؤں کی مذہبی کتاب ترجمہ کرنے پر معمور کیا۔

ہندوؤں کے مذہبی تہوار منانا:

اکبر کو ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کے ساتھ ایک گونا عقیدت پیدا ہو گئی اور وہ ان کے جنم دن بڑے تزک و احتشام سے مناتا۔ یہ روایت بھی ملتی ہے کہ اکثر وہ چتینہ کی مدح میں بھجن گایا کرتا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ وہ لاٹاں والی مائی کا بڑا مداح تھا اور ایک دفعہ اس کے درشن کے لئے کانگڑھ بھی گیا۔(۱۱۴)

دیوی اور دیوتاؤں سے عقیدت کا اظہار اس سے بھی ہوتا ہے کہ برٹش میوزیم میں جولین پول نے سکوں کی فہرست تیار کی ہے اس میں پانچویں پلیٹ پر ایک ایسے سکے کا عکس ہے جس میں رام تیر کمان لئے کھڑا ہے اور اس کے پیچھے سیتا لمبا سا گھونگھٹ نکالے کھڑی ہے۔ اکبر کو ہندو جوگیوں سے بڑی عقیدت تھی اور آگرہ میں جوگی پورہ کے نام سے ایک بستی بھی تعمیر کی۔ ہندو مذہب کی طرف اکبر کا جھکاؤ زیادہ ہونے کی وجہ سے لازمی امر ہے کہ ہندو برہموں نے بھی اپنا حلوہ مانڈھا سیدھا کرنا شروع کر دیا۔ بدایونی لکھتا ہے کہ وہ اپنی کتاب سے پرانی پوتھیاں نکال کر اس کے پاس لاتے اور اسے بتاتے کہ آج سے اتنا عرصہ پہلے ہمارے بزرگ یہ لکھ گئے ہیں کہ ہندوستان میں ایک عادل بادشاہ ہو گا جو گائے کا احترام اور برہمن کی عزت کرے گا۔(۱۱۵)

جہانگیر کا عہد حکومت اور غیر مسلم رعایا

(1014ھ تا 1034ھ...... 1605ء تا 1627ء)

جہانگیر کے دور میں ہندوؤں کے ساتھ رواداری اور صلح کل کی پالیسی اختیار کی گئی۔ جہانگیر بھی اپنے والد کی طرح ہندوؤں پر مہربانی اور شفقت کرتا تھا۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے اور منصب وجاہ ان سے عزیز نہیں رکھتا تھا۔ اس نے تمام ممالک محروسہ میں حکم دے دیا کہ کوئی مسلمان کسی ہندو کو زبردستی اسلام میں نہ لائے۔ اس نے غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔(۱۱۶)

عیسائیوں سے سلوک:

جہانگیر کے دور میں پرتگیز عیسائی ہندوستان میں آچکے تھے۔ جہانگیر نے انہیں مکمل مذہبی آزادی دی۔ اور چرچ بنانے کی اجازت بھی دے دی۔

اکبر بادشاہ کا انتقال 1605ء میں ہوا۔ شہزادہ جہانگیر باپ کی جگہ تخت نشین ہوا تو اس نے جیز ویٹ فادر صاحبان اور مسیحیوں کے ساتھ بہترین سلوک روا رکھا۔ شاید اسی سلوک کو مدنظر رکھ کر کہا گیا تھا کہ وہ مسیحیت قبول کرے گا۔ جہانگیر بادشاہ نے مسیحیوں کو بہت سی مراعات دیں۔ مثلاً احمد آباد میں گرجا گھر کی تعمیر اور لاہور میں مسیحی قبرستان کے لئے جگہ کی فراہمی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔(۱۱۷)

برصغیر میں نوے فیصد سے اوپر لوگ ہندو لوگ رہتے تھے۔ مغلوں کو ان کے لئے خاص پالیسی اپنانی پڑتی تھی۔ جو ان کی سلطنت کے استحکام کے لئے ضروری تھی۔ جہانگیر نے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے سے منع کر دیا۔ اور ہندوؤں کو ان کے مندر بنانے کی کھلی اجازت دی۔ اس پر اس کے ہندو دوست بیر سنگھ بندیلہ نے متھرا کے مقام پر ایک عالی شان مندر بنایا۔ اس کے عہد میں صرف بنارس میں ستر سے زائد نئے مندر تعمیر کئے گئے۔(۱۱۸)

لیکن جب اس کی ہندوؤں سے لڑائی شروع ہوئی تو اس نے اپنی پالیسی کا رخ تبدیل کر لیا۔ اور جب میواڑ کی لڑائی ہوئی تو مغلیہ فوج نے وہاں کے کئی مندر تباہ کر دیئے۔(۱۱۹)

غالباً یہ مندر مذہبی رسوم کی ادائیگی کی بجائے فوجی مقاصد کے مراکز بن گئے تھے۔ اس لئے مغلیہ فوج کو انہیں مجبوراً منہدم کرنا پڑا۔

ہندوؤں کی مذہبی رسوم کا احترام:

شہنشاہ خود ہندوؤں کے تہوار مناتا۔اور یہ سلسلہ مغلیہ عہد کے آخر تک جاری رہا۔ شنکرات کو جس میں آفتاب برج عقوب میں داخل ہوتا ہے۔ بادشاہ جہانگیر ہزار تولہ چاندی اور ہزار روپے خیرات کرتا۔[۱۴۰]

دیوالی کی پوجا کا دربار ہوتا۔اور باغ میں گاؤ آراستہ ہوکر آتیں۔اور ان کے گلے میں کوڑیوں کے ہار پڑے ہوئے ہوتے۔شوراتری کو اپنے باپ کی طرح جہانگیر بھی بڑے بڑے جوگیوں کو اپنے محل میں بلاتا۔اور ان کے ساتھ کھانا کھاتا۔ بعض مقامات پر ہندوؤں کے برت کے دن عام چھٹی منائی جاتی۔اور کسی خرید و فروخت کی اجازت نہ ہوتی۔چودھویں سال میں جہانگیر نے ہندوؤں کے راکھی بندھن کا تہوار بھی خود منایا۔اور اپنی کلائیوں پر راکھی بندھوائی۔[۱۴۱]

جہانگیر نے اپنے باپ کی روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہندو زائرین کو ان کے مذہبی مقامات کی زیارت کی کھلی اجازت دے دی۔[۱۴۲]

سرکاری ملازمتیں:

عہد اکبری کی طرح جہانگیر کے دور میں بھی ہندوؤں کو اعلیٰ سرکاری ملازمتیں دی جاتی رہیں۔مان سنگھ نے پس پردہ خسرو کی بغاوت میں اس کی پشت پناہی کی۔اس کے باوجود بھی وہ بنگال کی گورنری پر فائز رہا۔راجہ کلیان، راجہ ٹوڈرمل کا بیٹا اڑیسہ کا گورنر مقرر ہوا۔اور راجہ بکرماجیت کچھ عرصہ گجرات کا گورنر رہا۔ایک اور ہندو موہن داس جہانگیر کے دور میں دیوان کے عہدے پر فائز رہا۔[۱۴۳]

سکھوں سے تعلقات:

جہانگیر کے سکھوں کے ساتھ تعلقات اچھے نہ تھے۔اس کے عہد میں گرو ارجن سنگھ جو سکھوں کا لیڈر تھا۔اس کی سرگرمیاں اس حد تک بڑھ گئیں تھیں کہ مسلمانوں کو کھلم کھلا مرتد کیا جاتا۔جاہل لوگ دباؤ کے تحت سکھ تعلیمات کو قبول و اختیار کر لیتے۔خسرو کی بغاوت میں بھی سکھ لیڈر گرو ارجن سنگھ کا ہاتھ تھا۔[۱۴۴]

جہانگیر اپنی توزک میں سکھ گرو کی پالیسی کو مذہبی اسباب کی بنا پر ختم کرنے کا اظہار کرتا ہے۔[۱۴۵]

لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ان سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ گرو ارجن کو اس کے عقائد کی بنا پر اس انجام سے دوچار ہونا پڑا۔کیونکہ اس صورت میں سکھوں کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔

ہندوؤں سے سماجی رواداری:

جہانگیر نے اپنی زیر نگرانی ہندوؤں کی مقدس کتب کا ترجمہ کروا کر اکبر کی طرح دونوں مذاہب کو قریب لانے کا کام جاری رکھا۔ رامائن کو فارسی نظم میں تبدیل کیا گیا۔ گورھا داس دہلوی نے بالمیکی کو نثر میں تبدیل کر کے جہانگیر کی خدمت میں پیش کیا۔[۱۲۶]

ان حقائق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جہانگیر نے مذہبی رواداری میں اپنے باپ کے روایات کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اس سے بھی زیادہ معقول اور اعتدال پسندانہ روش اختیار کی۔ تاہم اس کی یہ رواداری ایک بادشاہ کے خسروانہ مزاج کی تابع تھی۔ اور اسے اسلام کی کسوٹی پر پرکھنا یا اس کے محاسن و مصائب کو ایک اسلامی مملکت کے محاسن و مصائب کا آئینہ دار قرار دینا کسی طرح مناسب نہیں۔ مغلیہ سلطنت کے اگلے فرمانرواؤں نے آکر اکبر و جہانگیر کی ان ہندونوازیوں کو ختم کیا اور ہندوؤں کے متعلق حکومت کی پالیسی میں تبدیلی آئی۔ جس کا سبب حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ظہور اور ان کی تعلیمات تھیں۔

محمد شاہجہان کا عہد حکومت اور غیر مسلم رعایا

(1036ھ تا 1067ھ...... 1627ء تا 1656ء)

اکبر کی ہندونواز پالیسی جہانگیر کے دور تک چلی۔ جہانگیر کے دور میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اکبری بدعات کا خاتمہ کیا اور عوام اور شاہی خاندان کی اصلاح کی۔ شاہجہان نے آپ کے زیر اثر تربیت پائی تھی، یہی وجہ ہے کہ اس نے ہندو نوازی میں بہت کمی کی اور مسلم معاشرے کو ہندو معاشرے میں مدغم کرنے کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا لیکن اس کے بیٹے داراشکوہ نے اپنی تصانیف کے ذریعے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ملانے کی کوشش کی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

جزیہ اور زیارتی ٹیکس:

شاہجہان نے اپنے دور میں ہندوؤں پر جزیہ جو اکبر نے موقوف کر دیا تھا اس کو برقرار رکھا مگر زیارتی ٹیکس دوبارہ لگا دیا۔[۱۲۷]

یہ صحیح ہے کہ شاہجہان ایک پختہ عقیدہ کا مسلمان تھا مگر اس نے مذہبی رواداری برتی۔ اس کے عہد میں مختلف علاقوں میں ہندوؤں نے اس کے خلاف سازشیں کرنی شروع کر دیں اور ان سازشوں کے مراکز یہ مندر ہی تھے۔ بادشاہ کو جب یہ اطلاعات ملیں تو اس نے ان مندروں کو تباہ و مسمار کرا دیا۔ اگر اس سے اس کا مقصد ہندوؤں کے مذہب کو ختم کرنا ہوتا تو ان مندروں کے علاوہ دوسرے مندروں سے ایسا ہی سلوک کیا جاتا۔ ہندوؤں کو مذہبی رسوم کی آزادی دی گئی۔ ہاں کچھ سختی بھی کی

گئی مگر اس کا مقصد اس ادغام کو روکنا تھا جو مسلم معاشرہ کا ہندو معاشرہ میں ہو رہا تھا۔ اس ادغام کو روکنے کے لئے اس نے اپنی شادی کسی ہندو شہزادی سے نہ کی اور نہ ہی اپنے کسی بیٹے کی شادی کسی ہندو شہزادی سے کی۔ بلکہ جہاں یہ رسم ہو رہی تھی اس کے خلاف اہتمام کیا۔ مثلاً بھیر (کشمیر) میں یہی رسم چلی آ رہی تھی۔ بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے روک دیا اور جو عورتیں ہندوؤں کے پاس تھیں ان کو واپس دلوایا اور مسلمان کیا گیا۔(۱۲۸)

رسم ستی پر پابندی:

بعض ہندو مؤرخ اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کرتے ہیں کہ ہندوؤں کی مذہبی رسوم کو شاہجہان نے جبراً روکا، تاکہ مسلمان اس سے کوئی اثر نہ لیں۔(۱۲۹)

تاریخ کا اگر غیر جانبداری سے مطالعہ کیا جائے تو علم ہوتا ہے کہ شاہجہان نے ہر پالیسی میں اسلامی تعلیمات کو مدنظر رکھا اور وہ رواداری کا مظاہرہ کیا جس کی مثال مسلمانوں کے ابتدائی دور میں نہیں ملتی ہے۔ اس رواداری نے شاہجہان کو ہندوؤں کا بھی ایسا ہی محبوب بادشاہ بنا دیا جیسا کہ مسلمانوں کا تھا۔ ہاں اس نے ہندوؤں کی ستی کی رسم کو سختی سے روکا۔(۱۳۰)

مگر یہ کم تو ہوگئی ختم نہ ہو سکی۔ اس نے ہندوؤں کو مذہبی رسوم اور زیارتوں کے لئے کھلی اجازت دے دی مگر زیارت پر ایک ٹیکس لگا دیا جو اتنا زیادہ بھی نہ تھا کہ مندروں پر بوجھ بنتا۔ یہ بات بھی ہے کہ شاہجہان نے اس مکمل آزادی کا سدباب کیا جو اکبر کے دور سے ہندوؤں کو ملی ہوئیں تھی۔ اس لئے شاہجہان کی کچھ مذہبی پابندیاں رام شرما اور دوسرے ہندو مؤرخوں کو بار لگ رہی ہیں۔

سرکاری ملازمتیں:

شاہجہان نے اپنے دور حکومت میں غیر مسلموں کو خصوصاً ہندوؤں کو اعلیٰ عہدے اور منصب داریاں تفویض کیں۔ جبکہ سری رام شرما اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ شاہجہان نے فرمان جاری کیا کہ سرکاری ملازمت کے لئے صرف مسلمان ہی لئے جائیں گے، حالانکہ اس کے دربار میں کئی ہندو امراء موجود تھے جو اس کی غیر جانبداری کا کھلا ثبوت ہیں۔ آگے خود ہی رام شرما اپنی کتاب میں ان منصب داروں کی فہرست دیتے ہیں جن کی تعداد 54 ہے۔ اس سے اس بات کی نفی ہو جاتی ہے کہ شاہجہان نے سرکاری ملازمت کے لئے کوئی مخصوص فرمان جاری کیا تھا۔ ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:(۱۳۱)

شاہ جہان کے ہندو امراء

(۱) منصب پنج ہزاری:

(۱) راجہ بونت سنگھ، جودھ پور کا راجہ تھا

(۲) راجہ جگت سنگھ، اودے پور کا راجہ۔

(۳) راجہ جے سنگھ، جے پور کا راجہ تھا۔

(۴) راجہ بفال داس گادر

(۲) منصب چہار ہزاری:

راجارائے سنگھ، مہاراجا بھم سنگھ کا بیٹا تھا اور میواڑ کا راجا تھا۔

(۳) منصب سہ ہزاری:

(۱) راجاراج روپ، نور پور پنجاب کا راجہ تھا۔

(۲) راؤ کرن سنگھ، بیکانیر کا راجا

(۳) پرتھوی راج راٹھور

(۴) روپ سنگھ راٹھور

(۴) منصب دو ہزاری:

(۱) راول پونجا، دونگر پور کا راجا

(۲) راؤ روپ سنگھ

(۳) رائے ٹوڈرمل، مالیات کا وزیر

(۵) منصب یک ہزاری:

(۱) راجہ گرسن، کشتزار کا راجا

(۲) راجا پرتھی چند، چھیا کا راجا

(۳) ارجن

(۴) رائے سنگھ جھلہ

(۵) گردھاداس

(۶) پرتاب[۱۳۲]

ہندو سنیاسیوں سے سلوک:

شاہ جہان بھی جہانگیر کی طرح ہندو جوگیوں اور سنیاسیوں کا ادب کرتا تھا اور ان سے بڑے احترام کے ساتھ پیش آتا، اس کے ان رجحانات کو داراشکوہ کی وجہ سے بڑی تقویت ملی جو اس کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اور صوفیوں اور سنیاسیوں کی صحبت میں زیادہ وقت گزرا۔[۱۳۳]

اورنگ زیب عالمگیر کا عہد حکومت اور غیر مسلم رعایا

(۱۶۵۶ءتا۱۷۰۷ء)

غیر مسلموں سے رویہ:

بعض لوگوں کے نزدیک اورنگ زیب کا غیر مسلموں اور ہندوؤں کے ساتھ سخت رویہ اس کی ناکامی کا سبب بنا، حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ ہندوؤں نے اورنگ زیب کے عہد میں جو بھی بغاوتیں کیں ان کا کوئی مذہبی مقصد نہ تھا۔ چنانچہ اورنگ زیب نے ہندوؤں ہی کی مدد سے بغاوتوں کو ختم کیا۔ اگر ان بغاوتوں کے پیچھے کوئی خاص نظریہ ہوتا تو اورنگ زیب کبھی بھی ہندو منصب داری کی مدد سے یہ بغاوتیں فرو نہ کرسکتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ راجپوت بندیلے اور شیواجی کے اپنے رشتے دار خود شیواجی کے خلاف لڑے جب اس نے اورنگ زیب کے منصب پنج ہزاری کو ٹھکرا کر بغاوت کی تھی اور پھر مرہٹوں نے ہندوؤں کے خلاف بھی حملے کئے اور ان میں مسلمان بھی موجود تھے۔(۱۳۴)

ہندوؤں کے لئے علیحدہ عدالتی نظام:

اورنگ زیب نے اپنے دور حکومت میں ہندوؤں کے لئے ایک علیحدہ عدالتی نظام قائم کیا جو ان کے اپنے قوانین کے مطابق تھا۔ مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے قاضی کی بجائے پنڈت مقرر تھے۔ جو مقدمات کا فیصلہ اپنے قانون کے مطابق کرتے تھے۔(۱۳۵)

ہندو تہواروں میں شرکت:

اورنگ زیب ہندو تہواروں خصوصاً دسہرہ وغیرہ میں خاص شرکت کرتا تھا۔ اور اس روز دربار میں ہندو امراء کو تحائف بھی دیئے جاتے تھے۔ درباری مؤرخ اسے ہندوؤں کی عید کہتے۔(۱۳۶)

مذہبی آزادی:

اورنگ زیب نے ہندوؤں کو مکمل مذہبی آزادی دی۔ ان کے عبادت خانے تعمیر کرنے کی اجازت دی۔

بے جا ٹیکسوں کا خاتمہ اور جزیہ کا نفاذ:

اورنگ زیب جب تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے ۸۰ کے قریب غیر ضروری ٹیکس ختم کر دیئے۔ مثلاً جنگی، پاندری (مکان کا ٹیکس)، سرشاری، برشماری، برگدی، طوفان، جرمانہ، شکرانہ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ٹیکس اس سے پہلے دور میں لئے

جاتے تھے اور ان کی آمدنی کروڑوں میں تھی لیکن اورنگ زیب نے بہ یک قلم موقوف کر دیئے۔ اتنی بڑی رقم کی تلافی کے لئے ضروری بھی تھا کہ اسلامی تعلیم کے بموجب عشر، خراج، زکوٰۃ اور جزیہ کے احکام نافذ کئے جائیں۔ چنانچہ اورنگ زیب نے یہ احکام نافذ کر دیئے۔

عشر اور زکوٰۃ کا تعلق مسلمانوں سے ہوتا ہے، خراج اور جزیہ غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے۔ جزیہ کی شرح شریعت نے مقرر کی ہے یعنی امراء اور ارباب دولت سے تقریباً 12 روپے سالانہ، متوسط درجے کے لوگوں سے 6 روپے سالانہ اور عام لوگوں سے تین روپے سالانہ۔ شکرانہ اور اتنے ٹیکسوں کے بعد یہ معمولی ٹیکس نہایت ہی آسان اور عوام کے لئے سراسر رحمت تھا۔ مگر ہندو اور یورپی مورخین اس کو نہایت بھیانک قرار دیتے اور بتاتے ہیں۔ ہندوؤں پر یہ اتنا بڑا بوجھ تھا کہ اس سے بچنے کے لئے کئی ہندو مسلمان ہو گئے۔[۱۳۷]

اس لئے ہندوؤں نے اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں اور اورنگ زیب کو مجبوراً ان کے لئے سخت انتظام کرنا پڑا۔ بدھان پور اور جالور میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔[۱۳۸]

ہندوستان میں ہندو ریاستوں کے خزانوں سے ایک محدود شرح پر رقم لے لی جاتی تھی۔ مثلاً گجرات میں خزانے کا 4.42% لیا جاتا تھا۔ برار سے 4.47% لیا جاتا تھا۔ اس طرح دوسرے صوبوں سے لیا جاتا۔[۱۳۹]

جزیہ سے مستثنیٰ قرار دینا:

اورنگ زیب نے اسلام تعلیمات کو مدنظر رکھتے ہوئے بیواؤں، غلاموں، اندھوں، پاگلوں، غیر ملازمت یافتہ جو چھ ماہ سے زیادہ بیمار ہیں اور ہندو فوجیوں پر جزیہ معاف کر دیا تھا اور ان کو نہ صرف جزیہ سے مستثنیٰ قرار دیا بلکہ خزانے سے ان کو رقوم دی جاتی تھیں۔

ہندوؤں کی ملازمت میں کمی کا الزام:

اورنگ زیب پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ اس نے ہندوؤں پر ملازمت کے دروازے بند کرنے شروع کر دیئے۔ جو سراسر بے بنیاد ہے۔ ہندوؤں کو حصول معاش کے لئے نہ صرف مکمل آزادی تھی بلکہ منصب داروں کی ایک طویل فہرست ہندو امراء پر مشتمل ہے۔ ہندو الزام لگاتے ہیں کہ اورنگ زیب نے بعض نئی ملازمتیں صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص کر دی تھیں۔ یہ بات بھی سراسر بے بنیاد ہے۔ اس نے صرف یہ حکم جاری کیا تھا کہ سرکاری دفاتر میں کم درجے کی اسامیوں پر بھی مسلمانوں کو لگایا جائے اور اگر کسی افسر کے دو نائب ہوں تو کم از کم ان میں سے ایک مسلمان ہونا چاہیے۔ اور یہ حکم بھی ضرورتاً

جاری کیا گیا۔[۱۴۰]

رام شرما بھی س بات کی تائید کرتا ہے کہ ریونیو کے شعبہ میں جہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی ایک ہندو کے ساتھ ایک ماتحت رکھا گیا۔[۱۴۱]

عہدیداروں کی جائیداد ضبط کرنے کو موقوف کرنا:

اورنگ زیب سے پہلے یہ قانون تھا۔ کہ جب کوئی عہدیدار مرجاتا تو اس کی جائیداد بحق سرکار ضبط کرلی جاتی، اور عالمگیر نے اس قانون کو سرے سے موقوف کردیا۔

ہندو منصب دار:

اورنگ زیب کے عہد میں نہ صرف ہندو امراء موجود تھے بلکہ ان کو بڑے بڑے عہدے بھی حاصل تھے۔ ذیل میں ہندو منصب داروں کی فہرست سے چند اہم منصب داروں کے نام لکھے جاتے ہیں۔

منصب ست ہزاری:

(۱) راجا جے سنگھ: جے پور کا راجا تھا۔ منصب ست ہزاری پر فائز تھا اور امراء میں اسے ایک اہم مقام حاصل تھا۔

(۲) مہاراجہ جسونت سنگھ: جودھ پور کا راجا تھا۔ عالمگیر نے باوجود اس کی غلطیوں اور غداریوں کے بہت بڑا منصب دیا اور اس کا اکرام کیا۔

(۳) راجہ ساہو: شیواجی کا پوتا تھا۔ مگر اس کا دربار میں بہت بڑا مقام تھا۔ حالانکہ شیواجی کو ہندوؤں کا بہت بڑا ہیرو مانا جاتا تھا۔ جس نے ہندومت کے احیاء کے لئے لڑائیاں لڑیں۔ لیکن اورنگ زیب نے ہندو امراء کے ذریعے اسے شکست دی۔

منصب شش ہزاری:

(۱) مہاراجہ راج سنگھ: پھواڑ کا راجہ تھا۔

(۲) ستو دو فالیا: مرہٹہ سردار تھا۔

منصب پنج ہزاری:

(۱) نیتو جی: شیواجی کا کمانڈر انچیف تھا۔

(۲) راجا بھیم سنگھ

(۳) مہارانا جے سنگھ: اودھے پور کا راجا تھا۔

(۴) مہارانا امر سنگھ: یہ بھی اودے پور کا رانا تھا۔

منصب چہار ہزاری:

(۱) راجہ چتر اسل بندیلہ (۲) جسونت راؤ

(۳) راجا بشن سنگھ: جے پور کا راجہ رہا۔ (۴) راجہ رائے سنگھ راٹھور

منصب تین ہزاری و پانچ صدی:

(۱) راجہ راج روپ: نور پور (پنجاب) کا راجہ تھا۔ (۲) اودھے سنگھ بندیلہ (۳) راجہ انوپ سنگھ

منصب سہہ ہزاری:

(۱) راؤ مان سنگھ: کشن گڑھ کا راجہ تھا۔ (۲) راجہ سوجن سنگھ بندیلہ (۳) راجہ رگوناتھ: وزیر خزانہ برائے سلطنت تھا۔[۱۴۲]

اس کے علاوہ منصب دو ہزاری و پانچ صدی، منصب دہ ہزاری اور منصب ایک ہزاری پر بہت زیادہ ہندو امراء تھے۔ رام شرما نے اپنی کتاب میں ۱۶۰ ہندو امراء کی فہرست دی ہے جو مختلف مناصب پر عالمگیر کے دور میں مختلف اوقات میں رہے۔ اورنگ زیب کو اگر ہندو سے نفرت ہوتی تو وہ کبھی اتنے بڑے بڑے عہدے ہندوؤں کو نہ دیتا خواہ یہ سلطنت کے لئے کتنا ہی ضروری کیوں نہ ہوتا۔ مغل شہنشاہ سمجھتے تھے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت ہے اس لئے ہندوؤں کے ساتھ اچھی پالیسی رکھنے سے ہی سلطنت اچھے طریقے پر چل سکتی ہے۔ اس لئے انہوں نے قابلیت کے لحاظ سے ہر دور میں ہندوؤں کو عہدے دیئے۔ اگر کہا جائے کہ ہندوؤں سے خاص طور پر بغض رکھتے ہوئے اورنگ زیب نے ہندوؤں کے عہدوں میں کمی کردی تو پھر ان امراء کی اتنی طویل فہرست کا کیا جواز پیش کیا جائے گا جو درحقیقت اس بات کی گواہی ہے کہ اورنگ زیب نے نہ صرف ہندوؤں کو اعلیٰ مناصب دیئے بلکہ کمال رواداری سے پیش آیا۔

غیر مسلم مؤرخین کا نقطہ نظر

مولانا رئیس احمد جعفری اپنی تصنیف ''اسلام اور رواداری'' میں بیان کرتے ہیں کہ:

کوئی انسان بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ لغزشوں سے اس کا دامن پاک ہے۔ مسلمانوں سے بھی تاریخ کے ہر دور میں کچھ غلطیاں ضرور سرزد ہوئی ہیں لیکن غیر مسلموں کے ساتھ رواداری، ملاطفت، وسعت قلب اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کچھ اس طرح مسلمانوں کی فطرت میں رچ گیا ہے کہ انہوں نے کبھی بھی غیر مسلموں کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا اور نہ غیر مسلم ہونے کے سبب انہیں عام انسانی حقوق سے محروم کیا۔ مسلمان فرمانرواؤں نے خود مسلمانوں کو بہت ستایا، پریشان کیا۔ آپس کی جنگ میں خون کی ندیاں بہادیں لیکن غیر مسلموں کا جب سوال آیا تو اُن کی پر شکن پیشانی رحم و مروت کی علامت بن گئی۔ انہوں نے کبھی بھی غیر مسلموں کو ہدف ستم نہیں بنایا۔ دراصل یہ کردار نتیجہ ہے اُن واضح قرآنی ہدایات کا جنہیں مسلمانوں نے اندر جذب کر لیا۔ اور اس طرح جذب کیا کہ یہ چیز اُن کی طبیعت کا جزو بن گئی اور اس خصوصیت کا اعتراف خود غیر مسلموں نے بڑی صفائی اور بے باکی کے ساتھ کیا۔

اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

''سب سے بڑی برائی وہ ہے کہ جس کا اعتراف دشمن بھی کرنے پر مجبور ہو جائے''

چنانچہ کرنل جیمس بیکر کا حسب ذیل تاریخی بیان خاص طور پر قابل ذکر و مطالعہ ہے۔ کرنل جیمس لکھتے ہیں:

ایک شخص جارج برنی کو وچ نے جو گریک چرچ کا پیرو تھا۔ ایک رومن کیتھولک شخص ہیناڈس سے پوچھا کہ اگر تم فتحیاب ہوئے تو کیا کرو گے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ تمام باشندوں کو جبراً رومن کیتھولک بناؤں گا۔ اس کے بعد برنی کو سلطان (ترکی) کی خدمت میں گیا اور اُن سے بھی یہی سوال کیا۔ وہاں سے یہ جواب ملا کہ میں ہر مسجد کے قریب ایک گرجا بناؤں گا اور تمام لوگوں کو اجازت دوں گا کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے مطابق خواہ مسجدوں میں سجدہ کریں یا گرجاؤں میں یا صلیب کے سامنے جھکیں۔ جب اہل سروبا نے یہ سنا تو انہوں نے لیٹن چرچ کے محکوم بننے کے مقابلہ میں سلطان کی اطاعت کو زیادہ پسند کیا۔[۱۴۳]

مسلمانوں کے حسن سلوک کا اعتراف غیر مسلموں کی زبان سے اچھی طرح واضح نظر آرہا ہے اس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ رہا ہی نہیں کہ شریعت اسلامی اور تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ ذمیوں اور غیر مسلموں کو ہر طرح کے مساویانہ حقوق عطا کئے ہیں بلکہ بعض ناقدین اور معترضین نے بعض اسلامی فقہی مسائل پر جو اعتراضات لگائے ہیں وہ اس قدر کمزور

اور بودے ہیں کہ جن کی کوئی حقیقت نظر نہیں آتی۔

بلکہ خود حقیقت پسند اور حقیقت شناس غیر مسلم مؤرخین اور سکالرز نے بڑے واضح اور صاف اور برملا انداز میں دین اسلام اور مسلمان حکمرانوں کی اعلیٰ ظرفی اور وسعت قلبی کا اعتراف کیا ہے اور یہ بھی صداقت کے ساتھ تسلیم کیا ہے کہ دین اسلام اور شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر مسلموں اور مسلمانوں میں عملی طور پر کسی قسم کا فرق وامتیاز روا نہیں رکھا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ مسلمان بادشاہوں اور سلاطین نے اپنے مفتوح غیر مسلموں اور ذمیوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ محبت اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ جسکی مثال ہمارے سامنے ہے۔

اس کے علاوہ اکثر ناقدین اور معترضین غیر مسلم ذمیوں کے امتیازی لباس کے حوالے اعتراض کرتے ہیں۔ اس بات کا جواب خود ایک عیسائی اہل قلم نے بہت خوب اور احسن انداز میں دیا ہے، جسے اڈنبرا ریویو کے ایک مضمون نگار نے وان کریمر کی کتاب ''خلفائے بغداد'' پر ریویو کرتے ہوئے لکھا ہے:

''بعض نے اس پر بہت کچھ زور دیا ہے کہ عیسائیوں کو ایک خاص قسم کا لباس پہننا پڑتا تھا لیکن یہ کسی ذلت کے خیال سے نہ تھا۔ بلکہ مختلف اہل مذاہب کے امتیاز کے لئے تھا۔ عیسائیوں کی دماغی سعی بے اثر نہ رہی۔ مسلمان یونانی فلسفہ، علم طب اور دیگر دقیق فنون کے لیے اُن کے ممنون ہیں۔ اور اسلامی خیالات میں عیسائی مذہب کی وجہ سے بہت کچھ تغیر وتبدل پیدا ہوا۔ نسطورین کیتھولک اور پرنس آف دی کیپ ٹوٹی کو بغداد میں جو وقعت حاصل تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان دیگر مذاہب کے سرداروں سے اچھا برتاؤ کرتے تھے''۔(۱۴۴)

داگوبینو (De Gobineau) نے اسلام کی مذہبی رواداری اور غیر مسلموں کے حقوق کے مسئلے پر اپنے خیالات کو بڑے پرزور الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ:

''اگر ہم مذہبی اصول سے سیاسی ضروریات کو الگ کر دیں جنھوں نے مذہب کے نام پر زبان اور ہاتھ سے کام لیا ہے تو کوئی مذہب اسلام کی مثل روادار اور صلح کل نہیں ملے گا جس نے دوسروں کو اس قدر مذہبی آزادی دی ہو بلکہ دین وایمان سے مطلق کوئی سروکار نہ رکھا ہو۔ سوائے ایسی صورتوں کے کہ مسلمان سلطنتوں نے ملکی مصلحت کے خیال سے مذہبی اتحاد کے لئے ہر طریقہ اختیار کیا ہو رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی اُن کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے، لہٰذا ہمیں اپنی توجہ جور وتعدی کے واقعات تک محدود نہیں رکھنی چاہیئے جو کہیں کہیں پیش آئے۔ اگر ہم ان واقعات کو نزدیک سے دیکھیں تو ہمیں فوراً معلوم ہو جائے گا کہ اُن کے اسباب سیاسی تھے، یا کسی خاص حکمران کے ذاتی افتادِ طبع یا لوگوں

کے غیض وغضب کا نتیجہ تھے۔ ایسے موقعوں پر مذہب کا نام محض حیلے بہانے کے طور پر لیا گیا ہے ورنہ یہ واقعات درحقیقت مذہب کے دائرے واحاطہ سے خالی تھے۔"(۱۴۵)

تقریباً ہر عہد میں مذہبی رواداری مسلم حکومتوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ حکومت کی طرف سے مختلف اوقات میں مسلمانوں پر مذہبی پابندیاں عائد کی گئی ہیں اور بسا اوقات مسلمانوں کو امتیازی عقائد کی بناء پر بڑی بڑی تکالیف کی سامنا کرنا پڑا ہے۔ لیکن غیر مسلموں کو جس قدر مذہبی آزادی مسلم حکومتوں میں حاصل رہی ہے اور اُن کے ساتھ جس طرح مساویانہ سلوک کیا گیا ہے اس کی مثال کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں ہے۔ اسلامی ممالک میں ہر مذہب آزاد تھا۔ اور ہر قوم کے افراد اپنے طریقوں پر عبادت کرتے تھے۔ ان کے عبادت گاہوں کی حفاظت حکومت کے ذمے ہوتی تھی۔

وہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔

ہندوستان میں تو مسلم سلاطین نے غیر مسلموں کے ساتھ اس قدر رواداری سے کام لیا کہ اسلام کے مقرر کردہ حد سے بھی تجاوز کر گئے۔ نہ صرف حکومت کے بڑے بڑے عہدے ہندوؤں کو دیئے بلکہ بہت سے مسلم اوقاف کے متولی تک ہندو مقرر ہوتے رہے۔

میدان جنگ میں غیر مسلم دشمن کی فوج جس وقت ہتھیار ڈال دیتی تھی اس کا مال لشکرِ مسلم پر اُسی وقت حرام ہو جاتا تھا اور ان ذمیوں کی حفاظت اُن کا فرض ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مفتوحہ ممالک کے عوام اپنی قومی حکومت کے مقابلے میں مسلم حکومت کو پسند کرتے تھے۔

تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ اگر ذمیوں کی حفاظت مسلمانوں کے اختیار میں نہیں رہی تو انہوں نے اُن سے وصول کردہ محصول حفاظت (جزیہ) اُن کو واپس کر دیا۔ فتح حاصل کرنے کے بعد غیر مسلموں کو اپنے مذہبی نظام کی تنظیم کی عام اجازت ہوتی تھی۔ چنانچہ اسپین کے مسلمانوں نے عیسائیوں کے کلیسائی نظام کو کبھی درہم برہم نہیں کیا۔

اسلام میں مذہبی رواداری اور آزادی پر دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ جن علاقوں میں صدہا برس تک اسلامی حکومتیں قائم رہیں اور وہ بڑی ہی مضبوط اور مستحکم حکومتیں تھیں، اگر جبری تبدیلی مذہب کا کوئی بھی پروگرام روبہ عمل لانا چاہتیں تو ضرور کامیاب ہوسکتی تھیں۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ سپین میں مسلمان تقریباً آٹھ سو برس تک حکمران رہے لیکن کیا وہاں عیسائیت ختم ہوگئی ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت صدہا برس رہیں لیکن کیا وہاں ہندو سب کے سب مسلمان بن گئے؟

یہاں تک کہ دارالحکومت دہلی میں بھی ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ رہی۔ آج تک کسی بھی مسلمان ملک میں کبھی کسی غیر مسلم کو ناحق نہ تو ستایا گیا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی محرومی کا شکار بنایا گیا ہے۔

باب چہارم

حوالہ جات

(۱) ابوعبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، ص۱۴۲

(۲) ندوی، معین الدین احمد شاہ، تاریخ اسلام، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ج۲، ص۳۳/ بحوالہ مقریزی، جلد اوّل

(۳) ندوی، معین الدین احمد شاہ، تاریخ اسلام، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ج۲، ص۳۳/ بحوالہ یعقوبی، ج۲؛ طبری، ج۷

(۴) بلاذری، فتوح البلدان، مصر، ص۱۲۵

(۵) آرنلڈ، ٹی ڈبلیو، پروفیسر، دعوتِ اسلام (مترجم شیخ عنایت اللہ) لاہور، ص۸۶

(۶) ابن سعد، طبقات، طبع لائڈن، ج۵، ص۲۵۸

(۷) ایضاً ص۲۵۸

(۸) ایضاً ص۲۶۲

(۹) ایضاً ص۲۵۸

(۱۰) ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، بیروت، ج۹، ص۲۰۱

(۱۱) ایضاً ص۲۱۶ / بحوالہ الشیخ محمد بک الخضری، الدولۃ الامویہ، بیروت، ص۱۸۰

(۱۲) القرآن، التوبۃ: ۲۸

(۱۳) ایضاً الکھف: ۱۰۳-۱۰۴ (قل ھل ننبئکم بالأخسرین اعمالاً........)

(۱۴) لأبی محمد عبداللہ ابن عبدالحکیم، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، مصر، ص۱۴۰

(۱۵) ابی یوسف، الخراج، ص۱۳۱-۱۳۲، (کتاب عمر بن عبدالعزیز الی عاملہ علی الکوفہ عبدالحمید بن عبدالرحمن وکتابہ الی حیان عاملہ علی مصر) مصر

(۱۶) امام ابن القیم الجوزیہ، احکام اہل الذمۃ، ج۱، ص۴۵۸، مطبوعہ ۱۴۱۸ھ، دمیری النشر تحقیق ابو براء یوسف بن احمد البکری وابو احمد شاکر بن توفیق العاروری۔

(۱۷) ندوی، معین الدین احمد، شاہ، تاریخ اسلام، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ج۲، ص۲۲۶/ بحوالہ ابن سعد، طبقات اکبری، ج۵، دار صادر، بیروت، مصر

(۱۸) ایضاً ص۲۲۶/ بحوالہ الزیلعی، نصب الرایۃ،ص ،دارالحدیث،مصر

(۱۹) ابن سعد،طبقات اکبری،ج۵،دار صادر، بیروت،مصر

(۲۰) شاہ معین الدین احمد ندوی،تاریخ اسلام،اسلام آباد،نیشنل بک فاؤنڈیشن،ج۲،ص۲۲۸/
بحوالہ لابی محمد عبداللہ ابن عبدالحکیم،سیرۃ عمر بن عبدالعزیز،مطبع نظامی پریس لاہور،۱۹۸۵ء،ص۴

(۲۱) ایضاً بحوالہ البلاذری، فتوح البلدان،مصر

(۲۲) حمیدالدین،ڈاکٹر، تاریخ اسلام،لاہور،فیروز سنز،۱۹۸۷ء،ایڈیشن ششم،ص۲۴۸

(۲۳) شاہ معین الدین احمد ندوی،تاریخ اسلام،اسلام آباد،نیشنل بک فاؤنڈیشن،ج۲،ص۲۲۸/ بحوالہ البلاذری،فتوح البلدان،مصر

(۲۴) ایضاً؛ بحوالہ کتاب العیون والحدائق

(۲۵) شاہ معین الدین احمد ندوی،تاریخ اسلام،اسلام آباد،نیشنل بک فاؤنڈیشن،ج۲،ص۲۲۸

(۲۶) الجوزی،ابن قیم،احکام اھل الذمۃ،المکتۃ العربیہ،رمادی النشر ،ج۱،ص۳۶۰،۳۶۱ /بحوالہ ابن کثیر، البدایہ والنھایہ،ج۱۰،ص۱۱۸

(۲۷) القرآن ۷۲:۳۳ سے ماخوذ مضمون ہے۔

(۲۸) القرآن، سورۃ الکھف،آیت ۴۹

(۲۹) الجوزی،ابن قیم،احکام اھل الذمہ،ج۱،ص۳۶۲،۳۶۴ / بحوالہ ابن کثیر،البدایہ والنھایہ،ج۱۰،ص۱۱۷،۳۳۰

(۳۰) الجوزی،ابن قیم، احکام اہل الذمۃ،ج۱،ص۳۶۴ /بحوالہ ابن کثیر،البدایۃ والنھایۃ،ج۱،ص۲۲،۲۲۳

(۳۱) ندوی،عبدالسلام،مولانا، اسوہ صحابہ، اسلام آباد،۱۹۷۹ء،نیشنل بک فاؤنڈیشن،ص۲۰۶

(۳۲) ابویوسف، کتاب الخراج، ص۴۶

(۳۳) ندوی،معین الدین احمد شاہ، تاریخ اسلام، اسلام آباد،ج۳،ص۱۰۲-۱۰۳

(۳۴) بلاذری،فتوح البلدان،ج۱،ص۳۱۵

(۳۵) تہذیب التھذیب،ج۷،ص۲۷۵-۲۷۶

(۳۶) القرآن سورہ المائدۃ : ۵۱

(۳۷) الجوزی،ابن قیم،احکام اھل الذمۃ،ص۴۶۶

(۳۸) امیر علی،سید، روح اسلام (مترجم محمد ہادی حسین) لاہور،۱۹۹۵ء،ادارہ ثقافت اسلامیہ،ص۴۲۵-۴۲۶

(۳۹) آرنلڈ.ٹی.ڈبلیو،پروفیسر، دعوت اسلام (مترجم: پروفیسر شیخ عنایت اللہ) لاہور،۱۹۶۰ء،محکمہ اوقاف،ص۴۰۰

(۴۰) تاریخ الامم والملوک،ج۵،ص۳۰۴ /ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ،جلد دہم،ص۳۲۷

(۴۱) ایضاً

(۴۲) الجوزی، ابن القیم، اَحکام اَھل الذمۃ، ج۱، ص۴۶۸

(۴۳) ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ج۱۱، ص۴

(۴۴) ایضاً ج۵، ص۴۰۲، اور ص۳۲۶

(۴۵) ایضاً ج۱۱، ص۳۰ / الجوزی، ابن القیم، احکام اہل الذمۃ، ج۱، ص۴۶۹

(۴۶) البدایۃ والنھایۃ، ج۱۰، ص۳۶۶

(۴۷) الجوزی، ابن قیم، احکام اھل الذمۃ، ج۱، ص۴۷۱

(۴۸) القرآن الکریم ۳:۸۵

(۴۹) ایضاً ۳۶:۷۰

(۵۰) ایضاً ۴۱ : ۴۲

(۵۱) ایضاً ۳ : ۱۱۰

(۵۲) ایضاً ۹ : ۲۹

(۵۳) ایضاً ۴: ۱۱۸

(۵۴) ایضاً ۴ : ۱۴۴

(۵۵) ایضاً ۳ : ۲۸

(۵۶) ایضاً ۵ : ۵۱

(۵۷) الجوزی، ابن القیم، احکام اھل الذمہ، ج۱، ص۴۸۳-۴۸۴

(۵۸) خاں، عبدالوحید، علامہ، مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان، لاہور، ۱۹۶۶ء، دوست ایسوی ایٹس، اُردو بازار، ص۲۵۱-۲۵۲

(۵۹) ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ج۱۱، ص۱۴۱، ۱۸۴

(۶۰) ابن القیم الجوزیہ، احکام اھل الذمۃ، سعودی عرب، ۱۹۹۷ء، رھادی للنشر، طبع اوّل، ج۱، ص۴۷۶، ۴۷۷

(۶۱) آرنلڈ. ٹی. ڈبلیو، پروفیسر، دعوتِ اسلام (مترجم: پروفیسر شیخ عنایت اللہ) لاہور، ۱۹۶۰ء، محکمہ اوقاف، ص۴۰۰

(۶۲) ابن القیم الجوزیہ، احکام اھل الذمۃ، سعودی عرب، ۱۹۹۷ء، رھادی للنشر، طبع اوّل، ج۱، ص۴۷۶، ۴۷۷

(۶۳) ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ج۱۲، ص۱۱۶، ۱۱۷ / شیخ محمد الخضری، ''الدولۃ العباسیہ'' ص۳۹۰

(۶۴) ابن القیم الجوزیہ، احکام اھل الذمۃ، ج۱، فصل ۹۵، ص۴۷۸، ۴۹۱

(۶۵) ابن تیمیہ، امام، مختصر الفتاویٰ، مصر، ص ۵۱۳

(۶۶) ایضاً

(۶۷) جعفری، رئیس احمد، مولانا، اسلام اور رواداری، لاہور، ۱۹۵۵ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۳۰۹

(۶۸) ابن تیمیہ، امام، مختصر الفتاویٰ، مصر، ص ۵۱۶

(۶۹) جعفری، رئیس احمد، مولانا، اسلام اور رواداری، لاہور، ۱۹۵۵ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۳۰۹

(۷۰) آرنلڈ۔ٹی۔ڈبلیو، پروفیسر، دعوتِ اسلام (مترجم: پروفیسر شیخ عنایت اللہ) لاہور، ۱۹۶۰ء، محکمہ اوقاف، ص ۴۰۰

(۷۱) ایضاً

(۷۲) مسعودی، مروج الذھب، مطبوعہ پیرس، ج ۴، ص ۸۶

(۷۳) آرنلڈ، ٹی۔ڈبلیو، دعوتِ اسلام، ص ۲۱۲ / کیورٹن، کتاب الملل والنحل، حصہ اوّل، ص ۱۹۸

(۷۴) آرنلڈ، ٹی۔ڈبلیو، دعوتِ اسلام، ص ۳۹۹

(۷۵) آرنلڈ۔ٹی۔ڈبلیو، پروفیسر، دعوتِ اسلام (مترجم: پروفیسر شیخ عنایت اللہ) لاہور، ۱۹۶۰ء، محکمہ اوقاف، ص ۱۴۰-۱۴۱؛
ڈوزی، تاریخ مسلمانانِ اُندلس (کارنامہ اُندلس، مترجم محمد عنایت اللہ دہلوی) ج ۲، ص ۱۱، ۴۱ /

(۷۶) ایضاً

(۷۷) ایضاً ص ۱۴۱

(۷۸) جعفری، رئیس احمد، مولانا، اسلام اور رواداری، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۳۰۰، ۳۰۱ /

(۷۹) بخاری، خورشید حسن، سید، پروفیسر، ریاض التاریخ 1983ء، لاہور، تاج بک ڈپو، اردو بازار، ص

(۸۰) جعفری، رئیس احمد، مولانا، اسلام اور رواداری، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۹۰-۹۱ /
بحوالہ بوسٹن جنرل، بحوالہ بیرن ہنری ڈی ورس، در کتاب، انگلش پالیسی اِن دی ایسٹ، مطبوعہ لنڈن، ۱۹۷۷ء، ص ۳۳، ۳۴

(۸۱) خاں، عبدالوحید، علامہ، مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان، لاہور، ۱۹۶۶ء، دوست ایسوسی ایٹس، اُردو بازار، ص ۲۵۱-۲۵۲

(۸۲) محمد اکرام، ڈاکٹر، آبِ کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، لاہور، ص ۲۲

(۸۳) محمد اکرام، ڈاکٹر، آبِ کوثر، ۱۹۷۹ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، لاہور، ص ۲۲ /
تاراچند، ڈاکٹر، تمدن ہند پر اسلامی اثرات، لاہور، ۱۹۸۰ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور، ص ۵۸

(۸۴) محمد اکرام، ڈاکٹر، آبِ کوثر، ۱۹۷۹ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، لاہور، ص ۲۳ /
اطہر قاضی مبارک پوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ۱۹۶۷ء، مکتبہ عارفین، کراچی، ص ۲۷-۲۸

(۸۵) تاراچند، ڈاکٹر، مختصر تاریخ اہل ہند (انگریزی)، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ لاہور، ص۱۱۲

(۸۶) تاراچند، ڈاکٹر، تمدن ہند پر اسلامی اثرات، لاہور، ۱۹۸۰ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور، ص۲۷

(۸۷) محمد اکرام، ڈاکٹر، آبِ کوثر، ص۲۵ /

بحوالہ تاراچند، ڈاکٹر، مختصر تاریخ اہل ہند (ترجمہ)، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ لاہور، ص۱۲۲

(۸۸) محمد اکرام، ڈاکٹر، آبِ کوثر، ص۲۴

(۸۹) تاراچند، ڈاکٹر، مختصر تاریخ اہل ہند (ترجمہ)، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ لاہور، ص۱۲۲

(۹۰) ایضاً

(۹۱) محمد اکرام، ڈاکٹر، آبِ کوثر، ص۶۲-۶۱

(۹۲) ایضاً ص۹۰

(۹۳) برنی، ضیاءالدین، تاریخ فیروز شاہی (مترجم: معین الحق)، لاہور، مرکزی اُردو بورڈ، ص۴۵۷

(94) S.R. Sharma, The Religious Policy of the Mughal Emperors, Lahore, 1975, Sheikh Mubarak Ali & Sons, P-6.

(95) Ibid. P-7,8.

(96) Ibid. P-9,5.

(۹۷) محمد اکرام، ڈاکٹر، آبِ کوثر، ص۴۵۵

(۹۸) صفدر حیات صفدر، عہدِ مغلیہ مع دستاویزات، لاہور، اسلامی پبلیکیشنز، ص۸۹

(۹۹) ارسکن، ولیم، بابر اور اُن کا عہد (ترجمہ)، ص۵۵۶

(۱۰۰) ایضاً ص۵۵۵

(۱۰۱) ایشور پرشاد، ڈاکٹر، اے شارٹ ہسٹری آف مسلم رول ان انڈیا، ص۲۴۳

(102) S.R. Sharma, The Religious Policy of the Mughal Emperors, Lahore, 1975, Sheikh Mubarak Ali & Sons, P-9.

(۱۰۳) محمد اکرام، ڈاکٹر، آبِ کوثر، ص۲۳-۲۴

(۱۰۴) محمد اسلم، دینِ الٰہی اور اُس کا پسِ منظر، دہلی، اگست، ۱۹۶۹ء، ندوۃ المصنفین، ص۱۱۶

(۱۰۵) بدایونی، عبدالقادر، منتخب التواریخ، (مترجم: محمود احمد فاروقی)، لاہور، ۱۹۶۲ء، شیخ غلام علی اینڈ سنز، جلد۲، ص۲۰۳

(۱۰۶) محمد اسلم، دینِ الٰہی اور اُس کا پسِ منظر، دہلی، اگست، ۱۹۶۹ء، ندوۃ المصنفین، ص ۱۱۶

(107) S.R. Sharma, The Religious Policy of the Mughal Emperors, Lahore, 1975, Sheikh Mubarak Ali & Sons, P-9.

(108) Ibid. P-23

(109) Ibid. P-25

(110) Ibid. P-6

(۱۱۱) پادری اسلم برکت، تاریخ کلیسائے پاکستان، لاہور (۱۹۹۳) جے ایس پرنٹرز لودھی آرکیڈ مزنگ ص ۶۶۔۶۷۔

(112) S.R. Sharma, The Religious Policy of the Mughal Emperors, Lahore, 1975, Sheikh Mubarak Ali & Sons, P-6.

(۱۱۳) محمد اسلم، دینِ الٰہی اور اُس کا پسِ منظر، دہلی، اگست، ۱۹۶۹ء، ندوۃ المصنفین، ص ۳۱

(۱۱۴) ایضاً ص ۱۱۹

(۱۱۵) بدایونی، عبدالقادر، منتخب التواریخ، (مترجم: محمود احمد فاروقی)، لاہور، ۱۹۶۲ء، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص ۳۲۶

(۱۱۶) بانو محبوب، جہانگیر کی مذہبی پالیسی، ص ۹۰

(۱۱۷) سلڈانہ، لارنس، فادر، ہماری داستان، لاہور (۱۹۹۰) دارالکلام مرکزی مذہبی تعلیم، ص ۲۲۔۲۳۔

(118) S.R. Sharma, The Religious Policy of the Mughal Emperors, Lahore, 1975, Sheikh Mubarak Ali & Sons, P-73.

(119) Ibid.

(120) Ibid.

(۱۲۱) نورالدین محمد سلیم، جہانگیر، تزک جہانگیری، (مترجم رشید اختر ندوی)، کراچی، ۱۹۰۱ء، مجلس ترقی ادب، ص ۱۸۶

(122) S.R. Sharma, The Religious Policy of the Mughal Emperors, Lahore, 1975, Sheikh Mubarak Ali & Sons, P-74.

(۱۲۳) نورالدین محمد سلیم، جہانگیر، تزک جہانگیری، (مترجم مولوی احمد علی رام پوری)، لاہور، ۱۹۶۹ء، سنگ میل پبلیکیشنز، ص ۱۷۶

(124) S.R. Sharma, The Religious Policy of the Mughal Emperors, P-76,77

(۱۲۵) جہانگیر نورالدین محمد سلیم، توزک جہانگیری، ص ۸۳

(۱۲۶) بانو محبوب، جہانگیر کی مذہبی پالیسی، ص ۱۳۶

(127) S.R. Sharma, The Religious Policy of the Mughal Emperors, P-105.
(128) Ibid. P-106

(۱۲۹) ندوی، ابوالحسن، تاریخ دعوت وعزیمت، لاہور، ۱۹۸۰ء، مجلس نشریاتِ اسلام، ص ۳۲۰

(۱۳۰) برنیئر، ڈاکٹر، شاہجہاں کے ایامِ اسیری اور اورنگ زیب کا عہد، کراچی، ۱۹۶۰ء، نفیس اکیڈمی، ص ۴۹۷

(131) S.R. Sharma, The Religious Policy of the Mughal Emperors, P-99.
(132) Ibid. P-99,100

(۱۳۳) محمد اکرام، ڈاکٹر، رودکوثر، ص ۴۴۷

(۱۳۴) ایضاً ص ۴۶۷

(۱۳۵) ریحانہ پروین، اورنگ زیب کا نظامِ عدالت، لاہور، ۱۹۸۷ء، بورڈ آف اسلامک سٹڈیز جامعہ پنجاب، ص ۲۲۴-۲۲۵

(۱۳۶) شبلی نعمانی، اورنگ زیب پر ایک نظر، سندھ، کراچی، ۱۹۶۰ء، اُردو اکیڈمی، ص ۱۸۴

(۱۳۷) سید محمد میاں، علمائے ہند کا شاندار ماضی، لاہور، ۱۹۷۷ء، مکتبہ محمودیہ، ص ۱۳۲

(138) S.R. Sharma, The Religious Policy of the Mughal Emperors, P-157.

(۱۳۹) غلام رسول مہر، اورنگ زیب عالمگیر پر ایک اجمالی نظر، لاہور، ۱۹۶۷ء، فیروزالدین اینڈ سنز، ص ۹۷

(۱۴۰) ریحانہ پروین، اورنگ زیب کا نظامِ عدالت، ص ۲۱۷

(۱۴۱) ایضاً ص ۲۱۸

(۱۴۲) خان ساقی، محمد مستعد، مآثر عالمگیری (ترجمہ مولوی محمد فدا علی) کراچی، ۱۹۶۷ء، نفیس اکیڈمی، ص ۸۹

(۱۴۳) جعفری، رئیس احمد، مولانا، اسلام اور رواداری، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۸۹،۹۰ /
بحوالہ ٹرکی ان یورپ، مصنفہ جیمس بیکر (ایم۔اے)، ص ۲۷۹

(۱۴۴) جعفری، رئیس احمد، مولانا، اسلام اور رواداری، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص ۳۰۲ /
بحوالہ اڈنبرا، (Edin Burg Review) نمبر ۳۱۸، بابت ماہ اپریل ۱۸۸۲ء، مضمون نمبر ۳،
تمدن اہل مشرق زیر حکومت خلفاء، ص ۳۵۲،۳۵۱، وان اے کریم، مطبوعہ دائنا، ۱۸۷۵ء

(۱۴۵) آرنلڈ، ٹی۔ڈبلیو، پروفیسر، دعوت اسلام (مترجم پروفیسر شیخ عنایت اللہ، لاہور، ۱۹۶۰ء، محکمہ اوقاف پنجاب، ص ۳۹۸

باب پنجم

پاکستان اور غیر مسلم اقلیتیں

پاکستان اور غیر مسلم اقلیتیں

پاکستان ایک خالص نظریاتی ریاست کی حیثیت سے وجود میں آیا دیگر نظریاتی ریاستوں کے برعکس ہمیں یہ فخر حاصل ہے کہ ہمارے وطن میں غیر مسلم اقلیتوں کی نہ صرف جان و مال، عزت و آبرو ہر طرح سے محفوظ ہے بلکہ انہیں تمام شہری، سماجی اور معاشی حقوق بھی حاصل ہیں۔ یہاں اقلیتوں کے عصبیت نسل پرستی یا تنگ نظری کا کوئی شائبہ تک موجود نہیں۔

پاکستان کی کل آبادی میں غالب اکثریت مسلم آبادی کی ہے۔ جو تقریباً کل آبادی کا 96 فیصد ہے۔ پاکستان کی بڑی اقلیتیں تین ہیں۔ مسیحی، ہندو اور قادیانی جن کی آبادی کی نسبت تفصیل حسب ذیل ہے جو 1998ء کی مردم شماری کی رپورٹ میں واضح درج ہے۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر 4)

صوبہ	مسلم	مسیحی/عیسائی	ہندو	قادیانی/احمدی	شیڈولڈ کاسٹ	دیگر فرقے
پنجاب	71574830	1699843	92628	182428	23782	48779
سندھ	27796814	294885	1980534	43524	300308	23828
سرحد	17637278	36668	4498	42150	592	14726
بلوچستان	6484006	26462	32387	9800	6759	6471
اسلام آباد	769279	32738	178	2757	27	256
فاٹا	3163481	2306	1046	6541	857	2082
کل آبادی	127425688	2092902	2111271	286200	332325	96142

فصل اوّل

قائداعظم محمد علی جناح کے نزدیک غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق

پاکستان کی داستان جس قدر طویل ہے اتنی ہی لاتعداد قربانیوں کی مرہونِ منت ہے۔ جس میں خصوصاً تحریک مجاہدین ۱۸۳۱ء، جنگ پلاسی ۱۸۵۶ء، میسور کی جنگیں ۱۸۶۷ء، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء جس میں ہندو مسلم سب لوگ شامل تھے۔ اسی طرح بنگال میں فرائضی تحریک اس کے بعد پورے ہندوستان میں مذہبی و تعلیمی تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئیں جس میں خصوصاً شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمات انتہائی قابلِ ذکر ہیں۔ جن کی کاوشوں سے سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریکوں کو بھی بہت تقویت ملی۔

خاص کر، دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ، بریلوی تحریک اور سرسید احمد خاں کی تحریک علی گڑھ کی علمی و مذہبی تحریکوں نے مسلمانوں کے مذہبی تصورات، دینی روح اور ملی تشخص کو برقرار رکھنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ چنانچہ انگریزی تسلط کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت اپنے الگ وجود اور دینی ورثہ سے دستبردار نہ ہوئی بلکہ بعد میں حضرت علامہ اقبالؒ کی تحریروں نے مسلمانوں کے اس جذبہ کو بیدار کیا اور قائداعظمؒ کی زیرِ سرکردگی ایک عظیم تحریک آزادی کی آبیاری ہوئی جو بالآخر قیامِ پاکستان پر منتج ہوئی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قائداعظم نے پاکستان کے لیے ہر طرح کی کوششیں جاری رکھیں۔ اسی طرح ایک موقع پر قائداعظم نے ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء کو ہندوستان میں مسلمانوں پر ظلم وستم جیسے واقعات دیکھے تو بحیثیت مسلمان یہ گوارا نہ کر سکے اور ایک بیان نشر کیا جو کہ خالصتاً مسلمانوں کے لیے تھا۔ ان کو پرامن رہنے کی اپیل کی کیونکہ اس وقت سارے ہندوستان میں فسادات کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اقلیتی صوبوں کے مسلمان لوٹے پیٹے اور قتل کیے جا رہے ہیں۔

صوبہ بہار میں قیامتِ صغریٰ کا نمونہ پیش ہو چکا ہے۔ یوپی کے ایک مقام گڑھ مکتیشر میں مسلمان مولی گاجر کی طرح کاٹے جا رہے ہیں۔ بمبئی میں فساد کی ایک لمبی آگ بھڑک چکی ہے۔

تو اس وقت قائداعظم نے فرمایا:

''خبردار! غیر مسلم اقلیت سے انتقام نہ لینا۔''

کیونکہ یہ خطرہ پیدا ہو چکا تھا کہ کہیں اکثریتی صوبوں کے مسلمان جوابی کاروائی کر کے ہندو، سکھ اقلیت کو نشانۂ ستم نہ بنا ڈالیں۔

آپ نے فرمایا:

''مجھے معلوم ہے کہ مسلمانوں کو ہر جگہ بڑا سخت نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ لیکن سانحہ بہار کے سامنے دیگر تمام واقعات اور مظالم کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ یہ وہ سفاکانہ قتلِ عام ہے جو ہندو اکثریت نے مسلمان اقلیت پر نہایت بے دردی کے ساتھ کیا ہے۔

---

* مجاہد کبیر حضرت سید احمد بریلویؒ اور عظیم فلسفی عالم شاہ اسماعیل شہید

مجھے معلوم ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کا اس وقت کیا حال ہے مگر میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ان مظلوم مسلمانانِ بہار کا بدلہ مسلم اقلیت والے صوبوں میں لینا ایک بڑی بھاری سیاسی اور اخلاقی غلطی ہوگی اور اگر ایسا ہوا تو ہم اپنے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلیں گے"۔(۱)

''اگر آپ حقیقت میں پاکستان چاہتے ہیں تو میں خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے دامن پر وہ بدنما داغ نہ لگے جس کا مظاہرہ مظلوم مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم کر کے بہار میں کیا گیا ہے۔ ہمیں تہذیب و شرافت کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہے ہیں ان سے ہمارا کلیجہ چھلنی ہو رہا ہے مگر ہم مسلم اکثریت والے صوبوں میں بے گناہوں کو مار کر اپنا دل ٹھنڈا نہ کریں گے۔ ہمیں تو سیاسی طور پر بتا دینا چاہیے کہ ہم بہادر اپنے دشمنوں کو معاف کر دینے والے ایماندار اور سچے مسلمان ہیں"۔(۲)

اس امر کا یہ مسلمہ ثبوت ہے جو کہ روزِ روشن کی طرح نمایاں ہے۔ قائد نے فرمایا:

''پاکستان میں غیر مسلم اپنی جان و مال اور عزت کی حفاظت خود مسلمانوں سے بڑھ کر پائیں گے۔ اگر مسلمانوں نے دامن صبر و رضا کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اپنا توازن کھو دیا اور اسلام نے جو عدیم المثال سبق دنیا کو سکھلایا ہے اسے بھلا دیا تو سمجھ لیجیے کہ آپ نے نہ صرف اپنے حق پاکستان کو کھو دیں گے بلکہ ہندوستان میں وہ کشت و خون ہوگا جس سے ہماری آزادی کے دن دور ہٹ جائیں گے اور ہم اپنی غلامی کی بیڑیاں اپنے ہاتھوں سے مضبوط کریں گے۔ مجھے خوشی ہے کہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں امن و امان ہے اور وہ اس ظلم و فساد اور کشت و خون میں شامل نہیں ہیں جس کا مظاہرہ باقی ہندوستان میں ہو رہا ہے۔

میں ایک بار پھر ان تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جہاں بھی اکثریت میں ہوں غیر مسلموں کی حفاظت جان و مال کے لیے جو کچھ بھی ممکن ہو کریں اور ان میں بھروسہ پیدا کریں۔

اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے ہیں جو بے گناہ مسلمان شہید کیے گئے ہیں یا زخمی ہو گئے ہیں یا مال و اسباب لوٹا گیا ہے ان کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔ وہ یہ سمجھ لیں کہ انہوں نے جنگِ پاکستان اور آزادی کے لیے اپنا حق ادا کر دیا ہے"۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ کا فرمان اور دینِ اسلام کی تعلیمات بھی یہی ہیں جو کہ قائد اعظمؒ نے ہمیں دیں۔ ''کہ پاکستانی اقلیت کی ہر طرح حفاظت کی جائے گی۔'' اسی طرح بابائے قوم نے ۱۴ر جولائی ۱۹۴۷ء کو نئی دہلی کی ایک پریس کانفرنس کے دوران فرمایا:

''پاکستان میں اقلیتوں کی پوری حفاظت کی جائے گی۔ خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتی ہوں۔ ان کا مذہب، عقیدہ اور ایمان پاکستان میں بالکل سلامت اور محفوظ رہے گا۔ ان کی عبادت کی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ ان کے مذہب، عقیدے، جان و مال اور ان کی ثقافت کا مناسب تحفظ ہوگا۔ وہ بلا لحاظ رنگ و نسل ہر اعتبار سے پاکستان کے شہری ہوں گے"۔ (۳)

قائد اعظم نے ۱۰ر اگست ۱۹۴۷ء کو نئی مملکت کے نامزد گورنر جنرل کی حیثیت سے دستور ساز اسمبلی میں شرکت کی اور اسی اجلاس میں آپ کا نام بطور نامزد سربراہ و صدر دستور ساز اسمبلی بھی تجویز ہوا۔ اس دستور ساز اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کے لیے خان لیاقت علی خان نے عارضی طور پر جوگندر ناتھ منڈل کا نام پیش کیا۔ خواجہ ناظم الدین نے تائید کی جس سے اس اچھوت فرقے سے تعلق

رکھنے والے جوگندر ناتھ منڈل نے صدارتی کرسی سنبھالی اور عارضی صدر نے اپنے انتخاب کے بارے دوران خطاب کہا:

''اقلیتی فرقے کے ارکان میں سے صدر کا انتخاب نئی مملکت کی روشن خیالی کا غماز ہے اور ایک اچھا شگون ہے۔ پاکستان کا وجود بجائے خود برصغیر کی ایک اقلیت کے پیہم اصرار اور مساعی کی بدولت عمل میں آیا.........اب دنیا یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ مسلمان اقلیتی فرقے کے ساتھ دریا دلی سے پیش آتے ہیں یا نہیں۔ مسلم لیگ کے لیڈروں اور خاص طور پر قائداعظمؒ نے غیر مسلم اقلیتوں کو یقین دلایا ہے کہ پاکستان کی اقلیتوں کے ساتھ نہ صرف رواداری بلکہ فراخدلانہ سلوک روا رکھا جائے گا۔ غیر مسلم اقلیتوں کا بھی فرض ہے کہ وہ مملکت کے وفادار رہیں اور ذمہ داری کے ساتھ کام کریں۔

جوگندر ناتھ منڈل نے اپنی تقریر کا اختتام ان الفاظ میں کیا:

''تعصب اور نفرت کو دل سے نکال دیجئے یہ مت دیکھئے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے بلکہ نیکی اور بھلائی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے اس مقدس کام کا آغاز کیجئے''(۴)

اسی دستور ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس میں خان لیاقت علی خان نے بھی تقریر کی جس میں انہوں نے قائداعظم کو مبارکباد دی۔ ان کی تقریر کے بعد کانگریس پارٹی کے لیڈر کرن شنکر رائے نے تقریر کی اور اپنی تقریر میں انہوں نے کہا:

''ایک نئی قوم کی پیدائش کی وجہ سے جو دشواریاں اور مشکلات جنم لیں گی ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ ہمیں امید ہے ہم اس حکومت میں جو خوشحالی اور مسرت پیدا کریں گے اس میں ہمیں بھی حصہ ملے گا۔ اس کے بدلے میں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ غیر مسلموں کے حقوق و مراعات کو نئے دستور میں محفوظ کر دیا جائے اور روز مرہ کاروبارِ حکومت میں انہیں بھی بروئے کار لایا جائے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری طرف سے اعتماد اور تعاون میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی'' (۵)

اقلیتی لیڈروں کی تقاریر کے بعد سندھ کے محمد ایوب کھوڑو نے اور عورتوں کی جانب سے بیگم شاہنواز نے اپنی اپنی تقاریر میں قائداعظم کو مبارک باد پیش کی۔

اس کے بعد قائداعظمؒ نے اپنا صدارتی خطبہ پیش کیا۔ جس میں انہوں نے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے آخر میں پاکستان کی اقلیتوں اور ان کے حقوق و فرائض کی بابت اپنی اس پالیسی ساز تقریر میں فرمایا:

''وقت کے ساتھ ساتھ یہ تمام اکثریت اور اقلیت کے جھگڑے، ہندو فرقے اور مسلم فرقے کے اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ خود مسلمانوں میں بھی فرقے ہیں۔ پٹھان، پنجابی، شیعہ، سنی وغیرہ اور ہندوؤں میں برہمن، ویش اور کھتری وغیرہ ہیں۔ بنگالی اور مدراسی کے چکر الگ ہیں۔ اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو میں کہوں گا کہ ہندوستان کی آزادی اور خود مختاری کے حصول کی راہ میں یہ سب سے بڑی رکاوٹ رہی ہے اور اگر یہ نہ ہوتی تو ہم بہت عرصہ پہلے آزادی حاصل کر چکے ہوتے۔ کوئی قوم دوسری قوم کو خاص طور پر چالیس کروڑ روحوں کو محکوم نہیں بنا سکتی۔ کوئی طاقت آپ کو اتنے طویل عرصے تک غلام بنائے نہیں رکھ سکتی۔ اگر رکھا تو محض اس رکاوٹ

کی وجہ سے۔ پس ہمیں ماضی سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ آپ آزاد ہیں۔ آپ عبادت کے لیے اپنے مندروں میں جانے میں آزاد ہیں۔ آپ اپنی مسجدوں میں جانے میں آزاد ہیں۔ آپ مملکت پاکستان میں اپنے عقیدے کے مطابق اپنی عبادت گاہ میں جانے میں آزاد ہیں۔ آپ خواہ کسی مذہب، فرقے یا عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں امور مملکت کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ کچھ عرصہ قبل انگلستان میں آج کے ہندوستان سے بھی حالات بدتر تھے۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔

اب بھی ایسے ممالک موجود ہیں جہاں رنگ یا نسل کے امتیازات قائم ہیں اور ایک مخصوص فرقے پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس زمانے میں آغاز نہیں کر رہے۔ ہم اس زمانہ میں آغاز کر رہے ہیں جبکہ دو فرقوں کے درمیان کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔

جبکہ ایک فرقے کو دوسرے فرقے پر رنگ یا نسل کی وجہ سے ترجیح نہیں دی جاتی۔ ہم اس بنیادی اصول سے آغاز کار کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں اور برابر کے شہری ہیں۔ انگلستان کے لوگوں کو بھی وقت کے ساتھ ساتھ اصل حقائق کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اپنی حکومت کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں اور فرائض کو سرانجام دینا پڑا تھا۔ اس آگ کے دریا سے انہیں رفتہ رفتہ گزرنا پڑا تھا۔ آج آپ کہہ سکتے ہیں کہ انگلستان میں نہ رومن کیتھولک رہتے ہیں نہ پروٹسٹنٹ۔ وہاں جس چیز کا وجود ہے وہ ہے ''شہری'' اور وہاں ہر شخص شہری ہے ''انگلستان کا شہری''۔ ''برابر کا شہری''۔ ''پوری قوم کا ایک فرد''۔ ہمیں بھی اس نصب العین کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ وقت کے ساتھ ساتھ آپ دیکھیں گے نہ ہندو ہندو رہے گا اور نہ مسلمان مسلمان۔ مذہب کے معنوں میں نہیں کیونکہ یہ تو ذاتی عقیدے کا مسئلہ ہے۔ جب کوئی مسلمان ہوگا اور کوئی ہندو ہوگا بلکہ سیاست کے معنوں میں۔ جب ہر شخص مملکت کا شہری ہوتا ہے'' (۶)

قیام پاکستان کے تھوڑے عرصے بعد ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے کراچی میں متعین مرکزی انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں، صوبہ سندھ کی انتظامیہ کے اراکین اور افواج پاکستان کے افسروں کو خطاب کرتے ہوئے ''فرض کی پکار'' کے عنوان سے نہایت اہم موضوع پر فرمایا تھا:

''میں نے بار بار نجی محفلوں اور عوامی مجلسوں میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ہمیں اپنی غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ مکمل انصاف برتنا چاہیے۔ یہ بات تو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ ہم انہیں ملک سے نکال دیں۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ پاکستان سے چلے جائیں۔ جب تک وہ اس ریاست کے ساتھ وفادار رہیں گے اس وقت تک ان کا حق ہے کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو دوسرے شہریوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے'' (۷)

تاریخ پاکستان کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ عظیم راہنما قائداعظم نے فرمادیا کہ:

''پاکستان ایک ایسی امت کی آرزوؤں کا مظہر ہے جسے حالات نے ہندوستان میں اقلیت بن کر رہنے پر مجبور کیا تھا۔اس لیے پاکستان اپنی ان غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق سے بے خبر نہیں رہ سکتا جو اس کی حدود کے اندر بستی ہیں'' (۸)

آپ نے تقسیم پاکستان کے وقت عہد و پیمان کا ذکر کیا اور کہا:

''ہندوستان کی تقسیم کے وقت نہایت محکم عہد و پیمان کیے گئے تھے کہ اقلیتوں کو دونوں ملک تحفظ دیں گے اور یہ کہ جب تک اقلیتیں وفادار رہیں گی، اس وقت تک انہیں کسی طرح کا خوف نہ ہوگا۔ اگر ہندوستان کی حکومت کی پالیسی اب تک یہی ہے اور میرا خیال ہے کہ ان کی پالیسی یہی ہے تو پھر انہیں چاہیے کہ مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان میں جو مظالم ہو رہے ہیں انہیں بند کریں۔ اگر یہ مظالم جاری رکھے گئے تو پھر دونوں کی تباہی کا باعث بنیں گے۔ میں ہندوستان میں رہنے والے اپنے بھائیوں کو یہ مشورہ دوں گا کہ وہ جس ریاست میں رہ رہے ہیں اس کے ساتھ مکمل وفاداری کی زندگی بسر کریں'' (۹)

قائداعظم اپنے اسلامی فہم و ادراک سے قطع نظر مفاد مملکت کے پیش نظر بھی ہندوؤں سکھوں، پارسیوں اور عیسائیوں کو مکمل حفاظت دے کر ہی اپنے ملک کو ترقی دے سکتے تھے۔ اس لیے اس ضمن میں ان کے جو بیانات تھے وہ ہر طرح سے پر خلوص تھے۔

حتیٰ کہ کراچی میں پارسی مذہب کے پیروؤں سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے منطقی استدلال کے ذریعے اپنے سامعین کو یقین دلایا کہ پاکستان میں نہ صرف ان کے تمام حقوق محفوظ رہیں گے بلکہ انہیں تیرہ سو سالہ اسلامی تاریخ کے حقائق کے حوالے سے بھی باور کرایا کہ پاکستان میں ان پر کسی طرح آنچ نہیں آسکتی کیونکہ یہ مسلمانوں کی سرشت میں ہے کہ وہ اقلیتوں کو مکمل تحفظ دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ (۱۰)

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے جس فراخدلی، عالی حوصلگی، محبت و شفقت سے غیر مذاہب پر قائم رہنے والی اقلیتوں کو اپنے دامن میں پناہ دی اس کی مثال کہیں نہیں ملتی اور تو اور اس برصغیر میں

''بابر نے اپنے جانشینوں کو وصیت کی تھی کہ وہ ہندوستان پر حکومت ہندوؤں کے توسط سے کریں۔ اس لیے عہدوں پر تقرر کرتے ہوئے مسلمانوں اور ہندوؤں میں تمیز نہیں کی جاتی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ یہ فراخدلی ایک ایسی قوم کے ساتھی کی تھی جس نے بالآخران کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ (۱۱)

پاکستان کی انتظامیہ کے افراد خود مسلمان تھے اپنی مسلمان حکومت کے احکام ماننے میں خوشی محسوس کرتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ جو احترام اور جو عزت و حرمت ان کے دلوں میں قائداعظم کے لیے موجود تھی اس کی وجہ سے اپنے رہنما کے احکام ماننے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ اس لیے پاکستان کا رہنما وقت گزرنے کے بعد اقلیتوں کے نمائندوں کے سامنے یہ کہہ سکتا تھا کہ اس کی مملکت کے اندر اقلیتوں کو ہر طرح سے حفاظت دی جا چکی ہے اور آئندہ بھی دی جاتی رہے گی۔ اقلیتوں سے البتہ یہ توقع کی جارہی تھی کہ وہ ملک کے وفادار رہیں گے۔ (۱۲)

''اقلیتوں کو محض الفاظ ہی نہیں بلکہ عمل سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ پاکستان کے حقیقی باشندے ہیں''۔[۱۳]

بابائے قوم کی تقاریر کے مندرجہ بالا اقتباسات کی روشنی میں ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ اقلیتوں کے بارے میں کس طرح کا تصور و نظریہ رکھتے تھے۔

المختصر! بابائے قوم نے اپنے مختلف خطبات میں اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق اور کردار کی تفصیلاً وضاحت فرمائی جن کا نچوڑ حسب ذیل اشاروں سے بھی اخذ کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

اقلیتیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان اپنے وعدوں پر اب بھی قائم ہے جو اس نے پاکستان کے تمام باشندوں کے ساتھ مساوی سلوک کرنے کے ضمن میں کیے۔ پاکستان اس قوم کے خواب کی تعبیر اور آرزوؤں کا ثمر ہے جو عظیم ہند میں ایک اقلیت کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے ملک کی اقلیتوں (غیر مسلموں) سے لاپرواہی اور تغافل برتے۔

حکومت اقلیتوں کے خوف اور شبہات کو دور کرنے کے لیے صدق دل کے ساتھ کوشش کر رہی ہے۔ اگر اس کے باوجود اقلیتوں پر خوف و دہشت طاری ہے اور وہ پاکستان سے نقل مکان کرتی رہیں تو اس کا یہ سبب نہیں کہ حکومت ان لوگوں کی موجودگی کو پاکستان میں برداشت نہیں کرتی بلکہ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ان لوگوں نے سرحد کی دوسری جانب رہنے والوں کی باتوں پر کان دھرے جو انہیں پاکستان سے باہر لانے پر تلے ہوئے ہیں۔

مجھے ان گمراہ لوگوں پر ترس آتا ہے کہ انہیں نومولودہ ملک میں جا کر بڑی مایوسی ہوگی۔ میں اس امر کو محسوس کرتا ہوں کہ گزشتہ چند ماہ میں حکومت نے کچھ لوگوں کی ذاتی اور انفرادی املاک کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ آپ کو حکومت کے اس فعل پر زیادہ ناخوش نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ پاکستان کے سرکاری ملازمین اور غیر ملکی سفیروں کے لیے معقول اور مناسب جگہ کا انتظام ضروری تھا۔ اس انتظام کی وجہ سے مقامی باشندوں کو تھوڑی بہت تکلیف یا پریشانی ہونی ناگزیر تھی۔ ایک بڑی تعداد میں مہاجرین کی آمد سے یہ سلسلہ اور بھی پیچیدہ ہوگیا۔ ان بدقسمت لوگوں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کی ضرورت ہے۔ اور ان کی آبادکاری کے سلسلہ میں آپ لوگوں کو امداد و رعایت کرنی چاہیے۔

پاکستان میں مسلمان، عیسائی، پارسی اور ہندو کو تجارت، صنعت و حرفت، قابلیت اور ذہانت کے جوہر دکھانے کے یکساں مواقع حاصل ہوں گے۔ پاکستان کا ہر شہری وفادار اور سچا شہری ہوگا جو زندگی کے تمام شعبوں میں یکساں طور پر ترقی کر سکے گا۔ میں اقلیتوں سے کہوں گا کہ وہ خوف و ہراس کو دل سے نکال ڈالیں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان میں ان کی جان و مال اور عزت و آبرو بالکل محفوظ رہیں گی۔ ان کے لیے ترقی کی وہ تمام شاہراہیں کھلی ہوں گی جو خود مسلمانوں کے لیے کھلی ہوں گی۔

پاکستان میں ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا جائے گا۔ انہیں وہ تمام مراعات دی جائیں گی جو کسی آزاد ملک میں ایک اقلیت کو حاصل ہوتی ہیں۔

پاکستان کی حکومت اپنے ہاں کے باشندوں میں کوئی فرق روا نہ رکھے گی۔ لیکن اگر غیر مسلم اقلیتیں پاکستان کی وفادار نہ ہوں

اس کی تخریب کے در پے ہوں اور اغیار کے ہاتھوں میں آلہ کار بنی ہوئی ہوں تو پھر ان کے لیے یہ بہتر ہوگا کہ پاکستان کی آزادی کے دشمنوں کے لیے اس ملک میں کوئی جگہ اور پناہ نہیں۔

یہ وہ الفاظ ہیں جن میں قائداعظمؒ نے اقلیتوں کو خبردار کیا ہے تاکہ وہ اپنے کردار کو درست کر کے رکھیں اور کوئی بھی مخالف قوت انہیں پاکستان کے خلاف استعمال نہ کر سکے۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ پاکستان کے ہر سچے شہری کو آزادی حاصل ہوگی۔ اس کا مذہب، تمدن، تہذیب، اس کی ثقافت اور اس کی عبادت گاہیں آزاد ہوں گی۔ ان کی پوری حفاظت کی جائے گی لیکن انہیں بھی پاکستان کو ایک عظیم اور خوشحال ملک بنانے میں اپنا حق ادا کرنا ہوگا۔ [۱۴]

مندرجہ بالا فرمودات کی روشنی میں آج مملکت پاکستان کے اندر بسنے والے ہر فرقے اور مذہب کے پیرو کو یہ سوچنا ہوگا اور اپنے کردار پر غور کرنا ہوگا کہ آیا وہ قائداعظم محمد علی جناح کے ارشادات کی روشنی میں اور دیئے گئے حقوق کے اندر رہ کر کس قدر ملک پاکستان کا وفادار ہے اور ملکی بقا کی خاطر وہ کیا کر رہا ہے؟

تاریخ پاکستان کا اگر مطالعہ کریں اور آئین پاکستان کا جائزہ لیں، آیا جتنے حقوق غیر مسلم اقلیتوں کو دیئے گئے کہ ان پر مکمل عملدرآمد ہو رہا ہے یا نہیں۔ بلکہ تمام مؤرخین ومبصرین یورپ اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام نے جتنے حقوق اقلیتوں کو عطا کیے ہیں ان سے بھی زیادہ حقوق پاکستان کے اندر موجود ہیں اور تمام سابقہ حکومتوں نے اپنے تئیں ہر دورِ حکومت کے اندر غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا ہے اور انہیں خیال رکھنا بھی چاہیے کیونکہ اللہ اور اس کے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا یہی فرمان ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے اور پاکستان میں بسنے والے ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ وہ قائداعظم محمد علی جناح کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے یقین، اتحاد اور نظم کو قائم رکھے اور پاکستان کے نام کو زندہ رکھنے کے لیے اپنا تن، مَن، دھن قربان کرنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہے۔ آمین ثم آمین!

فصل دوم

قیام پاکستان اور غیر مسلم اقلیتیں

۱۹۴۰ء کا سال برعظیم کے مسلمانوں کی سیاسی وقومی زندگی میں نہایت اہم اور انقلاب آفریں ثابت ہوا۔ اس سال مسلم لیگ نے ہندوستان میں ایک آزاد مسلم مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے ایک عظیم الشان سالانہ اجلاس میں پیش کیا گیا۔ اس وقت تک برعظیم کے مسلمانوں میں ایک آزاد اسلامی مملکت کا تصور عام ہو چکا تھا اور اب وہ اسے اپنے قومی اور سیاسی مسائل کا واحد حل سمجھنے لگے تھے۔ اس مرحلے تک پہنچتے پہنچتے محمد علی جناح کو مسلمانوں میں قائداعظم کی حیثیت اور مقبولیت حاصل ہو چکی تھی۔ قراردادِ پاکستان کے پیش کیے جانے سے کچھ ہی دن قبل لندن کے ایک جریدے میں قائداعظم کا ایک بہت اہم مضمون شائع ہوا جس کے آخری حصے میں انہوں نے لکھا کہ ہندوستان کے لیے ایک ایسا آئین وضع کرنا چاہیے جو اس حقیقت پر مبنی ہو کہ ہندوستان میں دو قومیں بستی ہیں اور جس کی رو سے دونوں قومیں حکومت میں برابر کی حصہ دار ہوں۔

انہوں نے لاہور میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی جس میں وہ تاریخی مطالبہ پیش کیا گیا جو بعد میں ''قراردادِ پاکستان'' کے نام سے مشہور ہوا۔ (۱۵)

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس علاقے کی مسیحی اقلیتوں نے بمبئی، مدراس اور گوا کے برعکس مسلم لیگ اور ان کے مطالبے کی حمایت کی۔ جن مسیحی نمائندوں نے لاہور کے اجلاس میں شرکت کی ان میں ستیا پرکاش سنگھا، سی ای گبن و آرائے گومز، ایس ایس البرٹ، فضل الٰہی، الفریڈ پرشاد، ایف ای چوہدری اور راجکماری امرت کور شامل تھے۔(۱۶)

قائداعظم محمد علی جناح، جنہوں نے اپنے چودہ نکات میں صوبوں میں اقلیتوں کی موثر نمائندگی اور مکمل مذہبی آزادی کے حق کو تسلیم کیا تھا، نے قرارداد لاہور میں بھی اقلیتوں (غیر مسلموں) کے مسئلے کو نظر انداز نہ کیا۔ قرارداد میں اقلیتوں کے بارے میں مندرجہ ذیل خوش کن الفاظ درج تھے:

''یہ کہ ان وحدتوں میں اور ان علاقوں میں اقلیتوں (غیر مسلموں) کے لئے ان کے مذہبی، ثقافتی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق و مفاد کے لئے ان کے مشورے سے بقدر ضرورت موثر اور واجب التعمیل تحفظات ان کے اور دوسری اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق و مفادات کی حفاظت کے لئے ان کے مشورے سے معین طور پر دستور کے اندر رکھے جائیں''۔

چنانچہ اسی سال دسمبر میں لکھنؤ میں آل انڈیا کرسچین کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کے شرکاء نے قرارداد لاہور کے برعکس ایک متحدہ ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ہندو اکثریت سے یہاں کی اقلیتوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ (۱۷)

قراردادِ مقاصد:

۲۵ فروری ۱۹۴۹ء کو مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی کا ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوا[۱۸] جس میں قرارداد کے مسودہ پر غور کیا گیا اس روز اس پر گرما گرم بحث کے باوجود کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تاہم لیاقت علی خاں نے اپنا ذاتی اثر ورسوخ استعمال کر کے ارکان کو اس قرارداد کے لئے ہموار کرلیا ۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو اس قرارداد کا متن روزنامہ ڈان کراچی میں شائع کیا گیا عوام وعلماء نے اس کا خیر مقدم کیا ۷ مارچ کو اسے دستور ساز اسمبلی میں پیش کردیا گیا جس نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو اس قرارداد کو پاس کیا یہ قرارداد پاکستان کی دستوری تاریخ میں اہم ترین دستاویز ہے اسے ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے دساتیر میں دیباچہ کے طور پر شامل کیا گیا۔

قرارداد کا متن حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لئے نیابتاً عطا فرمایا ہے اور چونکہ یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے لہٰذا جمہور پاکستان کی نمائندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد وخود مختار مملکت پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کیا جائے۔

جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کرسکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔

جس کی رو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل ہیں یا شامل ہوگئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہوجائیں ایک وفاقیہ (Federation) بنائیں جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اور متعینہ اختیارات کے ماتحت خود مختار ہوں۔

جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون و اخلاق عامہ کے ماتحت حیثیت (Status) و مواقع (Opportunity)، مساوات، قانون کی نظر میں برابری (Equality before law) عمرانی، اقتصادی اور سیاسی عدل (Social, Economic & Political Justice) اظہار خیال عقیدہ، دین، عبادات اور ارتباط کی آزادی (Freedom of expression, Cree, religion. Worship and association) شامل ہوں۔

جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔

جس کی رو سے نظام عدل کی آزادی کامل طور پر محفوظ ہو۔

جس کی رو سے وفاقیہ کے علاقوں کی صیانت اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کے بر و بحر اور فضا پر سیادت کے حقوق شامل ہیں تحفظ کیا جائے۔

تا کہ اہل پاکستان فلاح وخوشحالی کی زندگی بسر کرسکیں اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز اور ممتاز مقام حاصل کرسکیں اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی ترقی و بہبود میں کماحقہ اضافہ کرسکیں (۱۹)

اس قرارداد کی مشرقی پاکستان کے ہندو اراکین اسمبلی نے شدومد سے مخالفت کی اور اس بات کا مطالبہ کیا کہ چونکہ پاکستان کا قیام عمل میں آگیا ہے لہٰذا مذہب پر اصرار کرنے کی ضرورت نہیں تاہم اکثریت نے اس قرارداد کو منظور کرلیا۔ (۲۰)

اس قرارداد نے برعظیم کے مسلمانوں میں ایک تازہ روح پھونک دی مسلمانوں نے جب ایک متعین مقصد کی حیثیت میں اس نظریہ کو اختیار کرلیا تو ان کی جدوجہد آزادی ایک نہایت اہم مرحلے میں داخل ہوگئی۔ (۲۱)

آئین ساز اسمبلی اور غیر مسلم اقلیتیں:

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی کاروائی کا آغاز ہی، ایک اقلیتی نمائندے جوگندر ناتھ منڈل کو اس اسمبلی کا عارضی صدر مقرر کرنے سے ہوا تھا۔ پہلا ہی قدم ظاہر کرتا ہے کہ قائداعظم کے ذہن میں اقلیتوں (غیر مسلموں) اور اقلیتی نمائندوں کے لئے وہی عزت تھی جو وہ اکثریت اور اس کے نمائندوں کے لئے اپنے دل میں رکھتے تھے۔ پہلے ہی روز انہوں نے ایک غیر مسلم اقلیتی نمائندے کو صدارت کی کرسی پر بٹھا کر باقی تمام اکثریتی نمائندوں پر فوقیت بخشی تھی۔

تقسیم ہند کے اعلان ۳ جون ۱۹۴۷ء کی دفعہ ۲۱ کی ذیلی دفعات اور ۱۵ کے تحت پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا تقرر ۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو نئی مملکت کے نامزد گورنر جنرل (قائداعظم محمد علی جناح) نے ایک اعلان کے ذریعے کیا تھا۔ اسمبلی کے ارکان کی کل تعداد ۲۷ تھی جن میں سے ۱۰ اگست کی اس صبح کو ایوان میں ۵۴ ارکان حاضر تھے، ان ارکان میں نئی مملکت کے نامزد سربراہ بھی شامل تھے۔ اجلاس کے آغاز پر تمام ارکان نے باری باری ایک رجسٹر پر اپنے دستخط ثابت کئے۔ دستخط کرنے والوں میں سب سے پہلے قائداعظم تھے جو ریشمی شیروانی اور جناح کیپ پہنے ہوئے تھے۔ وہ دستخط کرنے لگے تو حاضرین نے پر جوش تالیاں بجائیں۔ (۲۲)

دستور ساز اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کے لئے لیاقت علی خان نے عارضی طور پر جوگندر ناتھ منڈل کا نام پیش کیا۔ خواجہ نظام الدین نے تائید کی جس کے بعد بنگالی لباس میں ملبوس اچھوت فرقے سے تعلق رکھنے والے جوگندر ناتھ منڈل نے صدارتی کرسی سنبھالی۔ اس پر وقار اور نمائندہ اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے عارضی صدر نے کہا:

''پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کا عارضی صدر بنا کر آپ نے مجھے جو عزت بخشی ہے میں اس پر تہہ دل سے آپ کا ممنون ہوں ہم پاکستان کے مختلف حصوں سے یہاں اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ ہم پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت کے لئے دستور وضع کریں۔ مجھے یقین

ہے کہ پاکستان کی نئی آزاد اور خود مختار مملکت اپنے تمام شہریوں کی خوشحالی اور ترقی کی ضامن ہوگی۔ میرا ایمان ہے کہ پاکستان دنیا میں ایک مضبوط، دولت مند اور عظیم مملکت کے روپ میں اپنا مقام اور نام روشن کرے گا۔ میں اس اہم موقع پر قائداعظم کی خدمت میں ہدیہ تبرک پیش کرتا ہوں۔ وہ پاکستان کے بانی اور معمار ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی اعلیٰ ترین لیاقت، تدبر، فراست اور قیادت کے زیر سایہ پاکستان کے تمام باشندے خوشحال زندگی گزاریں گے اور یہ کہنا ضروری ہے کہ مسٹر جناح آج کی دنیا میں عظیم ترین انسان ہیں۔"

مسٹر منڈل نے اپنے انتخاب کے بارے میں کہا:

"اقلیتی فرقے کے ارکان میں سے صدر کا انتخاب نئی مملکت کی روشن خیالی کا غماز اور ایک اچھا شگون ہے۔ پاکستان کا وجود بجائے خود برصغیر کی ایک اقلیت کے پیہم اصرار اور مساعی کی بدولت عمل میں آیا۔ میں یہ نکتہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ نہ صرف پاکستان اور ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے باشندوں کی نظریں پاکستان کی مجلس دستور پر لگی ہوئی ہیں۔ مسلمان اپنے لئے الگ مملکت کے طالب تھے۔ اب دنیا یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ مسلمان اقلیتی فرقے کے ساتھ دریا دلی سے پیش آتے ہیں کہ نہیں۔ مسلم لیگ کے لیڈروں اور خاص طور پر قائداعظم نے اقلیتوں (غیر مسلموں) کو یقین دلایا ہے کہ پاکستان کی اقلیتوں کے ساتھ نہ صرف انصاف و رواداری بلکہ فراخدلانہ سلوک روا رکھا جائے گا۔ اقلیتوں کا بھی فرض ہے کہ وہ مملکت کے وفادار رہیں اور ذمہ داری کے ساتھ کام کریں۔(۲۳)

جوگندر ناتھ منڈل کی تقریر کے بعد، قائداعظم کا نام دستور ساز اسمبلی کے مستقل صدر کے طور پر تجویز کیا گیا۔ ان کے مقابلے پر کوئی دوسرا امیدوار نہیں تھا اس لئے اگلے روز ۱۱-اگست کو قائداعظم دستور اسمبلی کے صدر چن لئے گئے۔ خیر مقدمی تقریریں کرنے والوں میں ہندو اقلیت سے تعلق رکھنے والے پاکستان نیشنل کانگرس کے رہنما کرن شنکر رائے اور اسمبلی کے پہلے صدر جوگندر ناتھ منڈل بھی تھے۔ کرن شنکر رائے نے کہا:

"قائداعظمؒ! میں آپ کو کانگرس پارٹی کی طرف سے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا صدر منتخب ہونے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ آپ نے زندگی کے مختلف شعبوں میں زبردست کامرانیاں حاصل کی ہیں۔ جب ہم آپ کی کامیابیوں کا مقابلہ اس اعزاز سے کرتے ہیں جو اس اسمبلی نے آپ کو دیا ہے تو ہمیں آپ کے مقابلے میں یہ اعزاز بالکل حقیر معلوم ہوتا ہے۔ میں اس بات پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے دستور ساز مجلس کی صدارت قبول کر لی۔ یہ بہت اچھا فیصلہ ہے، پاکستان کا خواب آپ نے ہی دیکھا تھا اور یہ بالکل مناسب ہے کہ پاکستان کی تعمیر آپ ہی کے ہاتھوں ہو۔

"ایک نئی قوم کی پیدائش کی وجہ سے جو دشواریاں اور مشکلات جنم لیں گی، ہم ان کا مقابلہ کریں ہمیں امید ہے کہ یہ حکومت جو خوشحالی اور مسرت پیدا کرے گی اس میں ہمیں بھی حصہ ملے گا۔ اس کے بدلے میں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق و مراعات کو نئے دستور میں محفوظ کر دیا جائے اور روز مرہ کاروبار حکومت میں انہیں بروئے کار بھی لایا جائے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری طرف اعتماد اور تعاون میں کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔ آپ بہت بڑے لیڈر ہیں اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ آپ

ایک ریاست کے سربراہ بن رہے ہیں۔ ایسی ریاست جس میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو اور دوسرے فرقوں کے لوگ بھی ہیں جب تاریخ لکھی جائے گی تو اس میں صرف یہی درج نہ ہوگا کہ آپ ایک بڑے فرقے کے بڑے لیڈر تھے بلکہ یہ بھی درج ہوگا کہ آپ پاکستان کی حکومت کے عظیم رہنما تھے۔''

کانگریسی لیڈر کی خیر مقدمی تقریر کے بعد اچھوت اقلیت کے لیڈر جوگندر ناتھ منڈل نے تقریر کی انہوں نے کہا:

''قائداعظم! میں سب سے بڑی لیکن سب زیادہ تباہ حال اور پس ماندہ اقلیت کی جانب سے آپ کو دستور ساز اسمبلی کا صدر منتخب ہونے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ مجھ میں اتنی قوت نہیں ہے کہ میں اپنے فرقے کو اقتصادی اور معاشرتی طور پر بام عروج تک پہنچا دوں، میں اکثر حالات میں اس ایوان میں ان کی طرف سے آواز بلند کیا کروں گا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں پوری قدرت کے ساتھ اور صحیح معنوں میں ان کی وکالت نہیں کرسکوں گا مگر مجھے امید ہے کہ آپ کی فیاضی اور ایوان کی ہمدردی میری آواز کی کمزوری کے باوجود اچھوتوں سے انصاف کرتے ہیں کوتاہی نہ کرے گی۔ میں آپ کو یقین دلاسکتا ہوں کہ اچھوت پاکستان کے حکومت کے سچے وفادار اور پرخلوص اطاعت گزار رہیں گے۔ (۴۴)

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں خطاب

پاکستان کے سیاسی نظام اور ان میں اقلیتوں کے مقام اور کردار کے حوالے سے قائداعظم کے ذہن میں ایک واضح تصور تھا جس کا اظہار وہ زندگی بھر مختلف موقعوں پر کرتے رہے تھے۔ خصوصاً ۱۹۴۰ء کے بعد انہوں نے کئی مرتبہ ان مسائل کے بارے میں کھل کر اظہار خیال کیا اور جب پاکستان ایک حقیقت بن کر سامنے آیا تو انہوں نے اپنے ان تمام خیالات کو مجتمع کرنا شروع کیا جن کا وہ وقتاً فوقتاً اظہار کرتے رہے تھے۔ ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں ان کا خطاب دراصل ان کے زندگی بھر کے آئینی اور جمہوری تصورات کا نچوڑ تھا۔ یہ خطاب قلم برداشتہ لکھے ہوئے خیالات پر مبنی نہیں تھا بلکہ انہوں نے کئی روز تک ان پر گہرے غور و فکر کے بعد انہیں سپرد قلم کیا تھا۔ وہ اس میں بار بار قطع و برید کرتے رہے تھے اور شاید اپنے کامل اطمینان تک اسے حتمی شکل نہیں دینا چاہتے تھے۔ اپنے اس خطاب میں وہ پاکستان کے مستقبل کے آئین کا واضح خاکہ پیش کرنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انتہائی متنازعہ ہونے کے باوجود اس خطاب کو پاکستانی آئین کی حقیقی قرارداد مقاصد یا ''پاکستان کا میگنا کارٹا'' قرار دیا جاسکتا ہے۔

ریاست اور مذہب کے تعلق اور اقلیتوں کے حوالے سے ان کے خطاب کے اقتباسات ان کے حامی بھی اور ان کے مخالف بھی بار بار بطور حوالہ پیش کرتے رہے ہیں۔ شاید ہی قائداعظم کی کسی دوسری تحریر یا تقریر کا اتنی بار حوالہ دیا گیا ہو۔ انہوں نے اپنے خطاب میں ملکی تقسیم پر اعتراض کرنے والوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ''متحدہ ہندوستان کا تصور کبھی نہیں چل سکتا تھا۔ میرے خیال میں اس پر اصرار تباہ کن ہوتا لیکن اس تقسیم سے اقلیتوں کا سوال خارج نہیں کیا جاسکتا خواہ وہ ایک حکومت کی اقلیتیں ہوں یا دوسری حکومت کی'' (۴۵)

انہوں نے مزید کہا:

''پاکستان میں تمام اقلیتوں (غیر مسلموں) کو مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔ ان کو جائز حد تک زیادہ سے زیادہ آزادی دی جائے گی۔ میں پاکستان کی اقلیتوں (غیر مسلموں) سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے تعاون کے جذبے سے کام لیا، ماضی کو فراموش کر دیا، تنازعات اور باہمی اختلافات کو بھلا دیا تو آپ میں سے ہر ایک چاہے وہ کسی رنگ ذات یا عقیدے سے متعلق ہو اور کا تعلق کسی فرقے سے ہی کیوں نہ ہو، اول و آخر اس ریاست کا باشندہ ہوگا۔ آپ کے حقوق، مراعات اور ذمہ داریاں مشترک ہوں گی اور آپ ان سب میں برابر کے حصے دار ہوں گے۔ اگر آپ نے تعاون اور اشتراک کے جذبے سے کام کیا تو تھوڑے ہی عرصے میں اکثریت اور اقلیت، صوبہ پرستی اور فرقہ بندی اور دوسرے تعصبات کی زنجیریں ٹوٹ جائیں گی۔

''آپ آزاد ہیں۔ آپ آزاد ہیں کہ اپنے مندروں میں جائیں۔ آپ آزاد ہیں کہ اپنی مسجدوں میں جائیں یا پاکستان کی حدود میں اپنی کسی بھی عبادت گاہ میں جائیں، آپ کا تعلق کسی مذہب، کسی عقیدے یا کسی ذات سے ہو، اس کا مملکت کے مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں یہ بات بطور نصب العین اپنے سامنے رکھنی چاہیے اور آپ یہ دیکھیں گے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ ہندو ہندو رہے گا نہ مسلمان، مسلمان۔ مذہبی مفہوم میں نہیں کیونکہ یہ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے، بلکہ سیاسی مفہوم میں۔ اس مملکت کے ایک شہری کی حیثیت سے...... (۳۶)

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح کا قوم سے پہلا خطاب

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان قائم ہوا اور قائداعظم پاکستان کے گورنر جنرل بنے۔ اگلے روز یعنی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء بروز جمعہ کو قائداعظم نے یوم آزادی کے سلسلے میں ریڈیو پاکستان سے پہلی بار قوم سے خطاب فرمایا۔ ان کی تقریر کا متن درج ذیل ہے:

''اہالیان پاکستان!

میں انتہائی مسرت اور قلبی احساس کے ساتھ آج آپ کی خدمت میں تہنیت پیش کرتا ہوں۔ یہ دن ہماری آزاد خود مختار مملکت ''پاکستان'' کے وجود میں آنے کا دن ہے۔ یہ دن مسلم قوم کی بار آوری کا دن ہے، جس نے اپنا وطن حاصل کرنے کے لیے گزشتہ کئی برسوں میں بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔

اس انتہائی اہم ساعت میں میرا دل ہماری جنگ آزادی کے ان تمام دلیر مجاہدوں کی یاد سے پر ہے جنہوں نے پاکستان کو ایک زندہ حقیقت بنانے کے لیے اپنا سب کچھ یہاں تک کہ اپنی جانیں تک قربان کر دی ہیں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان ہمیشہ ان کا ممنون رہے گا اور اپنے ساتھیوں کو جو ہم میں نہیں رہے، ہمیشہ دل میں یاد رکھے گا۔ اس نئی مملکت کے قائم ہو جانے سے پاکستان کے شہریوں پر زبردست ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انہیں اب یہ موقع حاصل ہوا ہے کہ دنیا پر ثابت قدم ہو کے یہ دکھا دیں

کہ کس طرح ایک ایسی قوم جو مختلف عناصر پر مشتمل ہے۔ آپس میں مل جل کر صلح و آشتی کے ساتھ رہتی ہے اور دین اور ذات کا امتیاز کیے بغیر اپنے تمام شہریوں کے لیے یکساں فلاح و بہبود کا کام کرتی ہے۔

ہمارا مطمع نظر امن ہونا چاہیے، اندرون ملک بھی اور بیرون ملک بھی۔ ہم صلح و امن کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور اپنے قریبی پڑوسیوں کے ساتھ اور ساری دنیا کے ساتھ خوشگوار اور دوستانہ تعلقات قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم کسی کے خلاف بھی جارحانہ عزائم نہیں رکھتے ۔ ہم اقوام متحدہ کے منشور کے پابند ہیں اور عالمی امن اور خوش حالی کے فروغ کے لیے خوش دلی کے ساتھ اپنی بساط بھر کوشاں رہیں گے۔

آیئے آج کے دن ہم اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کا شکر بجالائیں اور دعا کریں کہ وہ ہمیں ان کے اہل ثابت ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج کا دن ہماری قومی تاریخ کی تلخیوں سے بھر پور دور کے اختتام کا یادگار دن ہے اور آج ہی اس دن ہمارے نئے، شاندار اور پروقار عہد کا آغاز ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے قول و فعل اور طرز فکر سے اقلیتوں پر یہ ثابت کر دیں کہ اگر وہ ان فرائض کو پورا کرتے رہے جو ان پر پاکستان کے وفادار شہریوں کی حیثیت سے عائد ہیں تو انہیں کبھی کسی قسم کا خوف و خطر نہیں ہونا چاہیے۔

ہم اپنی سرحدوں کے حریت پسند قبائل اور سرحدوں سے پرے کی مملکتوں کے باشندوں کی خدمت میں تہنیت پیش کرتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ پاکستان ہمیشہ ان کا احترام کرے گا اور قیام امن کے سلسلے میں ان کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ تعاون کرتا رہے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم خود بھی باعزت طور پر زندگی بسر کریں اور دوسرے بھی۔ اس سے زیادہ ہماری کوئی تمنا نہیں ہے۔

آج جمعۃ الوداع ہے۔ رمضان کے مبارک مہینے کا آخری جمعہ۔ آج کے دن ہم سب کے لیے جہاں جہاں بھی ہوں، اس وسیع براعظم میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے شادمانی کا دن ہے۔ ہمیں چاہیے کہ آج تمام مساجد میں اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو کر اس کی ابدی رحمتوں اور بخششوں کا شکر بجالائیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پاکستان کو ایک عظیم مملکت بنانے کے لیے اور ہم کو اس کا شہری بنانے کے لیے اپنی ہدایت اور نصرت سے سرفراز فرمائے۔

میرے عزیز ہم وطنو! میں آخر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان کی سرزمین بے کراں وسائل سے مالا مال ہے لیکن اسے ایک ایسا ملک بنانے کے لیے جو مسلم قوم کے شایان شان ہو، ہمیں اپنی تمام قوتوں کو آخری رمق تک بروئے کار لانی ہوں گی اور مجھے بھروسہ ہے کہ آپ سب اس کے لیے دل و جان سے تیار ہوں گے۔'' (۲۷)

قیام پاکستان کے وقت کئی غیر مسلم اقلیتیں تھیں لیکن دو اقلیتیں بے حد اہم تھیں۔ سکھ اور مسیحی۔ سکھوں کا مسئلہ زیادہ الجھا ہوا تھا کیونکہ وہ مسلمانوں کی طرح اپنے لئے الگ وطن کا مطالبہ کر رہے تھے جبکہ مسیحی آبادی پاکستان کی اس مشکل گھڑی میں مسلمانوں کے ساتھ کھڑی تھی اور اپنے لئے اس کا کوئی مطالبہ نہیں تھا۔ یہ سارا قضیہ پنجاب میں تھا۔ سندھ، بلوچستان اور سرحد کے ہندو، سکھ، پارسی اور

دوسری مذہبی اقلیتیں اپنا مستقبل پاکستان سے وابستہ کر رہی تھیں [۲۸]

سکھوں نے بھی وہی زبان بولنا شروع کر دی جو ہندو اور مسلمان بول رہے تھے۔ سکھ اکالی رہنما ماسٹر تارا سنگھ نے ۱۹۴۷ء کے اوائل میں تیج بہادر سپرو کو جو یادداشت پیش کی، اس میں انہوں نے صاف صاف الفاظ میں کہا:

''ہندو قوم ہندی راج چاہتی ہے۔ مسلمان، مسلم راج کی وکالت کر رہے ہیں۔ سکھوں کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا کہ ہم سکھ راج کو اپنا نصب العین بنالیں کیونکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی موجودہ صورت حال میں ہم اس کے بغیر نہیں رہ سکتے'' [۲۹]

لیکن اس مطالبے کے ساتھ ایک مشکل تھی۔ مسلم اکثریتی آبادی والے علاقوں پر مشتمل خطہ زمین کو پاکستان قرار دیا جانے والا تھا لیکن سکھ پنجاب میں کہیں بھی اکثریت میں نہیں تھے۔ شرومنی اکالی دل کا خیال تھا کہ پنجاب کی تقسیم اور مسلم آبادی کی مشرقی پنجاب سے منتقلی اور سکھوں کی مغربی پنجاب سے مشرقی پنجاب میں نقل مکانی کی صورت میں سکھ علاقوں پر مشتمل ایک الگ وطن تشکیل دے سکتے تھے۔ ۱۶ اپریل ۱۹۴۷ء کو شرومنی اکالی دل نے ایک قرارداد منظور کی جس میں کہا گیا تھا۔

''شرومنی اکالی دل مطالبہ کرتی ہے کہ جون ۱۹۴۸ء میں ہندوستانیوں کو اقتدار منتقل کرنے سے پہلے پنجاب کو دو صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ وہ مزید مطالبہ کرتی ہے کہ آبادی اور جائیداد کے تبادلے کے لئے سہولتیں فراہم کی جائیں اور تاریخی مقدس مقامات کے تحفظ، احترام، وقار اور تقدس کے حفاظت کے لئے خصوصی انتظامات کئے جائیں'' [۳۰]

ایک انگریز افسر سر پینڈرل مون، سکھوں کو تحفظ دینے کے لئے بیک وقت دو منصوبوں پر کام کر رہا تھا۔ ایک، سکھ اکثریتی علاقوں کی تشکیل اور دوسرے سکھوں کی پاکستان میں شمولیت۔ سکھ اکثریتی علاقوں کی تشکیل کے لئے ایک اور ضروری امر یہ تھا کہ گڑگاؤں، رہتک، حصار اور کرنال کے اضلاع کو جہاں آبادی کی اکثریت تھی، مشرقی پنجاب سے الگ کر کے ایک تیسرا صوبہ ہریانہ بنا دیا جائے۔ [۳۱]

(ایسا عملی طور پر ۱۹۶۶ء میں کیا بھی گیا) لیکن یہ تجویز اس وقت قابل قبول نظر نہ آتی تھی۔ پینڈرل مون کی دوسری تجویز کے مطابق سکھوں کو یہ آزادی دی جاسکتی تھی کہ مشرقی پنجاب، پاکستان یا پھر ہندوستان میں ضم ہو جائے۔ [۳۲]

تاہم پینڈرل مون نے سکھ مسئلے کے حل کے لئے سکھ مسلم سمجھوتے کو زیادہ اہمیت دی۔ مسلم لیگ کی طرف سر فیروز خان نون نے سکھوں سے براہ راست رابطہ کر کے انہیں یہ عندیہ دیا کہ اگر سکھ پاکستان میں شامل ہو جائیں تو انہیں خصوصی رعائتیں دی جائیں گی۔ لیکن سکھوں نے کورا سا جواب دیا۔ اس کی توقع کی جاسکتی تھی۔ سکھ ابھی تک ان زخموں کو نہیں بھر پائے تھے جو ان کی قیادت کے بقول، انہیں مسلمانوں سے لگے تھے۔ [۳۳]

سر پینڈرل مون سکھوں کو بار بار تلقین کر رہا تھا کہ وہ پاکستان میں شامل ہو جائیں۔ جب ۳ جون پلان منظوری کے لئے مختلف صوبائی گورنروں کو بھیجا گیا تو پنجاب کے گورنر سر ایون جنکز کا خیال تھا کہ اس منصوبے کا سکھوں پر تباہ کن اثر ہوگا کیونکہ یہ سکھوں کو ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم کر دے گا۔ [۳۴]

سر پینڈرل مون کا خیال تھا کہ سکھ، ہندو خیالات کے زیر اثر ہیں۔ بہر حال مسلم رہنماؤں سے اپنے مذاکرات کے دوران سکھ رہنماؤں نے اپنے لئے بعض آئینی حقوق کا مطالبہ کیا۔ ماسٹر تارا سنگھ اور دوسرے اکالی رہنماؤں کا اصرار تھا کہ پاکستان کے اندر رہتے ہوئے مجوزہ سکھ ریاست کو چند سال بعد مکمل آزادی کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ قائداعظم نے یہ تجویز ماننے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا مذاکرات ناکام ہو گئے اور سکھوں نے ہندوستان میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔

بحیثیت مجموعی برصغیر پاک و ہند خصوصاً جنوبی ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم کرنے کے خلاف تھے لیکن پنجاب کے مسیحی عوام نے کھل کر پاکستان اور قائداعظم کا ساتھ دیا۔ ماسٹر تارا سنگھ جب پنجاب اسمبلی کی سیڑھیوں پر کرپان لہراتے ہوئے "جو مانگے گا پاکستان اس کو ملے گا قبرستان" کے نعرے لگا رہے تھے، اس وقت پنجاب کے مسیحی رہنما دیوان بہادر ایس پی سنگھا نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ لالہ بھیم سین سچر اور گلزاری لال نندا نے مسیحی ارکان اسمبلی پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی اور ہندوستان میں بڑی بڑی وزارتیں اور عہدے دینے کا وعدہ کیا تا کہ وہ لاہور کی ہندوستان یا پاکستان میں شمولیت کے مسئلے پر اپنے ووٹ ہندوستان کے حق میں ڈالیں۔ (۳۵)

۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو ایس پی سنگھا نے مسیحیوں کی طرف سے اس مضمون کے بیانات ریکارڈ کروائے کہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ شمار کیا جائے۔ (۳۶)

تحریک پاکستان کے دوران ہی آل انڈیا مسلم لیگ اور انڈین کرسچین ایسوسی ایشن میں اتحاد ہو چکا تھا۔ مسلم لیگ نے کانگریس کے مقابلہ میں پاکستان میں اقلیتوں بالخصوص مسیحیوں کو زیادہ مراعات دینے کا معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کی رو سے انڈین کرسچین ایسوسی ایشن کے راہنماؤں اور اکابرین نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، مسلم لیگ کا شانہ بشانہ ساتھ اور کانگریس کے مقابلے میں مسلم لیگ کو ترجیح دی۔ (۳۷)

تبادلہ آبادی کے نتیجے میں پنجاب کے ہندو اور سکھ ہندوستان چلے گئے یا فسادات میں مارے گئے۔ باقی اقلیتوں میں مسیحیوں نے تبادلہ آبادی کا سوال اٹھانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ پارسی بہائی، بدھ اور جین مت کے پیروکاروں کی تعداد اتنی کم تھی کہ بحیثیت اقلیت فوری طور پر ان کا کوئی مسئلہ ہی سامنے نہ آسکا۔

صوبہ سرحد اور بلوچستان میں ہندو اور سکھ جہاں تھے وہیں رہے۔ اسی طرح مسیحیوں، پارسیوں اور بہائیوں نے بھی حکومت پاکستان کے اس اعلان پر اعتبار کیا کہ پاکستان میں اقلیتوں کو مکمل تحفظ دیا جائے گا اور ان کے حقوق پامال نہیں ہونے دیئے جائیں گے۔ سندھ میں بھی صورت حال کم و بیش یہی تھی۔ سندھی ہندو ہندوستان جانے کا کوئی ارادہ نہ رکھتے تھے لیکن کراچی اور سندھ کے بعض دوسرے شہروں میں مہاجروں کی آمد اور ہندوؤں سکھوں کی چھوڑی ہوئی خالی جگہوں کی تلاش نے فرقہ وارانہ مسئلہ پیدا کر دیا۔ جنوری ۱۹۴۸ء کے پہلے ہفتہ میں کراچی میں ہندو اور سکھ آبادی پر حملے ہوئے جس کے نتیجے میں سندھ کی ہندو آبادی کا خاصا بڑا حصہ نقل مکانی پر مجبور ہو گیا۔

مشرقی بنگال میں تقسیم کے زخم پنجاب کی طرح ہی کاری تھے پھر بھی وہاں ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد نے پاکستان کو ہی اپنا وطن بنائے رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہاں کی ہندو اور بدھ آبادی نے ابتداء میں ہی نمایاں سیاسی کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ دراصل دستور ساز اسمبلی میں پاکستان کی پہلی اپوزیشن پارٹی پاکستان نیشنل کانگریس ہی تھی جس نے انڈین نیشنل کانگریس سے اپنا نام بدل کر پاکستان میں رہنے اور اسے اپنا وطن بنائے رکھنے کو ترجیح دی۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے ہندو ارکان پاکستان نیشنل کانگریس کے ممبر ہی تھے۔

اس تناظر اور ملی جلی صورت حال میں پاکستانی اقلیتوں نے ۱۹۴۷ء میں اپنے سفر کا آغاز کیا۔ (۳۸)

ہم نے دیکھا کہ برصغیر پاک و ہند میں بسنے والی مختلف قومیں جن کی الگ الگ مذہبی، ثقافتی اور لسانی شناختیں تھیں، کیسے اکثریت اور اقلیتوں میں تبدیل ہو گئیں۔ بعض قومیں اپنے عددی اعتبار سے بیشک اقلیت میں تھیں لیکن اس حادثے سے اکثریتی قوموں کو بھی گزرنا پڑا۔ مثلاً ہندو برصغیر کی سب سے بڑی اکثریتی آبادی تھے لیکن وہ مشرقی بنگال اور سندھ میں بطور اقلیت کے سامنے آئے۔ پنجاب میں ان کا وجود تک باقی نہ رہا اور سرحد اور بلوچستان میں ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہی۔ اس طرح مسلمان ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت یا قائداعظم کے لفظوں میں، دوسری بڑی قوم تھے اور قیام پاکستان کے بعد وہ اس نئے ملک کی سب سے بڑی اکثریتی آبادی بن گئے لیکن ہندوستان میں انہیں ایک اقلیت کا درجہ ملا۔ اسی طرح مسیحی، پارسی، بہائی، سکھ، بدھ مت کے پیروکار اور بعض دوسری مذہبی اقلیتیں دونوں ملکوں کے حصے میں آئیں۔ ہندوستان میں ان کی تعداد زیادہ تھی اور پاکستان میں نسبتاً کم۔ دونوں ملکوں نے اقلیتوں کو ہر طرح کا تحفظ دینے کا وعدہ کیا۔ دونوں نے اس بارے میں قانون سازی کی۔ دونوں ملکوں میں آئین کی تشکیل کا کام شروع ہو گیا۔ پاکستان کی مجلس دستور ساز کو ایک آئین تیار کرنے میں نو سال کا طویل عرصہ لگا۔ ہندوستان نے اپنا آئین ۱۹۵۰ء میں تیار کر لیا اور اسے لاگو بھی کر دیا گیا۔ اس میں اقلیتوں کے لئے بنیادی حقوق کا اعلان کیا گیا۔ (۳۹)

پاکستانی غیر مسلم اقلیتوں کی پاکستان کے ساتھ شمولیت یا وابستگی مخصوص تاریخی حالات کا نتیجہ تھی۔ تمام اقلیتیں پاکستان کی وفادار اور حب الوطنی کے جذبے سے پورے طور پر سرشار تھیں۔ مشرقی پاکستان، سندھ، سرحد اور بلوچستان، حتیٰ کہ پنجاب میں رہ جانے والے گنتی کے چند ہندوؤں نے بھی پاکستان میں ہی رہنے کا فیصلہ کر کے پاکستان سے اپنی محبت اور وفاداری کا ثبوت دیا۔ بلوچستان اور سرحد کے سکھوں نے بھی ہندوستان جانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ بہائی فرقے نے بھی اپنی انتہائی قلیل تعداد کے باوجود نئی مملکت کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسیحیوں اور پارسیوں نے نہ صرف اس نئی مملکت کو اپنا حقیقی وطن قرار دیا بلکہ آزمائش اور مشکل کے ابتدائی دنوں میں مہاجرین کا ساتھ بھی دیا۔ لٹ کر اور برباد ہو کر آنے والے مہاجرین کی آباد کاری کے سلسلے میں ان دونوں قوموں نے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ آباد کاری، تعلیم، صحت اور روزگار کے سلسلے میں انہوں نے بدنصیب مہاجروں کے لئے اپنے گھروں، تعلیمی اداروں، ہسپتالوں اور کاروباری مراکز کے دروازے کھول دیئے۔ (۴۰)

پارسی رہنما جمشید نسروانجی، قائداعظم کے پرانے ساتھی اور ان کے ہمدرد اور غمگسار تھے۔ تقسیم کے بعد جب قتل و غارت گری

کا وسیع سلسلہ شروع ہوا تو قائد بے حد اداس تھے۔ انہوں نے اس طرح کی صورت حال کا کبھی تصور تک نہ کیا تھا۔ مایوسی اور دکھ کے ان لمحوں میں یہ جمشید نسروانجی ہی تھے، جنہوں نے قائد اعظم کی دلجوئی کرنے کی کوشش کی۔ قائد اعظم پاکستانی قوم کے تعلیمی مستقبل کے حوالے سے بے حد فکر مند تھے۔ اردشیر کاؤس جی کے لفظوں میں "انہوں نے کراچی میں موجود اسکولوں کا سروے کیا اور ان بے شمار بچوں کی تعلیم کے لئے منصوبے تیار کئے جو حالات کی وجہ سے یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ یہاں جو سکول موجود تھے، وہ انہیں بڑی آسانی کے ساتھ حاصل کر سکتے تھے لیکن ان جیسا عظیم شخص یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے پارسی برادری کے نامور افراد سے ملاقات کی جن میں جمشید نسروانجی، پستون جی سپاری والا، اردشیر ماما (ماما پارسی سکول کے بانی) اور رستم فقیر جی کاؤس جی شامل تھے۔ انہوں نے کوئی "مطالبہ" نہیں کیا بلکہ اپنے مقصد کی وکالت کی اور درخواست کی: کیا آپ برائے مہربانی مدد کریں گے؟ انہوں نے کہا: آپ کی برادری دو بڑے منظم سکول چلا رہی ہے یعنی بی وی ایس اور ماما۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ ٹرسٹ اسکول ہیں جو صرف پارسی برادری کے لئے قائم کئے گئے ہیں مگر میری درخواست ہے کہ آپ اس نئی قوم کے مسلمان بچوں کو بھی عارضی طور پر ان اسکولوں میں آنے دیں جب تک میں نئے اسکول نہ تعمیر کرلوں، بمبئی میں ایک وکیل کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے انہوں نے متعدد پارسی اوقاف کے کاغذات تیار کئے تھے اور وہ اس کی پیچیدگیاں سمجھتے تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ ساری برادری کو اعتماد میں لیا جائے اور ان سے ان کی مرضی دریافت کی جائے۔ چنانچہ سمست پارسی انجمن کا ایک اجلاس بلایا گیا جس میں متفقہ طور پر یہ کہا گیا کہ یہ اسکول بچوں کی تعلیم کے لئے قائم کئے گئے تھے اس لئے ان میں داخلے کے لئے مذہب اور نسل کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ دونوں پارسی اسکولوں کے دروازے فوری طور پر کراچی کے مسلمان اور دوسرے غیر پارسی بچوں کے لئے کھول دیے گئے اور وہ بھی عارضی طور پر نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے" (۴۱)

جمشید نسروانجی نے کراچی میونسپلٹی کے صدر کے طور پر پانی کی نکاسی، پانی کی فراہمی، سڑکوں، عوامی پارکوں، جمشید کوارٹرز کی تعمیر، پرائمری تعلیم، میٹرنٹی ہومز اور عوامی فلاح و بہبود کے ایسے ہی متعدد کارنامے سرانجام دے رکھے تھے اور یہ خدمات انہوں نے مذہب، رنگ اور نسل کی تفریق کے بغیر انجام دی تھیں۔ یوں بھی "مذہبی معاملات میں ان کا طرز عمل تھیوسوفیکل سوسائٹی کے رکن کی حیثیت سے وسیع النظر، لبرل خیالات پر مبنی تھا۔ اپنی روزمرہ کی نجی زندگی، اجتماعی تقریبات اور سماجی برتاؤ میں وہ اپنے زرتشتی عقائد پر کاربند تھے۔ لیکن ان کے دل میں دوسرے تمام مذاہب اور ان کی مقدس ہستیوں کے لئے بھی انتاہی احترام موجود تھا۔ وہ کراچی کے کیتھولک چرچ کے سالانہ اجتماع میں شریک ہوتے۔ سکھ تہواروں کے موقعے پر گوردوارے جاتے، رمضان میں مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھتے اور ہندوؤں کی تقریبات میں شامل رہتے۔ یوں لگتا تھا کہ کسی مذہبی برادری کی تقریب اس وقت تک مکمل نہ سمجھی جاتی تھی جب تک جمشید اس میں شریک نہ ہوں۔ (۴۲)

چنانچہ ۱۹۴۷ء میں مسلمان مہاجروں کی آبادکاری اور ان کے دوسرے مسائل کے حل کے لئے جمشید نسروانجی نے کافی خدمات سرانجام دیں۔ کچھ عرصہ بعد جب شہر کے کچھ اور دردمندوں نے سماجی بہبود کے ایک گروپ کے قیام کی کوشش کی تو انہوں نے

یہاں بھی مایوس نہیں کیا۔ ان کی سماجی خدمات کو یاد کرتے ہوئے حسن حبیب کہتے ہیں کہ ''جب میں نے ان سے چندلوگوں کے ایک اجلاس میں شریک ہونے کی درخواست کی، جس میں سماجی بہبود کے ایک گروپ کے قیام پر غور کیا جانا تھا، تو وہ کتنے بے ساختہ اور منکسر انداز سے فوراً رضامند ہوگئے۔ یہ مارچ ۱۹۴۹ء کی بات ہے۔ اجلاس کا نوٹس بھی بہت مختصر تھا، ہم لوگ اگلے ہی دن وائی۔ ایم سی۔ اے میں ملے اور یوں کراچی سوشل سروس گروپ قائم ہوا جس کی پہلی صدارت جمشید جی نے قبول کی۔ مجھے یقین تھا کہ اس گروپ کا آغاز بھی کارآمد ہوسکتا ہے جب اسے جمشید جی کی رہنمائی میسر ہو۔ یہ گروپ اب خاصا مستحکم ہوچکا ہے اور ابھی کچھ عرصہ پہلے اسے سوشل سروس کوارڈی نیشن کونسل قائم کرنے کا امتیاز حاصل ہوا ہے جس کے تحت کراچی کی ۶۰ فلاحی تنظیمیں مشترکہ عمل کے لئے اکٹھی ہوگئی ہیں۔ یہ بات اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس سے پہلے کراچی میں یا پاکستان بھر میں ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی اور اسے حاصل ہونے والی حوصلہ افزائی اور کامیابی ہماری توقعات سے کہیں زیادہ رہی ہے'' (۴۳)

جمشید زندگی کے آخری لمحوں تک مہاجرین کی آبادکاری کے لئے مصروف اور فکر مند رہے۔ اے۔ کے۔ بروہی کے بقول ''اپنی وفات سے صرف تین ہفتے قبل، وہ ان سے ''مہاجروں کے مسئلے سے نمٹنے کے سلسلے میں حکومت پاکستان کے نامناسب طرزِ عمل کا ذکر کررہے تھے۔ وہ ان بے شمار لوگوں کی امداد اور بحالی کے لئے کئے جانے والے اقدامات سے مطمئن نہیں تھے جو ایسے حالات کا شکار ہوکر پاکستان کی زمین پر آپڑے تھے جن پر خود ان لوگوں کا کوئی بس نہ تھا۔ میں نے جمشید کو ایک ایسے شخص کے سے انداز میں بات کرتے ہوئے دیکھا جس کی روح سخت اذیت کے عالم میں ہو۔ انہوں نے کہا: بروہی! آنے والے چند برسوں میں ہمیں نہ صرف محتاج، ناخواندہ اور سماج دشمن افراد کی ایک بڑی تعداد کا مسئلہ درپیش ہوگا بلکہ اس سے بھی بدتر حالات کا: ہمارے سامنے بے شمار ذہنی اور نفسیاتی مریضوں کی دیکھ بھال کا مسئلہ بھی ہوگا کیوں کہ اگر ہم احتیاط کے ساتھ اس زندگی کا مطالعہ کریں جو مہاجر بچے گزارنے پر مجبور ہیں کہ نہ ان کے بدن پر قمیض ہے اور نہ سر پر چھت جو انہیں تیز ہوا، دھوپ اور بارش سے بچاسکے تو ہم یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ نسل جو آج نشوونما کی ابتدائی منزل میں ہے، یہ مضبوط، صحت مند اور کارآمد شہری فراہم نہیں کرسکے گی بلکہ اس قسم کے افراد پیدا کرے گی جنہیں آنے والے سماجی نظام کا حصہ بنانا ایک ناممکن کام ہوگا۔

''اور اس کے بعد، اپنے مخصوص پرخلوص اور مستحکم تاثر کے ساتھ (جسے میں شایان شان طور پر بیان نہیں کرسکتا کیوں کہ وہ کسی غیر زمینی روشنی سے جگمگا رہا تھا) انہوں نے مزید کہا:

''ایسی بات نہیں کہ یہ مسئلہ حل نہ کیا جاسکتا ہو، اور نہ اس کے لئے کسی بہت بڑی رقم کی ضرورت ہے: اس کے لئے کچھ درکار ہے تو بس ذرا تخلیقی انداز فکر اور ہمدردانہ فہم۔ میں نے ایک اسکیم تیار کی ہے جس کے ذریعے صرف ایک سال کے عرصے میں ان تمام مہاجروں کو ملک کی معاشی اور سماجی زندگی کا حصہ بنانا اور انہیں وہ اندرونی قوت اور بیرونی وسائل مہیا کرنا ممکن ہے جن سے یہ پرمسرت زندگی گزارنے کے قابل ہوسکتے ہیں۔ لیکن کوئی میری بات ہی نہیں سنتا۔'' (۴۴)

پارسیوں کے علاوہ جس دوسری اقلیتی کمیونٹی نے ۱۹۴۷ء اور اس کے فوراً بعد مسلمان مہاجرین کے زخموں پر پھاہا رکھنے کی دل وجان سے کوششیں کیں، وہ مسیحی کمیونٹی ہے۔ جونہی قیام پاکستان کی منزل قریب آئی، اس کمیونٹی نے ہر سطح پر انسانی بحالی کے کام کا آغاز کر دیا۔ یہی نہیں انہوں نے تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کے شانہ بشانہ شاندار کارکردگی کے بعد باؤنڈری کمیشن میں آبادی کے تناسب کو مسلمانوں کے حق میں جھکانے کا کارنامہ بھی سرانجام دیا۔ ۱۹۴۷ء میں پنجاب اسمبلی کے تین مسیحی ارکان نے اپنا ووٹ پاکستان کے حق میں دیا۔ فادر ایف جے سلڈانہ کے لفظوں میں ''یہ دعویٰ کرنا تو مشکل ہے کہ یہ فیصلہ کن ووٹ تھے تاہم ہماری طرف سے یہ ایک چھوٹا سا حصہ تھا۔''(۴۵)

علاوہ ازیں، فرینک انتھونی اور سی ای گبن، نے اینگلو انڈینز اور دیگر مسیحیوں کے لئے کچھ مراعات حاصل کیں۔ سی ای گبن بعد ازاں اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر بھی منتخب ہوئے۔ اینگلو انڈین کمیونٹی کے صدر فرینک انتھونی کے بقول ان کی کمیونٹی کو اپنی ہندوستانی اصلیت پر فخر تھا اور وہ ہندوستان کی دوسری برادریوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلنے کا عزم کئے ہوئے تھی۔(۴۶)

دیوان بہادر ایس پی سنگھا بھی اہم سیاسی شخصیت تھے اور مسٹر رلیا رام، رنگ محل ہائی سکول کے پرنسپل تھے۔ یہ تمام حضرات مسٹر جناح سے ملے اور انہیں اپنے ممکنہ خدشات سے آگاہ کیا۔ قائداعظم نے انہیں یقین دلایا کہ انہیں مساوی حقوق دیئے جائیں گے۔(۴۷)

ان دنوں یہ بات واضح نہیں تھی کہ لاہور پاکستان کا حصہ بنے گا یا ہندوستان کا۔ فادر سلڈانہ کے لفظوں میں ''ہم دوراہے پر کھڑے تھے۔ ہمیں ابھی فیصلہ کرنا تھا کہ ہم پاکستان میں رہیں یا ہندوستان میں چلے جائیں۔ ہماری طرح بہت سے دوسرے لوگ بھی اس سرزمین سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ جنوبی ہند، بمبئی، مدراس یا یوپی سے آئے تھے۔ بہت سے واپس اپنے وطن چلے گئے۔ میرے والد نے یہیں رہنے اور پاکستان کی خدمت کرنے کا فیصلہ کیا''(۴۸)

ایک بار جب انہوں نے پاکستان کو اپنا وطن قرار دینے کا فیصلہ کر لیا، پھر اس کی خدمت وفادار اور ایماندار شہریوں کی طرح کی۔ انہوں نے دفاع، سول سروس، طب، تعلیم، بنک کاری، فنون لطیفہ، پریس، فوٹوگرافی، قانون اور صحافت جیسے شعبوں میں اہم خدمات سرانجام دیں۔

فادر سلڈانہ کے ایک دوست لائیگری سوریز ایک سرکاری دفتر میں کام کرتے تھے۔ ایک دن قائداعظم نے مسٹر سوریز کو بلایا اور کہا کہ میں نے سنا ہے آپ پاکستان چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں۔ کیوں؟ میری درخواست ہے کہ آپ یہیں رہیے۔ ہمیں حکومتی امور کو چلانے کے لئے آپ جیسے تعلیم یافتہ لوگوں کی ضرورت ہے۔ سوریز نے قائداعظم کی بات مان لی اور ریٹائرمنٹ کے بعد ہی وہ آسٹریلیا روانہ ہو سکے۔(۴۹)

مسیحی آبادی کا پاکستان میں قیام نہ صرف رضاکارانہ تھا بلکہ انہوں نے اس ملک کے مفاد میں خود اپنے تشخص کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ ''باؤنڈری کمیشن جو جسٹس دین محمد، سر ظفر اللہ اور ممبر دفاع سردار بلدیو سنگھ پر مشتمل تھا، کے روبرو دیوان

بہادر ایس پی سنگھا اور دوسرے مسیحی منتخب نمائندوں سی ای گبن، فضل الٰہی نے پنجاب کے مسیحیوں کی آبادی کو پاکستان کی آبادی میں شامل کئے جانے کا موقف ریکارڈ کرایا۔ چوہدری چندو لعل نے وکالت کے فرائض دینے کے علاوہ گورداسپور اور پٹھان کوٹ کے علاقوں کا خود دورہ کر کے وہاں کے مسیحیوں کی آبادی کو پاکستان میں شامل کئے جانے کے بارے میں قرار دادیں منظور کروا کر باؤنڈری کمیشن کے سامنے پیش کی۔ اس پر کانگریس نے باؤنڈری کمیشن کے روبرو پنجاب کے مسیحیوں کی آبادی کو پاکستان میں شامل نہ کئے جانے کے لئے اپنے ایک سکہ بند ممبر ای ایچ بنیر جی کو راتوں رات ایک نئی جماعت نیشنلسٹ کرسچین ایسوی ایشن کا صدر ظاہر کروا کر مسیحیوں کی آبادی کو بھارت میں شامل کروانے کا نعرہ لگوایا لیکن انڈین کرسچین ایسوی ایشن کا صدر ظاہر کروا کر مسیحیوں کی آبادی کو بھارت میں شامل کروانے کا نعرہ لگوایا لیکن انڈین کرسچین ایسوی ایشن کے مقابلہ میں وہ فرضی جماعت اپنی نمائندہ حیثیت ثابت نہ کر سکی۔ مسیحیوں کی طرف سے مسلم لیگ کے ساتھ پاکستان بنانے کا دلیرانہ فیصلہ مسیحیوں کا پاکستان کے حق میں ووٹ کہلایا"۔ (۵۰)

تحریک پاکستان کے آخری ایام میں قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے حق میں غیر مسلم اقلیتوں کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے اپنی رابطہ مہم کے سلسلہ میں لاہور میں مسیحی رہنما چوہدری چندو لعل ایڈووکیٹ اور سکھوں کے رہنما گیانی کرتار سنگھ سے ایک میٹنگ کی۔ قائداعظم نے سکھ کمیونٹی سے وعدہ کیا کہ اگر سکھ پاکستان کے ساتھ شامل ہو جائیں تو پاکستان میں مستقل طور پر سکھ کمیونٹی سے ہی آرمی کا کمانڈر انچیف مقرر کرنے یا وزارت دفاع دینے کی بنیاد پر معاہدہ ہو سکتا ہے لیکن سکھ رہنما نے قائداعظم کی پیشکش نہ مانی اور انکار کر کے بھارت میں شمولیت اختیار کر لی جبکہ مسیحی راہنما چوہدری چندو لعل نے قائداعظم کو مسیحیوں کی حمایت کا یقین دلایا۔ (۵۱)

یہی نہیں بلکہ بعض لوگوں کے مطابق انگریز حکومت نے تقسیم ہند کے وقت مسیحیوں کو پنجاب کی کچھ تحصیلوں پر مشتمل علیحدہ مسیحی ریاست کی پیشکش بھی کی تھی جن میں مسیحیوں کی اکثریت تھی لیکن مسیحی رہنماؤں نے انگریزوں کی یہ پیشکش ٹھکرا کر پاکستان کے حق میں ووٹ دیا اور قائداعظم کی حمایت کا اعلان کیا کیونکہ ان کے نزدیک قائداعظم ان کے حقوق کے صحیح محافظ تھے۔ (۵۲)

فصل سوم:

قائداعظم محمد علی جناحؒ اور دستور پاکستان

تاریخی پس منظر:

دستور قوم کی تمناؤں کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اس کی سوچ وفکر کی عکاسی کرتا ہے اس میں جہاں عوام کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے۔ وہاں آئین کو قوم کی آزادی کا پروانہ بھی سمجھا جاتا ہے۔ دستور ملک کے انتظامی ڈھانچے، سیاسی اداروں کی شکل وصورت کی وضاحت کرتا ہے، ملک کے اعلیٰ اداروں کے طریقۂ کار اور انتظامیہ کے اختیارات پر روشنی ڈالتا ہے اور قوم کی منزل کی نشاندہی کرتا ہے اس لحاظ سے قوموں کی زندگی میں دستور سازی اہم ترین اور مشکل ترین فریضے کی حیثیت رکھتی ہے دستور سازی عام حالات میں بھی پیچیدہ اور صبر آزما کام ہوتا ہے لیکن پاکستان نے دستور سازی میں تقریباً چھبیس سال صرف کر دیے جو شاید عالمی ریکارڈ ہے۔ (۵۴)

برصغیر پاک و ہند کے حالات کا جائزہ اگر انیسویں صدی کے آخری دور کو مدنظر رکھ کر کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہندوستان کے لوگ، انگریزوں سے متنفر ہو چکے تھے۔ انڈین کونسل ایکٹ ۱۸۹۲ سے بھی لوگوں کو کوئی خاص نہ پڑا بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ تلخیاں بڑھتی گئیں۔

مختصراً یہ کہ وہ اصلاحات جو انڈین کونسل ایکٹ کی وجہ سے نافذ کی گئیں ان تمام سے بھی لوگ مطمئن نہ ہوئے۔

لارڈ مورلے اور لارڈ منٹو نے ہندوستانی دستور کو وسعت دینے کی کوشش کی۔ انڈین کونسل ایکٹ ۱۸۹۲ء کو غیر تسلی بخش قرار دے دیا اور ۱۹۰۷ء میں برطانیہ کو یہ رپورٹ بھیج دی ۱۹۰۸ میں وہی رپورٹ کچھ ترجیحات کے دوبارہ برطانیہ بھیج دی گئی۔ اس کی بنیاد پر برطانیہ کی پارلیمنٹ میں ایک بل پیش ہوا۔ یہی بل بعد میں انڈیا ایکٹ ۱۹۰۹ء کہلوایا۔

دراصل ان کا مقصد انڈین کونسل کی تشکیل اور اختیارات کو بڑھانا تھا مگر اس کے باوجود تمام سیاسی طبقات ۱۹۰۹ء کے ایکٹ سے ناخوش تھے کیونکہ اس ایکٹ سے ان کا کوئی خاص مقصد حل نہ ہوا۔ ایکٹ کی منظوری کے بعد لوگوں میں بے چینی پھیلتی رہی، جس کی وجہ سے ۱۹۱۹ء کا ایکٹ وجود میں آیا۔ ۱۹۱۹ء کے ایکٹ کے نفاذ کے بعد بھی فضا گھٹن آلود اور ملک میں سازشوں کا دور دورہ رہا جس کے نتیجے میں رولٹ ایکٹ نفاذ ہوا۔ جنہیں عام طور پر ہندوستانی کالا بل کہتے تھے۔

بالآخر منڈیمان کمیٹی رپورٹ ۱۹۲۵ء، سائمن کمیشن رپورٹ ۱۹۳۰ء، گول میز کانفرنس ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲ء پھر وائٹ پیپر ۱۹۳۳ء کی شکل میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ایک چھوٹی سی دستاویز جاری کی جسے وائٹ پیپر کہا گیا۔ آخر کار ان سفارشات کی بنیاد

پر 5 فروری ۱۹۳۵ء کو دارالعوام میں ایک بل پیش کیا گیا۔ پارلیمنٹ میں اس پر کافی بحث ہوئی۔ دارالامراء نے اس میں کچھ تبدیلیاں کی جو بعد میں دارالعوام نے منظور کرلیں۔ اس طرح ۲ اگست ۱۹۳۵ء تاج برطانیہ کی طرف سے بھی منظور حاصل ہوگئی اور بل اس کے بعد ایکٹ کی صورت اختیار کر گیا اسے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کہا جاتا ہے۔ (۵۴)

۱۹۳۵ء کا ایکٹ:

گول میز کانفرنس ہندوستانیوں کو کچھ نہ دے سکی۔ پہلی گول میز کانفرنس کا کانگریس نے بائیکاٹ کر دیا تھا۔ اس کے فوراً بعد گاندھی۔ اردن معاہدے کے مطابق دوسری کانفرنس کی نمائندگی بھرپور تھی لیکن دوسری گول میز کانفرنس بھی ناکام رہی کیوں کہ برطانوی حکمران گاندھی جی کے مطالبات ماننے کو تیار نہ تھے۔ ۳ جنوری ۱۹۳۲ء کو گاندھی جی نے دوبارہ سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔ ۴ جنوری کو گاندھی جی اور سردار ولبھ بھائی پٹیل کو گرفتار کرلیا گیا۔

تیسری گول میز کانفرنس میں گاندھی جی نے شرکت نہیں کی۔ انگلستان کے وزیراعظم نے اس کانفرنس میں کمیونل ایوارڈ کا اعلان کر دیا۔ اس ایوارڈ میں ہریجنوں کو جداگانہ حق انتخاب دینے کا اعلان کیا گیا۔ گاندھی جی اس کے سخت خلاف تھے۔ انہوں نے جیل کے اندر ہی ۲۱ دن کا برت رکھا جب گاندھی جی کی حالت بہت خراب ہونے لگی تو انہیں رہا کر دیا گیا۔ ۱۹۳۳ء میں پونا پیکٹ ہوا جس کے مطابق ہریجنوں کی نشستیں محفوظ کر دی گئیں اور جداگانہ انتخاب ختم کر دیا گیا۔

۱۹۳۵ء کے ایکٹ میں سکھوں، مسیحیوں، اینگلو انڈینز اور عورتوں کے لئے بھی جداگانہ انتخابات کا فیصلہ کرلیا گیا۔ (۵۵)

ایک طرف ہندو اکثریت تھی اور دوسری طرف مسلمان، سکھ مسیحی اور اینگلو انڈینز اقلیتیں۔ اس ایکٹ نے تقسیم کے اس عمل کو مکمل کر دیا جس کا آغاز آئینی طور پر ۱۹۰۹ء کے منٹو مارلے ایکٹ میں ہوا تھا جب صرف مسلمانوں کو جداگانہ انتخابات کا حق دیا گیا تھا۔

۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت ۱۹۳۷ء میں جو انتخابات ہوئے ان میں مسلم لیگ کو سوائے بنگال کے کوئی بڑی کامیابی نصیب نہ ہوسکی۔ تاہم پاکستان کے موجودہ علاقوں سے جداگانہ انتخابات کے تحت اقلیتی نمائندے بھی منتخب ہوئے۔ پنجاب میں مسیحی نمائندے جان متھائی کو کامیابی نصیب ہوئی جو بعد ازاں وزیر بھی مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے اس کا تشخص بحال کر دیا گیا تھا اس صوبہ میں بھی مسلم لیگ حکومت بنانے کی پوزیشن میں نہ آسکی جبکہ صوبہ سرحد میں کانگریس نے واضح اکثریت کے ساتھ حکومت تشکیل دی۔

آئین یا دستور ایک ایسی دستاویز ہوتی ہے جس کے تحت کسی ملک کا نظام چلایا جاتا ہے پاکستان کی آئینی تاریخ کے حوالے سے امر اہمیت کا حامل ہے کہ بانی پاکستان قائداعظم کی سوچ اس بارے میں کیا تھی۔

جب پاکستان قائم ہوا تو عبوری آئین کے طور پر ۱۹۳۵ء کا ایکٹ بعض ترمیموں کے ساتھ نافذ ہوا۔ قیام پاکستان کے نتیجے

میں ملک میں جو اسمبلی قائم ہوئی اسے مقننہ کے ساتھ ساتھ آئین ساز اسمبلی کے فرائض بھی انجام دینا تھے۔ ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو آئین ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس ہوا جس میں قائداعظم کو اسمبلی کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ (۵۶)

''بھارت میں گورنر جنرل اور آئین ساز اسمبلی کے صدر کے عہدوں پر دو مختلف افراد فائز تھے۔ قائداعظم آئین ساز اسمبلی کی صدارت کا مزید بار اٹھانے پر رضامند ہوئے کہ وہ آئین سازی کے انتہائی اہم کام کی بذات خود نگرانی اور رہنمائی کر سکیں لیکن امور مملکت کے بڑھتے ہوئے بوجھ، مہاجرین کی آمد، کشمیر کے اہم واقعات اور مئی ۱۹۴۸ء کے بعد خرابی صحت کے باعث وہ اپنی زندگی میں اس کام کی طرف توجہ مبذول کرنے سے معذور رہے۔'' (۵۷)

یہ بات درست ہے کہ قیام پاکستان کے بعد مملکت کے الجھے ہوئے مختلف نوعیت کے مسائل کے سبب وفاقی حکومت اور قائداعظم خود آئین سازی کی طرف توجہ نہیں دے سکے لیکن اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ آئین سازی کا مسئلہ قائداعظم کے ذہن کی سوچوں کا ہمیشہ محور رہا اور وہ جب تک زندہ رہے اس فکر میں رہے کہ ملک کا آئین تیار ہونا چاہیے۔ فاطمہ جناح کہتی ہیں:

''ہندوستان سے اپنے خوابوں کی سرزمین پاکستان آنے والے مہاجرین کے مصائب نے ان کے ذہن پر افسردگی طاری کر رکھی تھی اور پھر ابھی پاکستان کا آئین تشکیل دیا جانا تھا۔ جب بھی انہیں وقت ملتا وہ اپنا ذہن اس جانب مرکوز کر دیتے اور مطالعہ کے کمرے میں اکثر اس کام میں مصروف ہو جایا کرتے۔ ایسے میں وہ مختلف ملکوں کے دساتیر سے متعلق کتابوں میں گھرے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔'' (۵۸)

قائداعظم کا آئین کے بارے میں یہ خیال تھا کہ ''یہ نہایت غیر معمولی کام ہے۔ اور میرا قیاس ہے کہ اس کی تکمیل میں اٹھارہ ماہ سے دو سال کا عرصہ درکار ہوگا۔'' (۵۹)

لیکن ایسا نہ ہو سکا اور نہ ہی قائداعظم کی زندگی نے وفا کی۔ فاطمہ جناح کہتی ہیں:

''آزادی کے بعد کئی مواقع پر انہوں نے مجھ سے تشویش ظاہر کی کہ نیا آئین بننا چاہیے جو لبرل ہو۔ انہیں توقع تھی کہ اس کی تکمیل پر تقریباً دو سال لگیں گے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ آئین ایک آزاد ملک کے شایان شان ہوگا۔ ان کے حساس ذہن کو اس سے بڑی کوفت ہوتی تھی کہ ان کی بار بار کی بیماری کے باعث اس انتہائی اہم کام میں تاخیر ہو رہی ہے۔ (۶۰)

اور جب جولائی ۱۹۴۸ء میں وہ کوئٹہ میں مقیم تھے تو اکثر مجھ سے نئے آئین، کشمیر اور مہاجرین کے بارے میں باتیں کرتے تھے۔ (۶۱)

قائداعظم کو آئین سازی کا بے حد فکر تھا اور وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کی اپنی زندگی میں کسی طرح ملک کا آئین تیار ہو جائے لیکن ملکی و بین الاقوامی مسائل اور ان کی اپنی مسلسل بیماری نے انہیں مہلت نہ دی۔ موت سے صرف چار دن پہلے جب کہ ان پر برین

ہیمرج کا حملہ ہو چکا تھا اور ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی اور انہیں کراچی منتقل کرنے کے بارے میں سوچا جا رہا تھا تو انہیں کہا گیا کہ ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ انہیں کراچی لے جایا جائے تو جہاں انہوں نے یہ کہا کہ ہاں مجھے کراچی لے چلئے میں وہیں پیدا ہوا تھا میں وہیں دفن ہونا چاہتا ہوں۔ وہاں نیم مدہوشی میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا '' آئین...... میں اسے جلد ہی...... مکمل کروں گا۔'' (۶۲)

فاطمہ جناح کا یہ بیان اس حقیقت کی عکاسی کرتا ہے کہ قائداعظم کو بستر مرگ پر بھی ملک کے آئین کی تشکیل کا کتنا فکر تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ وہ آئین سازی کے متعلق سوچتے رہے لیکن اس امر پر قیاس آرائیاں ہوتی رہی ہیں کہ ان کے ذہن میں پاکستان کے آئین کا کیا نقشہ تھا۔ اس بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن قائداعظم کے متعدد اقوال، تقاریر اور بیانات ایسے مل جاتے ہیں جن سے ان کے ذہن میں موجود پاکستان کے مستقبل کے نظام کے بارے میں کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

'' اگرچہ کوئی بھی شخص پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ ان کی رہنمائی میں آئینی ڈھانچہ کیا متعین شکل اختیار کرتا لیکن ان کے انداز فکر کے بعض پہلو شک وشبہ سے ماورا نہیں۔ ان کے پیش نظر پاکستان کے لیے ایک وفاقی طرز کا آئین تھا لیکن اتنے مضبوط مرکز کے ساتھ جو پاکستان کی وحدت اور سالمیت کا ضامن ہو سکتا وہ ان مشکلات سے پوری باخبر تھے جو مشرقی اور مغربی پاکستان کی جغرافیائی علیحدگی کی وجہ سے درپیش تھیں وہ پاکستان کے دونوں بازوؤں میں اتحاد کی ہر لڑی کو مضبوط بنانے کے خواہاں تھے۔'' (۶۳)

وحید قریشی کہتے ہیں:

'' ۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہو گیا۔ قائداعظم اس کے پہلے گورنر جنرل ہوئے۔ قائداعظم اس زمانے تک پاکستان کے دستور کے بارے جو زبان استعمال کر رہے وہ وفاقی حکومت کے حوالے سے ہی تھی، لیکن گورنر جنرل بننے کے بعد مجلس قانون ساز پر پاکستان کے آئین کی تشکیل کی ذمہ داری تھی...... تاہم ان کی تقاریر اور بیانات اس کے غماز ہیں کہ وہ وفاقی دستور ہی کو پسند کرتے تھے جس کی تعلیمات اسلام کے اصولوں پر مبنی ہوں۔'' (۶۴)

قائداعظم قیام پاکستان سے قبل برصغیر کے لیے ہمیشہ وفاقی نظام حکومت کا مطالبہ کرتے رہے۔ ان کے چودہ نکات میں بھی ایک نکتہ یہ تھا کہ مستقبل کا نظام حکومت وفاقی ہونا چاہیے جس میں مابقیہ اختیارات صوبوں کو حاصل ہوں اور تمام صوبوں کو یکساں قسم کی صوبائی خودمختاری دی جائے۔ اپریل ۱۹۴۱ء میں مدراس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا:

'' میں آپ لوگوں کو انتہائی واضح طور پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی منزل یہ ہے کہ ہم ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی علاقوں میں مکمل آزاد ریاستوں کا قیام چاہتے ہیں جن میں دفاع، خارجہ امور، مواصلات، کسٹمز، کرنسی اور ایکسچینج وغیرہ جیسے امور حتمی طور پر ہمارے ہاتھوں میں ہوں۔ ہم کسی قسم کے حالات میں بھی آل انڈیا نوعیت کا آئین نہیں چاہتے جس کے تحت مرکز میں واحد حکومت قائم کر دی جائے۔'' (۶۵)

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قائداعظم وحدانی نظام کو ناپسند کرتے تھے اس لیے پاکستان کے قیام سے پہلے اور بعد میں

انہوں نے کبھی وحدانی نظام کو پسند نہیں کیا بلکہ ہمیشہ وفاقی نظام کی حمایت کی۔

وفاقی نظام حکومت کے ساتھ ساتھ وہ ملک کے لیے پارلیمانی نظام حکومت کو موزوں سمجھتے تھے۔ چوہدری محمد علی کا یہ خیال ہے کہ:

''وہ پارلیمانی نظام حکومت میں کسی اہم نوعیت کی تبدیلی کے خواہاں نہیں تھے بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ قائداعظم پاکستان کے لیے ایک جمہوری آئین چاہتے تھے۔ ان کی زندگی کا قوی ترین جذبہ قانون اور آزادی کی محبت تھا۔ قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں لاتعداد مواقع پر انہوں نے اسلامی تعلیمات کے مطابق جمہوریت، معاشرتی انصاف اور انسانی مساوات پر اپنے یقین محکم کا اظہار کیا تھا۔'' (٦٦)

زیڈاے سلہری کا خیال ہے کہ:

''یہ چیزیں انہوں نے عوام پر چھوڑ دیں کہ اپنے لیے آئین مرتب کریں اور اس کے لیے جمہوریت کے علاوہ کوئی دوسری بنیاد، تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔'' (٦٧)

ڈاکٹر جاوید اقبال کا خیال ہے کہ:

''وہ شخصیتوں کی حکمرانی کی بجائے قانون کی حاکمیت پر یقین رکھتے تھے۔ چنانچہ جمہوریت ان کے لیے عقیدے کی حیثیت رکھتی تھی اگرچہ انہوں نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ پارلیمانی نظام حکومت کو زیادہ پسند کرتے تھے یا صدارتی نظام جمہوریت کو۔ تاہم بنیادی امور و معاملات کے بارے میں ان کے خیالات اور ان کی رائے بالکل واضح تھی۔ وہ کامل یقین رکھتے تھے کہ حکومت عوام کے براہ راست انتخاب کردہ نمائندوں کو بنانی چاہیے۔ شہریوں کو بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت ہونی چاہیے اور یہ کہ عدلیہ کو عاملہ سے آزاد ہونا چاہیے۔'' (٦٨)

ڈاکٹر وحید الزمان کہتے ہیں:

"He had no doubt in his mind that the future constitution would be Islamic. Addressing the students of Islamia College Peshawar, he categorically announced that "The League stood for carving out states in India where Muslims were in numerical majority to rule there under Islamic law." (69)

پاکستان کے آئین تشکیل اور نوعیت کے بارے میں قائداعظم سے جب بھی کوئی سوال کیا گیا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ یہ آئین ساز اسمبلی بنائے گی اور عوام کی خواہشات کے مطابق بنائے گی۔ وہ اس بات کے خلاف تھے کہ غیر جمہوری انداز میں حکومت کی جائے۔ قیام پاکستان کے بعد سرکاری افسروں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا:

''وہ زمانہ چلا گیا جب انتظامیہ کے ذریعے حکومت کی جاتی تھی۔ اب عوام کی حکومت ہے جو جمہوری اور پارلیمانی طریقے پر عوام کے سامنے جوابدہ ہے۔'' (٧٠)

قیام پاکستان سے پہلے پاکستان کے بارے میں غیر ملکی سطح پر کانگریس اور دوسرے مخالفین نے مطالبہ پاکستان کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا کر رکھی تھیں۔ قائداعظم کو جب بھی موقع ملتا وہ بین الاقوامی سطح پر مطالبہ پاکستان کو متعارف کرانے کی کوشش کرتے ۹ نومبر ۱۹۴۵ء کو انہوں نے ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کو ایک بیان دیا جس میں تفصیل سے مطالبہ پاکستان اور تشکیل پاکستان کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ اس میں ایک جگہ انہوں نے کہا:

''میں پاکستان کی قانون ساز باڈی پر تبصرہ کرنے سے احتراز کروں گا تا کہ لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو جائے کہ میں آج ہی ایسا کرنے کا خواہشمند ہوں۔ پاکستانیوں کی تشکیل حسب ذیل طریقے سے ہوگی۔ پاکستان میں اقلیتوں کو خاطر خواہ نمائندگی کا حق دیا جائے گا۔ پاکستان کی ہندو اقلیت کو میں یقین دلاتا ہوں کہ بہر صورت ان کے حقوق کی حفاظت کی جائے گی کیونکہ کوئی مہذب حکومت کامیابی کے ساتھ اس وقت تک نہیں چلا سکتی جب تک اسے اقلیت کا پورا پورا اعتماد حاصل نہ ہو۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا کے اصولوں پر کامل آزادی کارفرما ہوگی لیکن پاکستان کی مرکزی حکومت کو بعض اہم اختیارات حاصل ہوں گے...... پاکستان کی حکومت جمہوریت کے اصولوں پر مبنی ہوگی...... پاکستان مسلم ریاست ہوگی۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے انہیں ہندوؤں یا کسی اور قوم سے بغض نہیں مسلمان قوم ایک ایسی قوم ہے جو مساوات اور بھائی چارہ کے اصولوں پر یقین رکھتی ہے اور عمل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان میں ایک پارٹی کی حکومت نہیں ہوگی اور خود میں ایک پارٹی کی حکومت کی مخالفت کروں گا۔ طاقتور پارٹی کے مقابلے میں جو مختلف پارٹیاں ہوتی ہیں وہ اس پارٹی کی غلطیوں کو سدھارنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔'' (۷۱)

قائداعظم کے مندرجہ بالا بیان سے پاکستان کے مستقبل کے آئین کے بارے میں ان کے نظریات کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ جمہوری بنیادوں پر آئین کی تشکیل چاہتے تھے۔ اس بیان کی رو سے وہ وفاقی نظام اور ایک سے زائد سیاسی پارٹیوں کی موجودگی کو پسند کرتے تھے۔ عام لوگوں اور اقلیتوں کے حقوق کے مکمل تحفظ کے خواہشمند تھے۔ وہ اس بات کے بھی خواہش مند تھے کہ ملک کا آئین عوام کے منتخب نمائندوں کی پارلیمنٹ بنائے۔ انہیں جب پاکستان کا گورنر جنرل نامزد کیا گیا تو انہوں نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''آپ پاکستان کے طرز حکومت کے بارے میں میری ذاتی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ دستور ساز اسمبلی جیسے بااختیار ادارے کے فیصلے سے پہلے کوئی ذمہ دار شخص اپنی ذاتی رائے کا اظہار نہیں کر سکتا اور نہ کرنا چاہیے۔ پاکستان کا دستور بنانا دستور ساز اسمبلی کا کام ہے۔'' (۷۲)

ایک اور موقع پر انہوں نے کہا:

''پاکستان کا دستور ابھی بنانا ہے اور یہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس دستور کی شکل و ہیئت کیا ہوگی، لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہوگا۔ ان اصولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی اسی طرح ہوسکتا ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوا تھا۔ اسلام اور اس کے نظریات سے ہم نے جمہوریت کا سبق سیکھا ہے۔ اسلام نے ہمیں انسانی مساوات، انصاف اور ہر ایک سے رواداری کا درس دیا ہے۔ ہم ان عظیم الشان روایات کے وارث اور امین ہیں اور پاکستان کے آئندہ دستور کے معمار اور بانی کی حیثیت سے ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے بخوبی آگاہ ہیں۔'' (۷۳)

اسی طرح بار ایسوسی ایشن کراچی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا:

''میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا جو دیدہ دانستہ اور شرارت سے یہ پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابل اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔ میں ایسے لوگوں کو جو بدقسمتی سے گمراہ ہو چکے ہیں، یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ یہاں کے غیر مسلموں کو بھی کوئی خوف اور ڈر نہیں ہونا چاہیے۔ اسلام اور اس کے نظریات میں ہمیں جمہوریت کا سبق دے رکھا ہے۔ ہر شخص سے انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اصول ہے پھر کسی کو ایسی جمہوریت، مساوات اور آزادی سے خوف کیوں لاحق ہو جو انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ کے بلند ترین معیار پر قائم ہے۔ ان کو کہہ لینے دیجئے ہم دستور پاکستان بنائیں گے اور دنیا کو دکھائیں گے کہ یہ رہا ایک اعلیٰ آئینی نمونہ۔'' (۷۴)

قائداعظم کا یہ تقریری اقتباس ظاہر کر رہا ہے کہ وہ ایک مثالی قسم کا دستور بنانے کا خاکہ اپنے ذہن میں رکھتے تھے جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر استوار ہوتا۔ جو مسلمان اور اقلیت سب کے لیے جمہوریت، مساوات، آزادی اور رواداری کا آئینہ دار ہوتا۔

پاکستان کے آئندہ مرکزی نظام کے بارے میں ایک انٹرویو کے دوران میں قائداعظم نے کہا تھا:

''پاکستان کے مرکزی نظام اور اس کی واحد انیتوں کے نظام حکومت کا فیصلہ پاکستان کی مجلس دستور ساز کرے گی۔ البتہ پاکستان کا طرز حکومت جمہوری ہوگا۔ اس کی پارلیمنٹ اور اس کی وزارت (جو پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہوگی) دونوں ہی عمومی رائے دہندگان اور عوام کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ جس میں کسی ذات، نسل یا فرقے کی تفریق نہیں کی جائے گی اور عوام ہی اپنی حکومت کی پالیسی اور پروگرام کے متعلق آخری فیصلہ کریں گے۔'' (۷۵)

پاکستان کا آئین قائداعظم اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کے خواہش مند تھے۔مولانا ظفر احمد عثمانی کہتے کہ انہوں نے مجھ سے ایک موقع پر بات کرتے ہوئے کہا:

''باقی رہا نظام اسلام کا مسئلہ تو آپ مطمئن رہیں۔ ذرا مہاجرین کی طرف سے اطمینان ہو جائے اور اسمبلی کو بھی اطمینان ہو جائے تو انشاء اللہ بہت جلد دستور پاکستان اصول اسلام کے موافق مرتب ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ پاکستان میں ایک شیخ الاسلام ہوگا جو حکومت پاکستان کو کنٹرول کرتا رہے گا کہ کوئی دستور اور کوئی قانون خلاف اسلام نہ ہو سکے۔'' (۷۶)

پیر صاحب مانکی شریف کو نومبر میں قائداعظم نے اپنے ایک خط میں یقین دلایا تھا:

"It is needless to emphasise that the Constituent Assembly which would be predominantly Muslim in its composition would be able to enact Laws for Muslims not in consistent with the Shariat Laws and the Muslims will no longer be obliged to abide by the Un-Islamic Laws."(77)

مارچ ۱۹۴۳ء میں دہلی میں مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں پاکستان کے مستقبل کے نظام حکومت کے بارے میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

''جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہر صحیح العقل مسلمان بھی اتفاق کرے گا کہ اس موقع پر پاکستان کا مقصد سیاسی قوت کو برطانوی حکومت سے مسلمانوں کے لیے حاصل کرنا ہے۔ یہ قوت مسلمانوں کے ہاتھوں میں حق خود اختیاری کی بنیاد پر ہوگی جسے وہ شمال مشرق اور شمال مغربی ہندوستان کے علاقوں میں استعمال کر سکیں گے۔ ایک دفعہ یہ قوت ہمارے ہاتھ آجائے تو ہم ان مسائل پر پوچھیں گے جن کا تعلق ہم سے ہے۔ ہم سب بھائیوں کی طرح ایک میز کے گرد بیٹھ کر سوچیں گے کہ بہ حیثیت مسلمان حالات اور رنگ ڈھنگ کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن وسنت کی روشنی میں ہمارے لیے کون سا نظام حکومت بہتر رہے گا۔ ہم مسلمانوں کے لیے ایسی مملکت چاہتے ہیں جس میں وہ اپنی مرضی سے حکومت چلا سکیں اور اپنے معاملات کو دینی، مذہبی روایات اور اسلام کے بنیادی اصولوں، بھائی چارہ، مساوات اور اخوت کی روشنی میں طے کر سکیں.......... پاکستان کے قیام کے بعد گو یہ ایک ضروری سوال ہوگا مگر ہمارے لیے ایک گھریلو معاملہ ہوگا کہ ہم بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب شدہ قانون ساز اسمبلی کے ذریعے قانون سازی کا کام مکمل کر لیں۔'' (۷۸)

قائداعظم کے متعلق ایک تاثر یہ لیا گیا:

''جب پاکستان معرض وجود میں آجائے گا تو وہ شرعی قانون نافذ کریں گے اور ملک کا قانون قرآن وسنت پر منحصر اسلامی ضوابط کے مطابق بنایا جائے گا۔'' (۷۹)

نظام حکومت اور آئین مملکت کے بارے میں جب قائداعظم کے نظریات کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ پاکستان کو صحیح معنوں میں جمہوری ریاست بنانے کے خواہشمند تھے لیکن وہ سیکولر نہیں بلکہ ایسی جمہوری ریاست کی تشکیل چاہتے تھے جو اسلام کے جمہوری تصورات کے عین مطابق ہو، جہاں مسلمان اپنے نظریات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ لیکن یہ اسلام اور جمہوریت پر مبنی ریاست کسی طور بھی مذہبی ریاست (Theocratic State) نہیں تھی۔ ان کے سامنے ایسی اسلامی جمہوری ریاست کا تصور تھا جہاں غیر مسلم اقلیتیں بھی مساوی حقوق رکھتی ہوں اور انہیں بھی یکساں حقوق اور آزادیاں حاصل ہوں۔ قائداعظم دستور ساز ادارے کی مدد سے عوامی خواہشات کے مطابق آئین کی تشکیل چاہتے تھے جو وفاقی اور پارلیمانی نوعیت کا ہوتا، جہاں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر اسمبلیوں کا انتخاب ہوتا، جو عوام کے سامنے جوابدہ ہوتیں اور یہ آئین اس نظریے کی بنیاد پر وجود میں آتا جس پر پاکستان قائم ہوا۔

ایوب خان کے بقول:

''اگر قدرت قائداعظم کو زندہ رکھتی تو وہ اپنی شخصیت اور اپنے اقتدار کی بدولت کوئی قابل عمل آئین بنالیتے۔ عوام ان کی ہر بات کو بسر و چشم قبول کر لیتے۔ وہ ان کے مانے ہوئے رہنما تھے اور عوام اب بھی ان کے پرستار ہیں۔ اگر وہ ملک کے لیے کوئی آئین بنالیتے تو معاملات نہایت مناسب موقع پر سلجھ جاتے اور ملک میں وہ تفرقے جو بعد میں پڑے شاید قوم ان سے محفوظ رہتی۔'' (۸۰)

قائداعظم آئین پاکستان کو دستور ساز اسمبلی کے توسط سے اس طرح منظور کروانا چاہتے تھے تاکہ پاکستان کے شہری آزادی کے ساتھ اور بنیادی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے اپنے عقیدے اور ایمان کے مطابق مملکت خداداد پاکستان میں عزت و احترام کی زندگی بسر کرسکیں۔

فصلِ چہارم:

دساتیر پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق

قیامِ پاکستان کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو عارضی طور پر آئینی اساس قرار دیا گیا اور یہ طے پایا کہ نئے دستور کی تکمیل تک ضرورتوں اور تقاضوں کے تحت اس ایکٹ میں ترمیمات کے ذریعے حکومت چلائی جائے گی۔

آئین سازی کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں تھیں۔ اولاً ہندوستان کی تقسیم بھارت اور پاکستان پر منتج ہونے کے ساتھ پاکستان کو بھی مشرقی اور مغربی پاکستان میں منقسم کر گئی تھی۔ دونوں کے درمیان گیارہ سو میل کا طویل فاصلہ تھا جو بھارت کا حصہ تھا۔ آئین سازی کی تکمیل میں یہ امر بھی بہت اہم تھا کہ مغربی پاکستان چار صوبوں، شمال مغربی سرحدی صوبہ، پنجاب، سندھ اور بلوچستان پر مشتمل تھا۔ قبائلی علاقے اور ریاستیں جنہوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کیا تھا ان کے علاوہ تھیں۔ مشرقی پاکستان، مشرقی بنگال اور آسام کے ضلع سلہٹ، جس کا الحاق ریفرنڈم کے ذریعے ہوا تھا پر مشتمل تھا۔ ۱۹۵۱ء کی رائے شماری کے مطابق مغربی پاکستان کی آبادی تقریباً 3,33,79,000 افراد اور مشرقی پاکستان کی 4,20,63,000 نفوس پر مشتمل تھی فاصلہ کی طوالت دونوں حصوں کے عوام کی رفاقت میں حائل تھی۔ علاوہ ازیں آب و ہوا اور جغرافیائی حالات بھی مختلف تھے اور ان عوامل نے دونوں حصوں کے عوام کی زندگیوں پر بھی جدا جدا اثرات مرتب کئے پھر زبان کی ہم آہنگی نہ ہونے کے سبب باہمی افہام و تفہیم میں بھی بڑی مشکلات درپیش تھیں۔ ان حالات میں مرکزی قانون ساز ادارے میں نمائندگی، ایوانِ بالا اور ایوانِ زیریں میں اختیارات کا تعین اور صوبوں کو کس قدر خود مختاری دی جائے، جیسے اہم اور بنیادی مسائل ابھر کر سامنے آگئے۔ مسائل بے حد پیچیدہ تھے اور اعلیٰ قیادت کا فقدان تھا اس لئے سالہا سال تک ان کا حل تلاش نہ کیا جا سکا۔ چنانچہ آئین سازی کا کام ملتوی ہوتا رہا۔

ثانیاً پاکستان کی جدوجہد میں مسلم لیگ نے عوام سے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی جمہوری مملکت ہوگی جس کی اساس اسلام کے معاشرتی عدل پر رکھی جائے گی اور مسلمان قانونِ خداوندی کے تحت اپنی زندگیاں بسر کر سکیں گے اور غیر مسلموں سے بھی مساوی سلوک کیا جائے گا۔ آئین سازی کا کام شروع ہوا تو اسلامی آئین کے مختلف تصورات پر اختلافات پیدا ہو گیا جس نے مختلف گروہوں کو جنم دیا چنانچہ آغاز ہی سے کشمکش اور رسہ کشی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس نے آئین سازی کے کام کو مشکل تر بنا دیا۔(۸۱)

تاہم مارچ ۱۹۴۹ء میں دستور سازی کے لئے آئین سازی اسمبلی نے کام شروع کر دیا۔ آئین سازی کی ابتداء قراردادِ مقاصد کی منظوری سے کی گئی۔ قراردادِ مقاصد میں آئینِ پاکستان کے اغراض و مقاصد کی مختصراً وضاحت کی گئی تھی اس میں جمہوری اصولوں، آزادی، مساوات اور معاشرتی اقدامات کے اسلامی اصولوں کی یقین دہانی کرائی گئی اور مسلمانوں کو نوید دی گئی تھی کہ وہ اپنی زندگیاں اسلامی اصولوں کے مطابق بسر کر سکیں گے۔ اس میں یہ بھی واضح کیا گیا تھا کہ پوری کائنات کی حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے اور

اس کی طرف سے پاکستان کے عوام کو جو اختیارات تفویض ہوئے ہیں۔ وہ ان کا مقدس فریضہ ہیں۔ اس میں مزید وضاحت کی گئی تھی کہ اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق کا پورا تحفظ کیا جائے گا اور ہر شہری کو بنیادی حقوق حاصل ہوں گے یہ بھی کہا گیا تھا کہ عدلیہ انتظامیہ سے علیحدہ ہوگی اور پاکستان کی مملکت وفاقی اصولوں پر قائم ہو جائے گی۔

اس کے بعد بنیادی اصولوں کی کمیٹی قائم کی گئی اور اسے ہدایت کی گئی کہ وہ آئین کی بڑی بڑی دفعات کی تفصیلات طے کرے۔ متعدد دوسری کمیٹیاں بھی بنائی گئیں جن کے سپرد علیحدہ علیحدہ فرائض مثلاً بنیادی حقوق، مخصوص اختیارات، عدلیہ، وفاقی اور صوبائی اختیارات کی حدود جانچنے اور پرکھنے کا کام تھا۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی عبوری رپورٹ ۲۸ ستمبر ۱۹۵۰ء کو آئین ساز اسمبلی میں پیش کی گئی۔

آئین میں ترمیم کرنے کا طریق کار بھی طے کر دیا گیا تھا جو درحقیقت بہت مشکل تھا جس کی وجہ سے آئین عملی طور پر جامد ہو کر رہ جاتا تھا۔ اس کے مطابق سب سے پہلے ترمیم پیش کرنے کے لئے وفاقی مقننہ کے دونوں ایوانوں سے علیحدہ علیحدہ اجازت حاصل کرنا ضروری تھا پھر اسے صوبائی قانون ساز اداروں میں پیش کیا جاتا تھا۔ اگر اس ترمیم کو اکثریت کی تائید حاصل ہو تو پھر اسے آخری منظوری کے لئے وفاقی قانون ساز ادارے کے پاس بھیجنا ضروری تھا۔ اگر وہاں اسے دونوں ایوانوں میں دو تہائی اکثریت کی حمایت حاصل ہو جائے تو آئین میں ترمیم ہو جاتی تھی۔

بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ وزیرِ اعظم خواجہ ناظم الدین نے بہت سی ترمیمات کے ساتھ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۲ء کو اسمبلی میں پیش کی تاکہ اختلافی حلقے بھی اس سے اتفاق کر سکیں۔

رپورٹ کے بعض نقائص کے باعث ملک کے دونوں حصوں میں اس کی شدید مخالفت کی گئی۔ اس سے قبل کہ اسمبلی میں رپورٹ پر بحث ہوتی۔ مشرقی پاکستان میں بلوے شروع ہو گئے اور امن وامان کی صورتِ حال ابتر ہو گئی۔ اس کے نتیجے میں ۱۶ اپریل ۱۹۵۳ء کو گورنر جنرل نے خواجہ ناظم الدین کی کابینہ کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی دفعہ دس کے تحت منسوخ کر دیا اور محمد علی بوگرہ کو جو امریکہ میں پاکستان کے سفیر تھے، نئی وزارت بنانے کی دعوت دی۔

نومبر ۱۹۵۳ء میں اسمبلی کے اجلاس میں غور کیا گیا اور طے پایا کہ ان کا مسودہ ماہرین سے مرتب کرا کر اسمبلی میں پیش کیا جائے۔ ۲۰ اپریل ۱۹۵۴ء کو اسمبلی نے زبان کے مسئلہ کا فیصلہ کیا اور اردو اور بنگالی دونوں ملک کی سرکاری زبانیں قرار پائیں اگرچہ آئین کے نفاذ کے بیس سال بعد تک انگریزی بطور سرکاری زبان باقی رکھی گئی۔

قبل اس کے کہ فارمولے کے مطابق آئین مرتب کیا جا سکتا۔ حالات نے کروٹ لی۔ مشرقی پاکستان کی صوبائی اسمبلی کے عام انتخابات ۱۹۵۴ء میں منعقد ہوئے جن میں مسلم لیگ کے صرف نو ممبر کامیاب ہوئے۔ بعد ازاں ایک آزاد رکن چودھری فضل القادر نے بھی مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی یوں مشرقی پاکستان اسمبلی میں مسلم لیگ کے اراکین کی تعداد دس ہو گئی۔ اس سے واضح ہو گیا کہ مسلم لیگ جو مجلسِ قانون ساز میں سب سے بڑی جماعت تھی۔ عوام کا اعتماد تیزی سے کھو چکی ہے اور آئین ساز اسمبلی غیر نمائندہ ادارہ بن کر رہ گئی ہے۔

دوسرا حادثہ یہ ہوا کہ دستور ساز اسمبلی نے گورنر جنرل کی غیر حاضری میں ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کی دفعہ ۱۰ ابھی منسوخ کر دی جس کے تحت گورنر جنرل کابینہ کو برخاست کرسکتا تھا۔ یہ کاروائی بڑی عجلت میں کی گئی۔

گورنر جنرل نے رائے عامہ سے فائدہ اٹھایا اور ایک اعلان کے ذریعے ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا اور اسمبلی کو توڑ دیا وزیر اعظم محمد علی بوگرہ کو نئی کابینہ بنانے کی دعوت دی گئی جو انہوں نے منظور کر لی۔

مولوی تمیز الدین خان جو منسوخ شدہ اسمبلی کے صدر تھے۔ انہوں نے گورنر جنرل کے اقدام کو سندھ چیف کورٹ میں چیلنج کر دیا اور کورٹ نے مولوی تمیز الدین کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا لیکن حکومت نے سندھ ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی جس نے حکومت کے حق میں فیصلہ دے دیا کہ اسمبلی سات سال کی طویل مدت میں آئین بنانے میں ناکام رہی ہے۔ لہذا غیر نمائندہ بن چکی ہے۔ اب گورنر جنرل نئی آئین سازی اسمبلی قائم کرے۔

نئی آئین ساز اسمبلی کے لئے اسی (۸۰) نشستیں مخصوص کی گئیں۔ جن میں چالیس مشرقی پاکستان کو دی گئیں اور ان میں سے نو مشرقی پاکستان کی اقلیتوں (غیر مسلموں) کے لئے مخصوص کی گئیں۔ باقی علاقوں کے نمائندوں کا مسئلہ آئین ساز اسمبلی پر چھوڑ دیا گیا۔ اس طرح مرکزی آئین ساز اسمبلی کے لئے بالواسطہ انتخابات منعقد کئے گئے جن میں صوبائی اسمبلیوں کے اراکین نے ووٹ دے کر مرکزی اسمبلی کے اراکین منتخب کئے۔ (۸۲)

مغربی پاکستان میں نئے انتخابات کے نتیجہ میں مسلم لیگ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگئی۔ نئی حکومت نے سب سے پہلے وحدت مغربی پاکستان کا بل منظور کیا جس کی رو سے تمام صوبوں کو ختم کر کے مغربی پاکستان کو ایک صوبہ بنا دیا گیا۔ اس سے آئین سازی میں بہت سی آسانیاں پیدا ہوگئیں۔

چودھری محمد علی نے وزیر اعظم بننے کے بعد اپنی پہلی پریس کانفرنس میں قوم سے وعدہ کیا کہ آئین سازی کے مسئلے کو سب پر فوقیت دی جائے گی۔ اس میں شک نہیں کہ وحدتِ مغربی پاکستان کے بعد آئین سازی کا کام آسان ہوگیا لیکن ابھی بہت سی پیچیدگیاں ایسی تھیں جنھیں رفع کرنا ضروری تھا۔ چودھری محمد علی نے رات دن کی محنت سے بالآخر ایسا فارمولا بنالیا، جس پر تمام گروہ راضی ہوگئے۔

آئین کا بل ۹ جنوری ۱۹۵۶ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا گیا اور ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء کو مسودۂ دستور پاس ہوگیا۔ ۲ مارچ ۱۹۵۶ء کو بل گورنر جنرل کی منظوری کے لئے بھیجا گیا اور ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء سے دستور نافذ ہوگیا۔ جس کی رو سے پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔ دستور بنا تو قوم نے سوچا کہ شاید سیاہ رات کٹ گئی اور ایک نئے دور کا آغاز ہوا لیکن ابھی دو ہی برس گزرے تھے کہ قوم کو ایک بار پھر سیاسی بحران سے گزرنا پڑا جس نے ملک کو پھر اسی راہ پر لا کھڑا کیا جسے اس نے بمشکل ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۶ء تک طے کیا تھا۔ اس کی تفصیل سمجھنے سے قبل ۱۹۵۶ء کے دستور کا مطالعہ ضروری ہے۔ (۸۳)

۱۹۵۶ء کا آئین

۲۳، مارچ ۱۹۵۶ء کو پاکستان کا پہلا آئین نافذ کیا گیا۔ اب پاکستان اسلامی جمہوریہ پاکستان بن گیا۔

آئین کی چند ایک خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اس آئین کے ۱۳ اباب، ۲۳۴، آرٹیکل اور چھ جدول تھے۔

۲۔ یہ بظاہر ایک سخت آئین تھا۔

۳۔ یہ ایک وفاقی آئین تھا جس کی تین فہرستیں تھیں۔ وفاقی فہرست، صوبائی فہرست اور متفقہ فہرست۔ وفاقی حکومت کا تعلق وفاقی فہرست سے تھا اور صوبوں کا تعلق صوبائی فہرست سے تھا جب کہ متفقہ فہرست کا استعمال وفاقی اور صوبائی دونوں حکومتیں کر سکتی تھیں۔

۴۔ اس آئین میں قرارداد مقاصد کو بطور اصول پالیسی شامل کیا گیا تھا۔

۵۔ اس آئین میں پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی ایک فہرست بھی شامل تھی جس میں آدمی کا تحفظ، آزادی تقریر، ووٹ ڈالنے کا حق، مذہب کی آزادی وغیرہ شامل تھے۔

۶۔ اس میں عدلیہ کو آزادی دی گئی تھی۔ سپریم کورٹ کو ملک کا اعلیٰ ترین اختیار دیا گیا تھا۔

۷۔ آئین میں اسلامی نکات بھی شامل تھے مثلاً حاکیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہے اور انسان اس کا نائب ہے۔

۸۔ آئین میں اردو اور بنگالی دو قومی زبانیں قرار دی گئی تھیں۔

۹۔ بالغ رائے دہی کو تسلیم کیا گیا۔

۱۰۔ اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق کے تحفظ کا لحاظ رکھا گیا۔

۱۱۔ پس ماندہ علاقوں کیلئے کوشش کرنا

۱۲۔ الیکشن کمیشن کا قیام تا کہ انتخابات منتخب کرائے جا سکیں۔

۱۳۔ اس کے علاوہ ہنگامی حالات کو نبٹنے کیلئے تفصیلات بیان کی گئیں۔(۸۴)

۱۹۶۲ء کا آئین

۱۷ فروری ۱۹۶۰ء میں فیلڈ مارشل نے آئین بنانے کیلئے ایک کمیشن تشکیل دیا جس کے چیئرمین شہاب الدین تھے۔ کمیشن نے مارچ ۱۹۶۱ء میں اپنی رپورٹ پیش کی جس کی روشنی میں آئین بنایا گیا اور یکم جون ۱۹۶۲ء کے دن نافذ کیا گیا۔

۱۹۶۲ء کے آئین کی چیدہ چیدہ خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ یہ ایک تحریر شدہ آئین تھا جس کے پانچ گوشوارے (یا جدول) اور ۲۵۰ دفعات تھیں۔

۲۔ یہ ایک سخت آئین تھا۔

۳۔ اس میں اسلامی نظریاتی نکات شامل تھے۔

۴۔ آئین نے پاکستان کو جمہوری ریاست قرار دیا۔

۵۔ آئین نے صدارتی نظام حکومت تجویز کیا۔

۶۔ آئین میں سدِ باب کا ایک نظام شامل تھا۔

۷۔ آئین نے وفاقی نظامِ حکومت متعارف کرایا۔

۸۔ آئین نے پاکستان کے عوام کو بنیادی انسانی حقوق فراہم کیے۔

۹۔ کسی مذہب سے تعلق رکھنے والے کو اپنے مذہب کا پرچار کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔

۱۰۔ آئین کی نظر میں تمام شہری برابر ہیں۔

۱۱۔ اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

۱۲۔ ذات نسل یا مذہب کی بنیاد پر کسی بھی شہری کو کسی تعلیمی ادارے میں داخلہ پر پابندی نہیں لگائی جائے گی۔

۱۳۔ آئین میں صدر اور اسمبلی میں اختلاف کی صورت میں ریفرنڈم کرایا جانا قرار پایا۔

۱۴۔ آئین میں ایک ایوانی تصور دیا گیا۔

۱۵۔ آئین میں پالیسی کے متعلق چند ایک قوانین شامل تھے۔

۱۶۔ اس نے بالواسطہ انتخاب کا طریقہ متعارف کرایا۔ عوام نے صرف ''بنیادی جمہوریت'' کے ارکان منتخب کرنا تھے جنہوں نے بعد ازاں صدر اور قومی وصوبائی اسمبلیاں منتخب کرنا تھیں۔

۱۷۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کو ''عدالتی نظر ثانی'' Judicial Review کے اختیارات دے دیئے گئے تھے۔ (۸۵)

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۹۷۳ء کا آئین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

جیسا کہ کُل عالم پر صرف خدائے قادرِ مطلق کی حاکمیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجوزہ اختیارات کی حدود کے اندر رہتے ہوئے ان کا استعمال پاکستان عوام کے پاس ایک مقدس امانت کی طرح ہے۔

اور جیسا کہ پاکستانی عوام کی یہ خواہش ہے کہ وہ ایک ایسا نظام قائم کریں۔

☆...... جس کے تحت ریاست اپنے اختیارات واقتدارات کو عوام کی طرف سے چنے جانے والے نمائندوں کی وساطت سے استعمال کرے۔

☆...... جس کے تحت جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے ان اصولوں پر مکمل طور پر عمل کیا جائے جو اسلام کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں۔

☆...... **جس کے تحت مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی شعبہ ہائے حیات میں ان تعلیماتِ اسلامی واقتضائے اسلامی کے مطابق جو قرآن کریم اور سنت میں موجود ہیں، اپنی زندگی کو ڈھالیں۔**

☆...... **جس کے تحت اقلیتوں (غیر مسلموں) کے لئے اس امر کی مناسب گنجائش پیدا کی جائے کہ وہ آزادانہ طور پر اپنے مذہب کی پیروی کر سکیں، مذہبی فرائض پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافت کی نشو ونما کر سکیں۔**

☆...... جس کے تحت وہ تمام علاقے جو اس وقت پاکستان میں شامل ہیں یا جن کا پاکستان کے ساتھ الحاق ہے اور ایسے دیگر علاقے جو بعد ازاں پاکستان میں شامل ہو جائیں گے، یا اُن کا پاکستان کے ساتھ الحاق ہو جائے گا۔ باہم ایک وفاق تشکیل دیں گے جس کی تمام اکائیاں (یونٹ) مجوزہ حدود واختیارات کی حامل ہوں گی۔

☆...... جس کے تحت بنیادی بشمول مساوی حیثیت ومواقع اور قانونی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی انصاف اور آزادئ افکار و اظہارِ خیال، آزادی عقیدہ وعبادت اور وابستگی کی ضمانت باستثنائے قانون واخلاقِ عامہ حاصل ہو۔

☆...... **جس کے تحت اقلیتوں (غیر مسلموں) اور پسماندہ وملول طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کے لئے مناسب گنجائش پیدا کی جائے۔**

☆...... جس کے تحت وفاق کے تمام علاقوں کی سالمیت، وفاق کی آزادی، اس کے تمام حقوق بشمول حقوقِ حاکمیت فضا و بحر و بر کا مکمل تحفظ ہو۔

تا کہ پاکستان کے عوام پھل پھول سکیں، اقوامِ عالم میں اپنے لئے موزوں اور باعزت مقام حاصل کر سکیں اور بین الاقوامی امن، ترقی اور انسانی مسرتوں کے لئے بھرپور جدوجہد کر سکیں۔ لہٰذا ہم پاکستان کے عوام

☆...... خداوند قادرِ مطلق اور بنی نوع انسان کے سامنے اپنی ذمہ داریوں سے مکمل باخبر،

☆...... حصولِ پاکستان کے لئے عوام کی قربانیوں سے آگاہ،

☆...... بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے اس ارشادِ گرامی سے کہ پاکستان ایک جمہوری مملکت ہوگی جس کی بنیاد معاشرتی انصاف کے اسلامی اصولوں پر استوار ہوگی۔...... سے وفادار،

☆...... ظلم و ستم اور جبر کے خلاف مسلسل عوامی جدوجہد کے بعد حاصل کردہ جمہوریت کی حفاظت و نگہداشت کے لئے وقت،

☆...... ایک نئے نظام کے قیام کے ذریعہ مساوات پسند معاشرے کی تشکیل کر کے اپنے قومی و سیاسی اتحاد اور سالمیت کے تحفظ سے سرشار،

☆...... قومی اسمبلی اپنے نمائندوں کی وساطت سے اپنے لئے درج ذیل آئین وضع و اختیار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اس کا پابند کرتے ہیں۔

تعارف

1۔ جمہوریہ اور اس کے علاقے:

۱...... پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہوگا جسے اسلامی جمہوریۂ پاکستان کے نام سے پکارا جائے گا۔ اور اب اس آئین میں اس کا ذکر پاکستان کے نام سے کیا جائے گا۔

۲...... اس آئین کا اطلاق پاکستان کے درج ذیل علاقوں پر ہوگا۔

(الف) صوبہ ہائے بلوچستان، شمالی مغربی سرحد، پنجاب اور سندھ،

(ب) اسلام آباد کا علاقہ دارالحکومت کے نام سے یاد کیا جائے گا۔

(ج) وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقے اور وہ تمام ریاستیں اور علاقے جو اس وقت پاکستان میں موجود ہیں یا جنہیں پاکستان میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ خواہ یہ شمول بصورتِ الحاق ہو یا کسی اور طریق سے۔

۳...... مجلسِ شوریٰ پارلیمان، مناسب شرائط وغیرہ کے تحت نئی ریاستوں یا علاقوں کو وفاق میں شامل کر سکتی ہے۔

2۔ اسلام، سرکاری مذہب:

اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا۔

(الف) قراردادِ مقاصد میں دیئے گئے اصولوں اور شقوں کو دستور کا مؤثر حصہ بنادیا گیا ہے اور یہ اسی طرح لاگو ہوں گی۔

3۔ استحصال کا خاتمہ:

مملکت ہر قسم کے استحصال کے خاتمہ کی ضمانت دے گی۔ نیز مملکت ہر ایک کا حصہ اس کی قابلیت کے مطابق اور ہر ایک کا مرتبہ اس کے کام کے مطابق کے بنیادی اصول کی بتدریج بجا آوری وتکمیل کی ضمانت دیتی ہے۔

4۔ بنیادی حقوق از روئے مطابقت قانون وغیرہ

ا۔ ہر شہری خواہ وہ کسی جگہ بھی ہو، کو قانون کی حفاظت کے دائرے میں رہنے اور قانونی سلوک کے مستحق ہونے کا حق ہے اور یہ حق ناقابلِ انتقال ہے۔ وقتی طور پر پاکستان میں مقیم ہر شخص کو بھی یہی حق حاصل ہے۔ (۲) بالخصوص

(الف) کسی شخص کی زندگی، آزادی، جسم، ساکھ یا املاک کے خلاف کوئی ضرر رساں اقدام نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ یہ اقدام قانون کے عین مطابق ہو۔

(ب) کسی شخص کو ایسا کوئی کام کرنے سے روکا جائے گا نہ ہی رکاوٹ پیدا کی جائے گی جو قانوناً ممنوع ہو......اور

(ج) کسی شخص کو ایسا کوئی کام کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ جس کا تقاضائے قانونی موجود نہ ہو۔

5۔ ریاست سے وفاداری اور آئین وقانون کی اطاعت:

ا۔ ریاست سے وفاداری ہر شہری کا بنیادی فرض ہے۔

(۲) ہر شہری خواہ وہ کہیں بھی ہو یا وقتی طور پر مقیم ہو آئین وقانون کا بنیادی طور پر پابند ہے۔

6۔ شدید غداری:

ا۔ کوئی بھی شخص جو بزورِ قوت، بہ مظاہرۂ قوت یا کسی دیگر غیر آئینی طریق سے آئین کی تنسیخ کرتا ہے یا ایسی کسی کوشش یا سازش میں ملوث پایا جاتا ہے، شدید قسم کی غداری کا مرتکب ہوگا۔ (نوٹ اس میں آئین منسوخ کرکے مارشل لاء لگانا بھی شامل ہے)

۲۔ بعینہٖ وہ شخص بھی شدید قسم کی غداری کا مرتکب ہوگا جو ذیلی دفعہ نمبر ا میں بیان کئے گئے اقدامات میں کسی کی معاونت کرتا ہے۔

۳۔ شدید قسم کی غداری کے مرتکب اشخاص کو قرار واقعی سزا دینے کے لئے پارلیمان قانون وضع کرے گی۔ (۸۶)

فصل پنجم

پاکستانی اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق کی آئینی ضمانت

آئین میں اقلیتوں کے لئے جو خصوصی ضمانتیں (مراعات) دی گئی ہیں اُن متعلقہ دفعات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

مذہبی آزادی اور مذہبی ادارے قائم کرنا:

Article 20: Freedom to profess religion and to manage religious institutions. Subject to law, public order and morality:-

(a) every citizen shall have the right to profess, practise and propagate his religion; and

(b) every religious denomination and every sect thereof shall have the right to establish, maintain and manage its religious institutions. (87)

آرٹیکل نمبر۲۰: ا۔ ہر شہری کو اپنے مذہب پر ایمان رکھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی نشر و اشاعت کا حق حاصل ہوگا۔

ب۔ ہر مذہبی طبقے اور اس کے ہر فرقے کے لوگوں کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے اور ان کی سرپرستی کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

خصوصی ٹیکس سے استثناء:

Article 21: Safeguard against taxation for purposes of any particular religion. No person shall be compelled to pay any special tax the proceeds of which are to be spent on the propagation or maintenance of any religion other than his own. (88)

آرٹیکل نمبر۲۱: کسی شخص کو ایسا خصوصی ٹیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ جس کی آمدنی اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی نشر و اشاعت کا اس کی نگہداشت پر خرچ ہو۔

مذہبی تعلیم و تربیت کا تحفظ:

Article 22: Safeguards as to educational institutions in respect of religion, etc.

(1) No person attending any educational institution shall be required to receive religious instruction, or take part in any religious ceremony, or attend religious

worship, if such instruction, ceremony or worship relates to a religion other than his own.

(2) In respect of any religious institution, there shall be no discrimination against any community in the granting of exemption or concession in relation to taxation.

(3) Subject to law:

(a) no religious community or denomination shall be prevented from providing religious instruction for pupils of that community or denomination in any educational institution maintained wholly by that community or denomination; and

(b) no citizen shall be denied admission to any educational institution receiving aid from public revenues on the ground only of race, religion, caste or place of birth.

(4) Nothing in this Article shall prevent any public authority from making provision for the advancement of any socially or educationally backward class of citizens. (89)

آرٹیکل نمبر۲۲: (۱) کسی فرد کیلئے جو کسی تعلیمی ادارے میں زیرِ تعلیم ہو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا اسے کسی مذہبی تقریب میں شرکت کرنے یا مذہبی عبادت میں شریک ہونے کیلئے مجبور کیا جائے گا بشرطیکہ یہ تعلیم، تقریب یا عبادت اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب سے تعلق رکھتی ہو۔

(۲) کسی تعلیمی ادارے کو...... ٹیکسوں سے مستثنیٰ قرار دینے یا رعائت دینے کے سلسلے میں کسی اقلیتی فرقے سے کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

(۳) (الف) کسی مذہبی جماعت یا فرقے کو اس جماعت یا فرقے کی طرف سے قائم کردہ تعلیمی ادارے میں اس جماعت کے شاگردوں کو مذہبی تعلیم دینے سے روکا نہیں۔

(ب) کسی شہری کو کسی ایسے تعلیمی ادارے میں جو کہ پبلک ریونیو سے امداد حاصل کر رہا ہو، نسل مذہب، ذات یا جائے پیدائش کی بنیاد پر داخلے سے انکار نہیں کیا جائے گا۔

(۴) اس آرٹیکل میں کوئی امر کسی پبلک اتھارٹی کو سماجی و تعلیمی لحاظ سے پس ماندہ شہریوں کی کسی جماعت کی ترقی کے اقدامات کرنے سے باز نہیں رکھے گا۔

قانون کے مطابق شہریوں کی برابری:

Article 25: Equality of citizens.

(1) All citizens are equal before law and are entitled to equal protection of law.

(2) There shall be no discrimination on the basis of sex alone.

(3) Nothing in this Article shall prevent the State from making any special provision for the protection of women and children. (90)

آرٹیکل نمبر ۲۵: قانون کی نظر میں تمام شہری برابر ہیں اور وہ قانون کے مطابق تحفظ کے مستحق ہیں۔ کسی شہری سے جنس کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 4 میں پاکستان میں رہنے والے تمام شہریوں کو حق آزادی عطا کی گئی ہے اور ایک جیسا شہری کہا ہے۔

ہر شہری کا یہ ذاتی حق ہے کہ اس کے ساتھ قانون کے تحت برتاؤ کیا جائے:

Article 4: **Rights of individuals to be dealt with in accordance with law, etc.**

(1) To enjoy the protection of Law and to be treated in accordance with law is the inalienable right of every citizen, where ever he may be, and of every other person for the time being within Pakistan.

(2) In particular:

(a) No action determental to the life, liberty, body, reputation or property of any person shall be taken except in accordance with law;

(b) No person shall be prevented from or be hindered in doing that which is not prohibited by law; and

(c) No person shall be compelled to do that which the law does not require him to do. (91)

(۱) قانون کی حفاظت سے وہ لطف اندوز ہو۔ اور قانون کے مطابق ہر کسی کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے۔ وہ جہاں کہیں بھی ہو، یا وقتی طور پر جو کوئی بھی پاکستان میں ہو۔

(۲) خاص طور پر

(a) بغیر کسی قانون سازی کے لوگوں کی زندگی آزادی، جسم، شہرت، دولت میں دخل اندازی نہیں کی جائے گی۔

(b) کسی شخص کو اُس کام کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا جسے قانون نے نہ روکا ہو۔

(c) کسی آدمی کو کسی ایسا کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس کی قانون نے حوصلہ افزائی نہ کی ہو۔)

عوامی جگہوں پر بلاتفریق رسائی:

Article 26: Non-discrimination in respect of access to public places.

(1) In respect of access to places of public entertainment or resort not intended for religious purposes only, there shall be no discrimination against any citizen on the ground only of race, religion, caste, sex, residence or place of birth.

(2) Nothing in clause (1) shall prevent the State from making any special provision for women and children.(92)

آرٹیکل نمبر ۲۶: عوام کی سیر وتفریح کے ایسے مقامات جو صرف مذہبی مقصد کے مخصوص نہ ہوں تک رسائی کے سلسلے میں کسی شہری سے نسل، مذہب، ذات، جنس، رہائش کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

ملازمتوں میں بلاتفریق تقرری:

Article 27: Safeguard against discrimination in services.

No citizen otherwise qualified for appointment in the service of Pakistan shall be discriminated against in respect of any such appointment on the ground only of race, religion, caste, sex, residence or place of birth. (93)

آرٹیکل نمبر ۲۷: کسی شہری سے جو پاکستان کی خدمت میں تقرری کا اہل ہو نسل، مذہب، ذات جنس یا رہائش یا جائے پیدائش کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

زبان، رسم الخط اور ثقافت کا تحفظ:

Article 28: Preservation of language, script and culture.

Subject to Article 251 any section of citizens having a distinct language, script or culture shall have the right to preserve and promote the same and subject to law, establish institutions for that purpose. (94)

آرٹیکل نمبر ۲۸: دفعہ ۲۵۱ کے تابع ہر جماعت یا شہری جو کہ مخصوص زبان رسم الخط یا ثقافت رکھتے ہوں اس امر کا حق حاصل ہوگا کہ وہ ان کو قانون کے مطابق محفوظ رکھ سکیں اور انہیں فروغ دے سکیں۔ اور اس مقصد کے لئے ادارہ قائم کر سکیں۔

اقلیتوں کا تحفظ:

Article 36: Protection of Minorities.

The State shall safeguard the legitimate rights and interests of minorities, including their due representation in the Federal and Provincial services. (95)

آرٹیکل نمبر ۳۶: حکومت اقلیتوں (غیر مسلموں) کے جائز حقوق اور مفادات کا تحفظ کرے گی۔ انہیں وفاقی وصوبائی حکومتوں میں مناسب نمائندگی دے گی۔

سماجی انصاف کی ترقی اور سماجی برائیوں کا خاتمہ:

Article 37: Promotion of social justice and eradication of social evils.

The State shall:

(a) promote, with special care, the educational and economic interests of backward classes or areas;

(b) remove illiteracy and provide free and compulsory secondary education within minimum possible period;

(c) make technical and professional education generally available and higher education equally accessible to all on the basis of merit;

(d) ensure inexpensive and expeditious justice;

(e) make provision for securing just and humane conditions of work, ensuring that children and women are not employed in vocations unsuited to their age or sex, and for maternity benefits for women in employment;

(f) enable the people of different areas, through education, training, agricultural and industrial development and other methods, to participate fully in all forms of national activities, including employment in the service of Pakistan;

(g) prevent prostitution, gambling and taking of injurious drugs, printing, publication, circulation and display of obscene literature and advertisements;

(h) prevent the consumption of alcoholic liquor otherwise than for medicinal and, in the case of non-Muslims, religious purposes; and

(i) decentralise the Government administration so as to facilitate expeditious disposal of its business to meet the convenience and requirements of the public. (96)

آرٹیکل نمبر ۳۷: (a) ریاست پسماندہ علاقوں میں تعلیمی اور معاشی ترقی میں خصوصی دلچسپی لے گی۔

(b) معاشرہ میں خصوصاً پسماندہ طبقوں کے افراد کے لئے ناخواندگی کو ختم کرے گی۔ اور کم سے کم مدت میں ثانوی لازمی تعلیم مفت مہیا کرے گی۔

(c) فنی، پیشہ ورانہ واعلیٰ تعلیم کا حصول میرٹ کی بنیاد پر ہوگا اور تمام افراد کے لئے یکساں مواقع مہیا کرے گی۔

(d) سستا اور فوری انصاف کو یقینی بنایا جائے گا۔

(e) تمام شہریوں کو حصول ملازمت میں انصاف کو یقینی بنایا جائے گا۔ ان کی بلالحاظ جنس وعمر بچوں اور عورتوں سے کسی قسم کی بیگار نہیں لی جائے گی۔ ملازمت کے دوران خواتین کو بوقت زچگی چھٹیوں کی سہولت ہوگی۔

(f) مختلف علاقوں کے لوگوں کو بذریعہ تعلیم وتربیت زرعی وصنعتی ترقی اور دیگر ذرائع سے اس قابل بنا دیا جائے گا کہ مختلف ملازمتوں کے ذریعے پاکستان کی قومی خدمت میں مکمل شمولیت اختیار کرسکیں۔

(g) قحبہ گری، جوا، مضر صحت ادویات کا استعمال، فحش لٹریچر کی پرنٹنگ وتقسیم اور فحش اشتہارات کی تشہیر ممنوع ہوگی۔

(h) شراب کے استعمال کی ممانعت ہوگی سوائے ادویات میں استعمال اور غیر مسلموں کو اپنے مذہبی تہواروں میں استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔

(i) سرکاری انتظامیہ اپنے اختیارات کو نچلی سطح تک منتقل کرے گی تا کہ عوام کو بہتر سہولیات مل سکیں۔

حق ووٹ دہی:

پاکستان کے تمام شہریوں کو قومی اسمبلی وصوبائی اسمبلی کے ممبران کو آزادی کے ساتھ ووٹ دینے کا حق حاصل ہے اور اسمبلی کے ممبران کو اپنی مرضی کے مطابق قانون کے مطابق چننے کا حق حاصل ہے۔

Article 51: (2A) In addition to the number of seats referred to in clause (1A), there shall be, in the National Assembly, ten seats reserved for non-Muslims.] (97)

آرٹیکل نمبر ۵۱: کلاز 2A میں خصوصی طور پر قومی اسمبلی کی 10 سیٹیں پاکستان کی تمام غیر مسلم اقلیتوں کیلئے مخصوص کی گئی۔

صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی:

Article 106: (3) In addition to the seats in the Provincial Assemblies for the Provinces of Baluchistan, the Punjab, the North-West Frontier and Sindh specified in clause (1), there shall be in the those assemblies the number of seats hereinafter specified for non-Muslims. (98)

آرٹیکل نمبر ۱۰۶: صوبہ جات بلوچستان، پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ اور سندھ کی صوبائی اسمبلی میں مقرر کردہ نشستوں کے علاوہ ان اسمبلیوں میں عیسائی اور دیگر اقلیتوں کے لئے مندرجہ ذیل نشستیں محفوظ رکھی جائیں گی۔

بلوچستان 1 شمالی مغربی صوبہ سرحدی صوبہ 1 پنجاب 1 سندھ 1

پاکستان کی پارلیمنٹ نے 1991ء میں شریعت ایکٹ کی منظوری دی۔ جس میں اس امر کا خصوصی لحاظ رکھا گیا کہ غیر مسلموں کے حقوق پر اس کی زد نہ پڑے۔ ذیل میں اس ایکٹ کا مکمل متن پیش ہے:

شریعت ایکٹ 1991ء

ہر گاہ کہ ساری کائنات پر حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس حاکمیت کو پاکستان کے عوام کی طرف سے اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے اس کی بیان کردہ حدود کے اندر استعمال کرنا ایک مقدس امانت ہے۔

اور ہر گاہ کہ اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا جاچکا ہے اور اس طرح تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن مجید اور سنت کے احکام پر عمل کریں تا کہ ان کی زندگیاں مکمل طور پر خدائی قوانین کی اطاعت کے تحت آجائیں۔

اور ہر گاہ کہ قرار داد مقاصد کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مستقل جزو کے طور پر شامل کیا گیا ہے اور ہر گاہ کہ اسلامی ریاست کی یہ ایک بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ شہریوں کی عزت، زندگی، آزادی، جائیداد اور بنیادی حقوق کا تحفظ کرے اور امن کو یقینی بنائے اور اسلامی نظام عدل کے ذریعے تمام عوام کو سستا اور جلد انصاف فراہم کرے۔

اور ہر گاہ کہ اسلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اسلامی اقدار کی بنیاد پر سماجی نظام قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اور ہر گاہ کہ مذکورہ بالا مقاصد اور اہداف کے حصول کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان اقدامات کی آئینی اور قانونی پشتیبانی کی جائے۔

چنانچہ درج ذیل قانون بنایا جاتا ہے:

(۱) مختصر نام اطلاق اور آغاز

(۲) اس ایکٹ کو نفاذ شریعت ایکٹ 1991ء کا نام دیا گیا ہے۔

(۳) اس کا اطلاق پورے پاکستان پر ہوگا۔

(۴) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

(۵) اس ایکٹ کا کوئی جزو غیر مسلم کے پرسنل لا، مذہبی آزدی، روایات، رسوم ورواج اور طرز زندگی پر اثر انداز نہ ہوگا۔

(۲) تعریف......اس ایکٹ میں شریعت کا مطلب قرآن وسنت کے بیان کردہ اسلامی احکامات ہیں۔

وضاحت......ا۔ شریعت کی تشریح وتوضیح کرتے وقت قرآن وسنت کی تشریح وتوضیح کے مسلمہ اصولوں کی پیروی کی جائے اور اسلام کے مسلمہ فقہاء کی تشریح اور آراء پر عمل کیا جائے گا۔ موجودہ اسلامی مکاتب فقہ کی آراء پر بھی غور کیا جاسکتا ہے۔

وضاحت......۲۔ جیسا کہ آئین کے آرٹیکل ۲۲۷ میں بیان کیا گیا ہے مسلمانوں کے کسی بھی فرقہ کے پرسنل لاز کے حوالے سے تشریح کرتے وقت قرآن وسنت کی تشریح سے مراد قرآن وسنت کی اس فرقہ کی تشریح ہوگی۔

(۳) شریعت کی بالادستی۔......شریعت یعنی اسلام کے احکامات جو قرآن وسنت میں بیان کئے گئے ہیں، پاکستان کا بالادست قانون (سپریم لاء) ہوں گے بشرطیکہ سیاسی نظام اور حکومت کی موجودہ شکل متاثر نہ ہو۔

(۴) قوانین کی تشریح شریعت کی روشنی میں ہوگی اس ایکٹ کے مقصد کے لئے۔

الف...... تشریح کرتے وقت اگر ایک سے زائد تشریحات ممکن ہوں تو عدالت اس تشریح کو اپنائے گی جو اسلامی اصولوں اور فقہ کے مطابق ہوگی اور

ب...... جہاں دو یا اس سے زائد تشریحات مساوی طور پر ممکن ہوں تو وہ تشریح اختیار کی جائے گی جو آئین میں پالیسی کے اصولوں اور اسلامی دفعات کو آگے بڑھائے۔

(۵) مسلمان شہریوں کی طرف سے شریعت پر عمل کرنا۔ پاکستان کے تمام مسلمان شہری شریعت اور ایکٹ پر عمل کریں گے۔

(۶) شریعت کی تعلیم اور اس کی تربیت وغیرہ۔......ریاست درج ذیل مقاصد کے لئے مؤثر انتظامات کرے گی۔

الف...... تعلیمی اور پیشہ وارانہ تربیت کی مناسب سطح پر شریعت، اسلامی فقہ اور اسلامی قانون کی دیگر تمام شاخوں کی تعلیم اور تربیت

ب......لاء کالجوں کے نصاب میں شرعی کورس شامل کرنا۔

ج......عربی زبان کی تعلیم دینا اور

د......شریعت اسلامی فقہ اور افتاء کی مناسب تعلیم رکھنے والے افراد کی خدمات عدالتی نظام کے لئے حاصل کرنا۔

(۷) تعلیم کی اسلامائزیشن......

ا۔ ریاست اس بات کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کرے گی کہ پاکستان کا تعلیمی نظام، تعلیم وتدریس اور کردار سازی کی اسلامی اقدار کی بنیاد پر قائم ہو۔

(۲) وفاقی حکومت اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد ۳۰ دنوں کے اندر اندر ماہرینِ تعلیم، ماہرینِ قانون، علماء اور منتخب نمائندوں، جنہیں وہ مناسب سمجھے، پر مشتمل ایک کمیشن قائم کرے گی اور ان میں سے ایک کو کمیشن کا چیئرمین مقرر کرے گی۔

(۳) کمیشن کا کام یہ ہوگا کہ وہ پاکستان کے نظامِ تعلیم کا جائزہ لے تاکہ ذیلی دفعہ ا میں بیان کردہ مقاصد حاصل کئے جاسکیں اور اس سلسلہ میں سفارشات تیار کرے۔

(۴) کمیشن کی سفارشات پر مشتمل ایک رپورٹ وفاقی حکومت کو پیش کی جائے گی جو اسے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوانوں کے سامنے رکھے گی۔

(۵) کمیشن کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ جس حوالے سے بھی مناسب سمجھے اپنی کاروائی کرے اور اپنا طریقہ کار بنائے۔

(۶) تمام انتظامی اتھارٹیاں ادارے اور مقامی اتھارٹیاں کمیشن کی مدد کریں گی۔

(۷) حکومتِ پاکستان کی وزارتِ تعلیم کمیشن سے متعلقہ انتظامیہ امور کی ذمہ دار ہوگی۔

(۸) معیشت کی اسلامائزیشن

(۱) ریاست اس امر کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کرے گی کہ پاکستان کا اقتصادی نظام اسلامی اقتصادی مقاصد، اصولوں اور ترجیحات کی بنیاد پر تعمیر کیا جائے۔

(۲) وفاقی حکومت اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد ۳۰ دن کے اندر اندر ماہرینِ اقتصادیات، بنکاروں، قانون دانوں، علماء اور منتخب نمائندوں اور ایسے دوسرے افراد، جنھیں وہ مناسب سمجھے، پر مشتمل ایک کمیشن قائم کرے گی اور ان میں سے ایک کو کمیشن کا چیئرمین مقرر کرے گی۔

(۳) کمیشن کے ذمہ یہ کام ہوں گے۔

(الف) ایسے اقدامات، جن میں مناسب متبادل بھی شامل ہوں گے۔ تجویز کرنا جن کی بدولت اسلام کا بیان کردہ اقتصادی نظام قائم کیا جا سکے۔

(ب) پاکستان کے اقتصادی نظام میں ایسی تبدیلیوں کے لئے جن سے آئین کے آرٹیکل ۳۸ میں بیان کردہ عوام کی سماجی اور اقتصادی بہبود حاصل ہو سکے، ذرائع طریقے اور حکمت عملی تجویز کرنا۔

(ج) ہر مالی قانون یا ٹیکس اور فیس عائد کرنے یا ان کی وصولی سے متعلقہ قانون یا بینکاری اور انشورنس کے قانون یا طریقہ کار کا جائزہ لینا تاکہ یہ امر متعین کیا جا سکے کہ یہ قوانین شریعت سے متصادم ہیں یا نہیں اور ان قوانین کے طریقہ ہائے کار کو شریعت کے مطابق بنانے کے لئے سفارشات تیار کرنا اور

(د) اقتصادیات کی اسلامائزیشن میں ہونے والی پیش رفت کی نگرانی کرنا اس میں کوتاہیوں اور رکاوٹوں کی شناخت کرنا اور کسی بھی مشکل کو دور کرنے کے لئے متبادل تجویز کرنا۔

(۴) کمیشن اقتصادی امور کے ہر شعبہ سے کم از کم ممکن وقت میں ربٰو کے مکمل خاتمہ کے عمل کی نگرانی کرے گا اور حکومت کو اقدامات کی سفارش کرے گا جو معیشت سے ربٰو کے مکمل خاتمہ کو یقینی بنائے گا۔

(۵) کمیشن باقاعدہ بنیادوں پر مناسب وقفوں سے اپنی رپورٹیں وفاقی حکومت کو پیش کرے گا جو انہیں مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوانوں میں رکھے گی اور کمیشن اسلامی اقتصادی نظام کے قیام کے سلسلے میں وفاقی حکومت کے کسی بھی استفسار کا جواب دے گا۔

(٦) کمیشن کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی کاروائی اور طریقۂ کار کو ہر حوالے سے جو وہ مناسب سمجھے چلائے۔

(٧) تمام انتظامی اتحاد، اتھارٹیاں، ادارے اور مقامی اتھارٹیاں کمیشن کی مدد کریں گے۔

(٨) حکومت پاکستان کی وزارتِ خزانہ کمیشن سے متعلق انتظامی امور کی ذمہ دار ہوگی۔

(٩) ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلامی اقدار کا فروغ ۱۔ حکومت ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلامی اقدار کو فروغ دینے کے سلسلے میں ضروری اقدامات کرے گی۔ ۲۔ شریعت کے خلاف توہین آمیز مواد جس میں فحاشی کی ترغیب دی گئی ہوگی اشاعت پر مکمل پابندی ہوگی۔

(١٠) ہر شہری کی جان و مال اور شخصی آزادی کی ضمانت۔ پاکستان کے ہر شہری کے جان و مال عزت حقوق اور آزادی کے تحفظ کی خاطر حکومت قانونی اور انتظامی اقدامات کرے گی جس کے تحت (الف) انتظامیہ اور پولیس میں اصلاحات کا نفاذ (ب) دہشت گردی اور سبوتاژ اور تخریبی سرگرمیوں کو روکنا (ج) غیر قانونی اسلحہ کا رکھنا اور اس کے مظاہرے پا پابندی لگانا۔

(١١) رشوت اور کرپشن کا خاتمہ۔ رشوت ستانی، کرپشن اور بددیانتی پر قابو پانے کے لئے حکوت قانونی اور انتظامی اقدامات کرے گی اور ہر جرم کے لئے مثالی سزا دی جائے گی۔

(١٢) فحاشی اور بے حیائی کو دور کرنا۔ فحاشی بے حیائی اور دیگر غیر اخلاقی حرکات کے خاتمہ کے لئے حکومت قانونی اور انتظامی اختیارات کا سختی سے استعمال کرے گی۔

(١٣) سماجی برائیوں کا خاتمہ۔ قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصولوں کے تحت اسلامی شعائر کے فروغ کے لئے حکومت سماجی برائیوں پر قابو پانے اور ان پر عمل درآمد کے لئے ضروری قوانین وضع کرے گی۔

(١٤) نظامِ عدل۔ حکومت عدلیہ کے نظام کو اسلامی رنگ دینے کے لئے ضروری اقدامات کرے گی اور ایسے قوانین کو ختم کر دے گی جن میں مختلف عدالتوں میں ایک ہی مقدمہ کی سماعت سے انصاف حاصل کرنے میں تاخیر ہوتی ہو اس کے علاوہ مقدمہ کے اخراجات میں کمی کے علاوہ عدالت سے انصاف کے حصول کی جستجو کو یقینی بنایا جائے گا۔

(١٥) بیت المال (ویلفیئر فنڈ) غریبوں، بے سہارا، حاجت مندوں، معذوروں، بیواؤں، یتیموں اور بے کس لوگوں کی مالی امداد کے لئے حکومت ایک بیت المال قائم کرے گی۔

(١٦) نظریۂ پاکستان کا تحفظ۔ پاکستان کو ایک اسلامی مملکت کی حیثیت سے اس کے نظریۂ یکجہتی اور استحکام کی حفاظت کے لئے حکومت ضروری قوانین نافذ کرے گی۔

(١٧) جھوٹے الزامات کے خلاف حفاظتی اقدامات: پاکستانی شہریوں کے خلاف جھوٹے الزامات کردار کشی اور ان کی پرائیویٹ زندگی کے خلاف سرگرمیوں کو روکنے کے لئے حکومت قانونی اور انتظامی کاروائی کرے گی تا کہ ان کی عزت اور

شہرت کا تحفظ کیا جائے۔

(۱۸) بین الاقوامی مالیاتی فرائض۔اس ایکٹ میں شامل ہر جزو یا کسی عدالت کے فیصلے کے باوجود جب تک کہ متبادل اقتصادی نظام نافذ نہیں کر دیا جاتا۔موجودہ مالی ذمہ داریاں اور قومی اداروں اور غیر ملکی اداروں کے درمیان کیے جانے والے معاہدے، بہ قرار قانونی واجب العمل اور جاری رہیں گے۔

تشریح: اس شق میں قومی ادارے کی تشریح کے طور پر ایسے تمام وفاقی اور صوبائی ادارے قانونی کارپوریشنیں، کمپنیاں، ادارے، کسی باڈی کے رکن یا پاکستان کا کوئی شخص اور غیر ملکی ایجنسی کی اصطلاح میں بیرونی حکومت، غیر ملکی مالیاتی ادارہ، غیر ملکی کیپٹل مارکیٹ جس میں بینک یا کوئی غیر ملکی قرضہ جاری کرنے والی کمپنی بشمول فردِ واحد اور مال مہیا کرنے یا خدمات ادا کرنے والا شخص۔

(۱۹) موجودہ فرائض کو پورا کرنا۔اس ایکٹ میں شامل ہر جزو یا اس کے تحت کیا جانے والا کوئی فیصلہ، کسی بھی ادا شدہ مالیاتی فرائض بشمول کوئی معاہدہ جو کسی کنٹریکٹ کے تحت کیا گیا ہو یا کسی دوسرے طریقہ سے جس میں رقم کی ادائیگی کا وعدہ کیا گیا ہو یا وفاقی و صوبائی حکومت کسی مالیاتی یا قانونی ادارے یا کسی دیگر ادارے نے ادائیگی کا وعدہ کیا اور یہ سب کنٹریکٹ اور ادائیگی کے وعدے قانونی اور پابند رہیں گے اور اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک کہ ایک متبادل اقتصادی نظام معرضِ وجود میں نہ آ جائے۔

(۲۰) عورتوں کے حقوق اثر انداز نہیں ہوں گے۔اس ایکٹ میں شامل کسی بھی جزو کے باوجود آئین کے تحت عورتوں کو دیئے جانے والے کوئی بھی حقوق اثر انداز نہیں ہوں گے۔

(۲۱) پارلیمینٹ کے قانون سازی کے حقوق اثر انداز نہیں ہوں گے۔اس ایکٹ میں شامل کسی بھی جزو کے باوجود پارلیمینٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو آئین کے تحت متعلقہ امور کے بارے میں قانون سازی کے خصوصی حقوق حاصل ہوں گے۔

(۲۲) اس ایکٹ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے وفاقی حکومت سرکاری گزٹ میں ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے قوانین کا اعلان کر سکے گی۔

مقاصد اور ان کی وجوہات کی تشریح:

پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کی عوامی خواہش کا احترام کرتے ہوئے دیگر اُمور کے علاوہ

(الف) ایک ایسا سماجی نظام قائم کیا جائے گا جس میں شہریوں کے مابین مساوات پر مبنی ایک ایسی سوسائٹی قائم کی جائے جو لوٹ کھسوٹ کی بجائے شہریوں کے جان و مال، آزادی اور حقوق کو یقینی بنائے اور آزادانہ اسلامی انصاف کی طرز پر ہر شہری کو سستا اور فوری انصاف مہیا کرے۔

(ب) شریعت کے مطابق ایسا مسلم معاشرہ رائج کیا جائے گا جس کے تحت رشوت، کرپشن اور بدعنوانی کا خاتمہ ہو۔

(ج) فحاشی، غیر اخلاقی اور دیگر سماجی برائیوں کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔ یہ بل قرار دیتا ہے کہ شریعت یعنی قرآن و سنت کے بیان کردہ احکام پاکستان کا سپریم لاء ہوں گے۔ بل تقاضا کرتا ہے کہ پاکستان کے تمام مسلمان شہری شریعت پر ایمانداری سے عمل کریں گے۔ بل ریاست پر ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ:

(الف) شریعت اور اسلامی فقہ کے اصولوں کی تعلیم و تربیت کے لئے نتیجہ خیز انتظامات کرے۔

(ب) اسلامی طریقۂ انصاف کو با اثر بنانے کے لئے ضروری اقدامات کرے تا کہ لوگوں کو مختلف عدالتوں سے رجوع کرنے کی ضرورت سے بچا جا سکے۔

(ج) لوگوں کی زندگی، عزت، آزادی، جائیداد اور حقوق کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لئے پولیس میں اصلاحات کرے۔

(د) ہر قسم کی کرپشن کو ختم کرنے کے لئے قانون کو جامع اور اثر پذیر بنائے۔

(ہ) غریبوں، حاجت مندوں، بیواؤں، یتیموں اور بے سہارا شہریوں کی مدد کے لئے ایک بیت المال قائم کرے۔

(و) فحاشی، بے حیائی اور دیگر برائیوں کے خاتمہ کے لئے قانونی اور انتظامی اقدامات کرے۔

(ز) پاکستان کے نظریہ، استحکام اور یکجہتی کی حفاظت کے لئے ضروری قوانین وضع کرے۔

(ح) غیر قانونی اسلحہ رکھنے یا اس کا مظاہرہ کرنے پر پابندی لگانے کے لئے ضروری قوانین بنائے۔

(ط) پاکستان کے اقتصادی نظام کو اسلامی اقدار اور اصولوں کی بنیاد پر قائم رکھنے کے لئے ایک کمیشن قائم کرے جس میں ماہرین اقتصادیات، بنکنگ، قانونی ماہرین، علماء اور عوام کے منتخب نمائندے شامل ہوں، جن کے فرائض میں ایسے اقدامات اور طریق کار کی سفارش کرنا ہے جو موجودہ اقتصادی نظام کے بدلے ایک اسلامی اقتصادی نظام کی بنیاد رکھ سکے، جس پر عمل کرنے سے اقتصادیات کو اسلامائزیشن کے روپ میں ڈھالا جا سکے۔ اور یہ ایک ایسا اسلامی اقتصادی نظام ہو جو اقتصادیات کے ہر شعبہ سے ربوا کا کلی طور پر خاتمہ کر سکے اور یہ عمل جلد از جلد ہونا چاہئے۔

(ی) ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے ضروری اقدامات کرے۔

(س) پاکستان کے تعلیمی نظام کو اسلامی اقدار پرستی تعلیمات درس و تدریس اور اخلاقیات کے فروغ کو یقینی بنانے کے لئے ضروری اقدامات کے سلسلے میں ایک کمیشن قائم کرے۔ جس میں تعلیمی ماہرین، قانون دان، علماء اور عوام کے منتخب نمائندے شامل ہوں گے۔ جو مندرجہ ذیل اُمور کے لئے اپنی سفارشات پیش کریں:

(أ) سماجی برائیوں کو دور کرنے اور قرآن و سنت میں بیان کردہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اسلامی اصولوں پر مبنی اسلامی اقدار کے فروغ کو یقینی بنائے۔

(ب) پاکستان کے اقتصادی نظام کو تباہی سے بچانے اور تمام معاہدوں کا احترام کرتے ہوئے انہیں باعزت طور پر پورا کرنے کی خاطر یہ بل تمام مالی فرائض اور معاہدہ جات جو قومی اداروں اور غیر ملکی ایجنسیوں کے مابین کئے گئے ہیں، کسی نئے اقتصادی نظام کے نفاذ تک ان پر عمل درآمد کو یقینی بنائے۔[۹۹]

اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے ۲۰۰۲ء کا صدارتی حکم نامہ

اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق کے تحفظ کے حوالے سے ہر حکومت نے اپنے دور حکومت میں مختلف احکامات کے ذریعے ہمیشہ اقلیتوں کے حقوق کا خیال رکھا۔ حال ہی میں صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے اقلیتوں (غیر مسلموں) کی جائیدادوں کے تحفظ کے حوالے سے ایک صدارتی حکم نامہ جاری کیا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اقلیتی کمیونٹی کی جائیداد کے تحفظ سے مراد ان کے مشترکہ استعمال کی چیزوں کا تحفظ ہے جبکہ اقلیتی کمیونٹی کا مطالبہ ہے کہ ان کے مشترکہ استعمال کی چیزوں کا تحفظ کیا جائے کیونکہ یہ ان کا دیرینہ مطالبہ ہے اور جناب صدر پاکستان مطمئن ہیں کہ اب ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں ان کے خلاف فوری ایکشن لیا جائے۔

14 اکتوبر 1999ء کی ایمرجنسی کے نفاذ کی موجودگی میں اس صدارتی حکم نامہ کو عارضی حکم نامہ نمبر 1999ء کی رو سے ترمیم شدہ عارضی آئین حکم نمبر 1999ء کے ساتھ پڑھا جائے۔

مسلم آئین کی رو سے اس سلسلہ میں ان کے پاس تمام اختیارات موجود ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر مندرجہ ذیل آرڈی نینس کو بخوشی منظور کرتے ہیں۔

1۔ مختصر عنوان، حلقہ نفاذ اور اطلاق یہ حکم نامہ اقلیتوں کے جائیداد کے تحفظ کا آرڈی نینس کہلائے گا۔

2۔ پورے پاکستان پر لاگو ہوگا۔

3۔ یہ فوری طور پر قابل نفاذ ہوگا۔

4۔ یہ آرڈی نینس اس جائیداد پر لاگو ہوگا جو اقلیتی کمیونٹیز (غیر مسلموں) کے مشترکہ استعمال میں آتی ہوں گی۔

تعریف:

یہ آرڈی نینس اس وقت تک ہوگا جب تک اس کے موضوع یا مواد کے بارے میں کوئی واضح مخالفت سامنے نہ آئے۔

(a) کمیشن سے مراد اقلیتی قومی کمیشن ہے۔

(1) جائیداد سے مراد عبادت گاہیں، جلسہ گاہیں، پادری کا حجرہ، ہندو دھرم شالاز، دینی درسگاہیں، گاؤ شالاز، تدفین کی جگہیں، کمیونٹی سنٹرز، معاشرتی رفاہی ادارے، تعلیم، صحت اور تفریحی سرگرمیوں کے مراکز جو کہ اقلیتوں کے مشترکہ استعمال میں ہوں اور اس میں شامل اردگرد کی عمارتیں، خالی جگہیں، اراضی، رہائشی جگہیں، دفاتر وغیرہ اس مذکورہ جائیداد کے زمرہ میں آتے ہیں۔

اقلیتی کمیونیٹیز کی جائیداد کے تبادلے اور فروخت پر پابندی:

(1) وفاقی حکومت سے NOC لیے بغیر اقلیتی کمیونٹی کی کسی قسم کی جائیداد نہ خریدی جائے گی نہ بیچی جائے گی اور نہ ہی منتقل کی جائے گی۔ بشرطیکہ یہ شرط اس جائیداد پر لاگو نہ ہوگی جو کہ اقلیتی کمیونٹی کے لئے ہاؤسنگ سکیم کے تحت صوبائی یا وفاقی حکومت نے بیچنے، فروخت کرنے یا منتقل کرنے کی اجازت دے رکھی ہو۔

N.O.C کا اجراء:

NOCF سے مراد سب سیکشن I جو کہ نیشنل کمیشن برائے اقلیتی امور کی سفارش پر وفاقی حکومت کی طرف سے دیا جاسکتا ہے۔

حکم نامہ کا اطلاق:

اس آرڈی نیشن کا وقف شدہ جائیداد پر اطلاق نہ ہوگا۔

ایکٹ 1975ء، XIII of 1975 کے تحت اس آرڈی نینس کی کوئی بھی شق اوقاف کی ٹرسٹ پراپرٹیز کے تحت وفاقی حکومت کے زیر اثر کسی بھی قسم کی وقف شدہ املاک پر اثر انداز نہ ہوگی۔

سزا:

جو کوئی بھی اقلیتی کمیونٹی کے باہمی استعمال کے زمرہ میں آنے والی کوئی جائیداد خریدنے، بیچنے یا منتقل کرنے کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ دفعہ 3 کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس کی سزا سات سال تک قید، ایک لاکھ روپے جرمانہ اور اس جائیداد کی فروخت یا منتقلی قانونی طور پر مؤثر نہ ہوگی۔

مشکلات کو دور کرنا:

اگر اس آرڈیننس کے نفاذ میں کوئی بھی مشکل پیش آتی ہے تو وفاقی حکومت کوئی بھی حکم جاری کر سکتی ہے جو کہ اس آرڈیننس کے تضاد میں نہ ہوگا۔ وہ بھی صرف اس حالت میں ہوگا جب کسی مشکل کو ہٹانا ضروری ہو جائے گا۔

قانون سازی کا اختیار:

وفاقی حکومت سرکاری گزٹ کے نوٹیفکیشن کے تحت اس آرڈیننس کے مقاصد کی تعمیل کے لئے قوانین بنا سکتی ہے۔(۱۰۰)

جنرل پرویز مشرف
صدر

مسٹر جسٹس منصور احمد
سیکرٹری

باب پنجم

حوالہ جات

(۱) رئیس احمد جعفری، خطباتِ قائداعظم، شعاعِ ادب، لاہور، ص ۵۱۹

(۲) ایضاً ص ۵۲۰

(۳) سردار مسیح گل، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، لاہور ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۷ء، ص ۵۳

(۴) ایضاً تجلی میڈیا فاؤنڈیشن، ۱۹۹۳ء، ص ۲۳۶

(۵) ایضاً ص ۲۳۷

(۶) سید قاسم محمود، قائداعظم کا پیغام، ۲۰۰۱ء، گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن میگزین ''مسلک'' (قائداعظم نمبر)، ص ۲۲۷

(۷) بریگیڈ گلزار احمد، ارشاداتِ قائداعظم، قومی کمیٹی برائے صد سالہ تقریبات پیدائش قائداعظم محمد علی جناح۔ ص ۸۷،

(۸) تقاریر بحیثیت گورنر جنرل، قائداعظم، ص ۴۸، ح-س مشنری سوسائٹی

(۹) ایضاً ص ۲۵

(۱۰) بریگیڈ گلزار احمد، ارشاداتِ قائداعظم، ص ۸۸،۹۹، قومی کمیٹی برائے صد سالہ تقریبات پیدائش قائداعظم محمد علی جناح

(۱۱) ڈاکٹر سیتا پال، کانگریس کے ساٹھ سال، ح-س-مشنری سوسائٹی، ص ۷

(۱۲) ارشاداتِ قائداعظم، بریگیڈیئر گلزار احمد، ص ۹۰، قومی کمیٹی برائے صد سالہ تقریبات پیدائش قائداعظم محمد علی جناح

(۱۳) تقاریر بحیثیت گورنر جنرل، قائداعظم، ص ۱۴۴، ح-س مشنری سوسائٹی

(۱۴) خطباتِ قائداعظم محمد علی جناح، حمید انور، ص ۹۸ تا ۱۰۰، آئینہ ادب، چوک مینار، انارکلی لاہور ۱۹۷۶ء

(۱۵) عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، لاہور، ۱۹۸۱ء، مکتبہ تعمیر انسانیت، ص ۱۳۲، ۱۳۳

(۱۶) ندیم، فرانسس، فادر، یہ دیس ہمارا ہے، لاہور، سینٹ میری چرچ، ص ۶۰

(17) Mitra, H.N, The Indian Annual Register, 1919-1947, New Dehli, P-321.

(18) Religion and Politics in Pakistan by Leonard Binder.

(۱۹) پاکستان منشورِ آزادی، یعنی مجلس دستور ساز کی قرار دادِ اغراض و مقاصد، مطبوعہ حکومت پاکستان، ص ۱۳

(۲۰) ملک، ارشاد احمد، ایڈووکیٹ، آئین پاکستان، لاہور، انارکلی، منصور بک ہاؤس، ص ۱۹–۲۰

(۲۱) عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۱۳۳

(۲۲) سردار، مسیح گل، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، لاہور، ۱۹۹۳ء، تجلی میڈیا پبلیکیشنز، ص ۲۳۴

(۲۳) ایضاً ص ۲۳۴، ۲۳۵

(۲۴) ایضاً ص ۲۳۷، ۲۳۸

(۲۵) ایضاً ص ۲۴۱

(۲۶) ایضاً ص ۲۴۱، ۲۴۲

(۲۷) اسد سلیم شیخ، انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ص ۸۳۰، ۸۳۱

(۲۸) احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ۲۰۰۰ء، مکتبہ دانیال، کراچی، ص ۹۰

(29) Sapru Papers S.280, Volume 25, National Library, Calcutta.

(30) Dy No. 1497 GG dated 23-4-1947, File MD-120, India Office Library, London

(31) Mansergh. N. and Moon. P.(ed.), Transfer of Power, Vol. XI, London, 1982, P-692

(32) Ibid. P-692, document No. 371

(33) Ibid.

(34) Johnson, A.C. Mission with Lord Mountbatten, P-85

(۳۵) جوزف پرشاد، پاک و ہند کی تحریک آزادی، مسیحیوں اور دیگر اقلیتوں کا سردار، روزنامہ پاکستان، ۲۱ ستمبر ۱۹۹۷ء

(۳۶) ضیاء۔ کے۔ آر، تحریک پاکستان میں مسیحیوں کا کردار، ماہنامہ کاریتاس، ۱۹۹۷ء، ص ۳۶

(۳۷) فادر فرانسس ندیم، یہ دیس ہمارا ہے، ۱۹۹۷ء، ہم آہنگ پبلیکیشنز، لاہور، ص ۶۰

(۳۸) احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ۲۰۰۰ء، مکتبہ دانیال، کراچی، ص ۹۲ (ماخوذ)

(۳۹) احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۹۷

(۴۰) ایضاً ص ۹۸

(۴۱) جی۔ ڈبلیو۔ چوہدری، پاکستان مارشل لاء سے سول حکومت تک (ترجمہ ضیاء الاسلام انصاری)، اگست ۱۹۹۰ء،
ماہنامہ قومی ڈائجسٹ، لاہور، ص ۷۸

(۴۲) کیول موٹوانی، جمشید نسروانجی (ترجمہ اور تلخیص: اجمل کمال)، سہ ماہی ''آج'' کراچی کی کہانی (۱)، کراچی، ۱۹۹۵ء، ص ۲۵۳

(۴۳) حسن حبیب، سماجی خدمت (ترجمہ اور تلخیص: اجمل کمال)، سہ ماہی ''آج''، ص ۲۶۳-۲۶۴

(۴۴) اے. کے. بروہی، جمشید نسروانجی، (ترجمہ اور تلخیص: اجمل کمال)، سہ ماہی ''آج''، ص ۲۶۵-۲۶۶

(۴۵) احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۱۰۱

(46) Frank Anthany, By way of Forward, in Reynolds, H.G.

The Anglo-Indian Manifesto, Lahore, 1945, P-7

(۴۷) احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۱۰۱

(۴۸) ایضاً

(۴۹) ایضاً

(۵۰) فادر فرانسس ندیم، یہ دیس ہمارا ہے، ص ۶۰، ۶۱

(۵۱) ایضاً ص ۶۱

(۵۲) ایضاً، ص ۶۲، بحوالہ روزنامہ جنگ، لاہور، ۱۶ نومبر ۱۹۹۴ء

(۵۳) صفدر محمود، ڈاکٹر، آئینِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۶ء، جنگ پبلشرز، آغا خاں روڈ، ص ۱۱

(۵۴) ملک، ایم. اے، تاریخ آئینِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۱ء، پی. ایل. ڈی پبلشرز، ص ۶-۲۱ (تلخیص)

(۵۵) احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۸۷، ۸۸؛ مجیب اشرف، جدید ہند کے سیکولر معمار، ص ۲۴۸۔

(۵۶) صدیقی، حمید رضا، ڈاکٹر، پروفیسر، ''مسلک'' (قائد اعظم نمبر)، ملتان، ۲۰۰۱ء، گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، ص ۱۲۰

(۵۷) چوہدری محمد علی ''ظہور پاکستان'' ص ۵۰۔۲۴۹

(۵۸) فاطمہ جناح، ''میرا بھائی'' لاہور ۱۹۸۸ء ص ۸۰۔۷۹

(59) Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah, Speeches and statements 1947-48, p.139

(۶۰) فاطمہ جناح ''میرا بھائی'' ص ۹۱۔۹۲

(۶۱) ایضاً ص ۹۹

(۶۲) ایضاً ص ۱۱۲

(۶۳) چوہدری محمد علی، ''ظہور پاکستان'' ص ۴۵۰

(۶۴) ڈاکٹر وحید قریشی، ''قائداعظم اور تحریک پاکستان'' ص ۵۹۔۶۰

(۶۵) فاطمہ جناح، ''میرا بھائی'' ص ۷۴۔۷۵

(۶۶) چوہدری محمد علی، ''ظہور پاکستان'' ص ۴۵۱

(۶۷) زیڈ اے سلہری، ''میرا قائد'' اسلام آباد، 1985، ص ۳۱۲

(۶۸) ڈاکٹر جاوید اقبال، ''میراث اقبال'' لاہور ۱۹۶۷ ص ۲۴

(69) Waheed-uz-Zaman, "Myth and Reality", Islamabad, 1976, p.36

(۷۰) بریگیڈیئر گلزار احمد، ''ارشادات'' ۱۹۷۶ ص ۱۱۰

(۷۱) محمود عاصم، ''افکار قائداعظم'' ص ۲۴۹۔۲۵۰

(۷۲) قاسم محمود، ''قائداعظم کا پیغام'' ص ۱۱۱

(۷۳) ایضاً، ص ۱۰۲۔۱۰۳

(۷۴) ایضاً، ص ۱۰۰

(۷۵) محمد حنیف شاہد، ''اسلام اور قائداعظم'' ص ۹۹

(۷۶) ایضاً، ص ۱۰۶

(77) Sharif-ud-din Pirzada, "Quaid's Correspondence", Rawalpindi, 1987, . 320

(۷۸) ایم آر طوسی، قائد کے ساتھ چھ مہینے، تلخیص قسط نمبر ۷، روزنامہ نوائے وقت، جمعہ میگزین، ۱۷ جون ۱۹۸۸ء

(۷۹) ایضاً آخری قسط ۲۴ جون ۱۹۸۸ (مولوی منور الدین نے قائداعظم سے ملاقات کے بعد مصنف کو یہ بات کہی)

(۸۰) ایوب خان، ''جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی'' ص ۳۲۰۔

(۸۱) صفدر محمود، ڈاکٹر، آئین پاکستان، لاہور، ۱۹۹۶ء، جنگ پبلشرز، ص ۱۲، ۱۳

(۸۲) صفدر محمود، ڈاکٹر، آئین پاکستان، لاہور، ۱۹۹۶ء، جنگ پبلشرز، آغا خاں روڈ، ص ۱۱ تا ۱۹

(۸۳) ایضاً (تلخیص) ص ۱۱ تا ۲۰

(۸۴) رانا، اعجاز احمد، پروفیسر، مطالعہ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۸ء، ڈوگر پبلشرز، ص ۱۸۶

(۸۵) ایضاً ص ۱۹۵

(۸۶) صفدر محمود، ڈاکٹر، آئین پاکستان، ص ۳۱ تا ۴۵

(87) Sh. Shaukat Mahmood Advocate, Sh. Nadeem Shaukat, "Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973", 2nd Edition, 1992, Legal Research Centre, Noor Villa, Arya Nagar, Pooch Road, Lahore, Pakistan, P-33.

(88) Ibid. P-138

(89) Ibid. P 138-139

(90) Ibid. P-161

(91) Ibid. P 35-36

(92) Ibid. P 183

(93) Ibid. P-184

(94) Ibid. P-185

(95) Ibid. P-192

(96) Ibid. P 192-193

(97) Ibid. P 206

(98) Ibid. P 272

(۹۹) صفدر محمود، ڈاکٹر، آئین پاکستان، ص ۱۸۹ تا ۱۹۵

(100) The Gazette of Pakistan "Acts,Ordinence President's Orders and Regulations,Islamabad.january22,2002 page 24-25.

باب ششم

پاکستان میں اقلیتوں کو حاصل حقوق

فصل اوّل

پاکستان میں اقلیتوں کو حاصل حقوق

برصغیر ہندوپاک کے لاکھوں مسلمانوں نے یہ نعرہ بلند کیا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ. اور اس بات کو کون نہیں جانتا کہ لاکھوں مسلمانوں نے اسی لا اِلٰہ الا اللہ کے لئے اپنی جانیں قربان کرتے ہوئے یہ وطن عزیز حاصل کیا۔ یوں دنیا کے خطے پر پاکستان ایک خالص نظریاتی ریاست کی حیثیت سے وجود میں آیا۔ دنیا کی دیگر نظریاتی ریاستوں کے برعکس ہمیں یہ فخر حاصل ہے کہ ہمارے وطن میں اقلیتوں کی نہ صرف جان و مال عزت وآبرو ہر طرح سے محفوظ ہے بلکہ انہیں تمام شہری اور سماجی حقوق بھی حاصل ہیں۔ یہاں اقلیتوں کے خلاف عصبیت، نسل پرستی یا تنگ نظری کا کوئی شائبہ تک موجود نہیں بلکہ رواداری کی روشن اسلامی روایت پاکستانی معاشرے میں پوری آب وتاب کیساتھ موجود ہے۔[1]

مسلم لیگ کا منشور:

پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کے منشور میں یہ بات درج ہے کہ اس پارٹی کے بنیادی مقاصد میں آزادی ضمیر، مذہبی اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ پارلیمنٹ اور صوبائی مجالس قانون ساز، وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں مناسب نمائندگی، ان کے مذہبی عقائد کا احترام اور بلا امتیاز اور رنگ ونسل وذات پات اور ان کی مذہبی تنظیموں کا تحفظ کیا جائے گا۔

مسلم لیگ اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق کا اعلان کرتی ہے اور درج بالا اصولوں پر اپنے ایقان کا اعادہ کرتی ہے اور اس عزم صمیم کا اعلان کرتی ہے:

1۔ یہ کہ غیر مسلم اقلیتیں پاکستانی عوام کا ایک اٹوٹ حصہ ہیں۔

2۔ یہ کہ اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق کا مکمل تحفظ حکومت پاکستان کا فرض اور ذمہ داری ہے۔

3۔ یہ کہ غیر مسلم اقلیتیں پاکستانی عوام کی مقدس امانت ہیں اور قانون میں ان کے حقوق اور مفادات کا مکمل تحفظ دیا گیا ہے۔

4۔ یہ کہ اقلیتوں (غیر مسلموں) کو پاکستان کی قومی واجتماعی زندگی اور معاشرے میں اس طرح قبول اور جذب کیا جائے تا کہ ان کا مذہبی اور ثقافتی تشخص متاثر نہ ہو۔

5۔ یہ کہ مسلمان رسول اکرم ﷺ کے اس اسوہ حسنہ کی پیروی کریں گے کہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ ان کا سلوک رواداری اور فراخ دلی پر مبنی تھا۔

6۔ یہ کہ بلا امتیاز رنگ ونسل وعقیدہ معاشرے کے پسماندہ طبقوں کی امداد اور ان کی بہبود کیلئے خصوصی اقدامات کیے جائیں گے۔

7۔ چونکہ اقلیتوں (غیر مسلموں) کی بیشتر مشکلات اور مسائل وہی ہیں جن سے اکثریت بھی دوچار ہے۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ غربت کا خاتمہ کیا جائے ،اقتصادی اور معاشرتی عدم مساوات سے پیدا شدہ نفاق کو دور کیا جائے اور پاکستان کے تمام لوگوں کی زندگی کا معیار بلند کیا جائے۔(۲)

سربراہ جماعت مسلم لیگ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنی پہلی تقریر میں ارشاد فرمایا کہ پاکستان میں تمام اقلیتوں (غیر مسلموں) کو مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔ان کو جائز حد تک زیادہ سے زیادہ آزادی دی جائے گی۔خواہ وہ رنگ،ذات یا عقیدے سے متعلق ہو اور اس کا تعلق کسی فرقے سے ہی کیوں نہ ہو۔اوّل وآخر اس ریاست کا باشندہ ہوگا۔ ہمارے حقوق ،مراعات اور ذمہ داریاں مشترک ہوں گی اور تم ان سب میں برابر کے حصہ دار ہوں گے۔اس طرح اکثریت واقلیت صوبہ پرستی ،فرقہ بندی اور دوسرے تعصبات کی زنجیریں ٹوٹ جائیں گی۔ یہاں ایک فرقہ یا دوسرے فرقے میں کوئی تمیز نہ ہوگی۔آپ آزاد ہیں کہ مندروں میں جائیں،گرجوں میں جائیں، مسجدوں میں جائیں آپ کا تعلق کسی مذہب عقیدے یا ذات سے ہو اس کا مملکت کے مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔(۳)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہمارے لئے سماجی رواج یا معاشرتی روایت یا اخلاقی قدریں نہیں ہیں بلکہ ہمارے لئے مذہبی حکم ہے،اس لئے جمہوریہ پاکستان کے آئین (دساتیر) 1956ء، 1962ء، 1973ء جنکی بنیادیں قرارداد مقاصد پر استوار کی گئی ہیں جسمیں یہ بات بڑی وضاحت کیساتھ کہی گئی ہے کہ ایسا نظام قائم کیا جائے کہ جسمیں اقلیتوں کیلئے اس امر کی گنجائش پیدا کی جائے کہ وہ آزادی سے اپنے مذہب کی پیروی کریں، مذہبی فرائض پر عمل کریں اور اپنی ثقافت کی نشوونما کر سکیں۔اور انہی آئین کے بنیادی حقوق کے ابواب میں اسکی یوں وضاحت کی گئی ہے کہ ہر شخص کو قانون، امن عامہ اور اخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے کسی بھی مذہب کے کاربند ہونے کا اور اُس کی ترویج کا حق حاصل ہوگا۔اس طرح ہر مذہبی فرقہ کو اپنی عبادت گاہیں بنانے اور اُن کی حفاظت کا حق حاصل ہوگا۔(۴)

اقلیتوں کے تحفظ اور بہبود کے لئے حکومتی اقدامات

پاکستان کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ پاکستان نے ہمیشہ اپنی اقلیتوں کو پورا پورا تحفظ دیا ہے بلکہ یہ دفعات محض کاغذی کارروائی نہیں بلکہ عملی صداقت پر مبنی ہیں۔ پاکستان کی کل آبادی میں غالب اکثریت مسلم آبادی کی ہے۔ جو تقریباً کل آبادی کا 96% فیصد ہے۔ پاکستان کی بڑی اقلیتیں تین ہیں: مسیحی، ہندو اور قادیانی۔ (۵)

اس سلسلے میں حکومت پاکستان نے اقلیتوں کے تحفظ کیلئے جنوری 2002ء میں صدارتی احکامات کے ذریعے جو اقدامات کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں: (قبل ازیں اس آرڈیننس کی مختصر تفصیل گزشتہ باب میں بیان کی جا چکی ہے)

پاکستان میں مسلمانوں کی آبادی کے علاوہ دوسرے مذہبی گروپس کی ٹوٹل آبادی 3.72 فیصد ہے۔ آئین پاکستان اور قانون پاکستان کے تمام شہریوں کو رنگ نسل وذات پات اور مذہب سے بالاتر ہو کر سب کو برابر کا شہری اور برابری کے حقوق عطا کرتا ہے۔ وہ سب مکمل طور پر آزاد ہیں اور اپنے اظہار خیال کی مکمل آزادی رکھتے ہیں۔ حکومت پاکستان نے اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے انتہائی اقدامات اٹھائے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

غیر مسلم اقلیتوں کے مشترکہ الیکٹوریٹ سسٹم کی بحالی:

غیر مسلم اقلیتوں کا ایک دیرینہ مطالبہ پورا کیا جاچکا ہے جو کہ پاکستانیوں میں اتحاد لائے گا۔ نیشنل اسمبلی میں مخصوص (10) نشستیں اور صوبائی اسمبلیوں میں 23 نشستیں اقلیتوں کی نمائندگی کو یقینی بنا چکی ہیں۔

باہمی الیکٹوریٹ اقلیتوں کو عام سیاسی منظر نامے پر لائے گا اور انہیں اپنی سیاست میں مناسب کردار ادا کرنے کے قابل بنائے گا۔(۶)

لوکل باڈیز:

اقتدار کے منتقلی کے منصوبہ 2000ء کے تحت غیر مسلم اقلیتوں کو کافی حد تک شریک ٹھہرایا گیا ہے۔ حتیٰ کہ مخصوص علاقہ میں ایک فیصد سے کم تناسب ہونے کے باوجود لوکل باڈیز کی تینوں سطحوں پر ان کی مخصوص نمائندگی ہے اور اس طرح ان کے مسائل کو بنیادی سطح پر حل کرنے میں مدد ملے گی۔

ضلعی اقلیتی کمیٹیاں:

ضلع کی سطح پر غیر مسلم اقلیتوں کی کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں تاکہ ان کو درپیش روزمرہ مسائل کے حل کیلئے مقامی سطح پر کوششیں کی جائیں۔ ان کمیٹیوں کے اجلاس باقاعدگی سے ضلعی آفیسر کے زیر صدارت منعقد کیے جاتے ہیں۔(۷)

اقلیتی برادریوں کے رہنماؤں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جبکہ قومی اسمبلی کی نشستیں 200 سے بڑھا کر 332 کر دی گئی تھیں۔ اقلیتوں کے لئے مختص کردہ سیٹوں میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا تھا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ قومی اسمبلی میں اقلیتوں کی دس نشستوں میں ان کی آبادی میں اضافے کے تناسب سے اضافہ کیا جائے۔ انہوں نے گورنمنٹ سروس میں بھی اقلیتوں کے لئے بہتر نمائندگی کا مطالبہ کیا۔(۸)

جبکہ پیٹر جیکب پاکستان میں اقلیتوں کے تحفظ کے سلسلے میں ان کے خوف اور بے چینی کے بارے میں جو تفصیلات بیان کرتا ہے وہ اس مطالبہ کو کمزور کر دیتی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”سال 2002ء سے ہر سال ایک ہزار ہندو بھارت کو ہجرت کر رہے ہیں (جبکہ) مسیحیوں میں یہ رجحان اس سے

مختلف نہیں ہے۔ 1947ء میں اقلیتیں کل آبادی کا 30 فیصد تھیں جبکہ 1998ء میں یہ 3 فیصد رہ گئیں تھیں۔ انہیں اکثریتی مذہب اسلام میں ضم کرنے کی کوشش کی گئی۔ اقلیتوں کو خود ان کے مادرِ وطن میں احساس تحفظ دلائے بغیر ان کی ہجرت اور اکثریتی مذہب میں انضمام کو روکنا کسی طور ممکن نہیں'' (۹)

غیر مسلم اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن:

اقلیتوں کے مذہبی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کے تحفظ کے لئے وزیر برائے اقلیتی امور کے زیرِ نگرانی حکومت پاکستان کے ایک اعلیٰ سطحی قومی کمیشن برائے اقلیتی امور قائم کر رکھا ہے۔ پاکستان میں مقیم اقلیتوں کی بھلائی کو فروغ دینے ان کی مذہبی، معاشرتی، ثقافتی حقوق کے تحفظ کے لئے حکومت نے حال ہی میں اقلیتوں کے لئے ایک قومی کمیشن قائم کیا ہے۔ اقلیتی معاملات کی وزارت کے زیرِ صدارت یہ کمیشن پاکستان میں رہائش پذیر اقلیتوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کمیشن کی شقیں درج ذیل ہیں۔

1۔ حکومتی اور غیر حکومتی اداروں کے بنائے گئے ان احکام وقوانین پر غور وفکر کرنا۔ جن کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اقلیتوں کے بارے میں امتیازی برتاؤ کرتے ہیں۔

2۔ حکومت کو ایسے اقدامات کی سفارش کرنا جس سے اقلیتی معاشرے کے افراد کی قومی زندگی کے تمام پہلوؤں میں مکمل اور موثر نمائندگی اور شرکت کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

3۔ ان کے مذہبی اور ثقافتی تہواروں اور مجالس میں ان کی مکمل اور موثر شرکت کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

4۔ اقلیتوں کی عبادت گاہوں اور قبرستان وغیرہ کے تحفظ کا یقین دلانا۔ (۱۰)

غیر مسلم اقلیتوں کے لئے قومی ثقافتی ایوارڈ:

غیر مسلم اقلیتوں کی ثقافت کو محفوظ رکھنے اور ترویج دینے کے لئے حکومت پاکستان نے خاص طور پر اقلیتوں کے لیے قومی ثقافتی ایوارڈ کی سکیم شروع کر رکھی ہے۔ اس سکیم کے تحت -/50,000 روپے کے نقد انعام اور سرٹیفکیٹ ہر سال ادب، فائن آرٹ، فنکاری، لوک فنکاری، تعلیم، میڈیسن، انجینئرنگ اور سپورٹ کے میدان میں عطا کیے جاتے ہیں۔

قومی سانحہ کے متاثرین کے لیے امداد:

جب کبھی غیر مسلم اقلیتوں پر قومی سطح کی کوئی آفت آپڑتی ہے تو حکومت پاکستان ان کی مدد کرتی ہے اور ان کی دل کھول کر مالی اعانت کی جاتی ہے بلوچستان اور سندھ میں سیلاب سے متاثرین کو 10 ملین کی رقم فراہم کی گئی۔

فنڈز اسی وزارت کے ذریعے دیئے جاتے ہیں یعنی (1) اقلیتوں کے لئے ویلفیئر اور بہتری کے لئے قائم کردہ مخصوص فنڈ۔ (2) اقلیتوں کی فلاح و بہبود (سکالرشپ) پاکستانی فنڈ۔

غیر مسلم اقلیتوں کی فلاح و بہبود اور بحالی کے لئے مخصوص فنڈ:

یہ فنڈ اسی وزارت کے تحت 1985ء سے کام کر رہا ہے۔ ہر سال سالانہ بجٹ میں 50 ملین رقم اس فنڈ کو فراہم کی جاتی ہے۔ فنڈ کی مزید تقسیم اس طرح ہوتی ہے۔

(i) نچلی سطح پر ترقی، قبرستان سکیم، مذہبی اہمیت کی حامل جگہوں کی مرمت اور تعمیر کے لئے 70% حصہ مخصوص ہے۔

(ii) مالی اعانت کے لئے 30%۔15 ملین روپے 04-2003 کے دوران انفرادی طور پر اقلیتوں (غیر مسلموں) کو فراہم کی جانے والی مالی اعانت کی تفصیل درج ذیل ہے:

	جتنے لوگوں کو دی گئی	رقم ملین میں
اقلیتی وزیر کے ذریعے دی گئی رقم	1007	4.286
وزیر اعظم/وزیر	2148	3.206

غیر مسلم اقلیتوں کی فلاح و بہبود کا فنڈ (برائے سکالرشپ)

1976ء سے ہی وزارت برائے اقلیتی امور کے تحت اقلیتوں (غیر مسلموں) کی فلاح و بہبود کا پاکستانی فنڈ برائے سکالرشپ کام کر رہا ہے۔ اس فنڈ کا کام اقلیتی طلباء کے وظائف فراہم کرنا ہے۔ اس مقصد کے لئے درخواستیں وصول کی جاتی ہیں اور مستحق غیر مسلم طلباء کی فہرستیں ان کے متعلقہ اداروں کو ارسال کر دی جاتی ہیں جو ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ تصدیق شدہ فہرستوں کی وصولی کے بعد جائنٹ سیکرٹری یا انچارج وزیر وظیفہ جات کی رقم کی منظوری دیتے ہیں۔ 15 مارچ 2004ء تک 3.775 ملین کی رقم اقلیتی طلباء کے وظیفہ جات کے لیے منظور کی جا چکی ہے۔ جبکہ 06-2005ء میں 7565 طلباء کو 10,794800 روپے کی رقم دی جا چکی ہے۔

ترقی کے لئے چھوٹی سکیمیں:

سال 2003ء کے دوران صوبائی سطح پر دیئے گئے فنڈ کی تفصیل درج ذیل ہے:

صوبہ	سکیموں کی تعداد	ملین میں رقم
پنجاب	112	45.258
سندھ	66	34.744
بلوچستان	06	2.418
این ڈبلیو ایف پی	16	8.418
کل رقم		90.907

یہ سکیمیں بڑی حد تک تعلیم، پانی کی سپلائی، صحت، پانی کا اخراج، بجلی، سوئی گیس، قبرستان کی توسیع اور مرمت، چرچ، گوردواروں وغیرہ کے لیے تھیں۔ وہ سکیمیں جو اقلیتوں (غیر مسلموں) کے لیے مخصوص تھیں وہ پبلک سیکٹر پروگرام برائے ترقی کے علاوہ تھیں۔

مشاورتی کونسل برائے اقلیتی امور:

اقلیتی معاملات کی وزارت کے ذریعے ایک مشاورتی کونسل بنائی گئی ہے جو چھ سرکاری اور 65 غیر سرکاری اراکین پر مشتمل ہے، جن میں ایم این اے اور ایم پی اے بھی شامل ہیں۔

1۔	مالی اعانت	30%
2۔	ترقیاتی منصوبے	40%
3۔	قبرستان کی سکیم	30%

4۔ 1993ء اور 1994ء کے دوران حکومت پاکستان نے 14,856 غریب اور ضرورت مند اقلیتی افراد کے لئے 19,936,500 کی رقم مالی اعانت کے طور پر تقسیم کی۔

5۔ جب بھی اقلیتی قوم قدرتی آفات کا شکار ہوئی تو حکومت نے ان کی فراخ دلانہ مالی اعانت کی۔

6۔ تعلیمی میدان میں اقلیتوں کو تحرک فراہم کرنے کے لئے ڈویژن میں پانچ ملین کا انقلابی فنڈ اقلیتی غریب طالب علموں کیلئے مختص کیا ہے۔(۱۱)

اس امر کا احساس کرتے ہوئے کہ تعلیمی لحاظ سے بعض پسماندہ اقلیتی جماعتوں کے طلباء قابلیت کی بنا پر وظائف حاصل نہیں کر سکتے وظائف کی الگ گنجائش رکھی گئی ہے۔ صدر کی طرف سے سو وظائف کی سکیم سے ۲۸ وظائف گزشتہ تعلیمی سال کے دوران اقلیتی جماعتوں سے تعلق رکھنے طلباء کو دیئے گئے ہیں۔ صوبائی حکومتوں نے بھی اقلیتی جماعتوں کے طلبا کو وظائف دینے کے لئے علیحدہ اقدامات کئے تھے۔

مختلف پیشہ وارانہ کالجوں میں اقلیتوں کے لئے الگ نشستیں مخصوص کی گئی ہیں۔ اکثر کالجوں میں اقلیتوں کے لئے الگ نشستیں رکھی گئی ہیں۔ غیر مسلم طلباء کو قابلیت کی بنا پر عام سیٹوں کی صورت میں داخلہ حاصل کرنے کی بھی اجازت ہے۔ اکثر اقلیتی جماعتوں کے تہواروں سالگرہوں کے موقع پر ریڈیو اور ٹی.وی خصوصی پروگرام پیش کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے بڑے بڑے تہواروں کے موقع پر ریڈیو پاکستان سے بھگوت گیتا پڑھنے کے انتظامات بھی موجود ہیں۔ پشاور ریڈیو سٹیشن پر کرسچین پروگرام کا وقت بڑھا دیا گیا ہے۔(۱۲)

وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی نے بھی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے علیحدہ انتظامی ڈھانچہ کی منظوری دے دی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی یہ حسن کارکردگی ہے کہ وہ ملک بھر میں اقلیتوں کے حقوق کے لئے بے شمار قوانین، انتظامی ڈھانچوں اور

این.جی.اوز کی موجودگی کے باوجود اس قدر فکر مند ہیں کہ انہوں نے اس مقصد کے ایک نیا بورڈ قائم کر دیا ہے۔علیحدہ وزارت بھی قائم ہے اور مزید ایک ایڈیشنل سیکرٹری کو اقلیتوں کے مقامات کی دیکھ بھال کیلئے بھی مقرر کر دیا ہے۔(۱۳)

ان تمام مندرجہ بالا مشاورتی کمیٹیاں اور کونسل کی سفارشات کے تمام فوائد اقلیتوں کو میسر ہیں۔ کیونکہ حکومت پاکستان نے ہمیشہ اقلیتوں کو پورا پورا آئینی تحفظ دیا ہے اور اسی تحفظ اور رواداری کی تفاسیر آئندہ صفحات میں موجود ہے۔

اس سلسلے میں مقالہ نگار نے نومبر 1998ء میں وزارت مذہبی امور زکوۃ وعشر اور اقلیتی امور حکومت پاکستان (اقلیتی امور ونگ) سے رابطہ کیا اور خود اسلام آباد میں جا کر سیکرٹری صاحب اور سیکشن آفیسر غلام شبیر، مذہبی امور سے ملاقات کی اور تفصیلاً معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو جواب میں وزارت مذہبی امور کی طرف سے ایک خط اور کچھ مواد میرے پتے پر بذریعہ ڈاک موصول ہوا۔ضمیمہ جات میں ملاحظہ فرمائیں!(۱۴)

۱۔ جوابی خط: وزارت مذہبی امور

۲۔ تحریری مواد: جس میں اقلیتوں کو تحفظ اور فلاح و بہبود جو حکومت پاکستان کی طرف سے حاصل ہے۔

۳۔صوبہ جاتی تعداد: اقلیتی آبادی

اقلیتوں کے تحفظ اور بہبود کے لئے حکومتی اقدامات:

اقلیتوں کے تحفظ اور بہبود کے لئے حکومت کے نافذ کردہ اقدامات 1981ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں غیر مسلم ملک کی کل آبادی کا 3.32 فیصد ہیں۔ حقیقی معنوں میں وہ 1981ء میں 2.803 ملین تھے۔جس کی تعداد سالہا سال میں بتدریج بڑھ گئی۔تاہم تازہ ترین آبادی 1981ء مارچ میں ہونے والی تازہ ترین آبادی کی مردم شماری سے معلوم ہوگی۔

1981ء کی مردم شماری کے مطابق غیر مسلموں کی آبادی، عیسائیوں، ہندوؤں، قادیانیوں، بدھ مت کے پیروکاروں، پارسیوں، سکھوں اور دوسروں پر مشتمل ہے۔1998ء کی مردم شماری کے مطابق اقلیتوں کی آبادی 3.716 پائی جاتی ہے۔جس کی تفصیل ضلع وار، صوبہ وار اگلے صفحات میں شامل کی گئی ہیں۔

اقلیتوں کے تحفظ کے لئے حکومت نے مندرجہ ذیل اقدامات نافذ کئے ہیں:

آئینی اقدامات:

پاکستان میں پاکستانی اقلیتیں آئین کے مطابق برابر کے شہری ہیں اور انہیں تمام بنیادی حقوق حاصل ہیں۔قانون، عوامی ضابطہ اور اخلاقیات کے مطابق اقلیتوں کو اپنے مذہب کے پرچار، عمل پیرا ہونے اور تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے۔اپنے مذہبی اُصول قائم کرنے، برقرار رکھنے اور انتظام و انصرام کر سکتے ہیں۔مکمل طور پر اپنے زیر سایہ کسی تعلیمی ادارے میں انہیں اپنے معاشرے کے

طلباء کو مذہبی ہدایات مہیا کرنے کی بھی آزادی ہے۔ اقلیتوں کے طبقوں کا کوئی فرد بھی کسی تعلیمی ادارے میں داخلے سے محروم نہیں ہوسکتا۔ جسے نسل، مذہب، ذات اور جائے پیدائش کی بنیاد پر محکمہ مال سے امداد مل رہی ہو۔ عوامی خاطر تواضع یا صحت افزا مقام پر رسائی کے سلسلے میں کوئی امتیاز نہیں۔ جو صرف مذہبی مقاصد کے لئے نہیں ہیں۔ اسی طرح پاکستان میں نوکری کے لئے بھی کوئی امتیاز نہیں۔ حقیقت میں وہ اونچے درجے کی نمایاں شخصیات ہیں جو غیر مسلم ہیں۔ مثال کے طور پر آئین ساز اسمبلی کا پہلا صدر مسٹر جوگندر ناتھ منڈل ہندو تھا۔ پاکستان کا پہلا چیف جسٹس، جسٹس اے.آر کارنیلیئس عیسائی تھا۔ پاکستان کا پہلا غیر ملکی وزیر سر ظفر اللہ خاں اور پاکستان کے پلاننگ کمیشن کا پہلا ڈپٹی چیئرمین مسٹر ایم ایم احمد، دونوں قادیانی تھے۔ غیر مسلموں کو اپنی امتیازی زبان، رسم الخط، ثقافت قائم رکھنے اور محفوظ کرنے کا حق حاصل ہے اور اس مقصد کے لئے قانون کے مطابق اصول قائم کرتے ہیں۔ ملک اُن کے جائز حقوق اور مفادات کی حفاظت کرتا ہے۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں میں اُن کی مناسب نمائندگی بھی شامل ہے۔ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ نہ صرف منصفانہ سلوک کیا جاتا ہے بلکہ حکومت پاکستان دل کھول کر برتاؤ کرتی ہے۔

جیسا کہ مندرجہ بالا ذکر کے خلاف کچھ ممالک جو جمہوریت و آزادی کے دعوے دار ہیں کہ عدم استقلال، امتیاز جن کا دارومدار مذہب پر تھا اور جن کا اعتقاد شانِ بے نیازی تھا، مختلف مذاہب اور اعتقادات کی سوچ تھی۔ ان جمہوریتوں میں جن میں مسلمان بھی شامل تھے، امتیازی سلوک کا شکار ہیں۔ عوام میں نوکری اور تعلیمی اداروں میں داخلے کے انہیں برابر کے مواقع میسر نہیں۔ حتیٰ کہ کاروبار اور تجارت کے معاملات میں ان کا رویہ دوسری اقلیتی قوموں کی طرف حوصلہ افزاء نہیں ہے۔ اکثر یورپین معاشروں میں جہاں پر مسلمان اقلیت میں ہیں وہ نچلے درجے کے معیار پر ہیں۔ اُن کی بے روزگاری کی شرح کئی گنا زیادہ ہے۔ قومی اعداد و شمار کی نسبت یہ بات واضح طور پر ایک تعصب کو ظاہر کرتی ہے۔ کچھ ملکوں میں مسلمان طالبات کو اپنے سر ڈھانپنے کے لئے سکارف استعمال کرنے کی اجازت نہ ہے۔ جیسا کہ یہ اُن کا مذہبی فرض ہے۔ جب وہ تعلیمی اداروں میں جائیں۔ کچھ مغربی یورپین ممالک میں کچھ فرقہ وارانہ (متعدد) اقلیتیں جو کئی نسلوں سے وہاں رہ رہی ہیں اُن کے ساتھ ماضی میں برا سلوک ہوتا رہا ہے۔ اُن کی بستیوں پر حملے ہوتے رہے ہیں۔ اس ارادے کے ساتھ کہ اُن کو ملک سے بھگا دیا جائے۔ اُن کے مال اور جانوں کو نقصان پہنچانے کی دھمکیاں ملتی رہی ہیں۔ وہ ابھی تک لاچاری کی حالت میں ہیں۔ بہت سے ایسے کیس ہیں کہ جن میں مسلمانوں کا اذان دینا (نماز کی خاطر منع ہے) لیکن گرجا گھروں میں گھنٹیاں بجانا (نماز کی دعا کی خاطر) منع نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ہر ترقی یافتہ ملک میں اُن کے اپنے قوانین کی شقوں میں تضاد ہے۔ گورنمنٹ کا سلوک عام طور پر ترجیحی ہے۔ خاص مذہب کے معاملے (مثلاً عیسائیت، یہودیت) اور اس قسم کا ترجیحی سلوک قانون میں صحیح مانا جاتا ہے اور عدالتیں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

ان حالات میں یہ جمہوری حکومتوں کے لئے صحیح نہیں ہے کہ وہ پاکستانی قوانین اور عدالتوں کو مذاہب کی جانب امتیازی تصور کریں۔ جبکہ حقیقی اور صحیح صورتِ حال اس سے مختلف ہے، جیسا کہ اپنے روایتی تعصب اور سلوک کی وجہ سے جو وہ اسلام اور

مسلمانوں کے بارے میں کئی صدیوں سے تصور کرتے ہیں۔(۱۵)

محقق محمد صدیق شاہ بخاری اپنی تصنیف ''رواداری اور پاکستان'' میں آبادی، اُس کے اضافے اور اس تناسب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

کسی ملک کی آبادی میں اضافہ کے اسباب تین ہوتے ہیں۔ نقل آبادی، کثرت تولید، یا قبول مذہب، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قیام پاکستان کے بعد کوئی نقل آبادی نہیں ہوئی۔ تعدِ داز دواج مسلمانوں میں ہے، مسیحی قوم میں نہیں۔ لہٰذا اس ذریعے سے بھی مسیحی آبادی میں اضافہ نہیں ہوا، لہٰذا قبول مذہب کے سوا اُن کی تعداد میں اضافہ کا اور کوئی سبب نہیں ہوسکتا۔(۱۶)

انسانی معاشرتی زندگی میں سب سے بڑی قابل قدر شئے قومی آزادی ہے، قومی آزادی قومی شناخت کے تحفظ اور قومی روایات کے تسلسل کا نام ہے۔ اور ہر آزاد قوم اپنی خصوصیات اور امتیازات کو نمایاں رکھنے اور اپنے ماضی سے اپنا رشتہ مستحکم رکھنے کی خواہش مند رہتی ہے۔ اگر قومیت کا تصور نہ مردہ ہے اور نہ مضمحل تو ضرور ان دو خصائص کا اظہار ہوکر رہتا ہے۔(۱۷)

اسی اظہار کیلئے برصغیر پاک وہند کے لاکھوں مسلمانوں نے اپنا قومی اور مذہبی تشخص برقرار اور قائم رکھنے کی خاطر آزادی کا اعلان کیا اور انگریز و ہندو قوم سے آزادی کی خاطر اپنے تن من دھن قربان کر کے آزادی کی تحریک چلائی اور اللہ رب العزت کی مہربانی سے برصغیر کے مسلمانانِ ہند ایک آزاد اور غیرت مند قوم کے طور پر نمودار ہوئے اور اپنے مقصد عظیم میں کامیاب ہوئے۔

فصل دوم

پاکستان میں اقلیتوں کو حاصل مذہبی حقوق

پاکستان ایک خالص نظریاتی اسلامی ملک ہے پاکستان کی چودہ کروڑ سے زائد آبادی میں تقریباً 97 فیصد مسلمان ہیں۔ جبکہ مختلف غیر مسلم مذہبی اقلیتیں بھی ایک مخصوص تعداد میں تقریباً آبادی کا 3 فیصد موجود ہیں۔ ان غیر مسلم اقلیتوں میں سب سے بڑی اقلیت عیسائی ہیں جو 1.55 فیصد ہیں۔ (۱۸)

اگر چہ بعض اقلیتی افراد کو حکومت پاکستان سے شکوہ ہے کہ ان کے حقوق تلف ہو رہے ہیں لیکن اگر پاکستان میں اس بات کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ یورپین ممالک میں مختلف مذاہب والوں پر مختلف پابندیاں ہیں لیکن پاکستان میں عیسائیوں کا رہن سہن، زندگی کے ہر شعبہ میں آزادی، حکومت پاکستان کی مذہبی رواداری اور حسن سلوک کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مختصر یہ کہ اقلیتوں پر حکومت پاکستان کی طرف سے کوئی پابندی نہیں اس کا اعتراف خود اقلیتی حضرات بھی کرتے ہیں۔ ایک پاکستانی عیسائی انتھونی ڈی سوزا پاکستانی عیسائیوں کی آزادی کے بارے میں ان الفاظ میں روشنی ڈالتا ہے۔

خاص طور پر کیتھولک عیسائیوں کے لئے ایک مسرت بخش چیز یہ ہے کہ مذہبی جلوسوں میں اور عبادتوں میں شبیہوں کے استعمال میں رواداری کا برتاؤ کیا جاتا ہے کیونکہ شبیہہ کا استعمال اسلامی نظریات کے بالکل خلاف ہے اور کیتھولک فرقے میں جزو لاینفک ہے۔ پاکستان مذہبی آزادی کا قابل ذکر نمونہ ہے اور ان بتوں کے استعمال پر کوئی پابندی نہیں لگاتا۔ (۱۹)

انتھونی ڈی سوزا پاکستان میں تعلیم اور طب کے میدان میں عیسائیوں کی سرگرمیوں اور آزادی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ عیسائی تاجر کا ملک کی تجارت میں اہم کردار ہے۔ وہ پورے ملک میں تجارتی زندگی کے ہر شعبہ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ آج کل ہر اچھے تجارتی ادارہ اور سکول میں عیسائی مرد اور عورتوں کو انتظامیہ کے عہدوں پر دیکھا جاسکتا ہے۔ (۲۰)

پاکستان میں تمام غیر مسلم اقلیتوں کو ان کے تمام بنیادی انسانی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں۔ یہ حقوق صرف آئین اور دستور میں درج ہی نہیں کیے گئے بلکہ عملاً معاشرتی طور پر غیر مسلم اقلیتیں ان سے مستفید ہو رہی ہے۔ اپنی تعداد، صلاحیت اور ضرورت کے مطابق زندگی کے ہر شعبہ میں عیسائی اقلیت اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ ان کے یہ حقوق و مراعات کبھی بھی ضبط اور سلب نہیں کیے گئے۔ زندگی کے ہر میدان میں ان کو دیئے گئے حقوق کا خلاصہ درج ذیل ہے:

مذہبی عبادت گاہوں کی تعمیر وحفاظت:

مذہبی حقوق کے حوالے سے پاکستان میں اقلیتوں کو مذہبی عبادت گاہوں کی تعمیر وتحفظ اور ان میں ہونے والی مذہبی رسومات وعبادات کی مکمل اجازت ہے۔ یہ وہ حق ہے جو کسی بھی اقلیت کو سب سے زیادہ عزیز اور لازم ہوتا ہے۔ آئینِ پاکستان کی رو سے مذہبی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت حاصل کرنے سے لیکر ان کی عملی تعمیر تک تمام سرکاری عمل اتنا شفاف، آسان اور باعزت ہے کہ آج تک کسی اقلیتی فرقے کو اس حوالے سے کوئی خاص شکایت نہیں ہوئی۔ یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ عبادت گاہوں کی تعمیر صرف اقلیتی اکثریت کی آبادی کے علاقوں میں ہی جائز ہے۔ تاہم ایک اضافی رعایت اس آبادی کو یہ بھی حاصل ہے کہ جن علاقوں میں مذہبی عبادت گاہیں تعمیر ہیں اور کسی وجہ سے مقامی اقلیتی آبادی وہاں سے نقل مکانی کر چکی ہو اسلامی تعلیمات کی رو سے ان کو منہدم نہ کیا جائے گا الا یہ کہ اقلیتی ادارے اور مشنری خود ایسا کرنا چاہیں تو جائز ہے۔

اقلیتوں کی عبادت گاہوں پر حملوں کے واقعات:

انسانی حقوق کے دونوں اداروں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے امن وانصاف پاکستان نے سال 06-2005ء کے دوران ایسے واقعات کی نشاندہی کی ہے جن سے اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے تحفظ پر سوالیہ نشان قائم ہوتے ہیں۔

سکھر میں گرجا گھروں پر حملے:

19 فروری 2006ء کو سکھر میں ایک ہجوم نے دو گرجا گھروں اور ان سے ملحق املاک کو آگ لگا دی۔ سینٹ میریز سکول (کاتھولک) اور سینٹ سویز رچرچ (چرچ آف پاکستان) پر حملے کئے گئے۔ پولیس موقع پر موجود تھی تاہم اس نے مداخلت نہیں کی۔ بائبل مقدس کے نسخے، چرچ کا فرنیچر اور پاسٹر ہاؤس جلا دیا گیا۔ کروڑوں روپے مالیت کی املاک نذر آتش کر دی گئی۔ چرچ کے بینچ برما سے منگوائی ساگوان کی لکڑی سے بنائے گئے تھے۔ حکومت کی طرف سے دوبارہ مرمت و تعمیر کے اخراجات کا اندازہ 7.3 ملین روپے لگایا گیا۔

اس ظالمانہ اور غیر ذمہ دارانہ واقعہ کا محرک تکفیر کا الزام تھا جو عرفان گل (جس نے دو سال قبل اسلام قبول کر لیا تھا) نے اپنے سسر سلیم گل پر قرآن پاک کی اہانت کرنے پر عائد کیا تھا۔ بعد ازاں عرفان نے اقرار کیا کہ اس نے جائیداد کے جھگڑے کے باعث اپنے سسر پر جھوٹا الزام عائد کیا تھا۔ سانحہ گذرنے کے 11 ماہ بعد بھی حکومت کی طرف سے نہ تو گرجا گھر تعمیر کئے گئے ہیں اور نہ ہی تعمیر کرنے کے لیے رقم فراہم کی گئی۔ (N.C.J.P) (۳۱)

مانگامنڈی لاہور میں چرچ پر حملہ:

12 نومبر 2006ء کو مانگامنڈی ضلع لاہور میں ذوالفقار اکبر، آسف رمضان اور دیگر چھ مسلمان لڑکوں نے چرچ پر حملہ کیا، گیٹ/ دروازہ اور ٹیوب لائٹس کو توڑ دیا گیا پولیس کو مطلع کیا گیا تاہم اس رپورٹ تک کسی کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ (۲۲)

مندر مسمار:

19 اپریل 2005ء روزنامہ ڈان میں مندر کے مسمار کرنے کی خبر دی جس کی جائزہ انسانی حقوق 2006ء میں رپورٹ درج کی گئی۔ محکمہ ''اوقاف (Evacuee Trust Property Board) نے سی بلاک ضلع وہاڑی میں 1940ء سے موجود تقریباً 60 فیصد مندر مسمار کر دیئے ایک مارکیٹ تعمیر کرنے کی غرض سے مندر کے تین ٹاوروں میں سے دو کو مسمار کر دیا گیا۔ کنٹریکٹ حاصل کرنے والی فرم نے بتایا کہ مندر کی تزئین کی جارہی ہے۔ کنٹریکٹر نے مندر کی اینٹیں کھڑکیاں دروازے لکڑی اور قیمتی اشیاء فروخت کیلئے رکھی ہیں۔ مندر کی عمارت سے مبینہ طور پر سونا، چاندی اور زیورات برآمد ہوئے تاہم متعلقہ افراد نے تردید کی۔'' (۲۳)

مسیحی گروپس کے مطابق 2002 کے دوران ہونے والے شدید دہشت گردانہ حملوں کی وجہ سے اس سال گرجا گھروں میں عبادت کرنے والوں کی تعداد میں کمی دیکھنے میں آئی کیونکہ ایسے مزید حملوں کا خدشہ تھا۔ سال کے پہلے چھ ماہ کے دوران ملک کے بڑے بڑے شہروں میں اہم گرجا گھروں کے باہر پولیس کی نفری تعینات رہی جبکہ 1972ء میں قومیائے گئے کالجوں کو مشنری اداروں کو واپسی کے بعد اقلیتوں کے حقوق کی مانیٹرنگ کرنے والی تنظیموں نے بھی پولیس اور قدامت پسند گروہوں کی طرف سے تشدد اور تشدد کی دھمکیوں کی شکایت کی۔ (۲۴)

- جون 2005ء میں مسلمانوں کے ایک ہجوم نے نوشہرہ (سرحد) میں واقع ایک ہندو مندر کو آگ لگادی۔ مشتعل ہجوم میں شامل افراد نے الزام عائد کیا کہ ایک مقامی مسیحی نے قرآن پاک کے چند صفحات جلادیئے تھے۔

- جولائی میں HRCP کراچی آفس کو شکایت موصول ہوئی کہ زمین پر قبضہ کرنے والا ایک گروہ (لینڈ مافیا) شہر میں ہندو مندر سے ملحقہ پراپرٹی کو فروخت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ HRCP کی ایک تحقیقاتی ٹیم نے مندر کا دورہ کیا جس کے بعد مندر اور اس سے ملحقہ پراپرٹی کو فروخت کرنے کی کوششیں روک دی گئیں۔ (۲۵)

تبلیغ کی اجازت:

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو عملاً اپنے حلقہ مذہب میں اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا مکمل موقع حاصل ہے۔

تبلیغ کی کئی شکلیں ہیں:

1۔ ایک شکل یہ ہے کہ غیر مسلم اقلیتیں خود اپنی آئندہ نسلوں کو اور اپنے عوام کو اپنے مذہب کی تعلیم دیں۔ اس کا حق انہیں پاکستان میں حاصل ہے۔

2۔ دوسری شکل یہ ہے کہ یہ لوگ تحریر یا تقریر کے ذریعے سے اپنے مذہب کو دوسروں کے سامنے پیش کریں اور اسلام سمیت دوسرے مسلکوں سے اپنے وجوہ اختلاف کو علمی حیثیت سے بیان کریں۔ اس کی بھی اجازت حاصل ہے لیکن اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے کسی مسلمان کو اپنا دین تبدیل کرنے کی اجازت نہیں۔

3۔ تیسری شکل یہ ہے کہ کوئی بھی غیر مسلم مذہبی گروہ اپنے مذہب کی بنیاد پر ایسی تحریک چلائے۔ جس کی غرض سے یہ نہ ہو کہ ملک کا نظام تبدیل ہو کر اسلامی اصولوں کی بجائے اس کے اصولوں پر قائم ہو جائے۔ ایسی تبلیغ کی اجازت غیر مسلموں کو حاصل نہیں۔

تاہم آئین پاکستان کی رو سے یہ امر بھی لازم ہے کہ کوئی بھی مشنری فرد اور ادارہ کسی مسلمان کو تبدیلی مذہب کی دعوت نہیں دے سکتا۔ یہ ایک ایسا اصولی اور فطری مؤقف ہے کہ علم و دانش اور عقل و شعور کی دنیا کا کوئی عام فرد بھی اس سے اختلاف نہیں کر سکتا لیکن پاکستان میں موجو اقلیتیں مسلمانوں کو مذہبی تبلیغ کرتی ہے. جس کی خبریں اکثر و بیشتر اخبارات میں آتی ہیں کہ اقلیتی مشنریز صحت، علاج اور امداد باہمی کے پردوں میں غریب، بیمار اور کم پڑھے لکھے مسلمانوں کو دین اسلام سے ہٹا کر عیسائی بنا رہی ہیں یہ تاثر کسی لحاظ سے بھی درست نہیں۔

اس سلسلے میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

''جہاں تک غیر مسلموں کی تبلیغ کا معاملہ ہے اس کے بارے میں یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جب تک ہم بالکل خودکشی کے لئے ہی تیار نہ ہو جائیں ہمیں یہ حماقت نہیں کرنی چاہیے کہ اپنے ملک کے اندر ایک طاقت ور اقلیت پیدا ہونے دیں جو غیر ملکی سرمایہ سے پرورش پائے۔ عیسائی مشنریوں کو یہاں مدارس اور ہسپتال کھول کر مسلمانوں کے ایمان خریدنے کی کوشش کرنے اور مسلمانوں کی نئی نسلوں کو اپنی ملت سے بیگانہ کرنے کی کھلی اجازت دینا میرے نزدیک قومی خودکشی ہے۔''(۳۶)

شبیہ کا استعمال:

شبیہ کسی بھی مذہب کی علامت کو کہا جاتا ہے۔ اسلام میں اس کے لئے شعار کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ پاکستان میں مذہبی حقوق و مراعات کے حوالے سے یہ امر بہت روشن اور واضح ہے کہ ملک میں غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مذہبی رسومات، عبادات، جلوسوں، ایسٹر اور کرسمس و دیوالی وغیرہ کے تہواروں میں بھی اپنے مذہبی شبیہات استعمال کرنے کی پوری اجازت ہے۔ مذہبی شبیہہ تقدس کے ساتھ ساتھ مذہبی تسکین کا بھی باعث ہے۔ جس طرح مذہب ایک فطری امر ہے اسی طرح مذہبی تشبیہہ کا استعمال بھی ایک لازمی مذہبی رسم ہے۔ پاکستان میں اقلیتوں (غیر مسلموں) کو اس امر کی بھی پوری اجازت ہے اگرچہ صلیب اور دیگر شبیہات براہ راست اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ لیکن یہ اسلام کی اعلیٰ درجے کی وسعت، رواداری اور تفہیم بین المذاہب کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے حلقہ اقتدار میں اقلیتوں (غیر مسلموں) کے احترام کی خاطر اس کی اجازت دی ہے۔

پاکستان میں بھی اس کی عام اجازت ہے۔ تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ محض شبیہہ کے استعمال پر مذہبی فسادات شروع ہو جاتے ہیں۔ ہمسایہ ملک بھارت میں عید الاضحیٰ پر گائے ذبح کرنے پر ہندو مسلم فسادات اکثر ہوتے رہتے ہیں اور اسی شبیہہ کے استعمال پر مختلف واقعات میں ستر سے زیادہ عیسائیوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ جس سے مہذب دنیا چیخ اٹھی لیکن یہ حکومت پاکستان اور اس کے عوام کے وسعت ورواداری کا ثبوت ہے کہ شبیہہ کے مسئلہ پر کوئی امن وامان کا مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ پاکستانی اقلیتیں خود بھی اس کا اعتراف کرتی ہیں۔ پاکستان میں عیسائیوں کو شبیہہ کے ضمن میں ناقوس کے استعمال کی بھی اجازت ہے جو ایک اہم مذہبی آزادی کا حصہ ہے۔

غیر مسلموں کی مذہبی عبادت گاہوں میں تقرر کی آزادی:

مذہبی عبادت گاہوں میں ان کی سروس اور دیگر مذہبی رسومات کی ادائیگی، جیسے جلوسوں کی قیادت، عوامی اور سیاسی حلقوں میں اقلیتوں کی نمائندگی جیسی بنیادی آزادیاں بھی اس اقلیت کو حاصل ہیں۔ کسی مذہبی عہدے دار کی موت، معزولی یا استعفیٰ کے بعد نئے منصب دار کی تقرری کا سارا عمل پاکستانی عوام اور حکومت کی مداخلت سے بالکل ماورا اور مبرا ہے۔ اسی طرح سیاسی عہدے داروں کی موت، معزولی اور استعفیٰ کے بعد اقلیتی آبادی ہی اپنے نئے منصب دار اور نمائندے کو اپنی متفقہ آزادانہ رائے سے منتخب کرتی ہے۔ یہ عمل سرکاری، غیر سرکاری، نیم سرکاری اور عوامی مذہبی مداخلت سے مکمل طور پر الگ رہتا ہے۔ تاہم ان عہدوں پر منعقد ہونے والے الیکشن کے سرکاری اخراجات حکومت ہی برداشت کرتی ہے۔

مذہبی تبلیغ واشاعت:

پاکستان میں اقلیتی ادارے اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت میں اتنے متحرک، منظم اور صاحب حیثیت ہیں کہ بعض اعتبارات سے اسلامی تبلیغی اداروں سے بھی زیادہ مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے وہ نہ صرف پاکستان میں دستیاب ذرائع رسل ورسائل کے استعمال کرتے ہیں بلکہ یورپ سے ماڈرن ٹیکنالوجی کا حصول بھی ان کے لئے کوئی مالی یا انتظامی مسئلہ نہیں چنانچہ تبلیغ واشاعت مذہب کے ضمن میں ان کی مجموعی صورت حال درج ذیل ہے:

مسیحی مشنری ادارے

پاکستان میں مسیحی اقلیتی اداروں کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ انٹرنیشنل مشنری کونسل (آئی.ایم.سی)
۲۔ ورلڈکونسل آف چرچز (ڈبلیو۔سی۔سی)
۳۔ ایسٹ ایشیا کرسچن کانفرنس (ای۔اے۔سی۔سی)
۴۔ چرچ آف پاکستان
۵۔ سنٹرل ایشین مشن (سی،اے،ایم)
۶۔ ورلڈوائڈ ایونجلائزیشن کروسیڈ (ڈبلیو،سی،سی)
۷۔ سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹ (ایس،ڈی،اے)
۸۔ مکتی فوج (سالویشن آرمی)
۹۔ ورلڈمشن پریئرلیگ (ڈبلیو،ایم،پی،ایل)
۱۰۔ ایسوسی ایٹ پریزبی ٹورین (اے،پی،سی)
۱۱۔ بپٹسٹ بائبل فیلوشپ (بی،بی،ایف)
۱۲۔ برورزمشنری فیلوشپ (بی،ایم،ایف)
۱۳۔ دی ایونجلیکل الائنس مشن (ای،اے،ایم)
۱۴۔ انڈس کرسچن فیلوشپ (آئی،سی،ایف)
۱۵۔ میتھوڈسٹ چرچ ان پاکستان (ایم،سی،پی)
۱۶۔ پاکستان کرسچن فیلوشپ (پی،سی،ایف)
۱۷۔ پاکستان فیلوشپ آف ایونجلیکل سٹوڈنٹس (پی،ایف،ای،ایس)
۱۸۔ پاکستان لوتھرن چرچ (پی،ایل،سی)
۱۹۔ پاکستان مشن آف انٹرنیشنل مشن (پی،ایم،آئی،ایم)
۲۰۔ یونائیٹڈ پریس بائی ٹورین (یو،پی،سی)
۲۱۔ آل پاکستان چرچ کونسل (اے،پی،سی،سی)
۲۲۔ ویسٹ پاکستان چرچ کونسل (ڈبلیو،پی،سی،سی)
۲۳۔ لاہور چرچ کونسل (ایل،سی،سی)
۲۴۔ یونائیٹڈ چرچ ان پاکستان (یو،سی،پی)
۲۵۔ سیالکوٹ چرچ کونسل (ایس،سی،سی)
۲۶۔ سکاچ مشن سوسائٹی (ایس،ایم،سی)
۲۷۔ چرچ ٹاور (سی،ایچ)
۲۸۔ فل گاسپل اسمبلی آف پاکستان (ایف،جی،اے)
۲۹۔ کارتیاس پاکستان (سی،پی) (۲۷)

مسیحی ریڈیو اسٹیشن کا قیام:

عیسائیت کی تبلیغ کیلئے پاکستان کے بڑے شہر اسلام آباد اور لاہور میں فل ٹرانسمیشن پاور کے ریڈیو اسٹیشن قائم ہیں۔ جو پاکستان کی قومی زبان اردو سمیت انگلش اور مقامی بڑی بڑی زبانوں میں اپنے تبلیغی پروگرام نشر کرتے ہیں۔ پاکستان کی کسی غیر مسلم اقلیت کو براڈ کاسٹنگ میں اتنی بڑی رعایت کا حق حاصل نہیں۔ اسلام آباد میں قائم اس ریڈیو اسٹیشن کا نام بائبل کی آواز ہے۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق پاکستان میں حکومت کی رضامندی سے قائم ہونے والے عیسائیوں کے مشنری نشریاتی ادارے "فیسا ریڈیو" نے اپنی نشریات کے دورانیہ میں دوگنا اضافہ کر دیا ہے۔ پہلے شارٹ ویو میں 31 میٹر بینڈ پر دن میں 6 گھنٹے پروگرام نشر کئے جاتے تھے۔ اب صبح سات سے رات 9 بجے تک بلا ناغہ، اردو، انگریزی، پنجابی سندھی، سرائیکی، پشتو، بلوچی اور دیگر زبانوں میں عیسائیت کی تبلیغ پر مبنی پروگرام نشر کئے جا رہے ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ فیسا ریڈیو سے عیسائیت کی تبلیغ پر شدید احتجاج کے باوجود حکومت خاموش ہے اور اس ریڈیو اسٹیشن کو نشریات کا دورانیہ بڑھانے کی اجازت بھی دے دی گئی ہے۔ (۴۸)

قومی ریڈیو اسٹیشن کا استعمال:

پاکستان میں اپنے مخصوص ریڈیو اسٹیشن کے باوجود پاکستان میں موجود تقریباً پندرہ ریڈیو اسٹیشن مسیحی تقریبات اور تہواروں کے مواقع پر ان کے لئے خود ان کے مشنریوں سے مرتب کردہ خصوصی پروگرام نشر کرتے ہیں۔

(الف) ریڈیو پاکستان لاہور:

تہوار	ماہ	دورانیہ	پروگرام کی نوعیت
گڈ فرائیڈے	اپریل	ایک گھنٹہ	مسیحی علماء کی تقریر بائبل کی اقتباسات ڈرامہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ 1987ء کے ڈرامے کا عنوان تھا۔ صلیب کا پیغام۔ یہ ڈرامہ حسب سابق "کرسچن براڈ کاسٹنگ سوسائٹی" نے ترتیب دیا اور پیش کیا۔
ایسٹر	اپریل	ایک گھنٹہ	حسب سابق اس پروگرام میں ڈرامے کا عنوان تھا "طوفان کے بعد"
کرسمس کی شام	24 دسمبر		کیتھولک اور پرٹسٹنٹ باہم وقت تقسیم کر کے اپنا اپنا پروگرام مرتب کر کے پیش کرتے ہیں۔
کرسمس ڈے	25 دسمبر		کیتھڈرل چرچ سے براہ راست سروس نشر ہوتی ہے۔

ریڈیو پاکستان کے دوسرے اسٹیشن بھی کم و بیش اس قسم کے پروگرام نشر کرتے ہیں۔

(ب) پاکستان ٹیلی ویژن:

پاکستان ٹیلی ویژن اپنے تمام اسٹیشنوں سے دو پروگرام پیش کرتے ہیں۔

(1) ایسٹر دورانیہ 45 منٹ

(2) کرسمس دورانیہ ایک گھنٹہ (۲۹)

ان پروگراموں کی نوعیت بھی ریڈیو پاکستان ہی کے انداز پر ہوتی ہے۔ یعنی بائبل کے حوالے سے کسی عالم کی تقریر۔

پاکستان کے سرکاری ذرائع ابلاغ کے استعمال کی جس قدر مذہبی آزادی غیر مسلم اقلیتوں کو پاکستان میں حاصل ہے اس طرح کی آزادی کسی بھی یورپی ملک میں وہاں کی مسلم اقلیت کو حاصل نہیں۔

رسائل و جرائد کا استعمال:

موجودہ دور میں رسائل و جرائد کی ضرورت واہمیت اور ان کی وسعت واثرات سے سب واقف ہیں۔ رسائل و جرائد دراصل ایک ایسا ذریعہ ہیں جو ذہن سازی کے ساتھ ساتھ ذہنی تبدیلی، فکری ہم آہنگی اور عملی رویوں میں تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ اس قدر موثر اور اہم ذریعے کو پاکستانی اقلیتیں بڑی باقاعدگی اور بھرپور طریقے سے استعمال کر رہی ہیں۔

بائبل کی مفت تقسیم:

اگرچہ موجودہ بائبل نہ تو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کا الہامی کلام ہے اور نہ ہی مستند طریقے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری ہے۔ اس کی سند، متن، تاریخی تسلسل، مصنفین اور مؤلفین سب مختلف فیہ ہیں۔ اس کا نیا ایڈیشن گزشتہ ایڈیشن سے مختلف ہوتا ہے ان تمام کمزوریوں کے باوجود عیسائی اسے اپنی مقدس کتاب کا درجہ دیتے ہیں۔ اس لئے بائبل کی وسیع پیمانے پر مفت اور اکثر کثیر طباعت واشاعت کا پورے ملک میں لامتناہی طوفانی سلسلہ شروع ہے۔ خط وکتابت کے ذریعے بائبل کے مختلف کورسز کرائے جاتے ہیں اس مقصد کے لئے اس قدر کثیر وسائل اور سرمایہ صرف ہوتا ہے جس کا آج تک کوئی حساب اور آڈٹ نہ ہو سکا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بائبل اور اس کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لئے ایک دو نہیں پندرہ بائبل خط وکتاب سکولز قائم ہیں۔ جو کسی قیمت اور کسی فیس یا چندے کے بغیر بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں بائبل کے اسباق تقسیم کر رہے ہیں۔ بائبل خط وکتابت سکول لاہور میں چھ، ملتان، فیصل آباد، ایبٹ آباد، شکار پور، لاڑکانہ، خیر پور، ڈیرہ غازی خان میں ایک ایک اور کراچی میں دو ہیں۔ (۳۰)

الیکٹرونک میڈیا (انٹرنیٹ) کا وسیع استعمال:

انٹرنیٹ موجودہ دور کی ایک ایسی وسیع اور حیرت انگیز ایجاد ہے کہ جس میں پوری کائنات کو ایک چھوٹے سے گھر میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کی مدد سے ہر وقت ہر جگہ معمولی اخراجات سے فوری اور غیر معمولی رابطہ ممکن ہے۔ پاکستان کی غیر مسلم اقلیتیں انٹرنیٹ کو اپنے تبلیغی مقاصد کے لئے وسیع پیمانے پر مسلسل اور بے دریغ استعمال کر رہی ہیں۔ انٹرنیٹ ٹیکنالوجی کا حصول ان کے لئے یورپی تعاون کی وجہ سے کوئی مسئلہ ہی نہیں اور آئین پاکستان کی رو سے اس پر کوئی پابندی نہیں یہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ مشنری مقاصد کے لئے جو آزادی اور سہولت یورپی اقلیتوں کو حاصل وہ تمام حقوق و مراعات پاکستان جیسے غریب اور چھوٹے ملک میں اقلیتوں کو حاصل ہیں۔

غیر مسلم اقلیتوں کا اپنے مذہب پر قائم رہنے کا بنیادی حق:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں یہ بات طے شدہ ہے کہ کسی بھی غیر مسلم اقلیتی فرد کو خفیہ یا اعلانیہ جبر کی کسی صورت میں بھی اس کے مذہب اور شریعت سے دور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک ایسا وسیع مذہبی حق اور آخری حد تک کی رعایت ہے کہ جس کی مثال موجودہ مہذب دنیا کے کسی دستور اور آئین میں نہیں پائی جاتی۔ عیسائیوں کا یہ مذہبی حق صرف ایک حق نہیں بلکہ مجموعہ حقوق و مراعات حاصل ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 20 کی رو سے کسی بھی شخص/شہری کی مذہبی آزادی کو کسی طور پر معطل نہیں کیا جاسکتا۔

Freedom to profess religion and to manage religious institutions. Subject to law, public order and morality:

(a) every citizen shall have the right to profess, practise and propagate his religion, and

(b) every religious denomination and every seet thereof shall have the right to establish, maintain and manage its religious institutions. (31)

(مذہبی تعلیم حاصل کرنے کی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی ہو۔ قانون میں عوامی قواعد وضوابط کو مدِ نظر رکھا جائے:

(a) ہر شہری کا حق ہوگا کہ وہ اپنے مذہب کی تعلیم دے اور اُس پر عمل کرے اور مذہب کی نشر و اشاعت کرے۔

(b) ہر فرقہ کو اجازت ہوگی کہ وہ اپنے مذہبی ادارے قائم کرے اور اُن کا انتظام کرے۔)

کرسمس ڈے کی سرکاری تعطیل:

ہر سال 25 دسمبر کو جو مسیحی برادری کیلئے عید کا دن ہے عام تعطیل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آپشنل تعطیل بھی کرنے کی مثال موجود ہے۔ 1993ء میں حکومت پنجاب نے 26 دسمبر کو مسیحی برادری کے لئے صوبہ پنجاب میں آپشنل تعطیل کا اعلان کیا۔ مزید یہ کہ مسیحی برادری کو کرسمس کے موقع پر ایڈوانس تنخواہ بھی دی جاتی ہے۔ (۳۲)

کرسمس اور ایسٹر عیسائیوں کے مقدس تہوار ہیں۔ عیسائیوں کے ان دونوں تہواروں پر حکومت پاکستان اور عوام بھرپور طریقے سے حصہ لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ سب کچھ اسلام کے خلاف ہے لیکن اس کے باوجود بھی اس حد تک تعاون حکومت پاکستان اور عوام کی طرف سے رواداری کی عدیم النظیر مثال ہے۔ سابق وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے اپنے دور حکومت میں کرسمس کے موقع پر 35 لاکھ روپے کی منظوری دی۔ یہ رقم خیرسگالی کے جذبے کے تحت دی گئی تاکہ غریب اور ضرورت مند عیسائی بھی کرسمس کا تہوار منا سکیں۔ (۳۳)

سال 1996ء میں گریڈ 1 تا 15 کے دس عیسائی سرکاری ملازمین کو بذریعہ قرعہ اندازی سرکاری اخراجات پر ایسٹر کی تقریبات میں شرکت کے لئے روم بھیجا گیا۔ یہ اقلیت نوازی کی انوکھی مثال ہے جو کبھی سننے میں نہیں آئی۔ (۳۴)

بلکہ پاکستان کی تمام اقلیتوں کو اپنے مذہبی شعائر بجالانے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ یا پابندی نہیں۔

ہندو اقلیت کے مذہبی حقوق:

ہندو بھی ملک کی بڑی اقلیت ہیں۔ ان کی کل آبادی 1998ء کی مردم شماری کے مطابق 2111271 ہے۔ ریڈیو پاکستان لاہور ان کیلئے ان کے مذہبی تہواروں پر بھی سال میں چار باران کے مخصوص پروگرام نشر کرتا ہے۔

تقریب	دورانیہ
جنم اشٹمی	20 منٹ
دسہرہ	10 منٹ
بالمیک جی کا جنم دن	10 منٹ
دیوالی	10 منٹ

اس بات کا خیال رہے کہ صوبہ پنجاب میں ہندو آبادی بہت کم ہے۔ یعنی پنجاب کی کل آبادی میں ہندو صرف 92628 ہیں۔ جبکہ صوبہ سندھ میں ہندو آبادی 1980534 ہے۔

ریڈیو پاکستان حیدر آباد سے ہندو اقلیت کیلئے ان کے تہواروں پر مندرجہ ذیل خصوصی پروگرام نشر ہوتے ہیں:

تقریب	دورانیہ	
دسہرہ	30 منٹ	
دیوالی	30 منٹ	
ہولی	20 منٹ	(۳۵)

ہندو اقلیت کی طرف سے شائع ہونے والے جرائد درج ذیل ہیں:

1۔سرسوتی (حیدر آباد)	2۔سدھار پیر نکا (حیدر آباد)	3۔تندرستی (حیدر آباد)
4۔سندھ شبوک (حیدر آباد)	5۔پریم (حیدر آباد)	6۔سرتاج (حیدر آباد)
7۔ناول (حیدر آباد)	8۔جاسوسی ناول (حیدر آباد)	9۔سنوسواں (جیکب آباد)
10۔آشا (کراچی)	11۔چھتر کار (کراچی) (۳۶)	

اقلیتوں کو عدم رواداری کا سامنا (جائزہ انسانی حقوق کے حوالے سے مختلف رپورٹس):

ادارہ قومی کمیشن برائے امن و انصاف اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اور وزارتِ اقلیتی اُمور نے اپنی سالانہ رپورٹس 2004ء،2005ء،2006ء،2007ء، میں واضح طور پر لکھا کہ پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کو پامال اور سلب کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں ان کی مذہبی آزادی پر پابندی لگی ان کے خلاف منافرانہ گفتگو ہوئی ان کے لیے امتیازی قوانین بنائے گئے حتیٰ کہ ان کے Personal Laws اور عائلی قوانین کو تار تار کیا گیا بلکہ ملکی قانون تکفیر کی آڑ میں ان پر ظلم ڈھائے گئے ان کی زمینوں پر اور انکی جائیدادوں پر قبضے کیے گئے اور ان کے باپ دادا کی زمینوں سے انہیں بے دخل کیا گیا حتیٰ کہ ملکی آئین اور قانون کو پس پشت ڈالتے ہوئے غیر مسلم اقلیتوں کے غریب لوگوں کو زبردستی اپنی ملوں اور فیکٹریوں میں مزدور رکھ لیا گیا جس کے نتیجے میں پاکستانی پولیس اور انتظامیہ نے بھی اقلیتوں پر ظلم ڈھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی پاکستان کے سیاسی نظام کے حوالے سے سیاسی شراکت داری میں عام شہری کی نسبت مذہبی اقلیتوں کے افراد اپنے مذہب اور کلچر کی بنا پر سیاست کے میدان میں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بہت زیادہ مشکلات کا شکار رہے۔ (۳۷)

سال 2005ء کے دوران اقلیتوں کی عبادت گاہوں اور اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے خلاف حملوں یا ان کے خلاف نفرت بھڑکانے کے متعدد واقعات کی اطلاعات منظر عام پر آئیں۔ تقریباً ہر واقعہ میں ریاستی مشینری نے خاموش تماشائی کا کردار ادا کیا۔ تشدد کے ذمہ دار افراد کو سزا کے خلاف جو استثنیٰ حاصل تھا۔ اس نے انہیں جبر کی مزید کاروائیوں پر اکسایا۔ (۳۸)

سال کے دوران اس بات کے شواہد موصول ہوئے کہ ملک میں عدم رواداری میں اضافہ ہو رہا تھا۔ 2004ء کے اختتام اور 2005ء کے اوائل میں منظر عام پر آنے والے بیشتر واقعات میں سے ایک واقعہ میں بڑ (برگد) کے ایک قدیم درخت کو شر پسندوں نے آگ لگا دی۔ کہاوتوں کے مطابق۔ مہاتما بدھ نے اس علاقے میں سفر کے دوران ایک دفعہ اس درخت کے نیچے قیام کیا تھا۔ کئی سالوں تک یہاں پر تعمیر کردہ ایک عارضی مقبرے میں بدھ مسلک کے ماننے والے مہاتما بدھ کی مورتیاں سجاتے اور موم بتیاں جلاتے تھے۔ عام تاثر یہی تھا کہ یہ کام مدرسہ کے طالب علموں کا تھا۔ فروری میں اسلام آباد کی سفارتی برادری نے تاریخی برگد کے درخت کی حفاظت کے لیے اس کے اردگرد باڑ لگانے کا فیصلہ کیا (یہ درخت سفارتی رہائشی علاقے میں واقع تھا) جبکہ بدھ مسلک سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے نئی عبادت گاہ تعمیر کر دی گئی۔ (۳۹)

ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں داخلے کے حوالے سے امتیازی سلوک کی اطلاعات بدستور موصول ہوتی رہیں۔ اخبارات میں شائع ہونے والی رپورٹوں کے مطابق۔ مسیحیوں پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اپنی جائیداد سستے داموں فروخت کر دیں یا جن جگہوں پر وہ قابض تھے۔ انہیں خالی کر دیں جبکہ اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھنے والی لڑکیاں خاص طور پر جنسی تشدد جیسے گھناؤنے جرائم کے ہاتھوں غیر محفوظ نظر آئیں۔ اتوار کے روز مسیحی سینٹری ورکرز کو تعطیل فراہم کرنے میں ریاست کی ناکامی اور کرسمس اور ایسٹر کے موقع پر صرف ایک یوم کی چھٹی نے ملک میں مقیم بیشتر غیر مسلموں کے لیے ناموافق ماحول پیدا کیا۔ (۴۰)

توہینِ رسالت کے مقدمات:

اکتوبر 2004ء میں توہین رسالت قوانین میں جو معمولی سی ترمیم کی گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں ان قوانین کے غلط استعمال پر کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔ ترمیم کے تحت۔ پولیس کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا تھا کہ کسی کے خلاف الزام عائد کرنے اور اسے گرفتار کرنے سے قبل۔ الزامات کی تحقیقات کی جائے۔ لیکن زیادہ تر واقعات میں ایسا نہیں کیا گیا۔۔۔ مثال کے طور پر جون کے دوران نوشہرہ میں رونما ہونے والے واقعہ میں بچوں کی فراہم کردہ اطلاعات کی بنیاد پر ایک مسیحی کے خلاف توہین رسالت کا الزام عائد کر دیا گیا۔ یہ بات بھی عیاں تھی کہ پولیس نے ان افراد کو کوئی تحفظ فراہم کرنے کی کوشش نہیں کی جن کے خلاف توہین رسالت کا الزام عائد تھا۔

سال کے دوران منظر عام پر آنے والے بدترین واقعات میں سے ایک واقعہ میں اپریل کے دوران گاؤں سپین خاک، نوشہرہ، کے عاشق نبی کو ہجوم میں شامل افراد نے ہلاک کر دیا۔ عاشق نبی موت سے قبل کئی روز تک روپوش رہا۔ توہین رسالت کے الزامات اور اپریل میں مقامی مولوی کی طرف سے جاری ہونے والے فتوے کے بعد عاشق نبی اور اس کے خاندان والوں کو اس بات کا خدشہ تھا کہ اسے ہلاک کر دیا جائے گا۔ HRCP کی تحقیقاتی ٹیم کے مطابق جو معروف وکلاء۔ انسانی حقوق کے فعال کارکنان، صحافیوں اور دانشوروں پر مشتمل تھی۔ عاشق نبی کی ذہنی حالت درست نہیں تھی اور اس کے

خلاف عائد کردہ الزامات کا آغاز بیوی کے ساتھ جھگڑے کے دوران ایک واقعہ سے ہوا۔ اس پر الزام عائد کیا گیا کہ اس نے قرآن پاک فرش پر پھینک دیا تھا اس کی بیوی، جو بظاہر اس واقعہ کی واحد گواہ تھی ۔ نے واقعہ سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ عاشق نبی نے جسے اس واقعہ کے بعد گھر سے بھاگنے پر مجبور ہونا اور کئی روز تک کھیتوں میں چھپنا پڑا۔ کئی بار اس حوالے سے معافی بھی مانگی۔ HRCP کی ٹیم جس نے مئی میں دوران عاشق نبی کی ہلاکت کے کئی روز بعد سپن خاک کا دورہ کیا تھا۔ اس کے علم میں یہ بات آئی کہ بیشتر افراد حقائق سے لاعلم تھے اور وہ فتوئی جاری ہونے کے بعد چلنے والی جنون کی آندھی کا حصہ بن گئے تھے۔

1988ء سے ذرائع ابلاغ نے توہین رسالت کے جن 647 مقدمات کی رپورٹس پیش کی تھیں۔ جسٹس اینڈ پیس کمیشن کے ایک جائزے کے مطابق ان میں سے تقریباً 90 مقدمات مسیحیوں کے خلاف تھے۔۔۔ یہ اس حقیقت کے باوجود تھا کہ مسیحی پاکستان کی 162 ملین آبادی کا تین فیصد سے بھی کم تھے۔۔۔ کل آبادی کا 95 فیصد مسلمان تھے۔

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان اور دیگر تنظیموں کی طرف سے توہین رسالت قوانین کو ختم کرنے یا ان میں کم از کم ایسی ترامیم متعارف کرنے کی اپیلوں کا جن کی بنا پر ان کا غلط استعمال رک جائے، انتظامیہ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ (۴۱)

پاکستان میں قادیانی (احمدی) اقلیت اور ان کے حقوق کا مسئلہ

شمالی مغربی ہند جہاں بعد ازیں پاکستان دنیا کے نقشے پر معرض وجود میں آیا مسلمان تعداد کے اعتبار سے بھاری اکثریت میں تھے اور باقی مشہور اقلیتیں ہندو، عیسائی اور سکھ اور دوسری ذاتوں کے لوگ بھی موجود تھے۔ مگر وہ ان دو بڑی اقلیتوں (ہندو، عیسائی) کے مقابلے میں بہت ہی کم تعداد میں تھے۔ جن کو کوئی خاص مقام حاصل نہ تھا۔ البتہ 1935ء میں جب مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں نے اسلام اور اسلامی تعلیمات پر مختلف طریقوں سے حملے شروع کیے تو مسلمان علماء کرام اور صاحب ذی علم و شعور خبردار ہو گئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیدائش موضع قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں 1839ء یا 1840ء میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام مرزا غلام مرتضٰی ہے جو مرزا عطا محمد کے بیٹے تھے۔ آپ کے دادا کا نام عطا محمد اور پردادا کا نام گل محمد تھا۔ والدین نے ابتداء میں مرزا صاحب کا نام ''دسوندی'' رکھا تھا۔ مرزا صاحب اپنے رسالے اربعین میں لکھتے ہیں کہ اس خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ خاندان ہے۔ (۴۲)

مرزا صاحب کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ ان کے اُستاد فضل احمد نے انہیں قرآن اور فارسی کی تعلیم دی۔ (۴۳)

مرزا صاحب کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ انہیں کتابوں کے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ (۴۴)

چودہ سال کی عمر میں پہلی شادی کی اور پچاس سال کی عمر میں دوسری شادی کی۔ (۴۵)

ضلع کچہری سیالکوٹ میں 1864ء سے 1868ء تک معمولی ملازم کے حیثیت سے کام کرتے رہے۔ (۴۶)
مرزا قادیانی نے ایک ارتقائی عمل کے تحت پہلے پہل مامور من اللہ پھر دعویٰ مجددیت اور پھر 1900ء میں دعویٰ نبوت کیا۔ (۴۷)
مرزا نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو علماءِ اسلام نے ان کی تردید و مخالفت شروع کردی۔ ان میں مشہور عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری مدیر اہلِ حدیث پیش پیش اور نمایاں تھے۔ (۴۸)

آخری عمر میں مرزا غلام احمد قادیانی کئی بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور 25 مئی 1908 کو بمقام لاہور اسہال میں مبتلا ہوئے، بالآخر 26 مئی 1908 کو انتقال ہوا۔ نعش قادیان لے جائی گی۔ 27 مئی 1908ء کو تدفین عمل میں آئی۔ (۴۹)
چنانچہ علامہ اقبال نے 14 مئی 1935ء کو ''قادیانی اور جمہور مسلمان'' کے عنوان سے اسٹیٹسمین اخبار میں بیان دیا اور یہ کہا:
''میری رائے میں حکومت کیلئے بہترین طریقہ کار یہ ہوگا کہ ''وہ قادیانیوں کو الگ جماعت تسلیم کرلے یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی رواداری سے کام لیں جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتا ہے۔'' (۵۰)

انگریزی استعمار کے عہد میں اس گروہ کی خاص مقاصد کے تحت حوصلہ افزائی کی جاتی رہی۔ نئی نبوت کا مطلب ایک نئی امت تخلیق کرنا تھا تا کہ امت مسلمہ کی مجموعی وحدت کو چیلنج کیا جاسکے۔ امت کے اس اجتماعی ضمیر نے نئی نبوت کو رد کردیا اور قادیانیوں نے خود بھی اپنے ایک تشخص کو مستحکم کرنے کی تدابیر اختیار کیں۔ استعماری دور میں تو وہ مسلمان معاشرہ کا حصہ رہے لیکن پاکستان بننے کے بعد تصادم بڑھا تو 1974ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے انہیں غیر مسلم قرار دے دیا مگر اس کے باوجود قادیانی اپنے مسلمان ہونے پر اصرار کرتے ہیں اور مسلمان معاشرے میں رہ کر ارتداد کی سرگرمیاں جاری رکھتے ہیں۔ دستور پاکستان کے مطابق غیر مسلموں کو جو مراعات ہیں۔ انہیں لینے سے وہ انکار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو خفیہ رکھ کر مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ البتہ اقلیتوں (غیر مسلموں) کی منفی سرگرمیوں کے پیچھے قادیانیوں کا دماغ اور وسائل پوری طرح کام کرتے ہیں۔ (۵۱)

یہاں مناسب ہوگا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے پس منظر کی وضاحت کردی جائے۔ قیام پاکستان کے بعد جب احمدیوں / قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں حد سے زیادہ بڑھنے لگیں تو 1953ء میں تحریک ختم نبوت کے عنوان سے مرزائیت کے خلاف سب سے بڑی تحریک شروع ہوگئی۔ یہی وہ تحریک تھی جس میں مسلمانوں کے تمام فرقوں نے متحد ہوکر احتجاج کیا مگر حکومت نے مسلمانوں کو متفقہ آواز کو نہ صرف مسترد کردیا بلکہ پاکستان کی بہادر فوج کو اپنی عوام کے خلاف استعمال بھی کیا۔ جب صوبائی نظم وضبط بالکل معطل ہوگیا تو 6 مارچ 1953ء کو ڈیڑھ بجے دن لاہور میں مارشل لا نافذ کردیا گیا۔ (۵۲)

فسادات پنجاب کے حوالے سے تحقیقات عامہ ایکٹ 1954ء وجود میں آیا۔ تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کے نتیجے میں تحریک کے بعد مسلم ردعمل سامنے آتا رہا اور عدالتیں بھی اپنے فیصلے صادر کرتی رہیں۔ (۵۳)

تحریک ختم نبوت 1974ء:

تحریک ختم نبوت 1974ء کا آغاز نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کے ساتھ قادیانیوں کی زیادتی سے ہوا جنھوں نے ربوہ کے ریلوے اسٹیشن پر قادیانیت کے لٹریچر کی تقسیم کے نتیجے میں اشتعال پھیلایا، طلباء نے اس لٹریچر کے خلاف جب آواز اٹھائی اور نعرے لگائے۔ ختم نبوت زندہ باد قادیانیت مردہ باد وغیرہ۔ ربوہ کے مرزائیوں میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہ طلباء جب واپسی پر یہاں سے گزریں گے تو بدلہ چکائیں گے اور انہیں ایسا سبق سکھائیں گے وہ یاد رکھیں گے۔(۵۴)

29 مئی 1974ء کو طلباء جب پشاور سے چناب ایکسپریس کے ذریعے واپس ملتان آرہے تھے تو ربوہ سے پہلے سٹیشن نشتر آباد کے قادیانی سٹیشن ماسٹر نے طلباء کی بوگی پر مخصوص نشان لگادیا اور ربوہ کے سٹیشن ماسٹر کو آگاہ کردیا۔ جب ریل گاڑی ربوہ پہنچی ہزاروں کی تعداد میں مرزائی ٹرین پر اُمڈ پڑے اور طلباء کو اغوا کیا اور اتنا تشدد کیا کہ وہ بے ہوش ہوگئے۔

سارے لشکر کی قیادت بعد میں بننے والے قادیانی خلیفہ مرزا طاہر خود کررہے تھے۔ آخر کار زخمی طلباء کو گاڑی لیکر روانہ ہوئی تو یہ خبر فیصل آباد میں پہنچ چکی تھی۔ جس پر فیصل آباد کی عوام ہزاروں کی تعداد میں سٹیشن پر اُمڈ پڑی۔(۵۵)

لوگ جذبات میں رورہے تھے۔ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقتدر رہنما مولانا تاج محمود پلیٹ فارم کی دیوار پر چڑھ گئے اور طلباء سے مخاطب ہوکر کہا میرے بیٹو! تمہارے جسم سے بہنے والے مقدس خون کی قسم میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے خون کے ایک ایک قطرہ کا قادیانیوں سے انتقام لیا جائے گا اور قادیانی ملزمان اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

مولانا کی تقریر نے طلباء کے دل جیت لئے۔ بعد ازاں گاڑی جہاں جہاں جس اسٹیشن پر رُکتی ہزاروں کی تعداد میں مسلمان طلباء کے استقبال کے لئے پہلے سے موجود ہوتے۔

قادیانیوں کی غنڈہ گردی پر پوری قوم سراپا احتجاج بن گئی۔ 16 جون 1974ء کو فیصل آباد میں ملک بھر کے علماء و مشائخ و سیاست دان اکٹھے ہوئے اور اس اجلاس میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل عمل میں آئی، جس کے عہدے دار درج ذیل تھے:

(۱) صدر: مولانا محمد یوسف بنوری، (۲) ناظم اعلیٰ: مولانا محمود احمد رضوی، (۳) نائب صدر: مولانا عبدالستار نیازی، سید مظفر علی شمسی، مولانا عبدالواحد، نواب زادہ نصراللہ خان، (۴) نائب ناظم: مولانا محمد شریف جالندھری، (۵) خازن: میاں فضل حق مقرر ہوئے۔ (۵۶)

عوام کے ملک گیر احتجاج کو دیکھتے ہوئے پنجاب گورنمنٹ نے سانحہ ربوہ کی عدالتی تحقیقات کا حکم دے دیا۔

تاریخی قرارداد:

30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں اپوزیشن نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد کے محرکین کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) مولانا مفتی محمود، (۲) مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، (۳) مولانا شاہ احمد نورانی، (۴) پروفیسر غفور احمد، (۵) مولانا سید علی رضوی، (۶) مولانا عبدالحق، (۷) چودھری ظہور الٰہی، (۸) سردار شیر باز خان مزاری، (۹) مولانا ظفر احمد انصاری، (۱۰) عبدالحمید جتوئی، (۱۱) صاحبزادہ احمد رضا قصوری، (۱۲) محمود اعظم فاروقی، (۱۳) مولانا صدرالشہید، (۱۴) مولانا نعمت اللہ، (۱۵) عمرہ خان، (۱۶) مخدوم نور محمد، (۱۷) غلام فاروق، (۱۸) سردار مولا بخش سومرو، (۱۹) سردار شوکت حیات خان، (۲۰) حاجی علی احمد تالپور، (۲۱) راؤ خورشید علی خان، (۲۲) رئیس عطا محمد خان

انہوں نے متفقہ طور پر یہ قرارداد پیش کی کہ قادیانیت، اسلام اور اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنا چاہئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تا کہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔ (۵۷)

ان دنوں قائد ایوان وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ انہوں نے سانحہ ربوہ پر غور اور قادیانی مسئلہ پر سفارشات مرتب کرنے کے لئے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دیا۔ نیشنل اسمبلی آف پاکستان کے پورے ایوان کی اسپیشل کمیٹی کی کارروائی بروز سوموار 5 اگست 1974ء اسمبلی کے چیمبر سٹیٹ بنک بلڈنگ اسلام آباد میں صبح دس بجے وقوع پذیر ہوئی۔ سپیکر نیشنل اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خان بحیثیت چیئرمین تھے۔ جناب اسپیکر کی صدارت میں قادیانی مسئلہ پر بحث شروع ہوئی۔ قادیانی اور لاہوری گروپ نے اپنے اپنے محضر نامے پیش کئے۔ قادیانی گروپ کے محضر نامے کے جواب میں ''ملت اسلامیہ کا مؤقف'' نامی محضر نامہ تیار کیا گیا۔ جسے مولانا مفتی محمود نے قومی اسمبلی میں پڑھا۔ لاہوری گروپ کے محضر نامے کے جوابات بھی اجمالی طور پر اس میں آ گئے تھے، تاہم اس محضر نامے میں اہمیت نہیں دی گئی تھی۔ بعد میں مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم نے لاہوری گروپ کے محضر نامہ کا مستقل جواب لکھا اور اپنی طرف سے محضر نامہ پیش کیا۔ قادیانی گروپ کے سربراہ مرزا ناصر کو قومی اسمبلی میں زبانی طور پر کمیٹی کے سامنے اپنا مؤقف پیش کرنے یا سوالات کے جوابات و جرح کے لئے بلایا گیا۔ 5 سے 10 اگست اور 20 سے 24 اگست 1974ء تک کل گیارہ روز مرزا ناصر محمود قادیانی پر جرح ہوئی۔

27، 28 اگست 1974ء کو لاہوری گروپ کے صدر مسٹر صدرالدین، عبدالمنان عمر اور جنرل سیکرٹری مسعود بیگ پر دو روز جرح ہوئی۔ 28 اگست کو لاہوری گروپ پر جرح ختم ہوگئی۔ اس کے بعد 5، 6 ستمبر 1974ء کو اٹارنی جنرل آف پاکستان جناب یحیٰی بختیار نے بحث کو سمیٹا۔ ان کا اسمبلی کے اراکین کے سامنے دو روز مفصل بیان ہوا۔ (۵۸)

اس کے بعد قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے آئینی ترمیم کے لئے متفقہ سفارشات پیش کیں۔

7 دسمبر 1974ء کی شام کو پون صدی پر پھیلی ہوئی جدوجہد تاریخ ساز لمحوں میں سمٹ آئی۔ قومی اسمبلی کی کارروائی کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا، اور اس کے بعد مرکزی وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے آئین میں ترمیم کا بل پیش کیا۔

آئین پاکستان میں ترمیمی بل:

ہرگاہ یہ قرینِ مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔ لہٰذا بذریعہ ہٰذا حسبِ ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے:

مختصر عنوان اور آغاز:

(۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ 1974ء کہلائے گا۔

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

آئین کی دفعہ 106 میں ترمیم:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا دفعہ 106 کی شق 3 میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کئے جائیں گے۔ موجودہ دفعہ کی عبارت اس طرح ہے:

''دفعہ 106: صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل سے بحث کرتے ہوئے ان ارکان کی تعداد اور اوصاف کو واضح کرتی ہے جن کا اسمبلیوں کے لئے چناؤ ہوگا، نیز ان اسمبلیوں میں غیر مسلموں یعنی عیسائیوں، سکھوں، بدھوں اور پارسیوں کے لئے مخصوص اضافی نشستوں کا تعین کرتی ہے۔ دوسری دستوری ترمیم مجریہ 1974ء کی رو سے ان گروہوں میں قادیانی گروہ اور لاہوری گروہ کے اشخاص (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) کا اضافہ کیا گیا تھا۔''

آئین کی دفعہ 260 میں ترمیم:

آئین کی دفعہ 260 میں شق 2 کے بعد حسبِ ذیل نئی شق درج کی جائے گی، یعنی (3) جو شخص حضرت محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں

یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کے اغراض کے لئے مسلمان نہیں۔

بیان اغراض و وجوہ:

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں یہ طے پایا ہے کہ اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تا کہ ہر وہ شخص جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے اُسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔ عبدالحفیظ پیرزادہ (وزیر انچارج) (۵۹)

مولانا مفتی محمود نے حزبِ اختلاف کی طرف سے آئین میں زیر بحث ترمیم کی مکمل تائید کا اعلان کیا۔ سپیکر قومی اسمبلی نے قائد ایوان ذوالفقار علی بھٹو کو اظہارِ خیال کی دعوت دی۔ بھٹو صاحب کی تقریر کے بعد بل پر ووٹنگ ہوئی۔ جناب سپیکر نے اعلان کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ترمیم کے حق میں 130 ووٹ آئے ہیں، جبکہ مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا۔ اس وقت 5 بج کر 52 منٹ تھے۔ واضح رہے کہ اس وقت قومی اسمبلی کے ممبران کی کل تعداد 146 تھی جن میں 16 ممبر غیر حاضر تھے۔ قومی اسمبلی کے معزز ارکان نے اس فتنہ کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سدِّ باب کر دیا جو پون صدی سے ملت اسلامیہ کے لئے دردِ سر بنا ہوا تھا۔ (۶۰)

1974ء کی تحریک ختم نبوت کے نتیجے میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کے بعد بھی قادیانیوں نے اپنے آپ کو غیر مسلم کہلانے سے انکار کیا، بلکہ دیدہ دلیری سے مسلمانوں کے شعائر اور القابات اور مخصوص نام و الفاظ و اصطلاحات استعمال کرتے رہے، جس کے نتیجے میں تحریک ختم نبوت کے مطالبے پر باقاعدہ امتناع قادیانیت کے قوانین منظور ہوئے۔ حکومت پاکستان نے مورخہ 26 اپریل 1984ء کو ایک آرڈی ننس جاری کیا جو گزٹ آف پاکستان کے عنوان سے شائع ہوا۔ جس میں اسلامی اصولوں کے مطابق تمام قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ اور انہیں مسلمانوں کی تمام اصطلاحات، شعائر، القابات اور مخصوص نام و الفاظ استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ اس آرڈی ننس کے جاری ہونے پر قادیانیوں کے دونوں گروپوں نے پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت میں درخواستیں دائر کیں اور حکومت پاکستان کو چیلنج کیا کہ اس آرڈی ننس کی مندرجات غیر شرعی اور غیر مؤثر ہیں۔

چنانچہ 15 جولائی 1984ء کو اس کیس کی سماعت شروع ہوئی۔ مسٹر مجیب الرحمٰن اور کیپٹن عبدالواحد نے ان کے حق میں دلائل دیئے اور بالمقابل شیخ غیاث محمد ایڈووکیٹ اور سید ریاض الحسن گیلانی نے آرڈی ننس کے حق میں دلائل دیئے۔ اور عدالت نے اس مسئلہ کے متعلق اُمور میں اپنی مدد کے لئے قانونی مشیروں اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کرام

کو دعوت دی، جنہوں نے اس مسئلہ پر مفصل بحث کی۔ بالآخر وفاقی شرعی عدالت نے 21 روزہ سماعت کے بعد 12 اگست 1984ء کو قادیانیوں کا کیس مسترد کر دیا اور متفقہ فیصلہ دیا کہ

- قادیانیوں کے لئے مسلمانوں کی تمام اصطلاحات کا استعمال ممنوع ہے، مثلاً اپنے آپ کو مسلمان نہ کہیں۔
- اپنی عبادت گاہ کو مسجد اور اپنی پکار کو اذان نہ کہیں۔
- اسلامی شخصیات کے لئے مخصوص القابات وخطابات واصطلاحات استعمال نہ کریں۔
- ان کے امیر المؤمنین وخلیفۃ المسلمین وخلیفۃ المؤمنین اور مرزا قادیانی کی بیوی کے لئے اُم المؤمنین کے القاب منع ہیں۔
- صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہ کے الفاظ صرف رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں کے لئے مخصوص ہیں۔
- اہلِ بیت کے لفظ صرف رسولِ اکرم ﷺ کے خاندان کے لئے مخصوص ہیں۔ قادیانی ان کو ہرگز استعمال نہیں کر سکتے۔ (۶۱)

بیان کردہ قوانین اور عدالتی فیصلے درحقیقت قادیانیوں کے حقوق پر دست درازی نہیں ہے۔ جیسا کہ قادیانی حلقے پروپیگنڈے کرتے ہیں۔ درحقیقت ان قوانین کا مقصد مسلمانوں کو قادیانیوں کی طرف سے کی جانے والی دل آزاری سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ قوانین قادیانی، مرزائی، لاہوری اقلیت کے حقوق کی بجائے مسلم اکثریت کے حقوق سے متعلقہ ہیں۔ اور یہ قوانین درحقیقت انسداد تلبیس مذہبی سے تعلق رکھتے ہیں۔

لہٰذا اُمت مسلمہ کا مفاد اسی میں تھا کہ قادیانیوں کو ان اصطلاحات کے استعمال سے منع کر دیا جائے۔ شریعت اسلامی کسی غیر مسلم کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ شعائر اسلام کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرے۔ کیونکہ شعائر کا مفہوم یہ ہے کہ اُمت کی ایسی خصوصیات یا امتیازی نشانات جن سے ان کی پہچان ہوتی ہو اگر کوئی اسلامی ریاست غیر مسلموں کو ایسے شعائر اسلام اختیار کرنے کی اجازت دیتی ہے جن سے اُمت مسلمہ کی امتیازی حیثیت متاثر ہوتی ہے تو یہ اس ریاست کی غفلت اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکامی شمار ہوگی۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو شعائر اسلام اختیار کرنے کی کھلی اجازت دے دینا شعائر اسلام کی بے حرمتی کے مترادف ہے، اس لئے ان کی ممانعت کر دینا اشد ضروری ہے۔ یہ بھی اسلامی ریاست کے تشریعی اختیارات میں شامل ہے کہ وہ ایسے غیر مسلموں کو سزا دے جو شعائر اسلام اختیار کرنے سے باز نہیں رہتے۔ اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس امر کے باوجود احمدی یا قادیانی اقلیت کو پاکستان میں تمام مذہبی حقوق حاصل ہیں، وہ اپنے حلقے میں تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ ان کو عبادت گاہوں کے قیام اور ان میں عبادت بجالانے کی پوری آزادی حاصل ہے۔ وہ اپنے اکابر کے ایام منانے اور اپنی مذہبی تقریبات کے انعقاد کا پورا حق رکھتے ہیں۔

انسانی حقوق کمیشن کی رپورٹس:

انسانی حقوق کے دونوں اداروں قومی کمیشن برائے امن وانصاف پاکستان اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی رپورٹس کے مطابق گذشتہ برسوں کے طرح احمدیوں کو سال 2005ء میں بھی ریاست اور دیگر کئی افراد کے ہاتھوں بدترین امتیازی سلوک کا نشانہ بننا پڑا۔ احمدیوں کے خلاف جو قوانین وضع کیے گئے تھے ان کے تحت انہیں اس بات سے سختی سے منع کر دیا گیا تھا کہ وہ خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتے۔۔۔اپنی عبادت گاہوں کو مسجد نہیں کہہ سکتے۔۔وہ مسجد یا پبلک مقام پر نماز ادا نہیں کر سکتے۔۔۔سر عام قرآن پاک کی تلاوت نہیں کر سکتے۔۔۔یا مذہب اسلام سے متعلقہ کسی عمل یا روایت پر کار بند نہیں ہو سکتے۔۔۔توہین رسالت قوانین۔احمدی برادری کے لیے خاص طور پر ایک سنگین خطرہ بنے رہے۔احمدیوں کو ووٹ ڈالنے کے حق سے بھی محروم رکھا گیا۔جبکہ متعدد واقعات میں ان کی عبادت گاہوں کے سر بمہر کیے جانے نے ان کی مشکلات میں مزید اضافہ کیا۔

سال کے دوران منظر عام پر آنے والے بدترین واقعات میں سے چند درج ذیل تھے

- جنوری کے دوران لاہور میں ڈاکٹر منصور احمد وقار کو بظاہر احمدی مخالف مذہبی انتہا پسندوں نے مذموم کارروائی کا نشانہ بنایا۔ اس کے کلینک کو جلا دیا گیا اور میڈیکل آلات اور ریکارڈ کو تباہ کر دیا گیا۔ڈاکٹر منصور کی طرف سے آتش زنی کے الزام کے باوجود پولیس نے کوئی مقدمہ درج نہیں کیا اور نہ ہی اس سلسلے میں تفتیش وغیرہ کی۔
- فروری میں ایک احمدی نوجوان نسیم احمد۔ جو لاہور کے ایک تعلیمی ادارے میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اپنے چند ہم جماعتوں کے ساتھ ایک سرگرم بحث میں شامل ہو گیا۔جس کے نتیجے میں اس کے ہم جماعتوں نے مبینہ طور پر اسے زہر پلا دیا۔اسے فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا۔جہاں ڈاکٹر اس کی جان بچانے میں کامیاب ہو گئے۔اس کے خاندان والوں نے بتایا کہ اس واقعہ کے بعد نسیم احمد انتہائی ذہنی تناؤ کا شکار ہو گیا اور اسے ذہنی امراض کے ہسپتال میں داخل کروانا پڑا۔ معاملہ عدالت تک پہنچا۔ جسے عدالت نے مسترد کر دیا۔مقدمے کی سماعت کے دوران ، مقامی مسلمانوں نے نسیم احمد کو اغوا کرنے کی کوشش بھی کی لیکن پولیس کی مداخلت نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔آخر کار نسیم احمد اور اس کے گھر والوں کو لاہور چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔
- مارچ کے دوران ۔لکی نو۔ضلع جھنگ ۔ کے عبدالرزاق کو بری طرح مارا پیٹا گیا۔احمدی مسلک اختیار کرنے کی پاداش میں اس کے خلاف PPC کی دفعات 295-A'295 اور C-298 کے تحت

مقدمہ بھی درج کر لیا گیا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق عبدالرزاق نے احمدی مسلک اختیار کرنے کے بعد ایک مقامی مولوی کو احمدی مسلک کا مطالعہ کرنے کی دعوت دی تھی جس سے وہ مشتعل ہو گیا۔

- جولائی 2005 احمدی مسلک اختیار کرنے والے منیر احمد کو راہوالی۔ نزد گوجرانوالہ (پنجاب) میں ظالمانہ طریقے سے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بھتیجے اسکے گھر میں گھس گئے اور اسے چھریاں مار مار کر ہلاک کر دیا۔ انہوں نے منیر کی بیوی کا ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ اس حملے کے دوران منیر کی بیٹی بھی زخمی ہوئی ایسے ہی ایک اور واقعہ میں۔ لیہ ڈسٹرکٹ کے رہائشی محمد عمران کو مسلک بدلنے کی پاداش میں اس کے خاندان والوں نے بے تحاشہ مار پیٹ کا نشانہ بنایا۔ اس کے باپ نے بھی اسے اپنی جائیداد سے عاق کر دیا۔

[اکتوبر 2005ء کے اوائل میں، منڈی بہاء الدین کے نزدیک واقع گاؤں مونگ میں آٹھ احمدی اس وقت ہلاک اور بیس زخمی ہو گئے جب موٹر سائیکلوں پر سوار چار مسلح نوجوان ان کی عبادت گاہ میں گھس گئے اور عبادت میں مصروف افراد پر اندھا دھند گولیاں برسانا شروع کر دیں] (۶۲)

مسیحیوں کو خوف و ہراس کے متعدد دیگر واقعات کا سامنا کرنا پڑا۔ جون کے دوران۔ کراچی میں ایک کرسچین بک شاپ پر۔ جہاں وڈیوز۔ سی ڈی اور مسیحی مذہب کے بارے میں کتابیں فروخت کی جاتی تھیں۔ پولیس نے چھاپہ مارا۔ اس دکان کو ڈاٹرز آف سینٹ پال سُز (سینٹ پال کی راہباؤں کی بیٹیاں) چلاتی تھیں۔۔۔ اور پولیس کا چھاپہ صرف اسی بنا پر مارا گیا کہ یہ دوکان مسیحیوں کی ملکیت تھی۔ دوکان کے ایک مرد کارکن کو پکڑ کر پولیس تھانے لے گئی اور راہباؤں (Nuns) کو بھی پولیس نے مبینہ طور پر دھمکیاں دیں۔ (۶۳)

حاصل بحث:

اس پوری بحث سے درج ذیل نکات ثابت ہوتے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتی فرقوں کو:

1۔ مذہبی عبادت گاہوں کی تعمیر و حفاظت و احترام کی مکمل دستوری اور عملی مراعات کا حق حاصل ہے۔ تاہم ان کی عبادت گاہیں حملوں کی زد میں بھی رہتی ہیں۔

2۔ شبیہہ اور ناقوس کے استعمال میں بھی یہ لوگ آزاد اور خود مختار ہیں۔

3۔ تمام مذہبی اور سیاسی مناصب میں تقرری معزولی اور تبدیلی کے جملہ حقوق حاصل ہیں۔

4۔ مذہبی تبلیغ و اشاعت میں مکمل آزادی حاصل ہے۔ جس میں ریڈیو اسٹیشن کا قیام اور پی ٹی وی میں ان کی کوریج، رسائل جرائد کا اجراء اور مذہبی کتب کی تقسیم و اشاعت کے وسیع مواقع شامل ہیں۔

5۔ آئین پاکستان کے مطابق کسی غیر مسلم کو زبردستی اپنے مذہب کو چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم ایسے واقعات بھی منظر عام پر آئے ہیں جن میں جبر یا دباؤ کے تحت مذہب تبدیل کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ تاہم ویسی مثال نہیں ملتی جس طرح دنیا میں عیسائی اکثریت کے علاقوں مثلاً بوسنیا، قبرص اور فلپائن جیسے ممالک میں عیسائی اکثریت مسلمانوں پر سخت مظالم اور پابندیاں عائد کرتی رہتی ہے۔

المختصر پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل مذہبی حقوق کے حوالے سے حکومت پاکستان جس طرح مسلمانوں کے معاملے میں حقوق کے نفاذ و احترام کی پابند ہے۔ اس طرح وہ اقلیتوں (غیر مسلموں) کے معاملے میں بھی قرآن وسنت ہی کی قائم کردہ حدود وقیود کی پابند ہے۔ گویا کہ اقلیتوں کے حقوق میں مسلمانوں کو ترمیم وتنسیخ کا کوئی اختیار حاصل نہ ہے اسلامی حکومت شریعت کے مقرر کردہ حقوق میں کمی بیشی نہیں کرسکتی بلکہ وہ اقلیتوں کو مراعات کی شکل میں زائد حقوق دے سکتی ہے۔ اس بناء پر پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو جو نمایاں مذہبی حقوق حاصل ہیں ان میں عقیدے اور مذہب کی آزادی سرفہرست ہے۔ چنانچہ وہ بے دھڑک کسی رکاوٹ اور اذیت کے بغیر اپنے دین کے شعائر پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ یہ آزادی درحقیقت قرآن وسنت اور دستور پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق کی وجہ سے ہے۔ اقلیتیں اپنے اپنے مذہب کے مطابق اپنی مذہبی عبادت گاہوں کی مکمل محافظ ہیں۔ غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے مذہبی مراسم کی ادائیگی کا مکمل و پورا حق ہے بلکہ حکومت پاکستان کی اجازت سے اپنے عقائد ونظریات کی نشر واشاعت کیلئے TV، ریڈیو، انٹرنیٹ وغیرہ کے استعمال کی مکمل آزادی حاصل ہے۔

فصل سوم

پاکستان میں اقلیتوں کو حاصل سیاسی حقوق

دنیا بھر میں روز بروز اکثریت اور اقلیت کے تعلقات کار کی اہمیت میں اضافہ ہو رہا ہے ماضی میں جمہوریت کی تعریف کچھ یوں کی جاتی تھی کہ یہ ایسا نظام ہے جس میں عوام کی اکثریت کے منتخب کردہ نمائندگان اقلیت پر حکومت کرتے ہیں یا پھر یوں بھی کہا جاتا ہے کہ جمہوریت عوام کی وہ حکومت ہوتی ہے جسے عوام ہی منتخب کرتے ہیں اور عوام ہی چلاتے ہیں مگر آج کل کی دنیا میں جمہوریت کی تعریف بھی تبدیل ہو رہی ہے اور اب یہ کہا جاتا ہے کہ جمہوریت ایسا نظام حکومت ہے جس میں حکومت تو اکثریت کی رائے کی بنیاد پر بنتی ہے لیکن یہ حکومت اس بات کی پابند ہوتی ہے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت بھی کرے تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں جب سے انسانی حقوق کی اہمیت میں اضافہ ہوا ہے اس وقت سے بہترین نظام حکومت اسی کو قرار دیا جاتا ہے جس میں اقلیتیں خوش وخرم زندگی گزاریں جہاں ان کے سیاسی، معاشی اور مذہبی حقوق کا خیال رکھا جائے۔ (۶۴)

پاکستان کا قیام جمہوریت کی بنیاد پر ہوا، 1946ء کے انتخابات قیام پاکستان کا اہم ترین موڑ تھے مسلمان خود ہندوستان میں اقلیت میں تھے اس لئے قائداعظم نے شروع سے ہی اقلیتوں کے حقوق پر بہت زور دیا پاکستان کے پرچم میں سفید رنگ کو علامتی طور پر ملک میں غیر مسلم اقلیتوں کی موجودگی کو ظاہر کرنے کے لئے شامل کیا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور ان کے اہم کردار پر خصوصی زور دیا۔ 1956ء کے متفقہ آئین صدر ایوب کے 1962ء کے صدارتی آئین اور 1973ء کے متفقہ آئین میں بھی اقلیتوں کے حقوق کا خصوصی تحفظ کیا گیا پاکستان کے ان دساتیر میں مخلوط انتخابات کے ذریعے سے ہی حکومت منتخب ہونے کی بات کی گئی ہے۔

1970ء اور 1977ء کے انتخابات بھی مخلوط نوعیت کے تھے ذوالفقار علی بھٹو کو 1970ء کے انتخابات میں اقلیتوں (غیر مسلموں) کی بھرپور حمایت حاصل تھی تاہم قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی وجہ سے وہ 1977ء میں قادیانیوں کی حمایت سے محروم ہو گئے تاہم دیگر اقلیتوں کی حمایت انہیں بدستور حاصل رہی شائد یہی وجہ تھی کہ جنرل ضیاء الحق نے عنان اقتدار سنبھالی تو انہوں نے دیگر ترامیم کے ساتھ ساتھ ملک میں جداگانہ انتخابات کا سلسلہ شروع کر دیا جنرل ضیاء الحق کے مخالفین کا کہنا تھا کہ انہوں نے یہ اقدام پیپلز پارٹی کا ووٹ بینک کم کرنے کیلئے اٹھایا۔ جداگانہ انتخابات کا نظام رائج کرنے کے بعد انہوں نے غیر مسلم اقلیتوں کے لئے مخصوص نشستیں مختص کر دیں۔ بظاہر اس سے اقلیتوں کی اسمبلیوں میں نمائندگی بڑھ گئی لیکن اقلیتیں مقامی سطح پر اکثریت سے کٹ کر رہ گئیں اقلیتی ارکان اسمبلی کا حلقہ انتخاب اس قدر بڑا تھا کہ وہ اپنے حلقے کے لوگوں سے مل بھی نہیں سکتے تھے۔ اور نہ ہی ان

کے مسائل حل کر سکتے تھے ساتھ ہی ساتھ اقلیتی اراکین اسمبلی کے آزادانہ طور پر منتخب ہونے سے کئی مسائل بھی پیدا ہوئے اقلیتی اراکین پر ہارس ٹریڈنگ کے الزام لگتے رہے سیاسی طور پر ان کی کمٹ منٹ کوئی نہ تھی 1977ء کے بعد 25 سال تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ غیر مسلم اقلیتوں کی مختلف تنظیموں نے کافی سوچ و بچار کے بعد یہ موقف اپنایا کہ قومی دھارے میں شرکت کیلئے مخلوط انتخابات ضروری ہیں چنانچہ ضیاء دور سے ہی غیر مسلم اقلیتوں کی طرف سے یہ مطالبہ دہرایا جا رہا تھا مگر اس پر عمل نہ ہو سکا پیپلز پارٹی کے منشور میں مخلوط انتخابات کا وعدہ کیا گیا تھا لیکن 1988ء اور 1993ء میں بے نظیر بھٹو کے دو ادوار میں انہیں اس قدر اکثریت حاصل نہ ہو سکی کہ وہ آئین میں مخلوط انتخابات کی ترمیم لا سکیں 1999ء میں جنرل مشرف نے اقتدار سنبھالنے کے بعد سے غیر مسلم اقلیتوں کے بارے میں مثبت رویہ اپنایا۔ چنانچہ 2002ء کے انتخابات، 25 سال کے وقفے کے بعد ہونیوالے پہلے مخلوط انتخابات تھے، ان انتخابات کے نتیجے میں دو دہائیوں کے بعد اقلیتوں کو مقامی طور پر سیاسی اہمیت ملی ہے، وگرنہ یہ وہ مقامی طور پر سیاسی محرومیوں کا شکار تھے جنرل مشرف نے غیر مسلم اقلیتوں کو خصوصی اہمیت دینے کا جو فیصلہ کیا ہے اس سے فوری طور پر ان کا احساس محرومی تو ختم ہوا ہے انہیں قومی امور میں شرکت کا بھی موقع ملا تاہم عام اقلیتی افراد کو ابھی اس فیصلے کے ثمرات نہیں ملے وقت گذرنے کے ساتھ جب منتخب ارکان اسمبلی انہیں خصوصی اہمیت دینگے تو انہیں حساس ہوگا کہ مخلوط انتخابات میں ان کے تھوڑے ووٹوں کی بھی بہت اہمیت ہے۔ بظاہر حالیہ انتخابات میں اقلیتوں نے کسی ایک جماعت کو ووٹ نہیں دیئے ان کے ووٹ مختلف جماعتوں میں تقسیم ہوئے ہیں توقع یہ تھی کہ اقلیتی ووٹوں کی بھرپور تعداد پیپلز پارٹی کے امیدواران کو ووٹ دے گی لیکن ایسا نہ ہو سکا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ پیپلز پارٹی کے امیدواران نے غیر مسلم اقلیتوں کو اس قدر فوکس نہیں کیا جس قدر انہیں ایسا کرنے کی ضرورت تھی پنجاب کے بڑے شہروں میں اقلیتی ووٹرز نے بغیر کسی سیاسی نظریئے کے امیدواروں کو پسند ناپسند کی بناء پر ووٹ ڈالے کئی امیدواروں کی جیت میں اقلیتی ووٹوں نے اہم کردار ادا کیا لاہور کے ایک قومی حلقے میں مسیحی ووٹوں کی کثیر تعداد نے ڈاکٹر طاہر القادری کو ووٹ ڈالے، کیونکہ انہوں نے اس علاقے کی مسیحی کمیونٹی سے مسلسل رابطہ رکھا اور ان کی ہمدردیاں جیتنے میں کامیاب رہے۔

25 سال بعد ہونے والے پہلے مخلوط انتخابات میں سیاسی جماعتوں نے غیر مسلم اقلیتوں کو عام نشستوں پر ٹکٹ نہ دے کر جمہوری روح کی خلاف ورزی کی، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہر سیاسی جماعت کسی نہ کسی محفوظ نشست پر دو تین اقلیتی امیدواروں کو ٹکٹ دیتی تاکہ وہ اپنی کمیونٹی کی نمائندگی کرتے اور ملک میں بھائی چارے کو فروغ ملتا لیکن کسی سیاسی جماعت نے اقلیتی نمائندوں کو عام نشستوں پر ٹکٹ نہ دیا۔ دنیا بھر کے جمہوری ممالک میں روایت ہے کہ ملک کی بڑی جماعتیں اپنی پارٹی سے وابستہ اقلیتی امیدواروں کو محفوظ نشستوں سے جتواتی ہیں تاکہ ان جماعتوں کی قومی سوچ واضح طور پر نظر آئے۔ سیاسی جماعتوں کو دنیا بھر میں رائج اس جمہوری روح کی پیروی کرتے ہوئے غیر مسلم اقلیتوں کو قومی دھارے میں شریک کرنا چاہئے۔ صرف مخصوص نشستوں پر ان کو جتوانے سے رواداری پیدا نہیں ہوگی۔

غیر مسلم اقلیتوں کے حوالے سے نئی انتخابی قوانین جہاں غیر مسلم اقلیتوں میں مجموعی طور پر اطمینان پایا جاتا ہے وہاں کئی سابق اراکین اسمبلی اس صورتحال سے غیر مطمئن ہیں۔ 1985ء سے 1997ء تک ہونیوالے انتخابات میں بعض اقلیتی اراکین اسمبلی بار بار منتخب ہوتے رہے ایک خاندان کو تو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس کے چار رکن بیک وقت اسمبلیوں کے رکن تھے اسی طرح بڑے بڑے حلقے ہونے کے باوجود بعض لوگ قد کاٹھ اور حکومتی اثر ورسوخ سے بھی کامیاب ہوتے رہے نئے انتخابی نظام کے تحت ان کا جیتنا مشکل ہو گیا ہے دوسری طرف نئے انتخابی نظام کے حوالے سے جے سالک سمیت کئی اقلیتی ارکان کی یہ شکایت بھی موجود ہے کہ مخلوط انتخابات درست سہی لیکن غیر مسلم اقلیتوں کی جو مخصوص نشستیں رکھی گئی ہیں ان پر کوئی بھی اقلیتی نمائندہ آزادانہ طور پر انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتا۔ ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی جماعت کی حمایت حاصل کرے۔ جے سالک کا خیال ہے اس نئے انتخابی طریق کار سے سیاسی جماعتوں کی آمریت قائم ہو گئی ہے اور جو شخص ان سیاسی جماعتوں کے ساتھ نہ ہو وہ الیکشن لڑنے کا اہل ہی نہیں رہتا۔ جے سالک کے اس اعتراض میں معقول دلائل ہیں لیکن اگر ملک میں سیاسی جمہوری نظام نے کام کرنا شروع کر دیا اور سیاسی جماعتوں نے غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو اہمیت دینی شروع کر دی تو پھر شاید وہ خود ہی غیر مسلم اقلیتوں میں سے بہتر لوگوں کو ڈھونڈ کر ٹکٹ دیں۔

اکتوبر 2002ء کے مخلوط انتخابات غیر مسلم اقلیتوں کے حوالے سے بہت بڑا واقعہ تھے تاہم سیاسی طور پر غیر مسلم اقلیتوں نے ان انتخابات کے نتائج میں کوئی فیصلہ کن کردار ادا نہیں کیا۔ 1970ء اور 1977ء کے انتخابات کے حوالے سے کہا جاتا تھا کہ ہر حلقے میں 5000 سے زائد اقلیتی ووٹ پیپلز پارٹی کو پڑے تھے اس بار اقلیتی ووٹ کسی ایک سیاسی چھتری کے نیچے نہیں تھے ایک طرف تو وہ جنرل مشرف کے ممنون تھے کہ انہوں نے ان کو مخلوط انتخابات کا تحفہ دیا ہے دوسری طرف ان کی پرانی ہمدردیاں پیپلز پارٹی کے ساتھ تھیں ووٹر کے اس تضاد سے مقامی امیدواروں نے فائدہ اٹھایا اور جس نے اقلیتی ووٹروں کو زیادہ اپروچ کی اس نے زیادہ ووٹ حاصل کر لئے۔ لیکن آئندہ انتخابات میں غیر مسلم اقلیتوں کے ووٹ کسی نہ کسی سیاسی جماعت کو ملیں گے اور اس سیاسی جماعت کو ان ووٹوں کی وجہ سے کئی نشستیں زائد ملیں گی۔ کئی اقلیتی لیڈرز کا یہ خیال ہے کہ مخلوط انتخابات سے ان کی نمائندگی کم ہو گئی ہے اس طرح سے قومی ایوانوں میں ان کی نمائندگی کم ہو گئی ہے اس طرح سے قومی ایوانوں میں ان کی آواز دب جائے گی۔ دوسری طرف انسانی حقوق اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی تنظیموں کی رائے دوسری ہے ان کا کہنا ہے کہ جداگانہ انتخابات میں اقلیتی لیڈرز کو تو فائدہ تھا غیر مسلم اقلیتوں کو مجموعی طور پر نقصان تھا مخلوط انتخابات کے بعد اب ہر حلقے میں اقلیتی آبادیوں کی طرف وہاں کے ارکان اسمبلی توجہ دینگے وہ وہاں کی مقامی آبادی کا حصہ بن گئے ہیں پہلے کوئی مقامی لیڈر اُن کے مسائل حل نہیں کر سکتا تھا اب دوسرے ووٹرز کی طرح وہ بھی مقامی اراکین اسمبلی سے اپنے مسائل حل کروائیں گے۔

پاکستان کو اگر ترقی کی شاہراہ پر چلنا ہے تو اسے جمہوریت کے ساتھ ساتھ اپنے معاشرے کے محروم طبقات کو خصوصی توجہ دینا

ہوگی۔ اقلیتوں (غیر مسلموں) کے حقوق کا خیال رکھ کر ہی معاشرے کی مجموعی ترقی کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔ بھارت میں اقلیتوں کے ساتھ جس طرح کا سلوک ہو رہا ہے اس سے بھارت کا جمہوری تاثر بری طرح مسخ ہوا ہے۔ پاکستان میں ہمیں غیر مسلم اقلیتوں کو بہتر نمائندگی دے کر انہیں بہتر سہولتیں فراہم کر کے یہ تاثر دینا ہے کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل تحفظ حاصل ہے قائداعظم نے جس پاکستان کی بنیاد رکھی تھی اس میں غیر مسلم اقلیتوں کا اہم کردار تھا اس کردار کو برقرار رکھنا ضروری ہے ماضی میں غیر مسلم اقلیتوں کو سیاسی محرومی کی شکایت رہی ہے لیکن مخلوط انتخابات کے بعد ان کی سیاسی محرومیوں میں بہتری آئے گی۔ پاکستان میں مذہبی آزادی کے حوالے سے حالات پہلے بھی برے نہیں ہیں پاکستان کی اکثریت غیر مسلم اقلیتوں کی مذہبی آزادی سے اتفاق رکھتی ہے 1973ء کے آئین کے تحت بھی غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت دی گئی ہے مخلوط انتخابات کے بعد سیاسی جماعتوں کی جہاں یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلم اقلیتوں کے حوالے سے جدید تصورات کو اپناتے ہوئے انہیں فیصلہ ساز اداروں میں شامل کریں وہاں اقلیتی لیڈرز کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اچھی روایات کو جنم دیں صرف اپنے ذاتی مفادات پر زور نہ دیں بلکہ غیر مسلم اقلیتوں کے مجموعی مفادات کے لئے کام کریں۔ 1985ء سے 1999ء کے 14 سالہ جمہوری دور کے اقلیتی ارکان اسمبلی نے اپنی کمیونٹی کے لئے کبھی آواز نہیں اُٹھائی نہ ہی انہوں نے قومی دھارے میں شمولیت کی کوئی مناسب منصوبہ بندی کی اب بھی سیاسی جماعتیں اور اقلیت کے نمائندے مل کر ہی مخلوط انتخابات کے نظام کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔(۶۵)

فرد اور معاشرے کی اجتماعی زندگی میں سیاست کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ سیاست اجتماعی معاملات کو حکمت اور دانشمندی کے ساتھ طے کرنے کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو ہر معاشرے اور ریاست کی بنیادی ضرورت ہے۔ یہ زندگی کا وہ اہم شعبہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبے اس کے زیر اثر ہیں۔ یہ ایک پاکیزہ کام ہے۔ ایک حدیث کی رُو سے بنی اسرائیل کی سیاست اس کے انبیاء کرام کے ہاتھ میں تھی۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو پاکیزہ سیاست کارِ نبوت ہے۔ زندگی کے اس قدر اہم شعبہ میں جہاں فرد اور جماعت کے متعلق تمام بنیادی فیصلے اور حکمت عملی طے کی جاتی ہے، اس شعبے کے لحاظ سے بھی پاکستان میں عیسائی اقلیت کو وہ تمام بنیادی سیاسی حقوق و مراعات آئینی اور دستوری سطح سے لے کر عملی سطح تک حاصل ہیں جن کا اعتراف اور تائید یو۔این۔او سمیت بین الاقوامی ادارے کرتے رہے ہیں۔ اور خود پاکستان کی عیسائی اقلیت کو بھی اس بات پر اطمینان ہے کہ ان کے سیاسی حقوق نہ صرف محفوظ طریقے سے آئین میں درج ہیں بلکہ ان کے عملی مراعات سے بھی وہ مستفید ہو رہے ہیں۔

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کیا جارہا ہے:

ثناءاللہ کی چھٹی برسی کے موقع پر پاکستان پیپلز پارٹی کی مرکزی مجلسِ عاملہ کے رکن سینیٹر ملک حاکمین خان نے کہا کہ حکومت غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کا عہد کیے ہوئے ہے اور حال ہی میں غیر مسلم اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا جو حق دیا گیا ہے، یہ اسی عہد کا اظہار ہے۔ واضح رہے کہ اقلیتی ووٹروں کو دوھرے ووٹ کا حق دینے کا فیصلہ موجودہ حکومت کی وفاقی کابینہ نے کیا ہے اوراس کے مطابق ابھی قانون سازی نہیں ہوئی۔

کیپٹن ثناء اللہ ضیاء الحق دورِ اقتدار میں قومی اسمبلی کے رکن تھے اور ان کی برسی کا اہتمام ''پاکستان یونائیٹڈ کرسچن فرنٹ'' نے کیا جس کے سربراہ کیپٹن ثناء اللہ کے صاحبزادے ڈاکٹر شمشاد ثناء اللہ ہیں۔ ملک حاکمین نے کیپٹن ثناء اللہ کی ان خدمات کی تعریف کی جو انہوں نے سیاست، سماجی خدمت اور کھیلوں کے فروغ کے لئے سرانجام دی تھیں۔

تقریب کی صدارت وزیراعظم کے مشیر ڈاکٹر اسرار احمد شاہ نے کی۔ انہوں نے سامعین کو یقین دلایا کہ پاکستان یونائیٹڈ کرسچن فرنٹ کی جانب سے مسیحی حلقہ بندیوں کا مطالبہ وزیراعظم کے سامنے رکھا جائے گا۔

ڈاکٹر شمشاد ثناء اللہ نے اپنی جماعت کی طرف سے وزیراعظم کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے غیر مسلم اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا حق دیا، مگر اس اَمر پر افسوس کا اظہار کیا کہ اس فیصلے کی مخالفت کی جاری ہے، جبکہ کشمیری دوہرے ووٹ کا حق استعمال کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر شمشاد ثناء اللہ نے اسمبلیوں میں اقلیتی نشستوں کی تعداد میں اضافہ کا مطالبہ بھی کیا۔ (٦٦)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکومت پاکستان اقلیتوں کو سیاسی حقوق دینے میں انتہائی مہربانہ رویہ رکھے ہوئے ہے۔

حکومت پنجاب غیر مسلم اقلیتی برادریوں کے مسائل حل کرنے میں سنجیدہ ہے، جانسن مائیکل:

پنجاب اسمبلی کے اقلیتی رکن اور وزیراعلیٰ پنجاب کے مشیر جناب جانسن مائیکل نے بہاول پور میں اقلیتی تنظیموں کے نمائندوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''حکومت اقلیتی برادری کے مسائل حل کرنے میں سنجیدہ ہے اور ان کا معیار زندگی بلند کرنا چاہتی ہے۔ اس مقصد کے لئے پنجاب بھر میں ضلعی سطح پر اقلیتی کونسلوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ان کونسلوں کو معیاری اور مؤثر بنانے کے لئے جامع منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ (٦٧)

عملی طور پر ریاست پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو جو بنیادی سیاسی حقوق حاصل ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

دوہرے ووٹ کا حق:

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا حق حاصل ہے۔ یعنی ایک اقلیتی فرد غیر مسلم ہونے کے ناطے اپنے

ہم مذہب اُمیدوار کو بھی ووٹ دے سکتا ہے اور اپنے حلقے کا ووٹر ہونے کے ناطے مسلم اُمیدوار کو بھی ووٹ دینے کا حق رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا حق ہے جو پاکستان کی مسلم اکثریتی آبادی کو بھی حاصل نہیں۔ غیر مسلم اقلیتی آبادی اپنے اس حق سے پوری طرح مستفید ہو رہی ہے۔ اس کی بناء پر ان کے اثر ورسوخ، اہمیت اور ان کی آراء کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوا ہے۔ اس حق کی وجہ سے غیر عیسائی اور مسلم اُمیدوار بھی عیسائی ووٹرز کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے مسائل میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، ان کے علاقوں میں زیادہ ترقیاتی کام کراتے ہیں۔ فنڈز اور گرانٹ ان کے لئے زیادہ منظور کراتے ہیں اور ان رقوم کا بروقت اور درست استعمال غیر مسلم اقلیتوں کے حق میں اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ دوہرے ووٹ کا حق رکھتے ہیں۔ دوہرے ووٹ کے اس ایک حق نے یہ تمام سیاسی، معاشی اور معاشرتی فوائد غیر مسلم اقلیتوں کو پہنچائے۔ یہ ایسے ثمرات ہیں کہ بعض مسلم ووٹرز بھی ان سے محروم رہتے ہیں۔

قومی وصوبائی اسمبلیوں میں مخصوص نشستیں:

قومی اور صوبائی اسمبلی میں غیر مسلم اقلیتوں کو درج ذیل تعداد میں خصوصی نشستوں کا حق حاصل ہے۔ قومی اسمبلی کی 10 اقلیتی نشستوں میں سے چار نشستیں عیسائیوں کے لئے مخصوص ہیں۔ صوبائی اسمبلی میں بھی سب سے زیادہ نشستیں عیسائی اقلیت کی ہیں، جس کی صوبہ وار تعداد مندرجہ ذیل ہے:

پنجاب میں	8	سندھ میں	9
سرحد میں	3	بلوچستان میں	3

اسمبلی کسی بھی جمہوری ریاست کا قانون ساز، پالیسی ساز مرکزی اور بنیادی ادارہ ہے۔ ہر طرح کے فیصلے یہاں کئے جاتے ہیں۔ پوری ریاستی زندگی میں اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس قدر اہم اداروں میں عیسائی اقلیت کی درج بالا مخصوص نشستوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائی اقلیت دستوری اور عملی لحاظ سے پاکستان میں مکمل طور پر آزاد اور خودمختار ہے۔ انہیں تمام سیاسی، اجتماعی اور ریاستی حقوق حاصل ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے درج بالا مخصوص ممبران اسمبلی کی وجہ سے وہ اپنے متعلق ہونے والی قانون سازی اور فیصلوں میں خود حصہ لیتے ہیں اور مجموعی طور پر غیر مسلم آبادی سے متعلق بنائی گئی پالیسی اور قانون میں بھی بالواسطہ ان کی رائے شامل ہوتی ہے۔ اقلیتوں کی ان مخصوص نشستوں کی بناء پر اقلیتوں کو سیاسی حقوق اور تحفظات حاصل ہوتے ہیں۔ انہیں برابر کے شہری کا درجہ ملتا ہے، ملکی وسائل پر ان کے جائز حقوق کا تعین ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خود کو دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک کہلانے والے برطانیہ کے دارالعوام میں صرف ایک مسلمان کو ممبر شپ دی گئی اور دنیا کے بیشتر عیسائی ملکوں میں تو مسلمانوں کو اسمبلی کی رُکنیت کا حق حاصل ہی نہیں۔

Article 106 (3)

In addition to the seats in the provincial assemblies for the province of the Baluchistan, The Punjab, The North-West Frontier and Sindh specified in clause (1), There shall be in those assemblies the number of seats here in after specified for non-Muslims. (68)

Explanation:

Where no independent seat is allocated to a Minority in a province for being very small in number, the seat allocated jointly to all other non-Muslim in that province shall be deemed to include that Minority.

(صوبائی اسمبلیوں میں بلوچستان، پنجاب، صوبہ سرحد اور سندھ کے لئے نشستوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ ان اسمبلیوں میں اقلیتوں (غیر مسلموں) کے لئے نشستیں مخصوص کی جائیں گی۔

تشریح: جہاں پر اقلیتوں کے لئے صوبائی سطح پر اُن کی کم تعداد ہونے کی وجہ سے نشستیں مخصوص نہیں کی گئیں، وہاں پر اُن کے لئے نشستیں مخصوص کی جائیں گی۔)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 51 اور 106 میں نیشنل اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران کی مخصوص سیٹوں کی خاطر بڑی وضاحت سے غیر مسلموں کے لئے Minorities کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

Article 51 (2-A):

In addition to the number of seats referred to in the clause (1), there shall be in the National Assembly, ten additional seats reserved as follows for the persons referred to in clause of Article 106.

Christians, Hindus and persons belonging to the scheduled casts - Sikh, Budhist and Parsi communities and other non-Muslim persons belonging to the Qadiani group or the Lahori group (Who call themselves Ahmadis) (69)

قومی اسمبلی میں 10 نشستوں کا اضافہ کیا جائے گا۔ اور یہ اُن لوگوں کے لئے محفوظ کی جائیں گی جن کا ذکر دفعہ 106 کی شق 3 میں کیا گیا ہے:

عیسائی:	4	ہندو اور شیڈولڈ کاسٹ:	4
سکھ، بدھ، پارسی اور دیگر غیر مسلم:	1	قادیانی، احمدی یا لاہوری گروپ:	1

خصوصی اقلیتی وزارت کا قیام:

پاکستان میں اقلیتوں کے سیاسی حقوق اور وقار کا اس قدر لحاظ رکھا جاتا ہے اور اسے اہمیت دی جاتی ہے کہ مملکت پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کی ایک الگ سے مرکزی وزارت قائم ہے۔ اور اب صوبائی سطح پر صوبہ سرحد میں ان کی الگ وزارت کا قیام عمل میں آ چکا ہے۔ پاکستان میں مختلف غیر مسلم اقلیتی شخصیات اس وزارت کے عہدے پر قائم رہی ہیں، جن میں جناب جے سالک، پیٹر جان سہوترا، رانا چندر سنگھ وغیرہ وغیرہ۔

مرکزی سطح پر ایک اقلیتی وزارت کا قیام اور ان وزارتوں میں اقلیتی افراد کا بطور وزیر کا تقرر، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ موجودہ حکومت نے حال ہی میں اپریل 2006ء میں اقلیتی امور کے وزیر مشتاق احمد پیٹر نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا ہے۔ پاکستانی حکومت اور عوام کے ان جذبات اور عملی رویوں کا ثبوت ہے جو اقلیتوں کے متعلق عمومی طور پر اور عیسائیوں کے متعلق خصوصی طور پر ان کے حقوق و مراعات کے حوالے سے پایا جاتا ہے۔

وزارت کسی بھی سیاسی نظام میں ملکی اور قومی سطح پر ایک بنیادی اکائی ہوا کرتی ہے۔ الگ وزارت کا قیام کوئی سرسری اور نمائشی قسم کا سیاسی کام نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ یہ ایک ایسی کسوٹی ہوتی ہے جس سے کسی بھی ملک و قوم کا عملی رویہ اقلیتوں کے بارے میں ماپا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ملک پاکستان میں اقلیتوں کی الگ وزارت کے قیام اور ان پر اقلیتی افراد کا بطور وزیر مقرر ہونا ایک ایسا معیار ہے جو اسلامی اصولوں کے ساتھ ساتھ موجودہ مسلّمہ بین الاقوامی سیاسی کلچر سے پوری طرح مربوط ہے۔

صوبہ سرحد میں اقلیتی اُمور کی الگ وزارت:

صوبہ سرحد میں پہلی بار اقلیتی اُمور کی الگ وزارت قائم کی گئی ہے جس کے قیام کا سہرا، بالفاظ رپورٹر، کاتھولک نقیب، سیٹھ بہاری لعل کے سر ہے، جنہوں نے اپنی انتھک جدوجہد، سیاسی بصیرت اور تجربہ کو بروئے کار لاتے ہوئے اس مقصد میں شاندار کامیابی حاصل کی ہے اور اقلیتی عوام کو ایسا حق دلایا ہے جس سے وہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک محروم تھے۔ (۷۰)

خصوصی مشاورتی مراعات:

زندگی گونا گوں مسائل کا ایک ایسا مجموعہ ہے کہ جس میں بعض حالات میں ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ رسمی اور عمومی اداروں کے ساتھ ساتھ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے خصوصی اقدامات اور فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ ملک پاکستان میں ایسے پیدا ہونے والے خصوصی حالات میں اکثر اوقات عیسائی برادری کو اعتماد میں لیا جاتا ہے۔ مسائل کے حل میں ان سے خصوصی مشاورت کی جاتی ہے۔ خاص طور پر مذہبی حساس معاملات میں دیگر غیر مسلم اقلیتوں سمیت عیسائی اقلیت کے

جذبات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ حدود آرڈیننس، احترامِ رمضان آرڈیننس کے نفاذ کے موقعوں پر غیر مسلم اقلیتوں کو کبھی حق تلفی اور شکایت کا موقع نہیں ملا۔ یہاں تک کہ توہین رسالت سے متعلق قانون سازی میں بھی عیسائی اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

حقوق کی تلفی کیلئے عدالتی چارہ جوئی کا حق:

حقوق و مراعات کا شعبہ ایک ایسا نازک اور حساس شعبہ ہے کہ جس میں حقوق دینے والوں کے مابین اکثر و بیشتر بدگمانی کی شکایتیں اور شکوک جنم لیتے رہتے ہیں۔ اور جب یہ صورتِ حال حد سے تجاوز کر جائے تو بات عدالتی کارروائی تک پہنچ جاتی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں ایسا بہت کم ہوا ہے کہ کسی اقلیت کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا ہو، تاہم آئین اور دستور کی رُو سے غیر مسلم اقلیتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ کسی پالیسی اور فیصلے کو اپنے بنیادی حقوق کے خلاف سمجھتے ہیں تو وہ اس حق تلفی کے ازالے کے لئے عدالت سے مدد لے سکتے ہیں۔ عدالت میں ان کے خلاف کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا۔ انہیں بھرپور انصاف دیا جاتا ہے۔

مقامی حکومتوں میں نمائندگی کا حق:

مقامی اور بلدیاتی حکومتی نظام مرکزی اور صوبائی جمہوری نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، چونکہ جمہوری نظام میں نچلی سطح کی قیادت اُبھرتی ہے، اس تناظر میں دیکھا جائے تو پاکستان میں مقامی حکومت کے قیام میں بھی عیسائی اقلیت کو آبادی کی مناسبت سے نمائندگی کا پورا حق ہے۔ آئین اور دستور کی رُو سے تو یہ حقوق درج ہیں، لیکن عملی اعتبار سے بھی اس کی زندہ مثالیں پاکستان میں ہر طرف دیکھی جاسکتی ہیں۔ دنیا بھر کا میڈیا، پریس ہیومن رائٹس تنظیمیں، بین الاقوامی ادارے، سب اس بات پر متفق ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ غیر مسلم اقلیتوں کو بھی اس بات کا اطمینان حاصل ہے کہ تمام شعبوں کی طرح مقامی حکومتوں کے قیام میں بھی ان کی نمائندگی کا حق انہیں حاصل ہے۔

اقلیتی کمیشن کا قیام:

غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے حکومت پاکستان نے انہیں ایک اقلیتی کمیشن قائم کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ اس کمیشن کا مقصد غیر مسلم اقلیتوں کے مسائل کا جائزہ لے کر ان کے حل کے لئے تجاویز اور سفارشات پیش کرنا ہے۔ یہ تیرہ رکنی کمیشن سرکاری و غیر سرکاری اراکین پر مشتمل ہے۔ جن میں 7 اراکین مختلف غیر مسلم اقلیتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

سیاسی اجتماعات کی مراعات:

کسی بھی باشعور اور مہذب معاشرے میں تمام طبقات کے تمام حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ انہی حقوق میں سیاسی اجتماع کا حق بھی شامل ہے۔ سیاسی اجتماع کا حق فرد اور جماعت کا بنیادی حق ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس رعایت کو باطل طریقے سے استعمال نہ کیا جائے کہ جس سے دوسروں کے حقوق تلف ہوں یا امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو، تاہم خالصتاً قانونی اور عملی سطح پر جہاں تک عیسائی اقلیتوں کے اجتماعات کا تعلق ہے ان کے اس حق پر نہ کبھی پابندی لگائی گئی اور نہ کبھی محدود کیا گیا۔ خاص طور پر الیکشن کے دنوں میں اس حق کا بھرپور اظہار دیکھنے کو ملتا ہے۔ خصوصی نشستوں پر ضمنی انتخابات میں بھی عیسائی اقلیت کو کنونسنگ اور دیگر سیاسی اجتماعات کی اجازت ہوتی ہے۔ اس حق کے عملی دنیا میں انہیں بہت سے فوائد ملتے ہیں۔ وہ اپنی آزادانہ رائے سے اپنے نمائندوں کو منتخب کرتے ہیں۔

حقوق کے تحفظ کیلئے حق احتجاج:

درج بالا عظیم الشان حقوق اور مراعات کے حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ تمام غیر مسلم اقلیتوں کو ریاست پاکستان اپنی کسی بھی حق تلفی کا تدارک نہ ہونے پر احتجاج کرنے کا حق حاصل ہے، اگرچہ احتجاج کا مطلب بدامنی، توڑ پھوڑ اور اپنے حق کی خاطر دوسروں کو حق تلفی کرنا نہیں ہے۔ کوئی مذہب اور باشعور معاشرہ اس کی اجازت نہیں دے سکتا تاہم تہذیب اور شائستگی کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے احتجاج کرنے کا حق اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کیا ہے۔

ارشاد فرمایا ہے:

﴿ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ. ﴾ (۱۷)

''اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔''

یہاں حق تلفی سے مراد صرف مظاہرہ ہی مراد نہیں بلکہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر اس کا اظہار کرنا بھی مراد ہے، کیونکہ موجودہ دور میں میڈیا کی طاقت مظاہروں سے بڑھ کر ہے۔

حق احتجاج کی چند عملی مثالیں:

''کرسچن لبریشن فرنٹ پاکستان'' کی جانب سے یوم آزادی کے سلسلے میں 11 اگست 1995ء کو اسلام آباد میں ایک ریلی کا اہتمام کیا گیا جس کی منزل مقصود پارلیمنٹ ہاؤس تھی۔ اشتہار کے الفاظ میں ''تاریخی عوامی ریلی'' کا مقصد وطن عزیز میں بنیادی انسانی حقوق کی بحالی ہے۔ کرسچن لبریشن فرنٹ ریلی کی کامیابی کے لئے ان طبقوں سے تعاون کی امید لگائے

بیٹھا ہے جو پاکستان میں اسلامی نظام سیاست و معیشت کی جگہ لبرل اقدار کو فروغ دینے کے خواہش مند ہیں۔ ماہ جولائی میں ''کرسچن لبریشن فرنٹ'' لاہور میں ایک کانفرنس کا اہتمام کر چکا ہے جس کی رپورٹ پندرہ روز'' کاتھولک نقیب'' میں پیش کی جاتی ہے۔(۷۲)

''جسٹس اینڈ پیس کمیشن'' کے زیر اہتمام پندرہویں آئینی ترمیمی بل کے اثرات کے موضوع پر ایک سیمینار کا انعقاد ہوا۔(ملتان ۱۳ر اکتوبر ۱۹۹۸ء) سیمینار کے شرکاء نے کچہری چوک ملتان میں ترمیمی بل کے خلاف مظاہرہ بھی کیا۔
مسیحی تنظیم کے اس سیمینار میں ''پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق'' ایمنسٹی انٹرنیشنل (ملتان شاخ) اور'' پاسٹرل انسٹی ٹیوٹ ملتان'' کے نمائندوں کے علاوہ مسیحی کارکنوں نے شرکت کی۔(۷۳)

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل سیاسی حقوق کے حوالے سے حکومت پاکستان نے جس طرح پاکستان کے تمام شہریوں کو سیاسی آزادی و سیاسی حقوق کے نفاذ و احترام میں مکمل آزادی دے رکھی ہے وہ غیر مسلم اقلیتوں کے مقابلے میں بھی قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں قائم کردہ حدود و قیود کی پابند ہے۔ جس میں حکومت پاکستان نے مرکزی اور صوبائی سطح سے لے کر یونین کونسل اور ضلع کی سطح پر غیر مسلم اقلیتوں کو تمام قسم کی سیاسی حقوق و مراعات سے نوازا ہے۔ جس میں دوہرے ووٹ کا حق، سیاسی اجتماعات کا حق، بنیادی حقوق کی حق تلفی کیلئے عدالتی چارہ جوئی کا حق، قومی و صوبائی اسمبلیوں میں مناسب نمائندگی کا حق عطا کیا ہے۔ تاکہ اقلیتیں اپنے اس حق سے قرآن و سنت کی روشنی میں دینی اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے ان حقوق سے استفادہ حاصل کریں۔

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کی سیاسی پارٹیوں اور سماجی و ثقافتی تنظیموں کا مختصر تعارف

قیام پاکستان کے بعد قائم ہونے والی سیاسی پارٹیوں اور سماجی و ثقافتی تنظیموں کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ پارٹیاں اور ادارے پاکستان کی مختلف غیر مسلم اقلیتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسی تنظیموں اور اداروں کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہم نے طوالت سے بچنے کے لئے صرف نمائندہ اداروں کا انتخاب کیا ہے۔

ادارۂ امن و انصاف:

ادارۂ امن و انصاف کی بنیاد کلیسا کی ایک ذیلی تنظیم پاکستان کرسچین انڈسٹریل سروس کے تحت رکھی گئی جو 1969ء میں ایک پریسبیٹیرین مشنری لی لائے برگر نے قائم کی تھی۔

1975ء میں ادارہ امن و انصاف کے تحت ایک ٹریڈ یونینسٹ کلب کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد مزدور قوانین کے کورسز میں شریک مزدور رہنماؤں کے درمیان ماہانہ ملاقاتوں کے ذریعے رابطہ قائم کرنا تھا۔ تاکہ وہ مزدوروں کے مسائل اور ان سے متعلق قانون سازی سے آگاہ رہیں۔

79-1978 میں ادارہ امن و انصاف نے پاکستانی مسیحی طلباء کی ایک تنظیم پاکستان کرسچین سٹوڈنٹس آرگنائزیشن قائم کی جس کا مقصد مسیحی طلباء کے اتحاد، ان کے مفادات کی حفاظت، اور خاص طور پر بستیوں کے غریب بچوں کو کلیسیا کے زیر انتظام اعلیٰ انگریزی میڈیم سکولوں میں داخلہ دلوانا تھا۔ 1984ء میں ادارے نے متبادل ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوامی شعور بیدار کرنے کے پروگرام پر عمل شروع کیا۔ ادارے کے توسط سے ایک سٹیج ڈرامہ ''دیوار'' پیش کیا گیا۔

ادارے کا خواتین کے امور کا شعبہ 1987ء سے غریب بستیوں کی خواتین میں شعور بیدار کرنے میں سرگرمی سے کام کر رہا ہے۔ ادارے کے ''جرائد جفاکش'' اور ''جسٹس اینڈ پیس'' نیوز لیٹر باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں۔ مزدوروں، خواتین اور انسانی حقوق عالمی دنوں کے موقعوں پر نہ صرف ادارے کے جرائد کے خصوصی شمارے شائع ہوتے ہیں بلکہ موضوع کی مناسبت سے سیمینار، جلسے، جلوس اور ریلیاں بھی منعقد کی جاتی ہیں۔ اکتوبر 1988ء میں ادارے کے زیر اہتمام ''عوامی ادب، ثقافت اور ذرائع ابلاغ'' کے عنوان سے ایک قومی ورکشاپ بھی منعقد کی گئی۔

ادارے کا لاہور میں قائم بنیادی گروپ اور فیصل آباد کا دیہی گروپ ڈیڑھ سال سے بھٹہ مزدوروں میں شعور کی بیداری اور ظلم کے خلاف عدالتوں میں مزدوروں کی قانونی معاونت فراہم کر رہے ہیں۔ جسٹس اینڈ پیس کمیشن آف ریلیجنس سپیریرز ان پاکستان، کمیشن آف کاتھولک بشپس اِن پاکستان کے قیام، کاتھولک سوشل سروسز کی تنظیم نو اور دیہاتی مزدور محاذ کا وجود ادارے کی تقلید کا نتیجہ ہے۔

امن و انصاف کے دیگر ادارے

ادارہ امن و انصاف کراچی کے بعد دوسری اہم پیش رفت کانفرنس آف میجر سپیریئرز کی طرف سے جسٹس اینڈ پیس کمیشن کا قیام تھا۔ اس کے پہلے چیئر پرسن دومینیکن کاہن فادر کرس میکوے تھے۔ اس کے بعد چھ سال تک کولمبن کاہن فادر تنویر ادھین لون اس کے چیئر پرسن رہے اور ایگزیکٹو سیکرٹری فادر کین ویگاس تھے۔ بعد ازاں سسٹر نسیم جارج اس کی چیئر پرسن بنیں۔ کمیشن کا صدر دفتر 1992ء میں ملتان میں قائم ہوا جہاں سسٹر نسیم جارج کے ساتھ ساتھ آفتاب الیگزینڈر مغل خاصے فعال رہے ہیں۔ متعدد ٹریننگ پروگراموں کے ساتھ ساتھ کمیشن نے 1997ء میں شانتی نگر کے سانحہ کے حوالے سے اہم کام کیا۔ توہین رسالت کے حوالے سے قوانین کے غلط استعمال پر بھی اس دارے نے سرگرمی سے کام کیا ہے۔

امن و انصاف کے نام سے قائم ہونے والی تیسری بڑی تنظیم نیشنل کمیشن فار جسٹس اینڈ پیس ہے۔ یہ کاتھولک بشپس کانفرنس

آف پاکستان کا قائم کردہ ادارہ ہے۔ نیشنل کمیشن فار جسٹس اینڈ پیس کا قیام 1984ء میں ہوا۔

کمیشن کے اغراض ومقاصد:

- انسانی حقوق کے تحفظ وترویج میں مخلوق خدا کو ان کے ہمہ وقت کردار کے لئے تیار کرنا تاکہ ایک امن پسند اور منصفانہ معاشرہ تشکیل پاسکے۔
- انسانی حقوق اور امن وانصاف کے متعلق سوالات کا بائبل مقدس اور چرچ کی تعلیمات کی روشنی میں مطالعہ کرنا۔
- مطالعہ کی نشر واشاعت کرنا اور امن وانصاف کے متعلق شعور اور آگاہی کو توسیع دینا۔
- انسانی حقوق کے معاملات پر مناسب ردعمل کا اظہار کرنا۔
- انصاف، امن اور انسانی حقوق کے فروغ کیلئے دنیا بھر میں دیگر ہم خیال تنظیموں سے رابطہ اور تعاون کرنا شامل ہیں۔

آزاد پاکستان مسیحی لیگ:

آزاد پاکستان مسیحی لیگ کا قیام 1970ء میں پاکستان مسیحی لیگ کے مخلوط انتخابات کے مخالفین کی جماعت سے علیحدگی کے بعد ہوا۔ عمانوایل ظفر اس پارٹی کے پہلے صدر بنے۔ 1972ء کے مارشل لاء ریگولیشن ایکٹ کے تحت جب مسیحی اداروں کو قومی تحویل میں لینے کا سلسلہ شروع ہوا تو آزاد پاکستان مسیحی لیگ مسیحی عوام کے حقوق کے تحفظ کے لئے حکومت کے اس فیصلہ کے خلاف احتجاج میں پیش پیش تھی۔ آزاد پاکستان مسیحی لیگ نے دوسری مسیحی جماعتوں اور تنظیموں کے ساتھ مل کر بھرپور احتجاجی مہم چلانے کے لئے متحدہ مسیحی فرنٹ بھی تشکیل دیا۔ اور اس جدوجہد میں کئی قربانیاں دیں۔

1973ء کے آئین میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے اسلام کو پاکستان کا ریاستی مذہب قرار دیا اور غیر مسلم اقلیتوں کی مخصوص نشستوں کا قانون بنایا تو آزاد مسیحی لیگ کی جدوجہد کے باعث حکومت کو صوبائی سطح پر چاروں صوبائی اسمبلیوں میں اقلیتی نشستیں مخصوص کرنا پڑیں۔

بھٹو کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک کے دوران بھی جماعت نے بھرپور حصہ لیا۔ 1985ء کے غیر جماعتی انتخابات کے دوران جماعت نے آزاد امیدواروں کی حمایت کرتے ہوئے ڈاکٹر شیلا چارلس اور راج حمید گل کو صوبائی اسمبلی کی نشست پر کامیاب کرایا۔

آل پاکستان کرسچین لیگ:

دیوان بہادر ایس پی سنگھا نے قیام پاکستان کے فوراً بعد لاہور میں آل پاکستان کرسچین لیگ قائم کی۔ یہ جماعت پاکستان کے مسیحیوں کی اولین سیاسی ترجمان تھی جس نے مسز دیوان بہادر ایس پی سنگھا، سی ای گبن، چوہدری چندو لعل، بی ایل رلیارام، مسٹر اے ڈی جوزف، ڈاکٹر جیمز گوپال اور مسٹر گومز جیسے رہنماؤں کو پلیٹ فارم مہیا کیا۔ یہ رہنما نہ صرف قیام پاکستان کے ابتدائی ایام میں

مسیحی کمیونٹی کی آواز بنے بلکہ انہوں نے مسیحیوں کے لئے پاکستانی سیاست میں روشن مستقبل کا رستہ دکھایا۔

یہ جماعت پہلے مارشل لاء 1958ء تک مسیحی عوام کی واحد نمائندہ جماعت کی حیثیت سے قائم رہی۔ ایوب آمریت نے دوسری جماعتوں کی طرح اس جماعت کا بھی گلا گھونٹ دیا۔

پاسٹرل انسٹی ٹیوٹ، ملتان:

پاسٹرل انسٹی ٹیوٹ ملتان پاکستان میں اعلیٰ ترین ادارہ ہے۔ جہاں تربیتی کورس اور سیمینار منعقد کرائے جاتے ہیں۔ اس ادارے کو 1971ء میں ملتان ڈایوسس کے ذاتی کاموں کے لئے شروع کیا گیا۔ لیکن اب یہ ادارہ تمام ڈایوسس کی سرگرمیوں کے لئے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ موجودہ دور میں مقامی کلیسیا کو اپنے مشن میں مستحکم کرنے کے لئے یہ تربیت گاہ بڑی فعال ثابت ہوئی ہے۔

انسٹی ٹیوٹ میں ہر سال تقریباً چار ہزار لوگ مختلف پروگراموں میں شرکت کے لئے آتے ہیں۔ پاسٹرل انسٹی ٹیوٹ اپنی طرف سے جو دو بڑے کورس منعقد کرواتا ہے۔ ان میں ریلیجن ٹیچرز کورس، بنیادی مسیحی تربیت اور اس کے بعد ریسرچ سیمینار کا نمبر آتا ہے۔ انسٹی ٹیوٹ اب تک عدم برداشت، علم الکلیسا اور تھیالوجی پر ریسرچ سیمینارز کے ساتھ ساتھ بنیاد پرستی اور ایسے ہی کئی دیگر موضوعات پر بھی سیمینارز منعقد کروا چکا ہے۔

پاسٹرل انسٹی ٹیوٹ آہستہ آہستہ تمام مسیحی اور تمام مذاہب کے ملاپ اور دوستی کا مرکز بن گیا ہے۔ کلیسیائیں اور ہر طبقہ ہائے خیال کے لوگ یہاں آ کر پروگرام کرنے اور باہمی میل و ملاپ، بھائی چارہ اور دوستی کا تجربہ کرتے ہیں۔ بلکہ یہاں غیر مسیحی ہم خیال تنظیمیں اور ادارے بھی آ کر بین المذاہب رابطے کا عملی مظاہرہ کرتے اور دیکھتے ہیں۔

پاسٹرل انسٹی ٹیوٹ میں گذشتہ ڈیڑھ عشرے سے "مسیحی مسلم رابطہ گروپ" کام کر رہا ہے۔ یہ بنیادی طور پر مسیحیوں اور مسلمانوں کے لئے ایک Discussion Forum ہے۔ لیکن اس گروپ نے کئی موقعوں پر مسیحی مسلم اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے عملی اقدامات بھی کئے ہیں۔ مثلاً سسٹر سو کے قتل پر احتجاج، سیلاب زدگان کی مدد، خلیج کی جنگ (1991ء) میں امن مارچ اور سانحہ شانتی نگر وغیرہ۔

پاکستان مسیحی لیگ:

پاکستان مسیحی لیگ 1964ء میں قائم ہوئی۔ ایل ایچ حیات اس کے بانی تھے۔ 1965ء کی جنگ کے دوران جب پاک فوج میں شامل مسیحیوں پر بلا جواز جاسوسی کا الزام لگایا گیا تو تنظیمی ڈھانچہ نامکمل ہونے کے باعث لیگ بھرپور سیاسی قدم اُٹھانے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ تاہم جماعت نے حکومت وقت کو احتجاجی یادداشتیں ارسال کر کے اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا۔ 1968ء میں مسیحیوں کے حقوق کے لئے چلائی جانے والی تحریک کے نتیجہ میں جنرل ایوب خان نے حزب اختلاف اور حکومت وقت کو بھی اقلیتوں کے

مطالبات سے آگاہ کیا۔ 1969ء میں یحییٰ خان نے اقتدار سنبھالنے کے بعد ایک مسیحی ریٹائرڈ جج جسٹس اے آر کارنیلیس کو وفاقی وزیر قانون و پارلیمانی امور کی حیثیت سے حکومت میں شامل کیا اور انہیں آئین پاکستان کی تشکیل کا کام سونپا۔

1982ء میں جنرل ضیاء الحق کی غیر منتخب مجلس شوریٰ کا نظام رائج ہوا تو مسیحیوں میں سے پاکستان مسیحی لیگ کے صدر ایچ ایل حیات کو اس کا رکن نامزد کیا گیا۔ ان کے علاوہ فرانسس لوبو کو بھی مجلس شوریٰ میں لیا گیا۔

ضیاء الحق کے دور حکومت میں غیر مسلم اقلیتوں کے مخالف قوانین کی تشکیل میں پاکستان مسیحی لیگ کی مجلس شوریٰ میں موجودگی سے مسیحی عوام اس جماعت سے بدظن ہو گئے۔ بعدازاں یہ جماعت سیاسی منظر سے اوجھل ہو گئی۔

پاکستان مسیحی اتحاد:

اس مسیحی پارٹی کی بنیاد 1988ء میں روفن جولیس نے رکھی، جو اس وقت پیپلز پارٹی کی مرکزی حکومت میں وزیر مملکت برائے اقلیتی امور بنائے گئے تھے۔ پاکستان مسیحی اتحاد کے چیئرمین خود روفن جولیس، جبکہ اس کے جنرل سیکرٹری عادل شریف بنے۔ یہ پارٹی پاکستان کی مسیحی جماعتوں میں ایک اضافہ تھی۔ پارٹی کے جنرل سیکرٹری عادل شریف پنجاب اسمبلی کے رکن بھی شامل تھے۔

1992ء میں شناختی کارڈ میں مذہبی خانے کے اندراج اور 295 سی سمیت مسیحی مفادات کے تحفظ کے لئے چلنے والی تحریکوں میں اس پارٹی نے بھرپور حصہ لیا۔ 1993ء کے انتخابات میں پاکستان مسیحی اتحاد کے سربراہ روفن جولیس دوبارہ قومی اسمبلی کے رکن بنے، جبکہ سیکرٹری عادل شریف گل بھی رکن پنجاب اسمبلی منتخب ہوئے۔ اس دوران قلعہ دیدار سنگھ میں گرجا گھر کی مسماری بانڈڈ لیبر اقبال مسیح کے قتل اور توہین رسالت کے الزام میں منظور مسیح کے ماورائے عدالت قتل کے خلاف احتجاجی تحریکوں میں پاکستان مسیحی اتحاد نے مسیحی کمیونٹی کے مفادات کے تحفظ کے لئے بھرپور خدمات انجام دیں۔ 1997ء کے انتخابات میں روفن جولیس اور عادل شریف گل پر مسیحی قوم نے ایک بار پھر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے انہیں بالترتیب قومی و پنجاب اسمبلیوں میں نمائندگی کا مینڈیٹ دیا۔

پاکستان کرسچیئن ڈیموکریٹک پارٹی:

یہ سیاسی جماعت قیام پاکستان کے اوائل میں پاکستان کرسچیئن ایسوسی ایشن کے رہنماؤں ڈی پی سنگھا، این پطرس، ایرک جمی ڈین اور ایلیون فیاض وغیرہ نے تشکیل دی، پاکستان کرسچیئن ڈیموکریٹک پارٹی نے اسکندر مرزا اور ایوب کے دور آمریت میں مسیحیوں کے حقوق کے تحفظ میں اہم کردار ادا کیا۔ 1965ء کی جنگ میں مسیحیوں پر جاسوسی کے الزامات کے خلاف اس پارٹی نے مسیحی کمیونٹی کی آواز حکومتی اور بین الاقوامی سطح پر اٹھانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

پاکستان قومی مسیحی پارٹی:

پاکستان قومی مسیحی پارٹی کی تشکیل بھی روفن جولیس کی پاکستان مسیحی پارٹی کی طرز پر عمل میں لائی گئی۔ 1993ء کے عام انتخابات کے نتیجہ میں لاہور کے ایک نوجوان مسیحی رہنماء جے سالک مرکز میں وزارت بہبود آبادی کے وزیر مقرر ہوئے۔ انہوں نے پاکستان قومی مسیحی پارٹی کے نام سے اپنی سیاسی جماعت قائم کی۔ انہی کی وزارت کے دوران قلعہ دیدار سنگھ میں گرجا گھر کو شرپسندوں نے مسمار کیا تو انہوں نے حکومتی وزیر ہونے کے باوجود اس واقعہ کو اسمبلی کے پلیٹ فارم پر اٹھایا۔ بعدازاں منظور مسیح سلامت مسیح توہین رسالت کیس اور اقبال مسیح قتل کے سلسلے میں بھی اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا۔ تاہم اس سلسلے میں کلیسیا اور مسیحی تنظیموں کی احتجاجی تحریک میں ان کی پارٹی نے سرگرمی سے حصہ نہ لیا۔ 1996ء میں صدر فاروق احمد لغاری نے پیپلز پارٹی کی حکومت کو برطرف کی تو جے سالک نے صدر پاکستان کے اس اقدام کے خلاف گدھا گاڑیوں پر مارچ کر کے انوکھا احتجاج کیا۔ لیکن 1997ء کے انتخابات میں وہ دوبارہ منتخب ہونے میں ناکام رہے۔ شناختی کارڈ میں مذہبی خانہ کے اندراج کے خلاف مسیحیوں کی تحریک میں انہوں نے سرگرمی سے احتجاج میں حصہ لیا۔

پاکستان اقلیتی اتحاد:

پاکستان اقلیتی اتحاد کا قیام بھٹو دور میں اکثریتی جماعتوں کے پاکستان قومی اتحاد کی طرز پر مسیحیوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے بھٹو حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک چلانے کے لئے قائم کیا گیا۔ ایچ.ایل.حیات اس اتحاد کے بانی تھے۔ پورن سنگھ رام راسیہ صدر آل پاکستان شیڈولڈ کاسٹ فیڈریشن اس کے جنرل سیکرٹری بنے۔ اس تنظیم نے مشترکہ طور پر غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے لئے بھرپور کام کیا۔ بعدازاں اس اتحاد کے سربراہ ایچ.ایل.حیات ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی نامزد ہوئے۔ 1988ء میں ان کی وفات کے بعد یہ تنظیم غیر مؤثر ہو کر رہ گئی۔

پریسبٹیرین چرچ آف پاکستان:

10 نومبر 1992ء کو یونائیٹڈ پریسبٹیرین چرچ اور امریکن پریسبٹیرین چرچ (لاہور چرچ کونسل) کا اتحاد ہوا۔ اس اتحاد کو پریسبٹیرین چرچ آف پاکستان کا نام دیا گیا، جس کے پہلے ماڈریٹر ڈاکٹر پادری پیارالال اور ایگزیکٹو سیکرٹری وکٹر عزرایا منتخب ہوئے۔ بعدازاں پادری آرتھر جیمس پرنسپل تھیولوجیکل سیمنری گوجرانوالہ بھی اس کے ماڈریٹر رہے۔

چرچ آف پاکستان:

نومبر 1970ء میں انگلیکن، میتھوڈسٹ، لوتھرن اور سکاچ کلیسیائیں متحد ہونے کے بعد ورلڈ کونسل آف چرچز کی رکن بن گئیں۔ اسی ماہ متحدہ چرچ آف پاکستان کے بشپس کی نامزدگیاں کی گئیں اور لاہور، رائیونڈ، سیالکوٹ، پشاور، حیدرآباد، ملتان، کراچی

اور فیصل آباد کے ڈائیوسیس بنائے گئے جو مسیحی عوام کیلئے سماجی، سیاسی اور روحانی شعبوں میں بھرپور خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

دیگر مسیحی تنظیمیں:

سندھ میں دو سیاسی تنظیمیں مسیحی انقلابی تحریک اور پاکستان منارٹی فرنٹ بھی کافی فعال ہیں۔ مسیحی انقلابی تحریک کے سربراہ سلیم کھوکھر اور پاکستان منارٹی فرنٹ کے سربراہ مائیکل جاوید ہیں۔ مائیکل جاوید سندھ کی پارلیمانی سیاست کے حوالے سے بھی اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

کرسچیئن لبریشن فرنٹ:

یہ جماعت بائیں بازو کے مسیحی نوجوان انقلابیوں نے 1985ء میں قائم کی۔ شہباز بھٹی اس کے بانی اور سربراہ ہیں۔ اس جماعت کے قیام کا مقصد پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے لئے موجود غیر حقیقت پسندانہ اور اپاہج انتخابی نظام کے ساتھ مسیحیوں کے مفادات کا تحفظ کرنا ہے۔ 1997ء کے انتخابات میں کرسچیئن لبریشن فرنٹ قومی اسمبلی میں ایک نشست حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔

1988ء میں جب مسلم لیگ حکومت نے قومی اسمبلی اور سینٹ میں سرکاری شریعت بل پیش کیا تو کرسچیئن لبریشن فرنٹ نے اس بل کو رکوانے کے لئے قومی اسمبلی اور سینٹ میں موجود ہم خیال سیاسی جماعتوں سے مل کر پاکستان کی غیر مسلم اقلیتوں کے خلاف گھناؤنی سازش کا خاتمہ کیا۔ 4 اکتوبر 1998ء کو اس نے لاہور میں ملک کی سیاسی جماعتوں کی قومی کانفرنس منعقد کر کے سرکاری شریعت بل کے خلاف متفقہ قرارداد منظور کرائی جسے ''لاہور ڈیکلریشن'' کا نام دیا گیا۔

کرسچیئن لبریشن فرنٹ عوامی جمہوری انقلاب کی حامی جماعت ہے اور تیزی سے مسیحی عوام میں مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔

کنونشن مسیحی لیگ:

کنونشن مسیحی لیگ ایوب مارشل لاء دور میں حکومت کی کنونشن مسلم لیگ کے چھتر چھاؤں تلے قائم کی گئی۔ یہ تنظیم مسیحی کیمونٹی کے حقوق سے زیادہ حکومت وقت کے مفادات کے تحفظ اور مسیحیوں کے استحصال کا باعث بنی اور ایوب آمریت کے خاتمے کے ساتھ ہی یہ برساتی کنونشن مسیحی لیگ بھی اپنے انجام کو پہنچی۔ تجمل وحید لیگ کے بانی تھے جو جماعت کے خاتمے کے بعد مسیحی سیاسی منظر سے غائب ہو گئے۔

مسیحی انقلاب پارٹی:

مسیحی انقلابی پارٹی کی بنیاد لاہور میں نذیر قیصر نے رکھی اور اسکے پہلے چیئرمین بنے۔ اس جماعت نے ایوب دور میں مارٹن پور اور ینگسن آباد کے سانحہ، مسیحیوں پر جاسوسی کے الزامات اور ایوب مارشل لاء کے خلاف تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ مسیحی انقلابی

پارٹی زیادہ عرصہ تک نہ چل سکی اور غیر مؤثر ہو کر ختم ہوگئی۔

مسیحی مجلس عمل:

مسیحی مجلس عمل کا قیام ایوب آمریت کے خلاف ذوالفقار علی بھٹو کی تحریک کے دوران لاہور میں عمل میں آیا۔ عمانوایل ظفر ایڈووکیٹ اس کے بانی تھے۔ اس مجلس کے قیام کا مقصد مسیحی حقوق کی بحالی کیلئے جدوجہد کرنا تھا۔ یہ تحریک ایوب خان کے بعد یحییٰ خان کے دور اور 1970ء کے انتخابات تک پھیل گئی۔ اس نے مسیحیوں کی تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کی تحریک چلائی اور خود ایک معاہدہ کے تحت پاکستان مسیحی لیگ میں ضم ہوگئی۔

نیشنل کرسچین کونسل:

نیشنل کرسچین کونسل کی بنیاد نیشنل عوامی پارٹی کی دو دھڑوں میں تقسیم کے بعد بھاشانی گروپ کے حامی بائیں بازوں کے مسیحی کارکنوں نے رکھی۔ اس جماعت کے سرکردہ رہنماؤں میں ایم سٹیفن، چوہدری نعیم شاکر ایڈووکیٹ اور یوسف جلال دین شامل تھے۔ 1971ء میں سقوط ڈھاکہ تک اس جماعت نے مسیحی کمیونٹی نے مزدور، نوجوان اور طالب علم طبقے میں سیاسی اور سماجی حقوق کے شعور کے فروغ اور حصول کی جدوجہد کے لئے گراں قدر کام کیا۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد نیشنل کرسچین کونسل پاکستانی سیاست کی ماضی کی داستان بن گئی، تاہم اس کونسل کے رہنماؤں نے عوامی حقوق کے حصول کی جدوجہد کے لئے ایوب خان اور یحییٰ خان کے مارشل لاء دور کی صعوبتیں اٹھائیں اور اپنے عظیم مشن پر آخری دم تک ڈٹے رہے۔

یونائیٹڈ کرسچین فرنٹ:

یونائیٹڈ کرسچین فرنٹ کی بنیاد کیپٹن ثناء اللہ نے رکھی۔ اس پارٹی نے یحییٰ دور میں لیگل فریم ورک آرڈر کے تحت بالغ رائے دہی کی بنیاد پر مخلوط انتخابات کی بھرپور مخالفت کی۔ 1973ء کے آئین پاکستان میں اسلام کو ریاست کا مذہب قرار دیا گیا تو یونائیٹڈ فرنٹ نے باقی مسیحی سیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر تحریک چلائی، جس کے نتیجہ میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں ذوالفقار علی بھٹو حکومت نے غیر مسلم اقلیتوں کے لئے نشستیں مخصوص کیں۔ بعد ازاں جب جنرل ضیاء الحق کے دور میں مجلس شوریٰ قائم کی گئی تو یونائیٹڈ کرسچین فرنٹ کے سربراہ کیپٹن ثناء اللہ کو شوریٰ میں مسیحیوں کا نمائندہ مقرر کیا گیا۔

یہ جماعت آج بھی مسیحی حقوق کے تحفظ کے لئے وقتاً فوقتاً آواز بلند کرتی رہتی ہے۔ (۷۴)

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کی سیاسی جماعتیں:

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتی سیاسی جماعتوں نے 1988، 1990، 1993 اور 1997 کے انتخابات میں درج ذیل ناموں سے حصہ لیا۔

1۔ آل پاکستان مسیح پارٹی (APMP)
2۔ آل پاکستان کرسچن موومنٹ (APCM)
3۔ آزاد مسیح لیگ (AML)
4۔ عوامی اقلیتی پارٹی (AAP)
5۔ کرسچن لبریشن فرنٹ پاکستان (CLFP)
6۔ مسیحی عوامی پارٹی (MAP)
7۔ مسیح انقلابی تحریک (MIT)
8۔ پاکستان مسیحی پارٹی (PMP)
9۔ پاکستان مسیح لیگ (PML)
10۔ پاکستان کرسچن ایسوسی ایشن (PCA)
11۔ پاکستان مائی نورٹی انقلابی تحریک (PMIT)
12۔ پاکستان مائی نورٹی اتحاد (PMI)
13۔ پاکستان اقلیتی رابطہ پارٹی (PARP)
14۔ پاکستان ہندو شیڈولڈ کاسٹ پارٹی (PHSCP)
15۔ پاکستان یونائیٹڈ کرسچین فرنٹ (PUCF)
16۔ پاکستان کرسچن ڈیموکریٹک پارٹی (PCDP)
17۔ پاکستان کرسچن سوشل ایکشن پارٹی (PCSAP)
18۔ پاکستان کرسچن نیشنل پارٹی (جوزف فرانس گروپ) (PCNP(J))
19۔ پاکستان مسیح عوامی پارٹی (PMAP)
20۔ پاکستانی اقلیتی اتحاد (PAI)
21۔ پاکستان اقلیتی رابطہ پارٹی (PARP)
22۔ پاکستان کرسچن کانگریس (PCC)
23۔ پاکستان کرسچن نیشنل پارٹی (سمسن گروپ) (PCNP(S))
24۔ پاکستان ہندو پارٹی (PHP)
25۔ پاکستان مائی نورٹی انقلابی گروپ (PMIG)
26۔ پاکستان یونائیٹڈ کرسچن پارٹی (PUCF)
27۔ پاکستان مسیح اتحاد (PMI)
28۔ پاکستان مائی نورٹی فرنٹ (PMF)
29۔ پاکستان کرسچن لیگ (PCL) (۷۵)

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل سیاسی حقوق کے حوالے سے حکومت پاکستان جس طرح پاکستان کے مسلم شہریوں کو قرآن وسنت و دستورِ مملکت کی روشنی میں حقوق کی ادائیگی کر رہی ہے، اسی طرح پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو آزادی تحریر و تقریر، حق رائے دہی، دوہرے ووٹ کا حق، قومی وصوبائی اسمبلیوں میں مخصوص نشستیں، اقلیتی اُمور کی علیحدہ

وزارت کا قیام، مقامی حکومتوں میں نمائندگی کا حق، حق احتجاج، سیاسی سماجی وثقافتی تنظیموں کے بنانے کی مکمل آزادی جیسے حقوق حاصل ہیں۔ دیئے گئے حقوق کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے سیاسی حقوق اور وقار کا اس قدر لحاظ رکھا گیا ہے کہ تمام اقلیتیں سیاسی اعتبار سے پاکستان میں مکمل طور پر آزاد اور خودمختار ہیں۔ انہیں تمام سیاسی، اجتماعی اور ریاستی حقوق حاصل ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک کہلانے کے دعوے دار برطانیہ کے دارالعوام میں صرف ایک مسلمان کو ممبر شپ دی گئی۔ اس کے علاوہ دنیا کے بیشتر عیسائی ملکوں میں مسلمانوں کو اسمبلی کی رُکنیت کا حق تک حاصل نہیں۔ اس کے مقابلے میں اگر دیکھا جائے تو پاکستان کی قومی اسمبلی میں غیر مسلم اقلیتوں کو 23 نشستیں حاصل ہیں۔

فصل چہارم

پاکستان میں اقلیتوں کو حاصل معاشرتی حقوق

پاکستانی معاشرہ اور اقلیتیں:

اس نقطہ نظر سے جب پاکستانی معاشرہ کی غیر مسلم اقلیتوں کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ معاشرہ میں غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل بنیادی، انسانی، معاشرتی، فطری اور پیدائشی حقوق ومراعات کو آئینی اور دستوری تحفظ ،سرکاری نگرانی، انتظامی حفاظت، عدالتی سرپرستی اور معاشرتی تائید او رنصرت حاصل ہے۔ان حقوق ومراعات کی تفصیل درج ذیل ہیں:

زندگی کے تحفظ کا حق (مساوات دیت):

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو زندگی کے تحفظ کا پورا پورا حق حاصل ہے کیونکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ''کسی بھی غیر مسلم فرد کے خون کی قیمت مسلمان کے خون کی قیمت کے برابر ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی بھی غیر مسلم فرد کو قتل کرے گا تو اس کا قصاص اسی طرح لیا جائے گا جس طرح مسلمان کو قتل کرنے کی صورت میں لیا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جزیہ کے بدلے میں اسلامی حکومت غیر مسلم اقلیتوں کے جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہے۔اسی لئے جس طرح وہ مسلمان کے جان ومال کی حفاظت کرتی ہے ویسے ہی غیر مسلم کے جان ومال کی بھی حفاظت کرتی ہے۔قانون کی نظر میں مسلم وغیر مسلم کی جان میں کوئی فرق نہیں۔ (۷۶)

عزت وناموس کے تحفظ کا حق:

جیسا کہ اسلامی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ ''غیر مسلم اقلیتوں کی عزت وناموس ویسے ہی محترم ہے جس طرح مسلمانوں کی۔'' اس کی جھلک ہمیں پاکستان میں بھی نظر آتی ہے۔ کیونکہ پاکستانی حکومت نے کبھی بھی کسی بھی اقلیتی فرقے کی عزت وناموس کو کبھی کوئی آنچ نہیں آنے دی۔

شخصی آزادی:

وزارت مذہبی واقلیتی امور کی طرف سے 2006ء میں صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کی صدارت میں دی گئی ایک بریفنگ میں اقلیتوں کے حقوق پر تفصیلاً گفتگو کی گئی۔جس میں یہ واضح طور پر بیان کیا گیا کہ

1. Minorities enjoy all rights under constitution of Pakistan.
2. Equal status and rights .
3. No discrimination on account of religion,race and cast.

نقل مکانی وآباد کاری کی آزادی:

حکومت پاکستان نے اپنے شہریوں کے حقوق کی آزادی میں تمام شہریوں کو نقل مکانی اور آباد کاری کی مکمل آزادی دے رکھی ہے۔اقلیتیں اپنی مرضی سے ہر جگہ اندرون ملک و بیرون ملک نقل مکانی کر سکتی ہے۔
سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے دور حکومت میں عیسائیوں کو پانچ پانچ مرلے کے مفت پلاٹ سرکاری طور پر دیئے۔اسی طرح اسلام آباد کی کچی آبادیوں کو جو شہری سہولتیں دی گئی تھیں ان آبادیوں میں آٹھ ہزار کے قریب عیسائی خاندانوں کو فائدہ پہنچا۔ (۷۷)

تعلیمی آزادی:

پاکستان میں تمام غیر مسلم اقلیتوں کو تعلیم کے حصول میں کوئی رکاوٹ نہ ہے بلکہ حکومت پاکستان نے دین اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق سب انسانوں کو تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔پاکستان کی تاریخ میں کبھی بھی کسی بھی اقلیتی فرد کو محض ہندو،سکھ یا عیسائی ہونے کی بنیاد پر اس کے بنیادی اور پیدائشی حق تعلیم سے کبھی بھی کسی کو محروم نہیں کیا۔پاکستان میں قائم سرکاری نیم سرکاری اور غیر سرکاری فنی و عملی اداروں میں اگر کوئی اقلیتی معیار پر پورا اترتا ہو تو محض اختلاف مذہب کی بنیاد پر داخلہ نہیں روکا جاتا بلکہ مسلم تعلیمی اداروں میں غیر مسلم پاکستانی اقلیتوں کو علم حاصل کرنے کی سہولت کے باوجود تمام غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے الگ تعلیمی ادارے قائم کرنے کی بھی آئین پاکستان کے تحت مکمل آزادی حاصل ہے۔بلکہ پاکستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں عیسائی مشنری کے تعلیمی اداروں کا ایک ایسا منظم اور وسیع نیٹ ورک پھیلا ہوا ہے جیسا کہ یورپی ممالک میں ہے۔مثلاً ملتان میں لاسال ہائر سیکنڈری سکول چونگی نمبر 9، پاسٹرل انسٹی ٹیوٹ رشید آباد، کانوینٹ ہائی سکول کینٹ،لاہور میں کرسچین کالج لاہور،کنیئرڈ کالج فار وویمن لاہور،مرے کالج سیالکوٹ، گارڈن کالج راولپنڈی،ایڈورڈ کالج پشاور،سینٹ جوزف کالج کراچی وغیرہ وغیرہ۔ہر شہر میں غیر مسلم اقلیتوں کے خصوصاً عیسائی اقلیتوں کے بیشمار سکول ہیں۔یہ تمام ادارے اپنے انتظام وانصرام نصاب سازی فراہمی اساتذہ ملکی وغیر ملکی میں آزاد ہیں اور پوری آزادی اور تحفظ کے ساتھ اپنے ہم مذہب لوگوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرر ہے ہیں۔ان تعلیمی اداروں کا معیار اتنا بہتر اور مثالی ہے کہ پاکستان کی ایلیٹ کلاس کے بچے ان اداروں میں تعلیم حاصل کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

تقریر وتحریر کی آزادی:

پاکستانی معاشرے میں غیر مسلم اقلیتوں کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنے مذہبی رسومات بجالانے غرض ہر معاشرتی تقاضے کو پورا کرنے کیلئے تقریر وتحریر کی مکمل آزادی ہے تاہم پاکستانی قوم اور حکومت غیر مسلم اقلیتوں سے یہ توقع رکھتی ہے کہ تحریر وتقریر کی اس آزادی کو شعائر اسلام اور نظریہ پاکستان جیسے مقدس بنیادی اور متفقہ معاملات کے خلاف استعمال نہیں کرے گی۔ جہاں تک تقریر کا تعلق ہے اس حوالے سے اقلیتیں ضلعی انتظامیہ کی اجازت سے اپنے مذہبی نیم مذہبی یا معاشرتی پروگرام منعقد کرسکتی ہے اور جہاں تک تحریر کا تعلق ہے اس میں اقلیتیں مشنری رسائل وجرائد کی سہولیات رکھنے کے باوجود مسلم پریس میں بھی انہیں پوری پوری کوریج دی جاتی ہے۔ مثلاً بائبل کے مفت کورس اور تعلیم واشاعت کے اشتہارات پاکستان کے قومی اور مقامی اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ عیسائی مشنری کے رسائل وجرائد جو پاکستان میں مختلف شہروں سے شائع ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہیں حکومت پاکستان نے سرکاری اشتہارات کے لئے بھی منظور کیا ہوا ہے:

کرسچن وائس، جفاکش، ملاپ، دعائے خبرنامہ، پیامبر، کراچی

پندرہ روزہ شاداب، کاتھولک نقیب، شعاع نور، نیوز بلیٹن، ڈایوسیس میگزین (انگریزی)

ہوم لیگ، اخوت، چھوٹا سپاہی، ماہنامہ نعرہ جنگ لاہور

ماہنامہ بشیر النسواں راولپنڈی بوئے مادران کوئٹہ

دی ویژن (انگریزی) پشاور شعور، مکاشفہ فیصل آباد (۷۸)

علیحدہ قبرستان کا مذہبی حق:

پاکستان کے قانون کے مطابق اقلیتوں کو اپنے الگ الگ قبرستان بنانے کا قانونی حق حاصل ہے۔ جس کی عملی شواہد عیسائی اکثریتی علاقوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

کلب اور کیمپوں کے قیام کی آزادی:

پاکستان میں اقلیتیں کسی بھی سطح پر گھٹن اور جبر کا شکار نہیں مذہبی، تعلیمی اور جسمانی صحت کے اداروں کی تعمیر وتحفظ کے ساتھ ساتھ غیر مسلم اقلیتوں کو کمیونٹی سنٹرز فلاحی وتفریحی ادارے مثلاً کلب اور کیمپ قائم کرنے کی مکمل آزادی ہے حتیٰ کہ وہ اپنے کلب کے اندر خمر وخنزیر کا استعمال بھی کرسکتے ہیں۔ پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں اس قسم کے سنٹرز اور کلب موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ملتان میں پاسٹرل انسٹی ٹیوٹ، مری میں مبارک کیمپ وغیرہ۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان میں

آئینی سطح سے لے کر معاشرتی اور عملی سطح تک عیسائی اقلیت ہر اعتبار سے آزاد، محفوظ، خوش وخرم اور مطمئن ہے۔(۷۹)

اقلیتی ملکیتوں کے نقصان پر حکومتی تلافی:

حکومت پاکستان اور پاکستانی عوام اسلام اور اسلامی تعلیمات کے اس اصول پر قائم ہیں کہ "کسی بھی قومی یا سرکاری منصوبے کی وجہ سے اگر کسی بھی غیر مسلم فرد کی ملکیت کو نقصان پہنچتا ہو تو متعلقہ فرد یا ادارہ اس نقصان کی تلافی کرنے کا ذمہ دار ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی مسیحی شراب خانہ کو کوئی مسلمان نقصان پہنچائے یا وہ حکومتی منصوبے کی زد میں آجائے تو اس کا متبادل جگہ عمارت اور قیمت کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔"(۸۰)

اسلامی حدود سے استثناء:

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو خصوصی عیسائی اقلیت کو اس صورت میں اسلامی حدود سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ جب فریقین عیسائی ہوں البتہ ایک فریق مسلمان اور دوسرا عیسائی ہے تو پھر اسلامی تعلیمات کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

خصوصاً عیسائیوں اور ہندوؤں کو شراب نوشی کا حق ہے۔ اسلام میں اس کی حد اسی کوڑے ہے جبکہ اسلامی ملک پاکستان میں عیسائی اقلیتوں کو اپنے علاقوں میں شراب پینے کی اجازت ہے۔

حدود آرڈیننس کی رو سے چونکہ غیر مسلموں کو شراب پینے وفروخت کرنے کی اجازت ہے۔ اس لیے سندھ میں شراب فروشی کا کاروبار زیادہ تر ہندو کرتے ہیں حالانکہ دیگر مذاہب کے ماننے والے بھی موجود ہیں مگر سندھ میں زیادہ تر شراب خانوں کے لائسنس ہولڈر ہندو ہیں۔

سندھ میں لائسنس یافتہ شراب خانوں کی تفصیلات ڈویژن کے لحاظ سے

ڈویژن کا نام	شراب خانہ کی تعداد	اہم بات
کراچی	۳۱	کراچی میں ہندوؤں کا کوئی بڑا کاروبار نہیں ہے مگر شراب خانے بہت ہیں۔
سکھر	۱۱	سکھر میں ہندو دیگر کاروبار بھی کرتے ہیں۔
حیدرآباد	۳۲	
لاڑکانہ	۱۲	
میزان	۸۶	

واضح رہے کہ ان میں تقریباً آٹھ کے قریب عیسائی بھی لائسنس ہولڈر ہیں جن میں ایم پی اے جاوید مائیکل اور سلیم

کھوکھر بھی شامل ہیں۔ جاوید مائیکل کی دکان گزشتہ دنوں ایکسائز والوں کے ساتھ تنازعہ کے نتیجے میں بند کردی گئی تھی۔ اب پھر کھل گئی ہے مگر اکثریت لائسنس ہولڈر ہندو ہیں۔ (۸۱)

دفاعی خدمت سے استثناء:

پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قومی دفاع کے معاملات میں غیر مسلم اقلیتوں کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے (یعنی ملکی سلامتی اور دفاع کا فریضہ ان پر عائد نہیں ہوتا) لیکن دفاعی خدمات سے مستثنیٰ ہونے کے باوجود وہ آئین اور دستور کی رو سے ان لوگوں کے برابر عملاً وہ تمام حقوق و مراعات حاصل کر رہے ہیں جو جنگی خدمات سے مستثنیٰ نہیں۔ تاہم پاکستان آرمی میں اعلیٰ عہدوں سے لیکر نچلی سطح تک عیسائی افسران اور جوانوں کی بھرتی ان کی ذاتی رضامندی سے ہے۔ جبراً انہیں فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا۔ (۸۲)

تاہم پاکستان میں غیر مسلم اقلیتیں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، جسے محمد صدیق شاہ بخاری نے اپنی کتاب ''رواداری اور پاکستان'' میں بڑی تفصیل کے ساتھ صفحہ ۳۱۴ میں بیان کیا ہے، جسے وہاں پر دیکھا جاسکتا ہے۔

تشدد اور خوف و ہراس کے واقعات:

''پاکستانی کمیشن برائے انسانی حقوق'' کی طرف سے اور ''جائزہ انسانی حقوق 2005-07ء'' میں مذہبی اقلیتوں کی صورتِ حال کی سالانہ رپورٹس میں بڑے نمایاں انداز میں مختلف تشدد اور خوف و ہراس کے واقعات کو قلم بند کیا ہے۔ جس کی کچھ مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

- مئی میں ایک میگھوار ہندو خاندان نے شکایت کی کہ انہیں چند ایسے افراد تشدد اور خوف و ہراس کا نشانہ بنا رہے تھے جن کی سندھ کے وزیر اعلیٰ ارباب غلام رحیم کے ساتھ رشتہ داری تھی۔ اس خاندان کو تشدد اور خوف و ہراست کا نشانہ۔ جس کا بظاہر مقصد مخصوص گروہوں کے لیے سیاسی حمایت حاصل کرنا تھا۔ گوٹھ کھیت داری میں بنایا گیا جو وزیر اعلیٰ سندھ کا آبائی گاؤں ہے۔ HRCP کونسل ممبر جام ساقی کی سربراہی میں ایک تحقیقاتی ٹیم نے علاقے کا دورہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ علاقے میں بڑی تعداد میں مقیم ہندو برادری۔ وزیر اعلیٰ اور اس کے حاشیہ برادروں کے ہاتھوں خوف و ہراس کا شکار تھی۔ مزید براں۔ ارباب کے رشتہ داروں پر ایک سکھ۔ اتم کو بھی گرفتار کرنے کا الزام تھا۔ تحقیقات کے بعد جام ساقی اور اس کی بیوی کے خلاف سندھ انتظامیہ نے انتقامی کاروائیاں شروع کر دیں اور جام ساقی کو اغوا کر کے الزام کے تحت حراست میں لیا گیا۔

o اسی ماہ کے دوران۔ کراچی میں لکشمی نامی ایک لڑکی گم ہوگئی۔ اس کے والدین کے مطابق اسے اغوا کرلیا تھا۔ پولیس نے دعویٰ کیا کہ اس نے گھر سے بھاگ کر شادی کر لی تھی۔ ہندو رہنماؤں نے پولیس کے اس مؤقف کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس بات پر اصرار کیا کہ اسے اغوا کیا گیا تھا۔ گزشتہ برسوں کے دوران بھی ملک کے مختلف حصوں سے اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کے اغوا کی اطلاعات موصول ہوئی تھیں۔ (۸۳)

دیگر اقلیتی برادریوں کی طرح۔ پاکستان میں مقیم سکھ برادری کو بھی تشدد کا سامنا تھا۔ سال کے آغاز میں چھٹی کلاس کے ایک سکھ طالب علم گورجیت سنگھ کو باڑہ خیبر ایجنسی سے اغوا کر لیا گیا۔ تاوان کی رقم وصول کرنے کے لیے اسے 168 دنوں تک حراست میں رکھا گیا۔ گورجیت کے خاندان والوں نے صوبہ سرحد کے گورنر سے رابطہ قائم کیا۔ جس کے تعاون سے جن میں بچے کا اپنے خاندان سے دوبارہ ملاپ ہوگیا۔ (۸۴)

سال کے آغاز میں پشاور میں رونما ہونے والے ایک واقعہ کی وجہ سے سکھ برادری کو احتجاج کرنا پڑا۔ مقامی تاجر نام سنگھ کی 06 سالہ بچی ہروندر کو اپنے ہمسائے نصیر خان کے ہاں گئی اور بظاہر متعدد افراد کی موجودگی میں اسلام قبول کرلیا۔ اسی روز سے بچی نصیر خان کی تحویل میں تھی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اگر بچی اپنے والدین کے ہاں واپس گئی تو اسے ہلاک کر دیا جائے گا۔ بچی کے والد نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ملزم کے خلاف اس کی کم سن بچی کو اغوا کرنے کے الزام میں کاروائی کرے جبکہ سکھ برادری نے احتجاج کی دھمکی دی۔ نصیر خان کے ایک بھتیجے کی رائے میں بچی کی عمر 12 سال تھی اور وہ اپنے والدین کے گھر واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ سال ختم ہونے تک یہ مسئلہ حل طلب رہا۔ (۸۵)

بھارت سے آنے والے سکھ زائرین کی بڑھتی ہوئی تعداد نے ملک میں مقیم سکھ برادری کو کافی فائدہ پہنچایا۔ گوردواروں کی از سر نو تزئین کی گئی اور پاکستان گوردوارہ پربندھک کمیٹی۔ ملک میں موجود سکھوں کی مقدس عبادت گاہوں میں دوسرے ممالک سے آنے والے سکھ زائرین کے لئے سہولیات میں بہتری کے لئے سفارشات پیش کرتی رہی۔ ہزاروں سکھ زائرین نے جن کا تعلق زیادہ تر بھارت اور اس کے علاوہ انگلینڈ اور شمالی امریکہ سے بھی تھا۔ اپنے مذہبی تہواروں میں شرکت کرنے کے لئے 2005ء کے دوران پاکستان کا دورہ کیا۔ (۸۶)

غیر مسلموں/ اقلیتوں کے ساتھ منافرانہ گفتگو:

وکی پیڈیا انسائیکلو پیڈیا کے مطابق (Hate Speach) سے مراد ایسے تحریر شدہ یا ردکئے گئے کلمات ہیں جن میں کسی فرد کے خلاف رنگ، نسل، قومیت، مذہب یا معذوری کی بناء پر تضحیک کا پہلو ہو۔ (۸۷)

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق وانصاف نے جائزہ انسانی حقوق 2007ء میں منافرانہ گفتگو کی کچھ یوں تعریف کی ہے:

> ''منافرانہ کلام ایسی گفتگو ہے جو رنگ نسل، علاقہ یا مذہب، معذوری وغیرہ کی بناء پر کسی مرد/ خاتون کی تذلیل امتیازی سلوک، دھمکی، یا تشدد کی ترغیب کا باعث ہو۔ یہ اصلاح تحریری وزبانی ادا کئے ہوئے کلام کیلئے مستعمل ہے'' (۸۸)

آئین پاکستان کی رو سے آرٹیکل 20 سیکشن (2) کے مطابق

''امتیاز، دشمنی یا تشدد کے جذبات بھڑکانے کیلئے قومی ونسلی یا مذہبی منافرت کی تبلیغ وترغیب ممنوع ہوگی''۔

مگر اس کو پس پشت ڈال کر غیر مسلم اقلیتوں کی کردار کشی کی جس کی ایک مثال پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

ہفت روزہ اخبار الدعوۃ نے نامعلوم کے عنوان سے ایڈیٹر کے نام ایک خط شائع کیا خط میں (H.D.C) ہیومن ڈویلپمنٹ کمیشن کو ہدف تنقید بنایا گیا تھا۔ تنظیم نے مزدور بچوں کیلئے کمالیہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، فیصل آباد، ساہیوال اور جھنگ کے اضلاع میں سکول کھولے ہیں۔ خط میں الزام عائد کیا گیا کہ .H.D.C کی مسیحی انتظامیہ مسلمان لڑکیوں کو ورغلا رہی ہے۔ خط میں الزام لگایا گیا کہ تنظیم نے نوجوان اور خوبصورت لڑکیوں کو نوکری دی ہے اور انہیں بیرون ممالک سے آنے والے مرد مہمانوں سے تعلقات قائم کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ خط کی اشاعت تنظیم کے لیے مسائل کا باعث بنی جس میں کام کرنے والی مسلمان خواتین کیلئے کام جاری رکھنا مشکل ہوگیا۔ (۸۹)

المختصر پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل معاشرتی حقوق کے حوالے سے جب ہم قرآن وسنت کی روشنی میں پاکستان کے تناظر میں جائزہ لیتے ہیں تو ان کو پاکستانی معاشرہ میں وہ تمام بنیادی انسانی، معاشرتی، فطری اور پیدائشی حقوق ومراعات، آئینی دستوری تحفظ نجی اور سرکاری سطح پر اس قدر حاصل ہیں جن کا شمار کرنا مشکل ہے معاشرے میں یہ فرق ذرا بھر بھی محسوس نہیں کیا جاسکتا کہ ایک مسلم شہری کو اور غیر مسلم شہری کو کسی طرح بھی معاشرتی حقوق کے حوالے سے کسی قسم کا فرق نہیں رکھا جاتا بلکہ انہیں عزت واحترام کے ساتھ ساتھ ہر طرح کی مکمل تعلیمی، نقل مکانی، تحریر وتقریر کی مکمل آزادی حاصل ہے۔

فصل پنجم

پاکستان میں اقلیتوں کو حاصل معاشی حقوق

انسانی زندگی میں معاشی جدوجہد کی اہمیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اسلام نے انسان کو ہر لحاظ سے معاشی تحفظ دیا ہے۔ اسلامی ریاست شرعی طور پر اس امر کی پابند ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کو تمام بنیادی، معاشی ضروریات اور معاشی حقوق فراہم کرے۔ پاکستان ایک مسلم ملک ہے یہاں بھی عاوم کو معاشی آسودگی اور تحفظ فراہم کرنے کی سرکاری کوششیں کی جاتی ہیں۔ معاشی ترقی اور تحفظ کے تمام فوائد مسلم وغیر مسلم ہر دو عوام کو یکساں طور پر حاصل ہیں۔ پاکستان میں عیسائی اقلیت کو ہر لحاظ سے معاشی تحفظ حاصل ہے۔ کسب دولت، صرف دولت، تبادلہ اور بچت دولت ہر شعبہ میں یہاں عیسائی اقلیت آزاد ہے۔ اس کے ساتھ کوئی امتیازی سکول نہیں کیا جاتا۔ آئین اور دستور کی رو سے جس طرح پاکستان کی مسلمان آبادی معاشی جدوجہد کا حق رکھتی ہے اسی قسم کے حوق عیسائی اقلیت کو بھی حاصل ہیں۔ اسی طرح ٹیکس کی وصولی میں بھی مسلم وعیسائی آبادی میں کوئی قانونی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔

غرض ملک پاکستان میں عیسائی اقلیت کو مسلمانوں کے برابر معاشی مراعات حاصل ہیں، حتیٰ کہ خمر و خنزیر کا کاروبار جو اسلامی نقطہ نظر سے حرام ہے عیسائی اقلیت کو اپنے مذہب کے مطابق یہ کاروبار کرنے کی بھی سپیشل اجازت ہے۔ پاکستان میں عیسائی اقلیت کو جو درج ذیل معاشی تحفظات حاصل ہیں وہ دراصل اس پاکیزہ اور متوازن اسلامی تعلیمات کا عکس ہیں جو کتاب وسنت میں موجود ہے۔ موضوع کی مناسبت سے اسلامی نقطہ کے مطابق چند معاشی تحفظات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق عیسائیوں کو حاصل ہیں۔

ٹیکسوں کا یکساں نظام:

پاکستان اگرچہ مثالی اسلامی ریاست نہیں، یہاں اقلیتوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا بلکہ وہ معروف طریقے سے ملکی قانون کے مطابق ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ جہاں تک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے اسلام نے غیر مسلم اقلیتوں سے جزیہ وصول کرنے میں نرمی کا حکم دیا ہے۔ اسلام نے جزیہ میں نرمی اختیار کی۔ یہ دین اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کا اثر ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کو ہر طرح سے قانونی اور معاشی تحفظ حاصل ہے۔ یہاں کی اقلیتی آبادی سے ٹیکس وصول کرنے میں بھی کوئی امتیازی برتاؤ نہیں کیا جاتا بلکہ ہر شخص سے اس کی مالی وساطت کے مطابق ٹیکس لیا جاتا ہے۔

لگان کی وصولی میں یکسانیت:

خراج ایک ایسا مالی معاوضہ ہے جو سرکاری زمین کسی شہری کو کاشتکاری کے لئے دی جائے تو اس کے معاوضے کے طور پر وصول کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ مسلم اور غیر مسلم دونوں آبادیوں سے لیا جا سکتا ہے۔ جزیہ میں وصولی میں نرمی کی طرح غیر مسلم اقلیتوں سے خراج کی وصولی میں بھی مناسب حد تک نرمی اور رعایت برتنے کا اسلام نے حکم دیا۔

حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کا یہ طرز عمل رہا ہے کہ خراج وصول کرنے کے لئے ایسے عمال کا تقرر کیا جائے جو نرم دل ہوں۔ خراج وصول کرنے کے لئے نہ کسی کو کوڑے مارے جائیں اور نہ کسی کو کھڑا کیا جائے اور نہ ضروری سامان قرق کیا جائے۔

اسلامی تاریخ سے وصولی خراج میں نرمی کا ثبوت ملتا ہے لیکن پاکستان میں اسلامی قانون نہ ہونے کی وجہ سے خراج کا نظام نہیں تاہم یہاں کی عیسائی آبادی جو کاشت کاری کرتی ہے اسے بھی حکومت پاکستان کی طرف سے معاشی تحفظ حاصل ہے۔ انہیں مسلمانوں کی طرح زرعی قرضے دیئے جاتے ہیں۔ ان کی زرعی پیداوار کی خرید و فروخت میں مسلم و غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔

آبپاشی کی تمام سہولتیں انہیں حاصل ہیں اور زرعی پیداوار پر کوئی اضافی ایسا ٹیکس نہیں لیا جاتا کہ جس سے مسلم اور غیر مسلم کا فرق واضح ہو۔ اقلیتی آبادی کو یہ زرعی اور معاشی تحفظات آئین اور دستور کی رو سے حاصل ہیں اور عملاً پاکستانی عوام عیسائیوں کے ان حقوق میں کوئی مداخلت نہیں کرتی۔ یہاں تک کہ ان معاشی اور زرعی تحفظات کے متعلق اگر اقلیتی آبادی کو شکایت ہو تو ان کے لئے عدالتوں کے دروازے بھی کھلے ہیں۔ ایسے مثالی حقوق و مراعات موجودہ دور میں کسی ملک میں کسی اقلیت کو حاصل نہیں۔

جائیدادوں پر مالکانہ حقوق کا تحفظ:

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کی تمام جائیدادوں پر مالکانہ حقوق کو آئینی، دستوری، قانونی اور عملی تحفظ حاصل ہے۔ پاکستان اگرچہ سیکولر ملک نہیں ایک مسلم ملک ہے لیکن یہ اسلام کی وسعت اور رواداری کا ثبوت ہے کہ مسلم ملک ہونے کے باوجود یہاں غیر مسلم اقلیتوں کے مالکانہ حقوق کو ہر لحاظ سے تحفظ حاصل ہے۔ ان کی ملکیت ورثاء کو منتقل ہوتی ہے۔ انہیں اپنی املاک میں بیع، ہبہ، رہن وغیرہ کے تمام حقوق حاصل ہیں۔ اسلامی ریاست کو انہیں بے دخل کرنے کا کوئی حق نہیں۔

تاریخی لحاظ سے ان حقائق کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ فلسطین، سپین اور ہندوستان پر جب عیسائیوں کا قبضہ ہوا تھا مسلمانوں کو ان کی جائز ملکیتوں سے بے دخل کیا گیا، ان کا قتل عام ہوا، ان کی کتابیں جلا دی گئیں لیکن اس کے برعکس تاریخ کے جس دور میں بھی مسلمانوں کو عیسائیوں پر غلبہ حاصل ہوا مسلمانوں نے ہمیشہ عیسائیوں کے تمام بنیادی انسانی حقوق کا احترام کیا۔ پاکستان میں انسٹھ سال سے سرکاری اور قومی طور پر کسی اقلیتی کو اس کے جائز مالکانہ حقوق سے مرحوم نہیں کیا گیا۔

جس طرح مسلمانوں کو اپنی جائیداد پر جائز مالکانہ حقوق حاصل ہیں اسی طرح غیر مسلم اقلیتوں کو بھی حاصل ہیں۔

فلاح و بہبود فنڈ کی سہولت:

معاشرے میں امداد باہمی کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ناگہانی آفات، حادثات، اچانک اور فوری پیدا ہونے والی ضروریات، بیماری، موت، ایمرجنسی یہ تمام حقائق زندگی کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ معاشرے میں کسی وقت بھی کسی فرد کے ساتھ کوئی حادثہ ہوسکتا ہے۔ اس طرح ان کے ان دیکھے خطرات کا امداد باہمی، بہبودی فنڈ جیسے تحفظات اور پالیسی کو اپنا کر ہی مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان میں جاری تمام سرکاری، نیم سرکاری یا نیم سرکاری فلاحی سکیموں میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ فلاح و بہبود کے کاموں میں غیر مسلم اقلیتوں کو ہر طرح کے تحفظات حاصل ہیں۔ موت، شادی، مکان کی تعمیر، علاج، چھوٹے کاروبار کا اجراء، چلتے کاروبار میں وسعت اور دیگر امور کے لئے حکومت پاکستان فلاح و بہبود کے فنڈ جاری کرتی ہے تو اس میں بھی غیر مسلم اقلیتوں کو نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دینے یا ان میں سرکاری زرعی اراضی تقسیم کرنے کا معاملہ ہو تو اس میں بھی قانون کی رو سے مسلم و غیر مسلم میں فرق نہیں کیا جاتا۔

پارسی کوآپریٹو بنک کا اجراء:

قومی اسمبلی کی نشست کے امیدوار ایم پی بھنڈارا نے اعلان کیا کہ کراچی میں تیس ممبران نے مشترکہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ دو، دو لاکھ روپے فی ممبر کی شراکت سے عنقریب ایک پارسی کوآپریٹو بنک کھول رہے ہیں جس سے پارسی نوجوان اپنے کاروبار کی وسعت کے لئے قرضہ لے سکیں گے۔

1981ء کی مردم شماری کے مطابق پارسیوں کی تعداد 7007 تھی۔ یہ متمول برادری کراچی میں رہتی ہے۔ گلبرگ لاہور میں بھی ان کی بستی اور عبادت گاہ موجود ہے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے ریٹائرڈ جسٹس دراب پٹیل پارسی ہیں۔ ایم ڈی آواری پاکستان میں اعلیٰ درجے کے کئی ہوٹلوں کے مالک اور متعلقہ ایسوسی ایشن کے صدر ہیں۔ رابعہ تری دیورائے سابق وزیرہ چکے ہیں۔(۹۰)

فلاحی تعاون کی چند مثالیں

خصوصی فنڈ کا قیام:

لاہور رپورٹر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو نے غیر مسلم اقلیتوں کے لئے ''خصوصی فنڈ'' قائم کیا اور اس وقت کے رواں مالی سال کے دوران بیت المال کے لئے مختص کردہ کل رقم 200 ملین میں سے 10 ملین روپے اس مقصد کے لئے مختص کئے گئے تھے۔ اس ویلفیئر فنڈ کا اہم مقصد اقلیتی برادری کی مدد کرنے کے علاوہ ان کی فلاح و بہبود کی اسکیموں کے لئے مالی تعاون فراہم کرنا تھا۔ اقلیتی برادری کے مستحقین کو گزارہ الاؤنس بھی دیا جائے گا اور انہیں کاروبار شروع کرنے اور غریب اور یتیم لڑکیوں کی شادی کے لئے مالی امداد فراہم کی جائے گی۔ مالی امداد کے حصول کے لئے درخواستیں متعلقہ ڈپٹی کمشنروں سے تصدیق کے بعد مزید کارروائی کے لئے بورڈ سیکرٹری کو ارسال کردی جائیں گی۔

اس خصوصی فنڈ کا نظم ونسق ایک بورڈ کے سپرد تھا جس کے چیئرمین بیت المال کے امین اور سیکرٹری ڈائریکٹر جنرل سوشل ویلفیئر پنجاب تھے جبکہ ممبران میں جانسن مائیکل، ڈاکٹر شیلابی چارلس، پیٹر گل، لالہ مہر لال بھیل، بیگم راج حمید، عدیل شریف گل اور داریوس بے سٹن جی ارکان صوبائی اسمبلی میں شامل تھے۔ (۹۱)

پی آئی اے میں بحالی:

پی آئی اے جیسے ادارے سے سینکڑوں ملازم نکالے گئے اور یہ مسئلہ گزشتہ چودہ سالوں سے التواء میں پڑا ہوا تھا۔ وزارت بہبود آبادی کی کوششوں سے یہ لوگ بحال ہوئے۔ ان میں 500 کے قریب ملازم کرسچن تھے۔ (۹۲)

بیوہ کو ایک لاکھ اور ملازمت:

''لاہور (نیوز رپورٹر) یونین پارک اچھرہ گٹر کی صفائی کے دوران گیس چڑھ جانے سے بے ہوش ہونے والی سیور مین گزشتہ روز ہسپتال میں دم توڑ گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ گزشتہ بارشوں کے بعد اچھرہ میں گٹروں کی صفائی کے لئے منور مسیح اور امانت مسیح ایک مین ہول میں اترے تھے کہ اس دوران پانی کا بہاؤ بہتر بنانے کے بعد گیس دماغ میں چڑھ جانے سے منور مسیح بے ہوش ہوگیا تھا۔ کئی روز ہسپتال میں بے ہوش رہنے کے بعد وہ گزشتہ روز دم توڑ گیا۔ واسا نے متوفی کی بیوہ کے لئے ایک لاکھ روپے نقد اور اسے ملازمت دینے کا اعلان کیا تھا۔ (۹۳)

سانحہ شانتی نگر خانیوال:

سانحہ شانتی نگر کے جتنے بھی متاثرین تھے حکومت اور عوامی تعاون سے ان کے نقصانات کا انسانی ہمدردی کے طور پر پوری طرح ازالہ کیا گیا۔ ان کی پوری کچی آبادی کو پکی آبادی میں شہری سہولتوں کے ساتھ مکمل کیا گیا۔ یہاں تک کہ جن لوگوں کی بورڈ اور یونیورسٹیوں کی اسناد جل گئی تھیں حکومت پنجاب نے بورڈ اور یونیورسٹیوں کی یہ اسناد بلا معاوضہ دوبارہ جاری کرنے کا حکم دیا اور اس پر عملی طور پر عمل درآمد کیا گیا۔

امداد باہمی کے قرضوں کا اجراء:

حکومت پاکستان جس طرح مسلم عوام کی کفالت وحفاظت کرتی ہے اسی طرح غیر مسلم اقلیتوں کی حفاظت وکفالت کی جاتی ہے۔ اس معاشی تحفظ کے ضمن میں جہاں غیر مسلم اقلیتوں کو اور بہت سے تحفظات اور حقوق حاصل ہیں وہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ امداد باہمی کے سرکاری وغیر سرکاری قرضہ جات کی تقسیم میں مسلم وغیر مسلم میں فرق نہیں کیا جاتا کیونکہ معاشی تحفظ اور ضروریات مسلمان وغیر مسلمان دونوں کا بنیادی حق اور ضرورت ہے۔

خصوصی افراد کے خصوصی تحفظات:

پاکستان میں عیسائی آبادی غربت وافلاس کا شکار ہے یا ذہنی جسمانی طور پر معذور ہونے کی وجہ سے روزگار سے محروم ہے یا عمومی طور پر بے روزگاری کا شکار ہے۔ ایسے تمام لوگوں کی بحالی، کفالت اور تحفظ کے لئے حکومت پاکستان مذہب اور عقیدے سے بالاتر ہو کر انسانی بنیادوں پر اپنے فرائض ادا کرتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق جزیہ صرف صاحب حیثیت غیر مسلم لوگوں سے لیا جاتا ہے۔ اسی طرح پاکستان میں بھی ٹیکس صرف صاحب حیثیت عیسائیوں سے ہی وصول کیا جاتا ہے اور جو عیسائی اقوام کسی بھی طرح سے کسی بھی وجہ سے غربت وافلاس کا شکار ہیں تو آئین اور دستور کی رو سے حکومت پاکستان ان کے مسائل حل کرنے کی پابند ہے۔

مثال کے طور پر معروف مسیحی شاعر اور ادیب عنایت ارشد کو اکادمی ادبیات کے چیئرمین فخر زمان نے علاج کے لئے فوری طور پر پانچ ہزار روپے امداد اور آٹھ سو روپے کی منظوری دی۔ (۹۴)

تعلیمی وظائف کا اجراء:

حکومت پاکستان جس طرح مسلمان ذہین طلباء کو وظائف دیتی ہے اسی طرح عیسائیوں سمیت دیگر اقلیتی طلباء کے لئے مختلف تعلیمی وظائف کا اجراء کیا جاتا ہے تا کہ اقلیتی غریب طلباء بھی اپنی تعلیمی ضروریات پوری کر کے معاشرے میں بہتر

مقام حاصل کر سکیں۔ غیر مسلم اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے مستحق طلباء و طالبات کی تعلیمی ضروریات کے لئے پچاس لاکھ روپے سے ایک فنڈ قائم کیا گیا ہے۔ اس کی زندہ جاوید مثال 4 راگست 2004ء بروز بدھ کا جنگ اخبار ہے جس میں اقلیتی طلباء کے لئے 24 تعلیمی وظائف کا اعلان کیا گیا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1)	سکالرشپ برائے میڈیکل ایجوکیشن	6
(2)	سکالرشپ برائے انجینئرنگ ایجوکیشن	6
(3)	سکالرشپ برائے پوسٹ گریجوایشن ایم اے، ایم ایس سی	12

اس قسم کے تعلیمی وظائف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حکومت پاکستان عیسائیوں سمیت تمام غیر مسلم اقلیتوں کو ان کے تعلیمی حقوق و مراعات کو پورا کرنے میں کس قدر دلچسپی رکھتی ہے۔ (۹۵)

امتیازی سلوک:

انسانی حقوق کے ادارہ کی رپورٹ کے مطابق تعلیم اور ملازمتوں کے معاملات میں بھی غیر مسلموں کے خلاف انتہائی امتیازی سلوک روا رکھنے کی اطلاعات منظر عام پر آئیں۔ اکتوبر کے دوران HRCP کو تحریر کیے گئے ایک خط میں موضع جھوک شریک تلو کہ میر پور بٹھیر و ضلع ٹھٹھہ کے چیتن لال نے شکایت کی کہ مقامی پرائمری سکول کے ہیڈ ماسٹر نے اس کے چھ سالہ بھائی مہیش کمار کو سکول سے نکال دیا تھا۔ دوسرے بھائی 10 سالہ صدام رائے کو امتحان میں ناکام قرار دے دیا گیا، صرف اس لیے کہ ان کا تعلق ہندو برادری سے تھا۔

غیر مسلم اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھنے والے دیگر افراد کی طرف فراہم کی گئی تفصیلات کے مطابق، بے شمار واقعات میں انہیں صرف مذہب کی بنیاد پر ملازمت دینے سے انکار کر دیا گیا۔ امتیازی سلوک سے بچنے کے لیے مسیحی خاندان اب اپنے بچوں کے ایسے نام رکھ رہے تھے جن سے ان کی بطور کرسچین فوری طور پر شناخت نہ ہو سکے۔ (۹۶)

غیر مسلم اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے سالانہ فنڈ: Development of Minority Communities:

The government approved 266 developments schemes with a total allocation of Rs.151.981 million for development of minority communities. 23855 poor individuals from minority population were given finacial assistance to the extent of Rs.72.1 million. Educational scholarships amounting to Rs.18.32 million were disbursed to 15535 deserving minority students. Twelve eminent persons from minorities were granted National Cultural Awards with a cash prize of Rs.50000 each. An amount of Rs.2.138 million was allocated to celebrate religious festivals of the minority community. (97)

’’حکومت پاکستان نے 266 ترقیاتی سکیمیں منظور کیں اور 151.981 ملین روپے اقلیتوں کی ترقی کے لئے مختص کئے۔ اقلیتی لوگوں میں سے 23855 غریب اقلیتی افراد کو 72.1 ملین روپے کی مالی امداد دی گئی۔ تعلیمی وظائف کے لئے 18.32 ملین روپے 15535 مستحق اقلیتی طلباء کو مہیا کئے گئے۔ اقلیتوں میں سے 12 قابل افراد کو قومی ثقافتی ایوارڈ 50 ہزار فی کس کے حساب سے ادا کئے گئے۔ مختلف اقلیتی فرقوں کے لئے 2.138 ملین روپے مختلف مذہبی تہوار منانے کے لئے اقلیتی فرقوں کے لئے مختص/خرچ کئے گئے۔‘‘

علاوہ ازیں وزیراعظم پاکستان نے ہر سال 3.5 ملین رقم نادار، غریب اور ضرورت مند غیر مسلم اقلیتوں کے لئے مختص کی ہے۔

سرکاری ملازمتوں میں برابری کا حق:

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ آئین پاکستان میں بھی غیر مسلم اقلیتوں سے خصوصی حسن سلوک کی ضمانت دی گئی ہے۔ ملازمتوں میں بھی غیر مسلموں کے لئے کوٹہ مختص ہے جبکہ ترقی کے میدان میں اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر آگے بڑھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس کے مقابلے میں ہمسایہ ملک بھارت جو دنیا کا سیکولر ملک ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے وہاں غیر مسلم اقلیتوں سے جو سلوک ہوتا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ معروف دانشور کے ایل گابا کی تصنیف ’’مجبور آوازیں‘‘ میں اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ بھارت میں اقلیتی شہریوں کو صرف ایک فیصد ملازمتیں حاصل ہو سکی ہیں جبکہ پاکستان کے حوالے سے یہ بات برملا کہی جا سکتی ہے کہ یہاں غیر مسلم اقلیتوں کے مقابلے میں ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہیں۔

یہ ایک تلخ تاریخی حقیقت ہے کہ عیسائیوں نے جب برصغیر کے مسلمانوں سے حکومت چھین لی تو تمام تر سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا حصہ ختم کر دیا۔ حتیٰ کہ یہ اعلان کیا جاتا تھا کہ مسلمان درخواست جمع نہ کروائیں لیکن اس کے برعکس قیام پاکستان سے لے کر آج تک عیسائی اقلیت کو مرکز اور صوبوں میں سرکاری ملازمتوں میں برابر کا حق حاصل ہے۔

ایک طرف اقلیت ملکی قانون کے مطابق ہر طرح کا کاروبار کر سکتی ہے تو دوسری طرف انہیں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ اس لحاظ سے اقلیت کو پاکستان میں دوہرا معاشی تحفظ حاصل ہے، تاہم پاکستان ایک اصولی اسلامی نظریاتی ملک ہے۔ آئین کی رو سے کوئی غیر مسلم بنیادی انتظامی اور کلیدی عہدوں پر فائز نہیں ہو سکتا۔ یہ فرق ملحوظ رکھنا پاکستانی مسلم عوام کا بنیادی حق ہے۔ چنانچہ آئین پاکستان میں جب اقلیتوں کی حق تلفی نہیں کی جا سکتی تو مسلم عوام کی حق تلفی کیسے برداشت کی جا سکتی ہے۔

معاشی میدان میں اقلیتیں مسلمانوں سے کسی بھی طرح پیچھے نہیں۔ یہ لوگ ملازمتوں کے مواقعوں سے پوری طرح بلا امتیاز مستفید ہو رہے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل ہونے والے چاروں مذہبی، معاشرتی، سیاسی و معاشی مراعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام فطری اور حکمت پر مبنی ایک ایسا دینِ حق ہے جو غیر مسلموں سے فکر و عمل کے اختلافات کے باوجود غیر متوازن، غیر انسانی، غیر حقیقی تعلیم دینے کی بجائے معاملات کو عدل و احسان، فیاضی اور راستی کے ساتھ طے کرتا ہے۔

معاشی استحصال کے واقعات:

تاہم یہ بھی تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان میں حقیقی اسلامی معاشرہ نہ ہونے کے سبب ظلم و ستم کے واقعات میں کمی نہیں ہے، جس کے سبب اقلیتیں بھی اس کا شکار ہوتی ہیں۔

O 24 فروری تا 03 مارچ 2006ء ہفتہ روزہ فرائیڈے ٹائمز کے ایڈیٹر نے روزنامہ خبریں کے مطابق غیر مسلم اقلیتوں پر تشدد اور معاشی استحصال کے حوالے سے لکھا ہے کہ

> ''لاہور کے نزدیک بھائی پھیرو میں مسیحیوں نے مقامی زمینداروں اور ٹھیکیداروں کے خلاف متعدد مسیحیوں نے بنا تنخواہ مزدوری لینے پر احتجاج کیا مسیحیوں کے انکار پر انہیں زدوکوب کیا گیا ایک مسیحی جس نے جبری مشقت سے انکار کیا تشدد کے باعث اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا'' (۹۸)

O اسی طرح کا ایک اور واقعہ کھپیرو ضلع سانگھڑ میں پیش آیا

''60 سالہ ہندو نرسنگھ سارہو کے خاندان بچوں، معمر آدمیوں اور عورتوں سمیت 22 افراد عرصہ 09 سال سے مسلمان زمیندار کامران، قربان علی اور غلام نبی کی غیر قانونی حراست میں تھے۔ 14 جنوری 2005ء کو انہیں رہا کر دیا گیا۔ زمینداروں نے مبینہ طور پر خاندان کو گذشتہ 09 سال سے اجرت نہیں دی۔ اجرت کا تقاضا کرنے پر ان کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا۔ زمیندار مزدوروں کی جوان خواتین کے ساتھ جنسی زیادتی کرتے۔ ایک خاتون نے مبینہ طور پر خودکشی کر لی۔ مزدوروں کی حرکات و سکنات پر نظر رکھی جاتی تھی۔ نرسنگھ کسی طور پر بھاگ کر N.C.J.P حیدرآباد کے دفتر پہنچا اس کے خاندان کو کوٹری ہاری کیمپ پہنچا دیا گیا۔ 25 جنوری 2005ء کو رہائی پانے والے مزدروں نے قومی کمیشن برائے امن و انصاف کی قیادت میں زمینداروں کے خلاف پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مزدروں نے بتایا کہ زمینداروں نے انہیں اغوا کرنے کی دھمکی دی ہے۔ خاندان کو کوٹری کیمپ میں تحفظ دیا گیا ہے مقدمہ تا حال زیر التواء ہے۔ (۹۸)

O ہندو برادری کی غیر قانونی بے دخلی کے حوالے سے .N.C.J.P اپنی ایک رپورٹ میں واقعہ درج کیا ہے جو کہ یہ ہے چک نمبر 63/DB ضلع بہاولپور میں ہندو برادری کی زمین ایک مسلمان کو الاٹ کر دی گئی۔ جس علاقہ میں چھبیس ہندو خاندان ایک مدت سے آباد ہیں مسلمانوں کی جانب سے ہندوؤں پر دباؤ ڈالا گیا ہے کہ وہ اپنے مکان خالی کر دیں ہندو برادری نے متعلقہ حکام کو درخواستیں بھی جمع کروائیں ۔مگر ان کو مسترد کر دیا گیا۔اس کے باعث ہندو برادری میں عدم تحفظ کا احساس تھا۔(۱۰۰)

O جبکہ ایک مقامی اخبار روزنامہ نوائے وقت 07 دسمبر 2006ء ملک محمد بخش ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو چیئر مین ریکروٹمنٹ کمیٹی ریونیو، ڈیپارٹمنٹ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور نے یہ چند مختلف آسامیوں کی بھرتی کیلئے مقامی اخبار میں ڈرائیور، چپڑاسی، خانساماں، پٹواری اور خاکروب کی آسامیوں کی بھرتی کیلئے اشتہار دیا۔ جس میں خاکروب کی آسامیاں صرف غیر مسلم امیدواروں کیلئے مختص کی گئی تھیں ۔قومی کمیشن برائے امن وانصاف نے متعلقہ ادارے کو ایک احتجاجی مراسلہ لکھا کہ خاکروب کی آسامی کیلئے غیر مسلم اور خانساماں کی آسامی کیلئے مسلمان ہونے کی شرط درج ہے کیوں؟ تاہم کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ (۱۰۱)

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو حقوق و مراعات کے حوالے سے جو معاشی حقوق حاصل ہیں وہ قرآن وسنت کی روشنی کے مطابق دیئے گئے ہیں۔ معاشی مراعات میں پاکستانی اقلیتوں کو جائیداد کی ملکیت کا حق ٹیکسوں میں نرمی کا حق فلاح و بہبود کے کاموں میں وافر مقدار میں فنڈ زنگ کی ادائیگی قیام پاکستان سے لے کر آج تک سرکاری و نجی اداروں میں ملازمتوں کے حوالے سے کبھی کوئی فرق نہیں رکھا گیا بلکہ میرٹ کی بنیاد پر ملازمتیں دی گئیں۔ حتیٰ کہ امداد باہمی کے کاموں میں کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا۔ زرعی قرضہ جات اور ملکی تمام تر سہولیات میں پاکستانی شہری ہونے کے حوالے سے ہر طرح کا تحفظ اور سہولتیں میسر کی گئی ہیں تاکہ کل کلاں کو کوئی غیر مسلم شہری اسٹیٹ کے خلاف یہ آواز نہ لگائے کہ ہمیں دین اسلام کے مطابق دیئے گئے معاشی حقوق پورے نہیں عطا کیے گئے۔ اگر ہم بنظر غور اس بات کا جائزہ لیں تو جس قدر ملکی وسائل پر دوسرے افراد اپنا حصہ وصول کررہے ہیں اسی طرح پاکستان کی غیر مسلم اقلیتیں بھی اپنا حصہ وافر مقدار میں وصول کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہی اسلام کی ہی تعلیمات ہے۔

غیر مسلم اقلیتوں کا سفر

قائداعظمؒ سے جنرل پرویز مشرف تک

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے نصف صدی سے زائد سفر کا جائزہ لیا جائے تو اس میں کئی نشیب و فراز نظر آتے ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح کے دور پر نظر دوڑائی جائے تو غیر مسلم اقلیتوں کی امور حکومت میں بھرپور نمائندگی کی جھلک ملتی ہے۔ اقلیتی نمائندے جوگندر ناتھ منڈل، ایس پی سنگھا اور چودھری ظفر اللہ خان پاکستان کی حمایت میں پیش پیش تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح خود غیر مسلم اقلیتوں کے حوالے سے بہت حساس تھے، اسی لئے انہوں نے آئین ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس میں غیر مسلم اقلیتوں کو ہر پاکستانی کے برابر کا شہری قرار دیا۔ تاہم بعد ازاں غیر محسوس طور پر اقلیتوں اور اکثریت کے تضادات ابھرنے لگے، ان تضادات کا آغاز مشرقی پاکستان میں سامنے آیا، مغربی پاکستان کے مقتدر حلقوں کا خیال تھا کہ بنگال کے ہندو، تعلیمی اداروں پر چھائے ہوئے ہیں، اس وجہ سے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو مغربی پاکستان سے متنفر کیا جاتا رہا۔ مسلم لیگ کے ایک حلقے کی اسی وجہ سے رائے رہی ہے کہ انتخابات جداگانہ بنیادوں پر ہونے چاہئیں۔ اس حلقے کی رائے یہ ہے کہ پاکستان کا قیام جداگانہ انتخابات کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا۔ ہمیں اسی اصول کے تحت جداگانہ انتخابات ہی کروانے چاہئیں۔ جب کہ انسانی حقوق کی تنظیموں کا مؤقف یہ رہا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد سے ساری قوم ایک ہے قائداعظم نے اسی اصول کے تحت غیر مسلم اقلیتوں کو برابر کا شہری قرار دیا تھا۔ قائداعظم نے پاکستان کی پہلی حکومت میں سر ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ بنایا تھا۔ 10 اگست کو پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ہوا اس میں مشرقی بنگال کے رکن اور اچھوت رہنما جوگندر ناتھ منڈل کو اسمبلی کا عارضی چیئرمین بنایا گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ قائداعظم نے متحدہ ہندوستان کی عبوری مخلوط حکومت میں جن پانچ لوگوں کو وزیر بنوایا تھا منڈل ان میں شامل تھے۔ جب قائداعظم نے پہلی کابینہ بنائی تو انہیں بطور وزیر قانون شامل کیا گیا۔ یوں پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کا عارضی چیئرمین اور پہلا وزیر قانون ایک ہندو اچھوت کو بنا کر دنیا بھر کو یہ پیغام دیا گیا کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو بہت اہمیت حاصل ہوگی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ کسی ہندو اچھوت کو بھارت میں یہ دوہرا اعزاز حاصل نہ ہوسکا، 11 اگست کے اجلاس میں قائداعظم کو آئین ساز اسمبلی کا پہلا باقاعدہ صدر منتخب کیا گیا، قائداعظم نے اپنی پہلی تقریر میں واضح طور پر کہا کہ سیاسی اعتبار سے سب ایک قوم کے شہری ہونگے۔ قائداعظم نے 13 جولائی 1947ء کو دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں کہا تھا ''پاکستان ایک جمہوری ریاست ہوگی اس میں غیر مسلم اقلیتوں کو ہر لحاظ سے مساوی حقوق حاصل ہونگے پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے مذہب، عقیدے، جان و مال اور ثقافت کو تحفظ حاصل ہوگا۔ البتہ انہیں بلاشبہ پاکستانی شہریت کی ذمہ داریاں بھی ادا کرنا ہونگی اقلیتوں کو ریاست کا حقیقی وفادار ہونا پڑے گا''۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ برصغیر ہندوپاک کی تقسیم کے موقع پر بھارت میں جوتشیوں اور نجومیوں کی تجاویز پر انتقال اقتدار کا وقت طے کیا گیا، ماؤنٹ بیٹن کے بقول کراچی میں پاکستان کی آزادی کے موقع پر ہونے والی تقریب میں فاطمہ جناح اور بیگم رعنا لیاقت علی خان دونوں نے بھارت کی حکومت کے انتقال اقتدار کے موقع پر جوتشیوں کے کردار کا مذاق اڑایا۔ گویا بھارت کی قیادت کی اوہام پرستی کا مذاق اڑایا جاتا رہا، دوسری طرف پاکستان کی قیادت نے انتقال اقتدار کے موقع پر علم نجوم کے جوتشیوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا اور روشن خیالی کا مظاہرہ کیا۔

لیاقت علی خان کے دور میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی جسکے نتیجے میں سر ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے استعفیٰ دینا پڑا، اسی طرح ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں قادیانیوں کے خلاف پھر تحریک چلی اور بالآخر قومی اسمبلی نے قانون سازی کے ذریعے غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا۔ قادیانیوں کو یہ شکایت رہی ہے کہ ان کے ساتھ امتیازی قوانین برتے جاتے ہیں اسی لئے 1977ء بلیک امریکن کی ناخواندگی اور پسماندگی کی وجہ ان کے سالہا سال تک رکھا جانے والا ناروا سلوک ہے۔ بلیک امریکن علاقوں میں اب بھی جرائم کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ ہم نے بھی اگر اپنے پسماندہ طبقات کو معاشرے کے ساتھ نہ چلایا تو آنے والے دور میں کئی پیچیدگیاں پیدا ہونگی۔

اقلیت اور اکثریت میں سیاسی غلط فہمیوں کے حل کیلئے قانون ساز ادارے موجود ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام متنازعہ امور پر بحث کر کے ان کو حل کیا جائے غیر مسلم اقلیتوں کی رائے کو سنا جائے ان کے جائز حقوق انہیں دیئے جائیں اسی سے اقلیتیں مطمئن ہونگی اور اسی سے پاکستان کی خوشحالی اور ترقی کا راستہ ہموار ہوگا۔

اکتوبر 2002ء کے مخلوط انتخابات غیر مسلم اقلیتوں کے لئے ایک نئے دور کا آغاز ہیں۔ ماضی کی تلخیوں کو فراموش کر کے وہ قومی دھارے میں شامل ہوں۔ اپنی ہر شکایت کو منتخب فورم پر لائیں، ترقی یافتہ ممالک کی طرح اکثریت اور اقلیت کے تضادات کا حل نکالیں۔ (۱۰۲)

مندرجہ بالا حالات اور واقعات کی روشنی میں مملکت خداداد پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق کے حوالے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حکومت پاکستان نے کبھی بھی اسلامی تعلیمات و دستور پاکستان کی روشنی میں ہمیشہ پاکستان میں رہنے والی تمام غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا بلکہ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو مراعات کی شکل دی۔ جس سے نہ صرف غیر مسلم اقلیتوں کے مورال اپ ہوئے بلکہ گلوبائزیشن کے اس تصور میں پاکستان میں تمام غیر مسلم اقلیتوں سے اعلیٰ روایات قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس اعتبار سے پوری دنیا میں پاکستان غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی ادائیگی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

باب ششم

حوالہ جات

(۱) بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، لاہور، ۲۰۰۰ء، علم و عرفان پبلشرز، ص ۱۳۹

(۲) گل، سردار مسیح، قرآن وسنت کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق، لاہور، تجلی میڈیا فاؤنڈیشن، سمن آباد، ص ۱۳

(۳) گل، سردار مسیح، قائداعظم اور پاکستانی اقلیتیں، راولپنڈی، کرسچین سٹڈی سنٹر، ص ۲۴۲

(۴) صفدر محمود، ڈاکٹر، آئین پاکستان، لاہور، ۱۹۹۶ء، جنگ پبلی شرز، ص ۵۰

(۵) بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، لاہور، ۲۰۰۰ء، علم و عرفان پبلشرز، ص ۱۴۰

(۶) The Gazett of Pakistan ۲۲ جون ۲۰۰۲ء، اسلام آباد، پرنٹنگ پریس حکومت پاکستان

(۷) سہ ماہی رسالہ ''عالم اسلام اور عیسائیت''، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۹۴ء، ص ۲۴

(۸) رشید احمد چودھری (طابع)، ''پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال 2005ء''، لاہور، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ایوان جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، ص ۱۴۴

(۹) فادر عمانوئیل یوسف مانی، ''جائزہ انسانی حقوق 2007ء''، مذہبی اقلیتوں کی صورت حال پر سالانہ رپورٹ، قومی کمیشن برائے امن وانصاف، لاہور، E-64/A گلی نمبر 8، آفیسر کالونی، والٹن روڈ، ص ۶

(۱۰) سہ ماہی رسالہ ''عالم اسلام اور عیسائیت''، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۹۳ء، ص ۲۱

(۱۱) ایضاً اکتوبر ۱۹۹۷ء، ص ۲۳

(۱۲) گل، سردار مسیح، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں' ص ۲۵۰، ۲۵۱

(۱۳) روزنامہ نوائے وقت ملتان، ۱۴ نومبر ۲۰۰۴ء

(۱۴) محقق / مقالہ نگار، عشرت حسین بصری، بالمشافہ ملاقات نومبر 1998ء، اسلام آباد، وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور۔

(۱۵) حکومت پاکستان، مردم شماری، رپورٹ ۱۹۷۲ء تا ۱۹۹۸ء، ص ۵۰، ۲۰۷ تا ۲۰۹

(۱۶) بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، لاہور، ۲۰۰۰ء، علم و عرفان پبلشرز، ص ۱۵۸

(۱۷) ایضاً ص ۳۷۳

(۱۸) پال، احمد جمیل، پروفیسر، سیاسیات، لاہور، ۱۹۹۲ء، ایورنیو بک پیلس، سرکلر روڈ، اُردو بازار، ص ۱۸۲

(۱۹) صدیقی، محمد نادر رضا، ڈاکٹر، پاکستان میں مسیحیت، لاہور، مسلم اکیڈمی، محمد نگر، علامہ اقبال روڈ، ص ۳۲۰

(۲۰) ایضاً ص ۳۲۱

(۲۱) فادر عمانوئیل یوسف مانی، ''جائزہ انسانی حقوق 2007ء''، مذہبی اقلیتوں کی صورت حال پر سالانہ رپورٹ، قومی کمیشن برائے امن وانصاف، لاہور، E-64/A گلی نمبر 8، آفیسر کالونی، والٹن روڈ، ص ۲۶، ۲۷

(۲۲) فادر عمانوئیل یوسف مانی، ''جائزہ انسانی حقوق 2007ء''، مذہبی اقلیتوں کی صورتِ حال پر سالانہ رپورٹ، قومی کمیشن برائے امن و انصاف، لاہور، E-64/A گلی نمبر 8، آفیسر کالونی، والٹن روڈ، ص ۲۷

(۲۳) ایضاً 2006ء ص ۲۴

(۲۴) رشید احمد چودھری (طابع)، ''پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال 2003ء''، لاہور، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ایوانِ جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، ص ۱۹۹

(۲۵) رشید احمد چودھری (طابع)، ''پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال 2005ء''، لاہور، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ایوانِ جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، ص ۱۵۲

(۲۶) مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، اسلامی ریاست، لاہور، ۱۹۷۹ء، اسلامک پبلی کیشنز، ص ۵۳۵

(۲۷) گل، سردار مسیح، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، ص ۲۹۶، ۲۹۷

(۲۸) روزنامہ نوائے وقت ملتان، ۹ دسمبر ۱۹۹۵ء

(۲۹) بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، لاہور، ۲۰۰۰ء، علم و عرفان پبلشرز، ص ۱۴۳

(۳۰) ایضاً ص ۱۴۴

(31) Sh. Shaukat Mahmood Advocate, Sh. Nadeem Shaukat, "Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973", 2nd Edition, 1992, Legal Research Centre, Noor Villa, Arya Nagar, Pooch Road, Lahore, Pakistan, P-133.

(۳۲) روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ۲۴ نومبر ۱۹۹۳ء

(۳۳) روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۴ نومبر ۱۹۹۴ء

(۳۴) بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، لاہور، ۲۰۰۰ء، علم و عرفان پبلشرز، ص ۲۴۰

(۳۵) محمد اسلم رانا، 1995ء، ''پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی ایک نظر میں''، لاہور، اسلامی مشن، سنت نگر، ص ۲۰۸

(۳۶) ایضاً ص ۲۰۹

(۳۷) فادر عمانوئیل یوسف مانی، ''جائزہ انسانی حقوق 2007ء''، مذہبی اقلیتوں کی صورتِ حال پر سالانہ رپورٹ، قومی کمیشن برائے امن و انصاف، لاہور، E-64/A گلی نمبر 8، آفیسر کالونی، والٹن روڈ، ص ۶

(۳۸) رشید احمد چودھری (طابع)، ''پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال 2005ء''، لاہور، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ایوانِ جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، ص ۱۴۴

(۳۹) ایضاً ص ۱۴۵

(۴۰) ایضاً ص ۱۴۶

(۴۱) ایضاً ص ۱۵۳-۱۵۵

(۴۲) غلام احمد مرزا، 1922ء، ''رسالہ اربعین''، قادیان، منیجر بک ڈپو، جلد نمبر۲، ص ۱۷

(۴۳) غلام احمد مرزا، 1932ء، ''کتاب البریہ''، قادیان، منیجر بک ڈپو، ص ۱۴۸

(۴۴) معراج الدین عمر (احمدی)، ''سوانح عمری مرزا صاحب''، ملحقہ براہین احمدیہ، لاہور، مطبع بدر، ص ۶۳

(۴۵) رفیق دلاوری، ابوالقاسم، ''رئیس قادیان''، ملتان، مجلس تحفظ ختم نبوت، ص ۱۸۸

(۴۶) بشیر احمد، ''سیرت المہدی''، قادیان، احمدیہ کتاب گھر، جلد نمبر۱، ص ۳۵

(۴۷) خالد شبیر، 1981ء، ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت''، فیصل آباد، لائل پور پرنٹنگ پریس، ص ۷۸، ۷۹

(۴۸) غلام احمد مرزا، 1927ء، ''تبلیغ رسالت''، قادیان، فاروق پریس، جلد نمبر ۱۰، ص ۱۲۰

(۴۹) ندوی، ابوالحسن، 1981ء، ''قادیانیت''، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ص ۳۰

(۵۰) لطیف احمد شیروانی، 1947ء، ''حرفِ اقبال''، لاہور، المنار اکادمی، ص ۱۱۹

(۵۱) ڈاکٹر خالد علوی، 2005ء، ''اسلام اور اقلیتیں'' (اسلام آباد)، الدعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ص ۶۰، ۶۱

(۵۲) شورش کاشمیری، 1994ء، ''تحریک ختم نبوت'' (لاہور)، مطبوعات چٹان، ص ۱۳۵

(۵۳) جسٹس منیر احمد، ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت'' برائے تحقیقات فسادات پنجاب، 1953ء، حکومت پنجاب لاہور

(۵۴) محمد طاہر رزاق، 1998ء، ''مرگِ مرزائیت''، ملتان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ص ۱۵۵

(۵۵) اللہ وسایا، مولانا، 1974ء، ''تحریک ختم نبوت'' (ملتان)، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جلد نمبر۳، ص ۸، ۹

(۵۶) محمد طاہر رزاق، 1998ء، ''مرگِ مرزائیت''، ملتان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ص ۱۵۵، ۱۵۶

(۵۷) اللہ وسایا، مولانا، 1974ء، ''تاریخی قومی دستاویز''، (ملتان)، مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، ص ۱۰، ۱۱

(۵۸) ایضاً ص ۶، ۷

(۵۹) محکمہ فلم و مطبوعات، ''ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ''، وزارتِ اطلاعات و نشریات اسلام آباد، 7 ستمبر 1974ء

(۶۰) اللہ وسایا، مولانا، 1974ء، ''تحریک ختم نبوت'' (ملتان)، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جلد نمبر۳، ص ۳۲۷

(۶۱) منظور احمد چنیوٹی، مولانا، 1994ء، ''چودہ میزائل'' (چنیوٹ)، ادارہ مرکزیہ دعوت و ارشاد، ص ۳۸۳، ۳۸۵

(۶۲) رشید احمد چودھری (طابع)، ''پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال 2005ء''، لاہور، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ایوانِ جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، ص ۱۴۷

(۶۳) ایضاً ص ۱۵۱-۱۵۰

(۶۴) سہیل وڑائچ، روزنامہ ''جنگ''، ملتان، ۲۸ جنوری ۲۰۰۳ء

(۶۵) سہیل وڑائچ، روزنامہ ''جنگ''، ملتان، ۲۸ جنوری ۲۰۰۳ء

(۶۶) روزنامہ ''ڈان'' کراچی، ۲۶ مئی ۱۹۹۴ء

(۶۷) ماہنامہ کلامِ حق، گوجرانوالا، جولائی ۱۹۹۴ء

(68) Sh. Shaukat Mahmood Advocate, Sh. Nadeem Shaukat, "Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973", 2nd Edition, 1992, Legal Research Centre, Noor Villa, Arya Nagar, Pooch Road, Lahore, Pakistan, P 272-273.

(69) Ibid. P 207

(۷۰) پندرہ روزہ کاتھولک ''نقیب''، لاہور، مارچ ۱۹۹۸ء

(۷۱) القرآن النساء: ۱۴۸

(۷۲) رپورٹ سہ ماہی رسالہ ''عالمِ اسلام اور عیسائیت''، اسلام آباد، ۱۹۹۵ء، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، ص ۲۵

(۷۳) رپورٹ سہ ماہی رسالہ ''عالمِ اسلام اور عیسائیت''، اسلام آباد، مارچ ۱۹۹۹ء، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، ص ۵۵

(۷۴) احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۳۴۰ تا ۳۵۵

(۷۵) فاروقی، سہیل خرم، ایڈووکیٹ، ''رہنمائے کونسلر''، ملتان، ۲۰۰۱ء، دارالاشاعت الفاروقیہ، ص ۱۶۰

(۷۶) ابو محمد، محمود بن احمد، ''عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری''، دارالفکر، بیروت، لبنان، ج ۸، ص ۲۵۶

(۷۷) بخاری، محمد صدیق، ''رواداری اور پاکستان''، ص ۲۵۸

(۷۸) ایضاً ص ۱۴۳

(۷۹) ایضاً ص ۱۵۳

(۸۰) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، ''سنن ابی داؤد''، کتاب الدیات، ج ۳، اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۵۳

(۸۱) بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، سید عبید مجتبیٰ، بحوالہ ہفت روزہ ''تکبیر'' کراچی، 8 ستمبر 1994ء، ص ۲۹۴

(۸۲) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، ''سنن ابی داؤد''، کتاب الدیات، ج ۳، اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۵۳

(۸۳) رشید احمد چودھری (طابع)، ''پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال 2005ء''، لاہور، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ایوانِ جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، ص ۱۵۱-۱۵۲

(۸۴) ایضاً ص ۱۵۳

(۸۵) ایضاً 2003ء، ص ۲۱۰

(۸۶) ایضاً 2005ء، ص ۱۵۳

(۸۷) فادر عمانوئیل یوسف مانی، ''جائزہ انسانی حقوق 2006ء''، مذہبی اقلیتوں کی صورتِ حال پر سالانہ رپورٹ، قومی کمیشن برائے امن و انصاف، لاہور، E-64/A گلی نمبر 8، آفیسر کالونی، والٹن روڈ، ص ۴۱

(۸۸) ایضاً 2007ء، ص ۴۲

(۸۹) ایضاً

(۹۰) بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، علم و عرفان پبلشرز، ص ۳۰۰، ۳۰۱

(۹۱) ایضاً ص ۲۴۳، ۲۶۲، ۲۶۳ ؛ بحوالہ روزنامہ نوائے وقت لاہور، یکم جنوری ۱۹۹۵ء

(۹۲) ایضاً ص ۲۵۷

(۹۳) ایضاً ص ۲۵۹-۲۶۰ ؛ بحوالہ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۸ ستمبر ۱۹۹۶ء

(۹۴) روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۶ جولائی ۱۹۹۵ء

(۹۵) روزنامہ جنگ، ملتان، ۱۴/ اگست ۲۰۰۴ء

(۹۶) رشید احمد چودھری (طابع)، ''پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال 2005ء''، لاہور، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ایوانِ جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، ص ۱۹۶

(97) Prime Minister Secretrait, Government of Pakistan, Islamabad, "Three years performance of the Government: August 2004 to August 2007, Printed by: Printing Corporation of Pakistan Press, Islamabad, PP 159-160.

(۹۸) فادر عمانوئیل یوسف مانی، ''جائزہ انسانی حقوق 2007ء''، مذہبی اقلیتوں کی صورتِ حال پر سالانہ رپورٹ، قومی کمیشن برائے امن و انصاف، لاہور، E-64/A گلی نمبر 8، آفیسر کالونی، والٹن روڈ، ص ۱۱

(۹۹) ایضاً 2006ء، ص ۱۰۲

(۱۰۰) ایضاً 2006ء، ص ۹۳

(۱۰۱) ایضاً 2007، ص ۹

(۱۰۲) روزنامہ جنگ ملتان، ۲۸ فروری ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصہ

پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں

اس بات میں ذرا بھر بھی شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک اگر کوئی پسندیدہ دین ہے تو وہ صرف دینِ اسلام ہی ہے۔

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامَ﴾ (آل عمران: ۳ : ۱۹)

جو کہ اللہ کو بہت ہی پسند اور محبوب ہے۔ دین اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ کیونکہ اللہ کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دین کی سربلندی کی خاطر اس دنیا میں تشریف لائے اور آپؐ نے پوری انسانیت کی رہبری ورہنمائی کی خاطر قرآن کریم کی شکل میں دین اسلام کو پوری انسانیت کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر پیش کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً.﴾ (الاعراف ۷ : ۱۵۸)

(اے پیغمبر فرما دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں)

معلوم یہ ہوا کہ اللہ رب العزت نے محمد ﷺ کو پوری انسانیت کیلئے رہبر ورہنما اور شفقت ورحمت کا پیکر بنا کر اس دنیا میں بھیجا اور ساتھ ہی آپؐ نے یہ اعلان کیا۔ لوگو!

[یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَسَکِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا.] (بخاری، ج۲، ص۹۰۴)

(آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو، سکون دو اور نفرت نہ پھیلاؤ)

اگر آج ہم اپنے پیغمبر آخر الزمانؐ کے بتائے ہوئے اس اصول پر عمل پیرا ہو جائیں تو دنیا کے بسنے والے تمام انسانوں کے لئے خوشخبریاں اور راحتیں پیدا کر سکتے ہیں۔ اس اصول کی روشنی میں زیر نظر تحقیقی مقالہ ''پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں''، مکمل مطالعہ وبحث کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ ہم اس طرح اپنا تعلق/رویہ کا اظہار کر سکتے ہیں۔ انہیں وہ حقوق دینے کے پابند ہیں۔ جو اللہ کے پاک کلام اور رسالت مآبؐ کے فرمان میں موجود ہیں۔ یا خلفائے راشدین نے اپنے عہد حکومت میں انہیں حقوق عطا کیے۔ جن کی مختصر سی تفصیل پیش خدمت ہے۔

دین اسلام سابقہ ادیان کے رائج کرنے والے تمام انبیاء کو حق مانتا ہے۔ اگر اس بات کے کہ وہ عرب میں ہوں یا عجم میں۔ چین میں ہوں یا ہندوستان میں، امریکہ میں ہوں یا یورپ میں۔ اسلام کی نگاہ میں وہ اتنے ہی محترم ہیں جتنا کہ اسلام خود محترم ہے۔

قرآن کریم کی ساری تعلیمات احترام مذاہب اور احترام آدمیت پر مبنی ہیں۔ چنانچہ یہ حکم دیا گیا کہ دوسرے مذاہب والوں کو برا نہ کہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ.﴾ (سورۃ الانعام ۶:۱۰۸)

(مسلمانو! تم ان کے معبودوں کو برا بھلا مت کہو۔ اللہ کے سوا وہ جن کو پکارتے ہیں۔)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام میں کسی دوسرے مذہب کو برا بھلا کہنا یا طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا بالکل منع ہے۔

حتیٰ کہ دین اسلام نے پوری انسانیت کے لیے ایک آفاقی اصول طے کر دیا ہے کہ ہر شخص اپنے فکر و مذہب کی آزادی کے اعتبار سے مکمل طور پر آزاد ہے۔ کوئی کسی کو زبردستی اپنے نظریات نہیں ٹھونسے گا۔ بلکہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ.﴾ (بقرہ ۲:۲۵۶)

(دین اسلام میں زبردستی نہیں)

بلکہ ہر انسان کے لئے ایک اصول وضع کر دیا کہ ہر شخص اپنے طور طریقوں میں اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق آزاد ہے اور اپنے مذہب کے اصولوں کے مطابق جو چاہے کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ.﴾ (الکافرون ۱۰۹:۶)

(تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین)

مراد یہ ہے کہ آزادی معاشرت میں اور آزادی فکر میں کسی بھی گروہ پر کوئی زبردستی نہ ہے۔

جہاں تک ایک اسلامی ریاست میں بسنے والے شہریوں کا تعلق ہے تو وہ دو طرح کے ہیں:

(i) مسلم (ii) غیر مسلم

اسلام میں غیر مسلموں (دیگر مذہب والوں کو پانچ حصوں میں تقسیم کرتا ہے:

اہل کتاب، شبہ اہل کتاب، عام کفار، بت پرست اور مشرکین، بے دین اور منکرین خدا۔

یہ تقسیم تو مختلف مذاہب کی اصل آغاز اور تعلیمات کی نوعیت کے اعتبار سے تھی۔ مگر ایک اسلامی ریاست میں مسلمانوں سے غیر مسلموں کے روابط ان کی حیثیت اور حقوق فرائض کے اعتبار سے ان کو شریعت اسلامی میں اہل ذمہ، مستامن، معاہد اور محارب کے ناموں سے یاد کیا ہے۔

فقہاء اسلام نے ہر دور میں مندرجہ بالا اقسام میں سے کسی بھی ایک قسم کے شہری کے ساتھ تعلقات یا حیثیت کو اس انداز میں دیکھا ہے جس انداز میں اسلام کے بنیادی مآخذات یعنی قرآن وحدیث میں جو طے یا متعین کر دیا ہے۔ اس کے مطابق ان کو مقام مرتبہ

عطا کیا گیا اوراسی پر ہر دور میں عمل کیا گیا۔اس تناظر میں اور مندرجہ بالا تقسیم کی روشنی میں غیر مسلموں کے لئے عہد حاضر میں تصورِ اقلیت اوراس کا فہم حاصل کرنا اوران کے حقوق کا مطالعہ ضروری سمجھا گیا۔

اقلیت کا لفظ بطور سیاسی اصطلاح کے اس وقت استعمال ہوا۔ جب یورپ میں جمہوریت کا غلبہ ہوا اوراس کو اکثریت کے بالمقابل استعمال کیا جانے لگا اوراس کو انگریزی اصطلاح میں (Minority) کا متبادل سمجھا گیا۔

عہد حاضر کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے یہی اصطلاح استعمال کریں گے۔یعنی مذہب قومیت یا تہذیب وتمدن کے اعتبار سے وہ چھوٹے چھوٹے گروہ یا طبقے جن کی تعداد ملک میں تھوڑی ہو۔اقلیت کہلاتے ہیں۔

اقلیت لوگوں کا وہ گروہ ہے۔جنہیں زبان یا دین یا قومیت کا تعلق آپس میں جوڑ دیتا ہے اوروہ کسی دوسرے گروہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں جوان کے مقابلہ میں حیثیت اور تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں۔لہٰذا دین اسلام نے ان غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے بڑی وضاحت کیساتھ احکامات بیان کئے ہیں بلکہ لفظ حق، حقوق کے حوالے سے اسلامی شریعت میں اسے ''قانونی حقوق'' '' مطالبات'' اوران کے متعلقہ واجبات کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے کے طور پر بیان کیا ہے۔

فقہ اسلامی میں فقہائے اسلام نے حقوق کے قسموں کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد حقوق کی بے شمار اقسام بیان کی ہیں۔ہم ان کو محدود کرتے ہوئے حقوق کی صرف دو اہم قسمیں بتاتے ہیں: (i) حقوق اللہ (ii) حقوق العباد

حقوق العباد کے زمرے میں ایک اسلامی ریاست میں شریعت کے مطابق غیر مسلم اقلیتوں کو جو حقوق وضع کیے گئے ہیں وہ واضح ہیں اور جو بنیادی حقوق غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

عقیدے کی آزادی، عبادت گاہوں کی تعمیر کی آزادی، حرمت جان وجسم، حق حمایت، تحفظ، حق تحفظ عزت ومال، آزادی تحریر وتقریر حق سکونت وغیرہ۔

عہد رسالت میں مندرجہ بالا غیر مسلموں کو عطا کیے گئے حقوق کے علاوہ آپ ؐ کی مذہبی رواداری اور تدبر کی مثال پورے عالم میں نہیں۔آپ ؐ کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ اوران سے تعلقات صلہ رحمی، رواداری کی بڑی عجیب مثالیں سامنے آتی ہیں کیونکہ آپ ؐ کی پوری زندگی، مشرکین مکہ، منافقین مدینہ، یہود ونصاریٰ اور عرب کے صحرا نشین بدوؤں کے درمیان بسر ہوئی۔پس یہ انتہائی ضروری ہے کہ تاریخی حقائق اور شواہد کی روشنی میں یہ دیکھیں کہ داعی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا اوراپنے عہد حکومت میں ان کے حقوق کا کس طرح تحفظ فرمایا۔آپ ؐ نے اپنے عہد حکومت میں جو حقوق انہیں عطا فرمائے ان کی مثالیں سیرت النبی ؐ کی کتابوں سے دیکھ کر بیان کر سکتے ہیں۔جن کی مثال دنیا کے کسی خطے میں موجود نہیں۔نمونے کے طور پر میثاق مدینہ کو لے لیجئے۔

میثاق مدینہ، مذہبی رواداری، سیاسی بصیرت حسن تدبر کا مثالی اور تاریخی شاہکار ہے۔ مزید آپؐ کے فرامین اور معاہدات کی نظر دین میں نہیں۔ اہل نجران، یمن، مجوس، حنین، خیبر، ایلہ وغیرہ کے ساتھ جو آپ کی طرف معاہدات یا امان نامہ جاری ہوئے ان سب کی مختصر اور چیدہ چیدہ باتیں جو بیان ہوئی وہ یہ ہیں:

1۔ تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے پناہ ہے۔
2۔ تمہاری جانیں، دین، اموال، غلام ملکتیں سب خدا کے ذمہ ہیں۔
3۔ جزیہ، بیگار، فوجی مہم میں شرکت، لباس، بال ترشوانا، گھوڑے پر سواری، میں خاص حالات میں معافی دی جائے گی۔
4۔ تمہاری درخواست پر تمہاری مدد تمہارے مہمانوں کی خدمت، شرفاء کی تعظیم کی جائے گی۔ کسی پر کوئی فالتو بوجھ نہ ڈالا جائے گا۔
5۔ جنازوں میں رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔
6۔ اگر کوئی کسی کے ساتھ برائی کرے تو اس سے بدلہ لیا جائے گا۔

عہد رسالت میں غیر مسلم رعایا کو عدل کے ساتھ وہ تمام حقوق دیئے جن کو آج کل کے شہری حقوق بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی جان و مال عزت و آبرو اور مذہبی عبادت گاہوں کی حفاظت کا اہتمام فرمایا۔ حتی کہ غیر مسلم اقوام سے ذرہ برابر تعصب و عناد نہ رکھا بلکہ غیر مسلم و مسلم سب کے حقوق امن و عدالت و راحت وغیرہ یکساں تھے۔ وہاں اقلیت و اکثریت کا کوئی سوال نہ تھا۔ نہ غیر مسلم ہونے کی بنا پر کسی پر ظلم روا تھا اور نہ منصب واقتدار کی بنا پر غیر مسلم فرقوں کے ساتھ تعصب و نفرت تھی۔

عدالت اسلامیہ کے سامنے ''نہ کوئی ہندو ہے نہ مسلمان نہ یہودی اور نہ عیسائی۔ نہ عرب کو عجم پر فضیلت ہے نہ عجم کو عرب پر ترجیح۔'' ایشیائی اور یورپین کالے گورے سب کیلئے ایک ہی قانون عدل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾ (النساء ۴:۵۸)

(اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو)

یہاں پر اللہ رب العزت نے "بین الناس" فرمایا "بین المسلمین" نہیں فرمایا، کیونکہ خدا صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ تمام دنیائے انسانیت کا خدا ہے۔

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ ﷺ کے جانشین منتخب ہوئے۔ حضورؐ نے آخری وقت (غیر مسلم اقلیتوں) کے حقوق کی بڑی تاکید فرمائی تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ غیر مسلم اقلیتوں کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ انہوں نے غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے دور خلافت میں وہی حقوق دیئے جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔

ابوبکر صدیقؓ کی طرف سے صلح نامہ حیرہ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق پر مبنی تاریخی مثال ہے۔ اس کے علاوہ اہل نجران کے ساتھ تجدید امان کی مثال بھی دی جا سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے جب ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد نظامِ حکومت سنبھالا تو آپ نے اپنے پیش روؤں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا۔ آپؓ کے دورِ حکومت میں اہلِ فارس، بیت المقدس اور اہلِ ایلیاء کے عیسائیوں کو از روئے معاہدہ جو حقوق دیئے اُس کی مثال نہیں ملتی۔ مثلاً

اُن کا مذہب نہیں بدلا جائے گا۔ اُن کے مذہبی اُمور میں کچھ دست اندازی نہ کی جائے گی۔

ابن جریر طبری نے تفصیل کے ساتھ تاریخ الامم والملوک میں لکھا:

اَلْاَمَانُ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَشَرَائِعِهِمْ. (تاریخ الامم والملوک، ص ۲۶۶۳)

(جان، مال، مذہب اور شریعت کو امان ہے)

حضرت عمرؓ کے دور میں غیر مسلم اقلیتوں کو لباس کی آزادی، سختی سے اجتناب، غیر مسلم اقلیتوں کی حفاظت نہ کر سکنے کی صورت میں جزیہ کی معافی، نادار اور محتاج غیر مسلم اقلیتوں کے لئے وظائف کا تعین، مال گذاری میں غیر مسلم اقلیتوں کا خیال، فوج میں غیر مسلم اقلیتوں کی شمولیت، مُلکی انتظام میں مشورہ، حتیٰ کہ اُن کی طرف سے سازش اور بغاوت کی حالت میں بھی غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ بلکہ مرتے وقت آپؓ نے وصیت نامہ میں غیر مسلم اقلیتوں کے بارے میں بہت کچھ لکھوایا۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں جو لکھا اُس عبارت کا آخری فقرہ پڑھنے کے لائق ہے:

''میں اُن لوگوں کے حق میں وصیت کرتا ہوں جن کو خدا اور اُس کے رسول کا ذمہ دیا گیا ہے۔ اُن سے جو عہد ہے وہ پورا کیا جائے۔ اُن کی حمایت میں لڑا جائے۔ اور اُن کو اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔''

حضرت عمرؓ اپنی وفات سے قبل حضرت عثمانؓ کو یہ وصیت کی:

''حضرت عمرؓ نے فرمایا اے عثمانؓ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمیوں کی دیکھ بھال تمہیں سونپتا ہوں۔ اُن کے ساتھ جو معاہدہ ہوا ہے اُس پر عمل کیا جائے۔ اُن کے دشمنوں سے اُن کی حفاظت کی جائے۔ اور اُن کی طاقت سے بڑھ کر اُن پر کوئی بوجھ نہ ڈالا جائے۔''

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ نے اعلان کیا کہ لوگو آؤ اپنے عطیات و وظائف وغیرہ لے جاؤ۔ تو لوگ کافی وافی حصہ لے کر واپس آتے۔ جس میں کسی مسلم یا غیر مسلم کی تمیز نہ تھی، بلکہ سب کو مساوی مقام حاصل تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہدِ خلافت میں ذمیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا۔ اپنے عمال کو اُن کے ساتھ نرمی اور حسنِ سلوک کی ہدایت فرمائی۔ اور اُن کی عزت و ناموس کی حفاظت کا بھی حکم دیا۔

حضرت علیؓ کے بارے میں غیر مسلم اقلیتیں برملا کہتی تھیں کہ اس عربی نے تو نوشیروان کی یاد تازہ کردی ہے کہ آپؓ کے دور میں معاہد یا کسی بھی ذمی کا خون بہا مسلمانوں کے خون بہا کے برابر ہے اور غیر مسلم ذمی کا خون بہا وہی ہے جو مسلمانوں کا ہے۔ اور حضرت علیؓ نے اس فیصلے کو عملاً نافذ کیا۔

دیگر مسلم ادوار میں غیر مسلموں کے حقوق کے حوالے سے عہد بنوامیہ و بنوعباس، فاطمی، عثمانی اور اندلسی عہد میں غیر مسلم اقلیتوں کو قرآن وحدیث کے مطابق دیئے گئے حقوق سے بھی بڑھ کر مراعات سے نوازا، جس کی مثال تاریخ عالم میں کوئی بھی دوسرا مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں تو اہم عہدوں پر غیر مسلم ذمیوں کو اعلیٰ مناصب پر فائز کیا گیا۔ عمر بن عبدالعزیز کے دورِ حکومت میں تو غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی ادائیگی میں تو حد کر دی۔ حتیٰ کہ جزیہ کی وصولی کرنے والوں نے اگر سختی کی یا تنگ کیا، پتہ چلنے پر فوراً اُن (عمّال) کو بند کر دیا جاتا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ مقدمات میں ذمیوں اور شاہی خاندان میں کوئی فرق نہ کرتے تھے۔

ہارون رشید اور مامون رشید کے زمانہ حکومت میں غیر مسلموں کے حقوق کے حوالے سے بڑی نرمی برتی جاتی تھی۔ عیسائیوں کے گرجا گھروں کی حفاظت کے ساتھ پادریوں کو بے بہا قسم کی مراعات حاصل تھیں۔ عیسائیوں کے گیارہ سو کلیساؤں کے علاوہ یہودیوں کے سینکڑوں مومعے اور زرتشیوں کے بے شمار آتشکدے تھے۔ اس روشن خیال حکمران نے جسے عیسائیوں کا دشمن جانی کہا گیا ہے اپنی مجلس شوریٰ میں اپنی تمام محکوم جماعتوں کے نمائندے شامل کیے تھے۔

غیر مسلموں کے حقوق کے حوالے سے الحاکم، المتوکل، المنصور، المقتدر اور مصر کے فاطمی خلیفہ الامر کے علاوہ مملوک سلاطین نے بھی چودھویں صدی عیسوی میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق وتحفظ کی خاطر مختلف فرمان جاری کیے۔

درحقیقت ان احکام کے اجراء کا یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی عہدہ دار اپنی سختی اور گستاخانہ برتاؤ سے عوام میں ناراضی پیدا کر دیتے تھے۔ یا عوام کا تعصب پھوٹ پڑتا تھا۔ جس سے اس قسم کے احکام خود بخود کالعدم ہو جاتے تھے۔

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ "The Teaching of Islam" میں لکھتے ہیں کہ اندلس میں جب مسلمانوں کی حکومت تھی تو اُس وقت عیسائیوں کو مکمل مذہبی آزادی تھی۔ یہ لوگ اپنی پرانی تہذیب پر برقرار رہے اور اپنی مقامی زبان اور رسم ورواج کو برقرار رکھا۔ غیر مسلم اقلیتوں کی حالت زیادہ بہتر تھی۔ اکثر اوقات انہیں اعلیٰ سرکاری عہدے تک بھی دیئے گئے۔

برصغیر کے مسلم دور میں غیر مسلموں کے حقوق کا تاریخی پس منظر محمد بن قاسم کی سندھ میں آمد کے بعد فتح سندھ سے شروع ہوتا ہے۔ محمد بن قاسم نے جن علاقوں کو فتح کیا وہاں کے لوگوں سے جو غیر مسلم تھے اچھا برتاؤ کیا۔ اُن کو مذہبی آزادی دی، اور اُن کو ملازمتوں پر بحال رکھا۔ ہندوؤں کو وہ حقوق دیئے جو بعض فقہاء کے نزدیک صرف اہل کتاب کے لئے مخصوص تھے اور ایسے نظام کی بنیاد رکھی جو پہلے راجاؤں سے یقیناً بہتر تھا۔ حتیٰ کہ راجہ داہر کے وزیر اعظم کو وزارت پر قائم رکھا۔

ہندوستان میں تو مسلم سلاطین نے غیر مسلموں کے ساتھ اس قدر رواداری سے کام لیا کہ اسلام کے مقرر کردہ حدود سے بھی تجاوز کر گئے۔ نہ صرف حکومت کے بڑے بڑے عہدے دیئے بلکہ مسلم اوقاف کے متولی تک ہندو مقرر تھے۔

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق پر جب نظر دوڑاتے ہیں تو قائداعظمؒ کی سرکردگی میں جو ایک عظیم تحریک آزادی پروان چڑھی اور بالآخر قیامِ پاکستان پر منتج ہوئی۔ قائداعظمؒ کی تقاریر سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: غیر مسلم اقلیتوں کو میں یقین

دلاتا ہوں کہ پاکستان اپنے وعدے پر اب بھی قائم ہے جو اُس نے پاکستان کے تمام باشندوں کے ساتھ مساوی سلوک کرنے کے ضمن میں کیا۔ پاکستان میں مسلمان، عیسائی، پارسی، سکھ اور ہندو کو تجارت، صنعت وحرفت میں قابلیت اور ذہانت کے جوہر دکھانے کے یکساں مواقع ہوں گے۔

قیامِ پاکستان کے بعد جب آئین اور دستور سازی کا وقت آیا تو غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو ہر دستور ساز اسمبلی نے ہمیشہ اوّلیت دی اور اُن کے حقوق کا لحاظ رکھا، چاہے وہ 1956، 1962، 1973 کے آئین ہوں، 1991ء کا شریعت ایکٹ ہو یا مختلف صدارتی احکامات ہوں اُن میں واضح طور پر غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو تسلیم کئے جانے کے باوجود عملی شکل میں اُس کا ثبوت فراہم کیا۔

پاکستان کے آئین میں غیر مسلم اقلیتوں کو جو آئینی ضمانتیں عطا کی گئیں اُن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مسلک وعقیدے کے مطابق مذہبی آزادی، مذہبی ادارے قائم کرنا، خصوصی ٹیکس سے استثناء، مذہبی تعلیم وتربیت کا تحفظ، شہریوں کو مساوی درجہ، سرکاری جگہوں میں بلاتفریق رسائی، ملازمتوں میں بلاتفریق تقرری، زبان، رسم الخط اور ثقافت کا تحفظ، متناسب نمائندگی، حق ووٹ دہی، صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی وغیرہ۔

حتیٰ کہ جنرل پرویز مشرف نے اپنے 2002ء کے خصوصی صدارتی حکم نامہ میں اقلیتی کمیونٹیز کی جائیدادوں کے حوالے سے ایک خصوصی حکم نامہ جاری کیا کہ جس میں جائیداد کے تبادلے اور فروخت پر پابندی لگائی کہ اُن کی کسی قسم کی جائیداد پر کوئی قبضہ نہ کر سکے گا۔ اور نہ ہی کوئی خرید سکے گا۔ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو جو حقوق حاصل ہیں وہ مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی حوالوں سے بیان کئے گئے ہیں۔

ان میں خصوصاً غیر مسلم اقلیتوں کے مشترکہ الیکٹورل سسٹم کی بحالی، لوکل باڈیز کا قیام، ضلعی اقلیتی کمیٹیاں، غیر مسلم اقلیتوں کے لئے قومی کمیشن، قومی ثقافتی ایوارڈ، سانحات کے لئے متاثرین کی امداد، فلاح وبہبود کے لئے خصوصی فنڈز (سکالرشپ)، معاشی ترقی کے لئے مختلف سکیمیں، مشاورتی کونسل برائے اقلیتی اُمور وغیرہ۔ مذہبی حوالے سے عبادت گاہوں کی تعمیر وحفاظت، تبلیغ کی اجازت، شبیہ کا استعمال، عبادت گاہوں میں تقریر کی آزادی، الیکٹرک میڈیا کے ذریعے مکمل آزادی (ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ) تقریر وتحریر کی مکمل آزادی، کرسمس ڈے منانے کی آزادی اور تعطیل۔ غیر مسلم اقلیتوں کے سیاسی حقوق کے حوالے سے دوہرے ووٹ کا حق، خصوصی اقلیتی وزارت کا قیام، سرحد میں الگ وزارت، سیاسی پارٹیوں اور ثقافتی تنظیموں کے بنانے کی مکمل آزادی ہے۔

معاشی حقوق کے حوالے سے زندگی کا تحفظ، عزت وناموس کا تحفظ، شخصی آزادی، نقل مکانی اور آبادکاری کی آزادی، تعلیمی آزادی، علیحدہ قبرستان بنانے کا حق، کلب اور کیمپوں کے قیام کی آزادی، اسلامی حدود وفوجی خدمات سے استثنائیت۔ جبکہ غیر مسلم اقلیتوں کو معاشی حقوق کے حوالے سے ٹیکسوں کا یکساں نظام رائج ہے۔ لگان کی وصولی میں یکسانیت، جائیدادوں پر مالکانہ حقوق کا تحفظ، فلاحی تعاون، امداد باہمی کے تحت مختلف لوگوں کو قرضوں کا اجراء، خصوصی افراد کے لئے خصوصی کوٹہ، تعلیمی وظائف، سرکاری ملازمتوں میں برابری کا حق حاصل ہے۔

اگر چہ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، قومی کمیشن برائے امن وانصاف، وزارتِ مذہبی واقلیتی اُمور حکومت پاکستان نے مذہبی اقلیتوں کی صورتِ حال پر سالانہ رپورٹس میں ہمیشہ اور خاص طور پر 2004ء، 2005ء، 2006ء، 2007ء، میں بیان کیا ہے کہ پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کو پامال اور سلب کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں ان کی مذہبی آزادی پر پابندی لگی، ان کے خلاف منافرانہ گفتگو ہوئی، امتیازی قوانین بنائے گئے اور ان کے Personal Laws وعائلی قوانین کو تارتار کیا گیا بلکہ ملکی قانونِ تکفیر کی آڑ میں ان پر ظلم ڈھائے گئے، ان کی زمینوں پر اوران کی جائیدادوں پر قبضے کئے گئے اور ان کے باپ دادا کی زمینوں سے انہیں بے دخل کیا گیا۔ حتیٰ کہ ملکی آئین اور قانون کو پس پشت ڈالتے ہوئے غیر مسلم اقلیتوں کے غریب لوگوں کو زبردستی اپنی ملوں اور فیکٹریوں میں مزدور رکھ لینے کے ساتھ ساتھ اُنہیں معاوضہ تک نہ دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں پاکستانی پولیس اور انتظامیہ نے بھی اقلیتوں پر ظلم ڈھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، پاکستان کے سیاسی نظام کے حوالے سے سیاسی شراکت داری میں عام شہری کی نسبت غیر مسلم اقلیتوں کے افراد اپنے مذہب اور کلچر کی بنا پر سیاست کے میدان میں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بہت زیادہ مشکلات کا شکار رہے۔ یہ غیر مسلم اقلیتیں امتیاز واحساسِ کمتری اور دوسرے درجے کے شہری ہونے کے احساس کے علاوہ بڑھتی ہوئی معاشرتی انتہا پسندی، عدم رواداری کے باعث عدمِ تحفظ کا شکار رہیں۔ وسیع پیمانے پر پائے جانے والے امتیازی سلوک کے نتیجے میں غیر مسلم شہریوں کو روزمرہ کی زندگی میں بڑھتے ہوئے مسائل کا سامنا کرنا پڑرہا ہے اور یوں ملک میں آزادیاں بدستور خطرات سے ہی دوچار رہیں۔

بعض واقعات میں مسیحی برادری سے تعلق رکھنے والے افراد کو شدید سماجی اور اقتصادی امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑا اور اس کے ساتھ ہی انہیں متشدد کارروائیوں کی دھمکیاں بھی ملیں۔

اسی طرح ملک میں ہندو برادری کو بھی بڑھتے ہوئے تشدد کے ضمن میں انتظامیہ بھی انہیں مناسب تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہی۔ گزشتہ برسوں کے مقابلہ میں 2003 کے دوران زیادہ ہندو خواتین کو جنسی تشدد کا نشانہ بننا پڑا۔ زیادہ ہندوؤں کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے علاوہ تشدد کے دیگر واقعات بھی منظر عام پر آئے۔

مسیحی اور ہندو برادریوں کی طرف سے لڑکیوں کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرنے کی شکایات بھی ہیں جنہیں اغوا کرنے کے بعد ان کی شادیاں مسلمانوں کے ساتھ کردی جاتی تھیں۔

نکاح کیلئے تبدیلی مذہب کے واقعات دونوں مذاہب کیلئے ایک غلط مشق ہے۔ اس رجحان کی بنیادی وجہ اقلیتوں کے نامناسب عائلی قوانین ہیں جس پر نظر ثانی کرنے کا اقلیتیں ایک مدت سے مطالبہ کررہی ہیں۔

جائزہ انسانی حقوق کی سالانہ رپورٹ 2006ء کے مطابق مذہبی اقلیتوں کی صورت حال کے حوالے سے پاکستان میں 1956ء تا 1973ء مرتب کئے گئے۔ دستاویز آئین میں مذہبی آزادی کو بتدریج محدود کردیا گیا ہے۔ 03-2002ء کے جائزہ انسانی حقوق میں ایسے واقعات اور تبدیلیوں کو بیان کیا گیا تھا جن سے پاکستان میں مذہبی عدم رواداری کو فروغ ملا۔

سال 2005ء کے دوران، ہندو رہنماؤں کے بیان کے مطابق۔ ہندو برادری، جس کی اکثریت سندھ میں آباد تھی خوف و

ہراس کا شکار رہی۔ ان کی رائے میں بھارت میں فرقہ ورانہ فسادات نے صورت حال میں مزید بگاڑ پیدا کیا۔ ہندوؤں کو پاکستان کے مسلمانوں کی طرف سے شدید ردِعمل کا خطرہ تھا۔

سال 2005ء کے دوران ہندوؤں کی عبادت گاہوں پر حملوں کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ تاہم اس بات کے اشارے بھی موصول ہوئے کہ حکومت ہندوؤں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کے سلسلے میں پہلے سے زیادہ کوششیں بروئے کار لا رہی تھی۔ شاید جزوی طور پر اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ بھارت کے ساتھ تعلقات میں بہتری آنے کے بعد ہندو زائرین کی ایک کافی تعداد نے پاکستان آنا شروع کر دیا تھا۔

سندھ، بلوچستان اور سرحد سے بھی ہندوؤں کو مذہب بدلنے پر مجبور کرنے کی کوششوں کی اطلاعات موصول ہوئیں، خاص طور پر بچے اور نوجوان خواتین۔ بعض واقعات میں ہندوؤں کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرنے کے لئے مبینہ طور پر اغوا بھی کیا گیا۔

مندرجہ حالات اور واقعات کی روشنی میں مملکت خداداد پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق کے حوالے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حکومت پاکستان نے بالعموم اسلامی تعلیمات اور دستور پاکستان کی روشنی میں پاکستان میں بسنے والے تمام اقلیتی فرقوں کے حقوق کا خاص خیال رکھا۔ بلکہ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو مراعات کی شکل دی جس سے نہ صرف غیر مسلم اقلیتوں کے مورال اپ ہوئے، بلکہ گلوبلائزیشن کے اس تصور میں پاکستان نے تمام غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی ادائیگی کے حوالے سے اعلیٰ روایات قائم کرنے کی کوشش کی۔

تاہم بسا اوقات بعض قوانین کے غلط استعمال اور معاشرتی دباؤ کے سبب مذہبی آزادی کی گنجائش محدود کرنے کے باعث (ماسوائے ان تنظیموں کے جو مذہبی آزادی کا حق استعمال کرتے ہوئے دوسروں کے حق کو سلب کرتے ہیں) ضمیر اور رائے کی آزادی شجر ممنوعہ بن گئی ہے۔ اس عمل کے باعث پاکستانی عوام کی صلاحیتوں کی نشوونما رک گئی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس تحقیقی کاوش کو بنی نوع انسان کیلئے مفید بنائے۔ آمین ثم آمین

عشرت حسین بصری

نتائج

مقالہ ہذا میں پیش کی گئی قرآنی آیات واحادیث رسولؐ، عہد خلفائے راشدین و دیگر مسلم ادوار اور دساتیر پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق سے متعلق اصول وضوابط، آراء ودلائل اور تجزیہ کی روشنی میں جو نتائج سامنے آئے ہیں اُن میں سے اہم درج ذیل ہیں:

(۱) اقلیت کا مفہوم انگریزی اصطلاح "Minority" کے متبادل سمجھا گیا۔ پاکستان کے تناظر میں غیر مسلموں کے لئے لفظ 'اقلیت' عرفِ عام میں بولا و سمجھا جاتا ہے۔ عصرِ حاضر کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے یہی اصطلاح (اقلیت) استعمال کی گئی ہے۔

(۲) قرآن وسنت کی روشنی میں غیر مسلم اقلیتوں کے لئے احترامِ انسانیت اور احترامِ مذہب جیسی اعلیٰ صفات پائی گئی ہیں۔

(۳) غیر مسلم اقلیتوں کو بطور انسان سمجھتے ہوئے ان کے انسانی بنیادی حقوق کی ہر طرح سے ضمانت دی گئی ہے۔

(۴) غیر مسلم اقلیتیں اپنی حدود میں ایک دوسرے کے مذہبی مقامات وعبادت گاہوں کے تحفظ وآزادی کی ذمہ دار ہیں۔

(۵) غیر مسلم اقلیتی فرد کو کسی بھی دین کے اختیار کرنے میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہر ایک کی مرضی ہے جو دین چاہے اختیار کرے۔ لہٰذا نہ تو مسلمان اُن پر اپنی مملکت میں کوئی مذہبی پابندی لگا سکتے ہیں اور نہ انہیں مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے مسلک سے پھر جائیں۔

(۶) کسی بھی مذہبی پیروکار کو یہ کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ دوسروں کے معبودوں کو بُرا بھلا کہتا پھرے۔

(۷) پاکستان میں تمام غیر مسلم اقلیتیں قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں اور دستورِ پاکستان کے تحت اپنے مذہب و عقیدہ کے مطابق اپنی تمام تر مذہبی عبادات آزادی کے ساتھ ادا کر سکتی ہیں۔

(۸) مسلمان حکمران غیر مسلم اقلیتوں پر اپنی مملکت میں کسی قسم کی کوئی مذہبی پابندی لگا سکتے ہیں اور نہ ہی اُنہیں اُن کے دین، مسلک یا اُن کے عقیدے سے پھیر سکتے ہیں۔

(۹) لیکن غیر مسلم اقلیتوں پر یہ فرض عائد ہوگا کہ وہ مسلم اکثریتی آبادی والے علاقوں میں اپنے عقائد ومسلک، تبلیغ، جلسے جلوس نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی کوئی نئے معبد تعمیر کر سکیں گے۔ اسی طرح ان علاقوں میں نئے مشنری ادارے بھی نہیں کھول سکیں گے جن سے ان کے مذہب کا پرچار ہوتا ہو۔

(۱۰) حکومت پاکستان نے 2002ء میں ایک صدارتی حکم نامہ کے ذریعے آرڈر جاری کیا کہ اقلیتوں کی مذہبی املاک کو نہ کوئی خرید سکتا ہے اور نہ کوئی بیچ سکتا ہے اور نہ ہی ان پر کوئی زبردستی قبضہ کر سکتا ہے جب تک کہ وہ کمیونیٹیز کے اقلیتی اُمور کے کمیشن سے باقاعدہ منظوری نہ لے لیں۔

(۱۱) غیر مسلم اقلیتیں مسلم حکومت میں اپنے اپنے اکثریتی علاقوں میں معاشرتی تہوار مثلاً شادی بیاہ، مذہبی رسومات وغیرہ اپنے مذہب کے مطابق ادا کرنے کا مکمل حق رکھتی ہیں اور وہ آزادی سے یہ رسومات ادا کرتی ہیں۔

(۱۲) غیر مسلم اقلیتیں کاروبار، تجارت وغیرہ جسے مُلکی آئین میں اجازت دی ہو آزادی سے کرتے ہیں، جبکہ تجارتی ٹیکس کی وصولی میں اُن سے دوسرے عام شہریوں جیسا مساوی سلوک کیا جاتا ہے۔

(۱۴) غیر مسلم اقلیتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ چاہیں تو اپنی معیشت کے استحکام واضافے کے لئے کسی بھی قسم کا تجارتی معاہدہ آزادی سے کریں۔

(۱۵) غیر مسلم اقلیتوں کے تعاون سے مُلکی استحکام کے لئے ہر ممکنہ اقدامات اور معاشی وسائل کو بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔

(۱۶) پاکستان کی سالمیت اور بقا کی خاطر غیر مسلم اقلیتوں کو دفاعی نظام میں اُن کی مرضی کے مطابق میرٹ کی بنیاد پر تعینات کیا جاتا ہے۔

(۱۷) تحقیقی مطالعہ سے اس نتیجے پر پہنچے کہ غیر مسلم اقلیتوں کو بحیثیت انسان پاکستانی معاشرے میں برابری کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، کیونکہ یہ حکمِ ربی ہے۔ اور غیر مسلم اقلیتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ معاشرے میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ہر سطح پر برابری کی بنیاد پر اپنا حق رکھیں۔

(۱۸) غیر مسلم اقلیتوں کے مختلف اُمور میں فیصلے کا اختیار ریاستی اداروں کو حاصل ہے، لہٰذا وہ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کریں۔ پاکستان ودیگر مسلم ممالک اپنے مذہبی، سیاسی، دفاعی، معاشی اور معاشرتی مفادات کے تحفظ کے لئے موجودہ دور کی غیر مسلم حکومتوں سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر طرح کے معاہدات، امان نامے اور صلح نامے کر سکتے ہیں۔ اور دونوں فریقین ہر صورت میں اپنے معاہدوں کی اور لکھی گئی تحریروں کی پاسداری کے پابند ہیں۔

(۱۹) پاکستانی غیر مسلم اقلیتوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے نمائندوں کا چناؤ کر سکتی ہیں۔ حق رائے دہی کے حوالے سے حکومت پاکستان نے غیر مسلم اقلیتوں کو دوہرے ووٹ دینے کا حق دیا ہے۔ جبکہ مسلمان ان کے حقوق اور ان کی رائے دہی میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ موقع محل کی مناسبت سے غیر مسلم اقلیتوں کو پاکستان میں سیاسی، سماجی و

مذہبی اوران کی قومی حیثیت کوواضح وتسلیم کیا گیا ہے۔حتیٰ کہ ان کے جائز حق احتجاج (تحریر وتقریر) کو بھی مانا گیا ہے۔

(۲۰) قیامِ پاکستان کے بعد بننے والی تمام حکومتوں نے غیر مسلم اقلیتوں کو ہر قسم کے تحفظات فراہم کئے، ان کی مختلف کمیٹیاں بنائیں، ان کی ترقی کے لئے صدارتی وحکومتی اقدامات کئے گئے۔ چنانچہ زندگی کے مختلف شعبوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو ہر قسم کے حقوق ومراعات عطا کئے گئے ہیں۔

تحقیق کے بنیادی سوال کا جواب:

مقالہ ہٰذا کے نتائج کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا مساوی معیار قائم ہے اور پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں۔ قرآن وسنت میں غیر مسلموں کے حقوق کے جو اُصول بیان ہوئے ہیں اُن کی روشنی میں غیر مسلموں کے حقوق کا خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے، عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں غیر مسلموں کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں حقوق عطا کئے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پورا کرتے ہوئے عہدِ خلفائے راشدین میں اس پر عمل کیا گیا۔ اس کے علاوہ عہدِ خلفائے راشدین اور دیگر مسلم ادوار میں غیر مسلموں کے حقوق کے متعلق اور ان سے تعلقات کے بارے میں قرآن وحدیث کے مطابق عمل کیا گیا، بلکہ بعض مسلم حکمرانوں نے بنیادی اصولوں سے بڑھ کر غیر مسلموں کو حقوق ومراعات سے نوازا۔ جس کے نتیجے میں غیر مسلموں نے مسلم حکمرانوں کے زیر سایہ رہنے کو ترجیح دی۔ اوران کے اخلاق ومحبت کی وجہ سے حکمرانوں کے دلوں میں اپنا وہ مقام بنایا کہ جس کی بناء پر مسلمان حکمرانوں نے اپنے دربار میں بڑے بڑے عہدوں اور مناصب سے نوازا۔

درست فرضیہ کی نشاندہی:

مقالہ ہٰذا کے نتائج سے یہ فرضیہ درست ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے قرآن وسنت کی تعلیمات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اور جن واقعات میں اقلیتوں کو شکایات درپیش ہیں وہ درحقیقت قرآن وسنت کی تعلیمات سے مسلم اکثریت کے انحراف کے سبب ہے۔ لیکن اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض مواقع پر اقلیتوں کی طرف سے مسلمانوں کی دل آزاری بھی کی گئی جس سے ردِ عمل نے جنم لیا۔

سفارشات

(۱) قرآن وحدیث میں متعین انسانی حقوق کی تفہیم وترویج وتشہیر وتعلیم کا خاطر خواہ بندوبست کیا جائے۔

(۲) علمائے کرام ودانشور ابلاغ عامہ کے ذمہ داران، اخبارات مدیران، اساتذہ کرام، عوام الناس کے اندر انسانی حقوق کا شعور اور رواداری سے متعلق آگاہی پیدا کریں۔

(۳) ریڈیو، ٹیلی ویژن، پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا، سٹیج سینما اور دیگر میڈیا کے ذریعے احترامِ انسانیت کا شعور پیدا کیا جائے۔

(۴) نصاب تعلیم کے اندر غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق وفرائض کے متعلق مواد شامل کیا جائے۔

(۵) لائبریریوں میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق وفرائض سے متعلق ایک علیحدہ گوشۂ کتب مخصوص کیا جائے۔ اور وہاں اس موضوع سے متعلق زیادہ سے زیادہ کتب فراہم کی جائیں، تاکہ قارئین کے اندر مذہبی رواداری، تحمل، بردباری اور احترام آدمیت جیسے اعلیٰ اوصاف پیدا کئے جاسکیں اور پاکستان جیسا اسلامی ملک ایک پُر امن اور پُرسکون اور رواداری کی امین اسلامی ریاست کا روپ دھار سکے۔

جہاں مذہبی منافرت، مذہبی دہشت گردی، تعصبات، مسلکی ولسانی، نسلی، علاقائی اور فرقہ وارانہ نفرتوں کا قلع قمع کیا جاسکے۔

(۶) غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق وفرائض کے تعین کے ضمن میں یہ بھی سفارش کی جاتی ہے کہ ان کی تنظیموں کی سرگرمیوں پر نظر رکھی جائے۔

اگر ان کی سرگرمیاں مشکوک ہوں اور اسلامی ریاست کے اساس واقدار کے خلاف ہوں یا اسلامی ریاست کے خلاف سازش میں ملوث ہوں، ایسی سرگرمیوں میں ملوث کسی بھی فرد یا اقلیت کا لحاظ نہ رکھا جائے اور آہنی ہاتھوں سے نپٹا جائے۔

(۷) غیر سرکاری تنظیموں (N.G.O) کی شکل میں کام کرنے والی غیر مسلم اقلیتوں پر خصوصی نظر رکھی جائے۔ اگر یہ تنظیمیں بیرونی آقاؤں کے اشارے پر کام کر رہی ہوں اور وطن عزیز کی نظریاتی، جغرافیائی اور معاشرتی اقدار کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث پائی جائیں تو ان کا سختی سے محاسبہ کیا جائے۔

(۸) اعلیٰ عہدوں پر حساس اور اعلیٰ مذہبی عہدوں پر ان کی تعیناتی نہ کی جائے۔لیکن دیگر شعبوں میں ان کی معاشی سرگرمیوں پر انہیں بھرپور آزادی دی جائے۔

(۹) اسلامی اقدار اور اسلامی روایات کے خلاف ان کے مظاہرے، مناظرے اور انجمن سازی، جلوس، ہڑتال ایسے یا ایسی سرگرمیوں و کارروائیوں کا بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے۔

(۱۰) دنیا ایک گلوبل ویلیج ہے۔اور پاکستان کو اپنی سلامتی واستحکام اور خودمختاری کی ہرصورت میں پاسداری اور تحفظ کرنا چاہئے۔کوئی اقلیت اور نہ ہی اس کے کوئی بیرونی آقا پاکستان کو بلیک میل کرنے پائیں۔اس ضمن میں یہ سفارش کی جاتی ہے کہ پاکستان اپنی خودانحصاری کی پالیسی پر عمل پیرا ہو۔عالمی مالیاتی اداروں سے قرضے کے شکنجوں سے الگ تھلگ ہو۔تا کہ وہ اپنے آزادانہ اور آبرومندانہ فیصلے کر سکے۔

(۱۱) پاکستان میں غربت، طبقاتی نظام، جہالت، پسماندگی، ظلم وستم، بے انصافی، لاقانونیت، معاشی ناہمواری، باہمی منافرت، بدامنی، بے یقینی کے خاتمے کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔تا کہ کوئی فرد یا گروہ پاکستانی معاشرت کی وحدت میں دراڑ نہ ڈال سکے اور مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان تصادم نہ پیدا کر سکے۔یوں 14 اگست 1947ء کو معرضِ وجود میں آنے والی اسلامی ریاست کی تشکیل کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔

(۱۲) ملک میں مذہبی تعصب وامتیاز کے مکمل خاتمے کیلئے انتظام کیا جائے۔جس کے لیے آئین میں ترمیم کر کے ایسے ادارے تشکیل دیئے جائیں۔جو اِس قانون پر عمل درآمد اور مذہبی تعصب سے پاک معاشرے کی تشکیل بطور ریاستی پالیسی کا جائزہ لیں۔

(۱۳) غیر مسلم مذہبی اقلیتوں کے پیروکاروں کی زندگی، انفرادی آزادی جائیداد عبادت گاہوں اور قبرستانوں کا تحفظ یقینی بنایا جائے۔

(۱۴) غیر مسلم اقلیتوں کے ساجی ومعاشی معیارزندگی کو بہتر بنانے کیلئے اقدامات کئے جائیں۔

(۱۵) کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلہ کے مواقع کے علاوہ کوٹے پر ملازمتوں کی فراہمی کا شفاف نظام تشکیل دیا جائے۔

(۱۶) جس طرح نصاب میں مسلمانوں کیلئے اسلامیات لازمی ہے اس طرح دوسرے مذاہب کے طلباء کو ان کے مذہب کے مطابق تعلیم کا بندوبست کیا جائے اور نصاب کا تعین کیا جائے۔

اشاریہ

فہرست آیات قرآنی

یہ فہرست قرآن پاک کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔اس فہرست میں سورۃ کا نام،سورۃ کا نمبراور مقالہ کے اُس صفحہ کی نشاندہی کی گئی ہے جس صفحہ پر یہ آیت موجود ہے۔

نمبر شمار	آیت مبارکہ	نام سورۃ	سورۃ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1	وَلا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ.	البقرۃ	2	42	57,55
2	اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْ وَالنَّصَارٰى ..... يَحْزَنُوْنَ	البقرۃ	2	62	14
3	ثُمَّ رُدُّوْآ اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ	البقرۃ	2	62	58
4	وَلَمَّا جَآءَ هُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ	البقرۃ	2	89	21
5	لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْ وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ والْكِتٰبِ وَالنَّبِيِّنَ. وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاسِ ط اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ.	البقرۃ	2	176	24
6	كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى.	البقرۃ	2	178	81
7	لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِاسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَاانْفِصَامَ لَهَا ، وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ.	البقرۃ	2	256	22,13 71 123 146

8	آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ. كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَيْکَ الْمَصِيْرُ.	البقرة	2	285	20
9	اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ	آل عمران	3	9	19,14
10	لَا يَتَّخِذِالْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ.	آل عمران	3	28	197
11	وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَالْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ.	آل عمران	3	85	19 195
12	اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ	آل عمران	3	86	56
13	قُلْ يٰا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ.	آل عمران	3	64	13 23
14	كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ آمَنَ اَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ، مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ.	آل عمران	3	110	195
15	وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ.	النساء	4	58	131
16	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالاً وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيَاتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ.	النساء	4	118	196
17	يٰاَ يُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ .... لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِيْنًا.	النساء	4	144	196

340	148	4	النساء	لَایُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ.	18
20	3	5	المائدہ	اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً	19
68	32	5	المائدہ	مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعاً ، وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعاً.	20
81	46	5	المائدہ	اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ	21
21	48	5	المائدہ	وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ...... فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ.	22
190 197	51	5	المائدہ	یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَاءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ. وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ.	23
56	8	6	الانعام	وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ.	24
84	51	6	الانعام	وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ	25
59	62	6	الانعام	ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَی اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ	26
71,22	108	6	الانعام	وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْواً بِغَیْرِ عِلْمٍ.	27
20	158	7	الاعراف	قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا	28
30	8	9	التوبہ	كَیْفَ وَاِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ لَا یَرْقُبُوْا فِیْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً یُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰی قُلُوْبُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ.	29
30	10	9	التوبہ	لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ.	30
34	12	9	التوبہ	وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَا اَیْمَانَ لَهُمْ.	31

32	يٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَالْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا.	التوبہ	9	28	88 182
33	قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ.	التوبہ	9	29	196
34	وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ	یونس	10	47	20
35	وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ	یونس	10	99	23,71
36	مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ.	الحجر	15	8	56
37	اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ.	النحل	16	125	76
38	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا.	بنی اسرائیل	17	70	68
39	وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا	الكہف	18	49	187
40	وجعلهم الأخسرين أعمالاً، اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا	الكہف	18	103,104	182
41	بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ.	الانبياء	21	18	57,56
42	وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا	الحج	22	40	23

43	وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَ هُمْ	المؤمنون	23	71	59
44	يآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتاً غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ.	النور	24	27تا28	86
45	وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا.	القصص	28	58	20
46	قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ	القصص	28	63	58
47	وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ	العنكبوت	29	46	72
48	فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.	الروم	30	38	67
49	اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَان.	الاحزاب	33	72	19
50	لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ	يٰسٓ	36	7	58
51	لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ.	يٰسٓ	36	70	195
52	وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ	الزمر	39	71	58
53	لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ ۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْد.	حٰمٓ السجده	41	42	195
54	وَلَا تَنَابَزُوْ بِالْاَلْقَاب.	الحجرات	49	11	72
55	وَجَاءَ تْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ	قٓ	50	19	59
56	لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ	الکٰفرون	109	7-6	24

فہرست احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ فہرست مقالہ میں احادیث کے اندراج کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔ اس فہرست میں حدیث کا متن، تخریج اور مقالہ کے اُس صفحہ کی نشاندہی کی گئی ہے جس صفحہ پر یہ حدیث موجود ہے۔

نمبر شمار	متن حدیث	تخریج	صفحہ نمبر
1	لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُوْنَ قَوماً فَتَظْهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ فَيُصَالِحُوْنَكُمْ عَلٰى صُلْحٍ فَلَا تُصِيْبُوْا مِنْهُمْ فَوْقَ ذٰلِكَ فَإِنَّهُ لَا يُصْلِحُ لَكُمْ.	ابوداؤد کتاب الجہاد	27
2	الامَنْ ظَلَمَ مُعَاهِداً اَوِانْتَقَصَهُ اَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهٖ اَوْ اَخَذَ شَيْئاً بِغَيْرِطِيْبِ نَفْسِهٖ فَاَنَا حَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.	ابوداؤد کتاب الجہاد	27,84
3	فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا.	ابن ہشام السیرۃ النبویہ	68
4	لا فَضلَ لِعَرَبِيّ عَلٰى عَجَمِيّ، وَلَا لِعَجَمِيّ عَلٰى عَرَبِيّ، وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى وَلَا فَضلَ لِلاِنْسَابِ.	ایضاً	69
5	فَإِنْ قَبِلُوْا الذِّمَّةَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ.	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	70
6	عَلٰى اَلا تُهْدَمُ لَهُمْ بِيعَةٌ، وَلا يُخْرَجُ لهم قِسٌّ وَّلا يُفْتَنُوْا عَنْ دِيْنِهِمْ، مَا لَمْ يُحْدِثُوْا حَدَثًا اَوْ يَاْكُلُوْا الرِّبَا.	سنن ابی داود حدیث نمبر ۳۰۴۱	73
7	عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَداً بِغَيْرِ حِلِّهَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ اَنْ يَشُمَّ رِيْحَهَا.	سنن النسائی	82
8	عَنْ عَبدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرُحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنْ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مسيرة اَرْبَعِيْنَ عَامًا	سنن النسائی	82

9	عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمَرَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النبی ﷺ قال من قتل رَجُلاً مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيْحَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ سَبْعِيْنَ عَاماً.	ایضاً	82
10	لِاَنَّ النَّبِیَّ اَمَرَ اَنْ يُّنَادِیَ فِی النَّاسِ اَلَّا يَحُجَّ بَعْدَالْعَامِ مُشْرِکٌ.	مسلم شریف	89
11	لَاُخْرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ فَلا اَتْرُکَ فِيْهَا اِلَّا مُسْلِمًا.	ابوداؤد	79
12	هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ (رَسُوْلِ اللّٰهِ) بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قُرَيْشٍ وَ (اَهْلِ) يَثْرِبَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ .... اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاَثِمَ، وَاِنَّ اللّٰهَ جَارٌ لِمَنْ بَرَّ وَاتَّقٰى، وَمُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ).	بخاری	101 تا 103
13	لِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ وَلِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ.	بخاری	109
14	" ولِنَجْرانَ وحَاشِيَتِهَا جِوَارُاللّٰهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ....غَيْرَ مُكَلَّفِيْنَ شَيْأً بِظُلْمٍ."		113,112
15	حَدَّثَنَا هَنَّادُبْنِ السَّرِیِّ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ اَبِیْ مُجَالِدٍ .... وَمَالِکَ فَقَدِمَ فَكَتَبَ لَهُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ		117
16	حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنِ صَالِحٍ نَاابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ ....قَالَ فَقَالَ قَدْ اَجَرْنَامَنْ اَجَرْتِ وَآمَنَّا مَنْ آمَنْتِ.		117
17	مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی اَهْلِ هَجَرَ..........وَتَنْصَحُ اللّٰهَ وَلِرَسُوْلِهٖ. وَالسَّلامُ عَلَيْکَ.		119,118
18	هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِحُنَيْنَا، .... بْنِ يَاسِرٍ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَبُوْذَرِّ الْغَفَارِيِّ.		121,120
19	هذا آمَنَة مِنَ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٌ النَّبِيِّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُحَنَّه بن رَوْبَةَ وَاَهْلِ اِيْلَةَ سُفُنَهُمْ وَسَيَارَتَهُمْ............يَرُدُّوْنَهُ وَلاَ طَرِيْقًا يَرُدُّوْنَهُ مِنْ بَحْرٍ اَوْبَرٍ.		125,124

20	عَنْ جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہما قال مربنا جنازۃ فقام لها النبیُّ ﷺ وَقُمنا فَقُلنَا یا رسول اللّٰہ انها جنازۃ یهودی فقال اذا رأیتم الجنازۃ فَقُوْمُوا۔	بخاری	125
21	السامُ علیکم. وعلیکم السام ولعنة عنی.	بخاری	125
22	حَدَّثَنَا آدم بْنُ ابی ایاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةَ حَدَّثَنَا ابوحَمْزَۃَ قَالَ سَمِعْتُ جُوَیْرِیَةَ بْنَ قُدَامَةَ التَّمِیْمِیُّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَبْن الخطاب قُلْنَا اَوْصِنَا یَا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ اُوْصِیْکُمْ بِذِمَّةِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ ذِمَّةُ نَبِیِّکُمْ وَرِزْقُ عَیَالِکُمْ.	بخاری	128,127
23	حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ اَخْبَرَنا وکِیعٌ عَنِ الاعمشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ التَّیمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ خَطَبَنَا عَلِیٌّ فَقَالَ مَا عِنْدَنا کِتَابٌ نَقْرَئُهٗ اِلَّا کِتَابُ اللّٰهِ وَمَا فِیْ هٰذِهٖ الصَّحِیْفَةِ فَقَالَ فِیْهَا الْجِرَاحَاتُ وَاَسْنَانُ الاِبِلِ وَالْمَدِیْنَةُ حَرَمٌ مَا بَیْنَ عِیْرٍ اِلٰی کَذَا فَمَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰی فِیْهَا مُحْدِثًا فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا صَرْفٌ وَلا عَدْلٌ وَمَنْ تَوَلّٰی غَیْرَ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ مِثْلُ ذٰلِکَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِماً فَعَلَیْهِ مِثْلُ ذٰلِکَ.	بخاری	127
24	حَدَّثَنَا اُسامۃُ بنُ زَیدٍ قالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَرِیَّةً اِلی الْحُرُقَاتِ فَنَذَرُوْا بنا فَهَرَبُوْا فَاَدْرَ کْنا رَجُلاً فَلَمَّا غَشِیْنَاهُ قَال: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه فَضَرَبْنَاهُ حَتّٰی قَتَلْنَاهُ فَذَکَرْتَهُ النَّبِیَّ فَقَالَ: مَنْ لَکَ بَلا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه یَوْمَ الْقِیَامة فَقُلْتُ یا رسول اللّٰہ اِنَّمَا قَالَهَا مَخَافَةَ السِّلاحِ، قال اَفَلا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ، حَتّٰی تَعْلَمَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ قَالَهَا ام لَا مَنْ لَکَ بَلا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَمَا زَالَ یَقُوْلُهَا حَتّٰی وَدِدْتُ اَنِّی لَمْ اَسْلِمْ اِلَّا یَوْمِئِذٍ.	مسلم	128
25	عَنْ اَبِی شُرَیْحٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ واللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ واللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ وَمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَأْمَنُ جَارَہٗ بَوَائِقَهٗ.	بخاری	129
26	عَنْ عَبدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ یَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِیْحَهَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ اَرْبَعِیْنَ عَاماً.	بخاری	129

27	حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بِنْ اَبِی شَیْبَةَ نَا وَکِیْعٌ عَنْ عُیَیْنَة بِنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عن ابیه عَنْ ابی بکرة قَالَ قَالَ رسول اللّٰه ﷺ مَنْ قَتَلَ معاهدًا فی غیر کُنْهِهٖ حَرَّمَ اللّٰهُ علیهِ الجَنَّةَ.	ابوداؤد	130
28	اِلامَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ.	ابوداؤد	130
29	کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ.	بخاری	130
30	اِحْفَظُوْا فِیْ ذِمَّتِیْ.	بخاری	130
31	شَهِدَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَهَا مِنَ الْمَجُوْسِ.	بخاری	144
32	وَبِذِمَّةِ اللّٰهِ وذِمَّةِ رَسُوْلِهٖ اَنْ یُوْفٰی لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَاَنْ یُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ واَنْ لَا یُکَلَّفُوْا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ.	بخاری	156

الأعلام

(فہرست اسماء گرامی)

ن

أماكن

(ممالک اور شہروں کی فہرست)

کتابیات

(۱) القرآن الکریم

(۲) ابن تیمیہ، امام، الصارم المسلول لشاتم الرسول (مترجم غلام احمد حریری) لاہور، ۱۹۹۰ء، ناشران قرآن لمیٹڈ، اُردو بازار

(۳) ابن عابدین، محمد امین بن عمر عابدین؛ ردالمحتار علی الدر للمختار علی متن تنویر الابصار، مصر، ۱۳۸۶ھ، مصطفیٰ البابی الحلبی دار الفکر

(۴) ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الانصار؛ لسان العرب، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء، دار احیاء التراث العربی

(۵) ابن ہشام؛ السیرۃ النبویہ (المعروف سیرت ابن ہشام)، مصر، ۱۴۱۷ھ، مطبعۃ المصطفیٰ البابی، الحلبی

(۶) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد شریف (ترجمہ علامہ مولانا وحید الزمان)، کراچی، قرآن محل

(۷) ابوسنہ، احمد فہمی، ڈاکٹر؛ نظریۃ الحق، قاہرہ، ۱۹۷۱ء، مطبعۃ الاھرام التجاریہ، المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ

(۸) ابن قتیبہ دینوری، الامامۃ والسیاسۃ، بیروت، ۱۹۵۶ء، دار الکتب

(۹) ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی علی مختصر الخرقی، بیروت، ۱۳۹۲ھ، دار الکتاب العربی

(۱۰) ابن قدامہ، شمس الدین، الشرح الکبیر، بیروت، ۱۳۹۲ھ، دار الکتاب العربی، طبع ثانی

(۱۱) ابن کثیر، عماد الدین، ابوالفدا اسماعیل بن عمر، البدایہ والنھایہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ، طبع ثانی، مکتبہ المعارف

(۱۲) ابن الملک، الملقب بعز الدین؛ شرح منار الانوار فی علم الاصول، مصر، ۱۳۱۵ھ، المطبعۃ العثمانیہ

(۱۳) ابوعبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، (مترجم عبدالرحمٰن طاہر سورتی)، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ادارہ تحقیقات اسلامی

(۱۴) ابویوسف، کتاب الخراج، بیروت، ۱۳۹۹ھ، دار المعرفۃ والنشر

(۱۵) احمد بن حنبل، امام، مسند امام احمد بن حنبل، مصر، ۱۳۶۰ھ، المطبعۃ الیمنیۃ

(۱۶) احمد سلیم، آزادی اور عوام، لاہور، ۱۹۹۰ء، جنگ پبلشرز

(۱۷) احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ۲۰۰۰ء، مکتبہ دانیال، کراچی

(۱۸) اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۳ء، دانش گاہ پنجاب

(۱۹) ارنلڈ، ٹی ڈبلیو، پروفیسر، دعوت اسلام، ("The Preaching of Islam")، مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، لاہور، ۱۹۷۲ء، محکمہ اوقاف حکومت پنجاب

(۲۰) اسد سلیم شیخ، انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان، لاہور، ۱۹۹۹ء، سنگ میل پبلیکیشنز

(۲۱) اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام اور پاکستان، لاہور، ۱۹۸۳ء، انجمن خدام القرآن

(۲۲) اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست، لاہور، ۱۹۷۶ء، انجمن خدام القرآن

(۲۳) اطہر قاضی مبارک پوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، کراچی، ۱۹۶۷ء، مکتبہ عارفین

(۲۴) افندی، محمد علاؤالدین ابن عابدین نجل؛ تکملہ حاشیہ ابن عابدین، مصر، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء، مطبعۃ مصطفٰی البابی

(۲۵) اکبر آبادی، سعید احمد؛ صدیق اکبر، لاہور، ۱۴۰۱ھ، ادارہ اسلامیات

(۲۶) اکبر آبادی، سعید احمد، مولانا؛ عثمان ذوالنورینؓ، فیصل آباد، ۱۹۸۳ء، الفیصل اکادمی

(۲۷) اکبر شاہ، نجیب آبادی؛ تاریخ اسلام، کراچی، ۱۹۶۷ء، نفیس اکیڈمی

(۲۸) آ گیف، وی۔ایف، سندھ تاریخ کے آئینے میں، کراچی، ۱۹۸۹ء، مکتبہ دانیال

(۲۹) الہاشمی، طالب، سیرۃ خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر، لاہور، حسنات اکیڈمی، منصورہ

(۳۰) البخاری، عبداللہ بن محمد اسماعیل، الجامع الصحیح بخاری، (مترجم)، لاہور، ۱۹۸۵ء، مکتبہ رحمانیہ

(۳۱) البخاری، علاؤالدین عبدالعزیز بن احمد؛ کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البزدوی، بیروت، لبنان، ۱۳۹۴ھ، ۱۹۷۴ء، دار الکتاب العربی

(۳۲) البزدوی، ابوالحسن علی بن محمد حسین؛ اصول فخر الاسلام، بیروت، ۱۳۹۴ھ، ۱۹۷۴ء، دار الکتاب العربی،

(۳۳) البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی؛ السنن الکبریٰ، حیدر آباد دکن

(۳۴) الہیثمی، نورالدین، علی ابن ابوبکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، بیروت، ۱۹۶۷ء، دار الفکر

(۳۵) التھانوی، محمد بن علی بن محمد بن حامد بن محمد بابر؛ کشاف اصطلاحات الفنون، بیروت، لبنان، شرکۃ خیاط للکتب والنشر س

(۳۶) الجصاص، ابوبکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، مصر، ۱۳۳۵ھ، مطبعہ الجامعہ السلفیہ

(۳۷) الجوزی، ابن القیم، شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر، احکام اھل الذمۃ، (تحقیق صحی الصالح) طبع ثانی، دار العلم للملایین

(۳۸) الجوزی، محمد بن قیم، اعلام الموقعین، بیروت، لبنان، دار الجلیل، للنشر والتوزیع والطباعہ

(۳۹) الخرشی، محمد بن عبداللہ، فتح الجلیل علی مختصر خلیل، مصر، ۱۳۱۶ھ، طبع اول، مطبعۃ العامرہ الشرقیہ بشارع الخرنفش

(۴۰) الخطیب الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، مصر، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الفکر

(۴۱) الرازی، محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر، مختار الصحاح، بیروت، دار الکتب العلمیہ،

(۴۲) الرھاوی المصری، یحیٰی، شیخ، حاشیہ علی شرح منار الانوار فی اصول الفقہ، مصر، ۱۳۱۵ھ، المطبعۃ العثمانیہ

(۴۳) الرھاوی المصری، یحیٰی، شیخ، شرح المنار الانوار وحواشیہ، مصر، ۱۳۱۵ھ، المطبعۃ العثمانیہ

(۴۴) الزبیدی، محب الدین، ابوالفیض محمد مرتضیٰ، سید؛ تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء، مکتبہ الحیاۃ

(۴۵) الزین، حسن، أھل الکتاب فی المجتمع الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ، دار الفکر

(۴۶) الزیلعی، عثمان بن علی بن محمد فخر الدین، نصب الرایۃ، مصر، دار الحدیث

(۴۷) الزیلعی، عثمان بن علی بن محمد فخر الدین، تبیین الحقائق، کنز الدقائق، بولاق، مصر، ۱۳۱۴ھ

(۴۸) السرخسی، شمس الدین، المبسوط، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار المعرفہ،

(۴۹) الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی العرناطی؛ الموافقات، قاہرہ، مصر، مطبعہ الشرق الادنی بالموسکی

(۵۰) الشیرازی، محی الدین نووی، المجموع شرح المھذب، (والتکملۃ الثانیہ) للمطیعی، قاہرہ، مصر، ناشر زکریا علی یوسف

(۵۱) الصلحی، محمد بن یوسف، الشامی؛ سبل الھدی والاشاد فی سیرۃ خیر العباد، قاہرہ، ۱۹۸۳ء، احیاء التراث اسلامی

(۵۲) العبادی، عبدالسلام، ڈاکٹر؛ الملکیہ فی الشریعۃ الاسلامیہ، عمان، مطبوعہ مکتبۃ الاقصیٰ

(۵۳) البھوتی، منصور بن یونس بن ادریس صلاح، کشاف القناع عن متن الاقناع، بیروت، ۱۴۰۳ھ، عالم الکتب، وطبعۃ أخری، مطبعۃ الحکومہ بمکۃ، ۱۳۹۴ھ

(۵۴) الدردیر، احمد بن محمد بن احمد، الشرح الصغیر علی أقرب المسالک الی مذھب الامام مالک، مصر، ۱۳۹۲ھ، طبع دار المعارف

(۵۵) السیوطی، الخصائص الکبریٰ، بیروت، ۱۴۰۳ھ، دار احیاء التراث العربی

(۵۶) العسقلانی، ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت، ۱۴۰۲ھ، دار احیاء التراث العربی

(۵۷) العلامہ شیخ الحافظ سید زکی الدین ابو محمد عبدالعظیم المنذری، شرح کتاب "تجرید صحیح مسلم"، مترجم مولانا محمد مالک کاندھلوی، سن طباعت ۱۹۶۷ء، مطبع دین محمدی پریس لاہور

(۵۸) الفراء، ابی یعلی، محمد بن الحسین، الأحکام السلطانیہ، بیروت، ۱۴۰۳ھ، دار الکتب العلمیہ

(۵۹) الفیومی، احمد بن محمد بن علی، المقری، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، مصر، مطبع مصطفیٰ البابی، ۱۳۶۹ھ

(۶۰) القرافی، شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن؛ الفروق، مصر، مطبعۃ دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۳۴۶ھ

(۶۱) القرشی، یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج، لاہور، ۱۳۹۵ھ، مطبعہ المکتبۃ العلمیہ

(۶۲) القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع صحیح مسلم (بشرح النووی) بیروت، لبنان ۱۹۸۷ء الطبع الثالثہ دار احیاء التراث العربی۔

(۶۳) الکاسانی، علاؤالدین ابی بکر بن مسعود؛ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ، الناشر دار الکتاب العربی

(۶۴) الکباشی، طہٰ، المکاشفی؛ الذمۃ والحق والالتزام وتاثیرھا بالموت، ریاض، ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء، مکتبہ الحرمین، ط-۱

(٦٥) الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، امام؛ الاحکام السلطانیہ، (مترجم سید محمد ابراہیم)، اسلامی ریاست کے بنیادی اصول، لاہور، ۱۹۸۸ء، ادارہ اسلامیات

(٦٦) المقریزی، تقی الدین احمد بن علی ابن القادر ابن محمد، کتاب المواعظۃ والاعتبار فی ذکر الخطط والآثار، پیرس، ۱۹۱۱ء

(٦٧) النسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر النسائی، سنن النسائی، (مترجم علامہ وحید الزمان)، کراچی، قرآن محل، مطبع سعیدی

(٦٨) النمر: محمد الخلیل نمر، احل الذمۃ والولایات العامہ فی الفقہ الاسلامی، عمان، اُردن، ۱۴۰۹ھ، ط-۱، المکتبۃ الاسلامیہ

(٦٩) ایشور پرشاد، ڈاکٹر، اے شارٹ ہسٹری آن مسلم رول ان انڈیا

(٧٠) امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری، متوفی ۷۴۳ھ، مشکوٰۃ شریف (مترجم)، مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار، لاہور

(٧١) امیر علی، سید؛ روح اسلام (مترجم محمد ہادی حسین)، لاہور، ۱۹۹۵ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ

(٧٢) انور رفاعی، النظم الاسلامیہ، بیروت، ۱۳۹۲ھ، دار الفکر

(٧٣) ایم آر طوسی، قائد کے ساتھ چھ مہینے تخلیص قسط نمبر ۷، روزنامہ نوائے وقت، جمعہ میگزین، ۱۷ جون ۱۹۸۸ء

(٧٤) ایوب خان، محمد، بس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی، (ترجمہ غلام عباس)، کراچی، ۱۹۶۷ء، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس

(٧٥) بخاری، طاہر رضا، ڈاکٹر، ''عدم برداشت کا رجحان اور تعلیمات نبوی'' (ماہنامہ ترجمان القرآن، مارچ ۲۰۰۱ء) لاہور، ادارہ ترجمان القرآن

(٧٦) بدایونی، عبدالقادر، منتخب التواریخ، (مترجم: محمود احمد فاروقی)، لاہور، ۱۹۶۲ء، شیخ غلام علی اینڈ سنز

(٧٧) برکات احمد، رسول اکرم اور یہود حجاز، (مترجم ڈاکٹر شیر الحق ندوی) لاہور، ۱۹۸۹ء، مکتبہ عالیہ

(٧٨) برنی، ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی (مترجم: معین الحق)، لاہور، مرکزی اُردو بورڈ

(٧٩) برنیئر، ڈاکٹر، شاہجہاں کے ایامِ اسیری اور اورنگ زیب کا عہد، کراچی، ۱۹۶۰ء، نفیس اکیڈمی

(٨٠) بریگیڈیئر گلزار احمد، ''ارشادات قائداعظم''، قومی کمیٹی برائے صد سالہ تقریبات پیدائش قائداعظم محمد علی جناح، اسلام آباد

(٨١) بلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، القاہرہ، ۱۹۵۷ء، دار النشر

(٨٢) بملا خسرو، محمد بن فراموز بن علی، قاضی؛ مرأۃ الاصول فی شرح مرقاۃ الوصول، مصر، ۱۳۰۹ھ، المطبعۃ العامرہ

(٨٣) پال، احمد جمیل، پروفیسر، ''سیاسیات''، لاہور، ۱۹۹۲ء، ایورنیو بک پیلس، سرکلر روڈ، اُردو بازار

(٨٤) پروفیسر پریتم سنگھ، تحریک کانگریس، لاہور، ۱۹۴۶ء، مکتبہ عالیہ

(٨٥) پروفیسر عزیز الدین احمد، پنجاب اور بیرونی حملہ آور، لاہور، ۱۹۹۰ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ

(٨٦) تاراچند، ڈاکٹر، مختصر تاریخ اہل ہند (انگریزی)، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ لاہور

(۸۷) تاراچند، ڈاکٹر، تمدن ہند پر اسلامی اثرات، لاہور، ۱۹۸۰ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور

(۸۸) تغری الاتابکی، جمال الدین ابوالمحاسن یوسف، النجوم الزہراہ فی ملوک مصر والقاہرہ، ۱۹۲۶ء، کیلیفورنیا یونیورسٹی

(۸۹) ثانی، محمد حافظ، ڈاکٹر: رسولِ اکرمؐ اور رواداری، کراچی، ۱۹۹۸ء، فضلی سنز

(۹۰) جالندھری، ابونعیم، عبدالحکیم خان، عبدالحمید، تاریخ اسلام، لاہور، کتاب منزل، شیخ نیاز احمد پبلشرز

(۹۱) جبران مسعود: الدائد، معجم لغوی، بیروت، ۱۹۶۷ء، دارالعلم ملایین

(۹۲) جعفری، رئیس احمد: اسلامی جمہوریت، لاہور، ۱۹۶۸ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ

(۹۳) جعفری، رئیس احمد، مولانا، اسلام اور رواداری، لاہور، ۱۹۵۵ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ؛ بحوالہ ٹرکی ان یورپ، مصنفہ جیمس بیکر

(۹۴) جناح، محمد علی، خطبات قائداعظم، (ترجمہ رئیس احمد جعفری)، لاہور، ۱۹۶۶ء، مقبول اکیڈمی

(۹۵) جوزف پرشاد، پاک و ہند کی تحریک آزادی، مسیحیوں اور دیگر اقلیتوں کا سردار، روزنامہ پاکستان، ۲۱ ستمبر ۱۹۹۷ء

(۹۶) جی۔ڈبلیو۔ چوہدری، پاکستان مارشل لاء سے سول حکومت تک (ترجمہ ضیاء الاسلام انصاری)، اگست ۱۹۹۰ء

(۹۷) چوہدری محمد علی ''ظہور پاکستان''، (ترجمہ بشر احمد ارشد)، لاہور، مکتبہ کاروان

(۹۸) حافظ عتیق الرحمٰن کیلانی، حافظ، تیسیر القرآن، (حاشیہ)، لاہور، ۱۹۹۷ء، دارالسلام، اسلامک پریس، وسن پورہ

(۹۹) حسن حبیب، سماجی خدمت (ترجمہ اور تلخیص: اجمل کمال)، سہ ماہی ''آج''، کراچی، ۱۹۹۵ء

(۱۰۰) حکومت پاکستان، مطبوعہ محکمہ اطلاعات، تقاریر قائداعظم (بطور گورنر جنرل) مشنری سوسائٹی ۱۹۵۰، ۱۹۵۱ء

(۱۰۱) حکومت پاکستان، مطبوعہ پاکستان منشور آزادی، (یعنی مجلس دستور ساز کی قرارداد اغراض و مقاصد)، اسلام آباد

(۱۰۲) حمیداللہ، محمد، ڈاکٹر: ''خطباتِ بہاولپور''، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء، ادارہ تحقیقات اسلامی

(۱۰۳) حمیداللہ، محمد، ڈاکٹر: سیاسی وثیقہ جات، (مترجم ابویحییٰ امام خاں نوشہروی)، لاہور، ۱۹۶۰ء، مجلس ترقی ادب (خط نمبر ۶۰)

(۱۰۴) حمیداللہ، محمد، ڈاکٹر، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، کراچی، ۱۹۸۱ء، اُردو اکیڈمی سندھ

(۱۰۵) حمیداللہ، محمد، ڈاکٹر، الوثائق السیاسۃ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدہ، قاہرہ، ۱۹۴۱ء، لجنۃ التالیف والترجمہ

(۱۰۶) حمیداللہ، محمد، ڈاکٹر: رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، کراچی، ۱۹۸۱ء، اُردو اکیڈمی

(۱۰۷) حمید انور، خطباتِ قائداعظم محمد علی جناح، لاہور، ۱۹۷۶ء، آئینہ ادب، چوک مینار، انارکلی

(۱۰۸) خان ساقی، محمد مستعد، مآثر عالمگیری (ترجمہ مولوی محمد فدا علی) کراچی، ۱۹۶۷ء، نفیس اکیڈمی

(۱۰۹) خدوری، مجید، ڈاکٹر: اسلام اور قانون جنگ و صلح، (مترجم مولانا غلام رسول مہر)، لاہور، ۱۹۵۹ء مکتبہ معین الادب

(۱۱۰) خلاف، عبدالوہاب؛ السیاسۃ الشرعیہ، (مترجم شیخ عنایت اللہ)، لاہور، ۱۹۶۰ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ

(۱۱۱) ڈاکٹر جاوید اقبال، ''میراث اقبال'' لاہور 1967ء

(۱۱۲) ڈاکٹر سیتا پال، کانگریس کے ساٹھ سال، ح-س-مشنری سوسائٹی

(۱۱۳) ڈاکٹر وحید قریشی، ''قائداعظم اور تحریک پاکستان''، لاہور، ۱۹۸۰ء، مکتبہ عالیہ

(۱۱۴) ڈپٹی، نذیر احمد، مولانا، حافظ؛ الحقوق والفرائض، کراچی، فضلی سنز، اُردو بازار

(۱۱۵) رانا، اعجاز احمد، پروفیسر، مطالعہ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۸ء، ڈوگر پبلشرز

(۱۱۶) رحمانی، عبدالرؤف، مولانا؛ ایامِ خلافت راشدہ، لاہور، ۱۹۹۷ء، مکتبہ قدوسیہ، اُردو بازار

(۱۱۷) رشید احمد چودھری (طابع)، ''پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال 2005ء''، لاہور، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ایوانِ جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن

(۱۱۸) ریحانہ پروین، اورنگ زیب کا نظامِ عدالت، لاہور، ۱۹۸۷ء، بورڈ آف اسلامک سٹڈیز جامعہ پنجاب

(۱۱۹) زیڈاے سلہری، ''میرا قائد'' اسلام آباد، ۱۹۹۸ء، نیشنل بک فاؤنڈیشن

(۱۲۰) سرخسی، شیخ الائمہ؛ کتاب المبسوط، قاہرہ، ۱۳۲۴ھ، دارالنشر

(۱۲۱) سردار، مسیح گل، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، لاہور، ۱۹۹۳ء، تجلی میڈیا پبلیکیشنز

(۱۲۲) سندھی، عبدالواحد؛ اسلام کے مشہور سپہ سالار، سندھ، ۱۹۵۶ء، اُردو اکیڈمی، نزد مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ کراچی

(۱۲۳) امیر علی، سید؛ روحِ اسلام (مترجم محمد ہادی حسین)، لاہور، ۱۹۹۵ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ

(۱۲۴) سید قاسم محمود، قائداعظم کا پیغام، ۲۰۰۱ء، گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن میگزین ''مسلک'' (قائداعظم نمبر)

(۱۲۵) سید محمد میاں، علمائے ہند کا شاندار ماضی، لاہور، ۱۹۷۷ء، مکتبہ محمودیہ

(۱۲۶) سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، مولانا، اسلام کا اقتصادی نظام، ملتان، مکتبہ امدادیہ

(۱۲۷) شبلی نعمانی، اورنگ زیب پر ایک نظر، سندھ، کراچی، ۱۹۶۰ء، اُردو اکیڈمی

(۱۲۸) شبلی نعمانی، مقالاتِ شبلی، اعظم گڑھ، ۱۹۵۴ء، مطبع معارف

(۱۲۹) شہرستانی، محمد بن عبدالکریم، کتاب الملل والنحل، مصر، ۱۹۳۷ء، دارالنشر،

(۱۳۰) شہید، قطب سید، ارشاد، العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام، مصر / (مترجم) نجات اللہ صدیقی، اسلام میں عدلِ اجتماعی، لاہور ۱۹۸۹ء اسلامک پبلی کیشنز

(۱۳۱) صبحی الصالح، النظم الاسلامیہ نشأتھا وتطورھا، بیروت، ۱۹۷۸ء، طبع ۴، دارالعلم للملایین

(۱۳۲) صدیقی، حمید رضا، ڈاکٹر، پروفیسر، ''مسلک'' (قائداعظم نمبر)، ملتان، ۲۰۰۱ء، گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن

(۱۳۳) صدیقی، محمد نادر رضا، ڈاکٹر، ''پاکستان میں مسیحیت''، لاہور، مسلم اکیڈمی، محمد نگر

(۱۳۴) صفدر حیات صفدر، عہدِ مغلیہ مع دستاویزات، لاہور، اسلامی پبلیکیشنز

(۱۳۵) صفدر محمود، ڈاکٹر، آئین پاکستان، لاہور، ۱۹۹۶ء، جنگ پبلشرز

(۱۳۶) ضیاء۔ کے۔ آر، تحریک پاکستان میں مسیحیوں کا کردار، لاہور، ۱۹۹۷ء، ماہنامہ کاریتاس

(۱۳۷) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، مصر، مطبعۃ الاستقامہ؛

(۱۳۸) طبری، المعروف تاریخ الطبری، مترجم: سید محمد ابراہیم، کراچی، ۱۹۷۷ء، نفیس اکیڈمی

(۱۳۹) طبری، ابوجعفر، محمد ابن جریر؛ تاریخ الرسل والملوک، قاہرہ، ۱۳۲۴ھ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، باب فتح بیت المقدس

(۱۴۰) طٰہٰ حسین، ڈاکٹر؛ حضرت عثمانؓ (مترجم علامہ عبدالحمید نعمانی) کراچی، ۱۹۷۹ء، نفیس اکیڈمی

(۱۴۱) طٰہٰ حسین، ڈاکٹر، حضرت علیؓ، مترجم علامہ عبدالحمید نعمانی، کراچی، ۱۹۸۷ء، نفیس اکیڈمی

(۱۴۲) عبدالوحید خاں، ص ۳۲، بحوالہ گبن، مرتبہ ڈاکٹر ولیم اسمتھ، رومن ایمپائر

(۱۴۳) عبدالوحید خاں، علامہ، مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان (تاریخ افکار سیاست اسلامی) لاہور، ۱۹۸۰ء، دوست ایسوسی ایٹس

(۱۴۴) عرفانی، عبدالمالک، جدید اسلامی ریاست قرآن کی روشنی میں، لاہور، قانونی کتب خانہ

(۱۴۵) عسقلانی، حافظ ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت، ۱۴۰۲ھ، داراحیاء التراث والعربی

(۱۴۶) عسقلانی، ابن حجر، شہاب الدین ابی الفضل، حافظ؛ الاصابہ فی تمیز الصحابہ، بیروت، لبنان ۱۳۲۸ھ داراحیاء التراث العربی۔

(۱۴۷) عطش درانی، پاکستان ایک نظریہ ایک تحریک، لاہور، ۱۹۹۶ء، مکتبہ عالیہ، اُردو بازار

(۱۴۸) عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، مسلمانوں کی جدوجہدِ آزادی، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت

(۱۴۹) علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی، احکام القرآن، ۳۷۰ھ، مترجم مولانا عبدالقیوم، شریعہ اکیڈمی،
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، دسمبر ۱۹۹۹ء

(۱۵۰) عودہ، عبدالقادر، التشریع الجنائی فی الاسلام، بیروت، دارالکتب العربی

(۱۵۱) غازی، حامد انصاری، مولانا؛ اسلام کا نظامِ حکومت، لاہور، ۱۹۸۷ء، مکتبہ عالیہ

(۱۵۲) غازی، محمود احمد، ڈاکٹر؛ اسلام کا قانون بین المما لک، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی

(۱۵۳) غفاری، نور محمد، پروفیسر، ڈاکٹر: اسلام کا نظام مالیات، ڈیرہ اسماعیل خان، مکتبہ نعمانیہ

(۱۵۴) غلام حسین، حافظ: اسلامی حکومت میں اقلیتیں، لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، طبع ۱۹۸۳ء

(۱۵۵) غلام رسول مہر، اورنگ زیب عالم گیر پر ایک اجمالی نظر، لاہور، ۱۹۶۷ء، فیروز الدین اینڈ سنز

(۱۵۶) فادر فرانسس ندیم، یہ دیس ہمارا ہے، ۱۹۹۷ء، ہم آہنگ پبلیکیشنز، لاہور

(۱۵۷) فاطمہ جناح، ''میرا بھائی'' لاہور، ۱۹۸۸ء

(۱۵۸) قاضی، ابوالفضل، عیاض بن موسیٰ: الشفاء، بیروت، دار الفکر

(۱۵۹) قاضی، اطہر مبارک پوری، مولانا، خلافت راشدہ اور ہندوستان، لاہور، ۱۹۸۷ء

(۱۶۰) قاضی عبدالغفار، مضمون: پیکر حق وصداقت.... خلیفہ اوّل ہفت روزہ ختم نبوت، مارچ ۱۹۹۴ء

(۱۶۱) قاسم، عون الشریف، نشاۃ الدولۃ الاسلامیۃ فی عھد الرسول، قاہرہ، ۱۹۸۱ء

(۱۶۲) قاسم محمود، قائداعظم کا پیغام، ۲۰۰۱ء، گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن میگزین ''مسلک'' (قائداعظم نمبر)

(۱۶۳) قاسمی، احمد ندیم، سبط حسن، عبدالسلام: اُردو انسائیکلو پیڈیا، لاہور: (ادارہ تحریر و ترتیب) فیروز سنز، ۱۹۸۴ء

(۱۶۴) قریشی، محمد صدیق: کشاف اصطلاحات سیاسیات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء

(۱۶۵) کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا: دستور اسلام مع نظام اسلام، لاہور، جامعہ اشرفیہ، مکتبہ عثمانیہ

(۱۶۶) کیلانی، عتیق الرحمٰن، حافظ، تیسیرُ القرآن، (حاشیہ)، لاہور، دارالسلام، اسلامک پریس، وسن پورہ، ۱۹۹۷ء

(۱۶۷) کیول موٹوانی، جمشید نسروانجی (ترجمہ اور تلخیص: اجمل کمال)، سہ ماہی ''آج'' کراچی کی کہانی (ا)، کراچی، ۱۹۹۵ء

(۱۶۸) لکھنوی، عبدالشکور فاروقی، مولانا: خلفائے راشدین، کراچی، ۱۹۷۵ء، دارالاشاعت

(۱۶۹) مانی، فادر عمانوئیل، یوسف، ''جائزہ انسانی حقوق 2007ء''، مذہبی اقلیتوں کی صورتِ حال پر سالانہ رپورٹ

(۱۷۰) مجیب اشرف، جدید ہند کے سیکولر معمار، لاہور ۱۹۷۶ء، فیروز سنز

(۱۷۱) محمد اسلم، دینِ الٰہی اور اُس کا پسِ منظر، دہلی، اگست، ۱۹۶۹ء، ندوۃ المصنفین

(۱۷۲) محمد اقبال کیلانی، اتباع سنت کے مسائل، لاہور، ۲۰۰۱ء، حدیث پبلیکیشنز، لاہور

(۱۷۳) محمد اکرام، ڈاکٹر، آب کوثر، لاہور، ۱۹۸۶ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ

(۱۷۴) محمد اکرام، ڈاکٹر، رود کوثر، لاہور، ۱۹۸۷ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ

(۱۷۵) محمد انور امین، پنجاب پراونشل مسلم لیگ، لاہور، مارچ ۱۹۶۹ء

(۱۷۶) محمد بن سعد، کتاب الطبقات الکبیر، لائیڈن، ۱۹۴۰ء

(۱۷۷) محمد حنیف شاہد، ''اسلام اور قائداعظم''، لاہور، ۱۹۷۶ء، مکتبہ زریں

(۱۷۸) محمود عاصم، ''افکار قائداعظم''، لاہور، ۱۹۷۶ء، مکتبہ عالیہ

(۱۷۹) مسعودی، ابوالحسن علی بن حسن، مروج الذھب، مطبوعہ پیرس

(۱۸۰) مسلم، ابی الحسین مسلم بن الحجاج نیشاپوری، الجامع الصحیح، استانبول، ۱۳۲۹ھ، مصورہ المحققہ

(۱۸۱) مسلم بن حجاج القشیری صحیح مسلم، (شرح کامل) کراچی، ۱۹۵۶ئنور محمد اصح المطابع قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کارخانہ تجارت کتب۔

(۱۸۲) معاصر مصطلحات، لاہور، دائرہ معارفِ اسلامیہ اُردو، دانش گاہ پنجاب، طبع اوّل، ۱۹۷۳ء

(۱۸۳) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ۱۹۷۳ء، ادارۃ المعارف

(۱۸۴) ملک، ارشاد احمد، ایڈووکیٹ، آئین پاکستان، لاہور، انارکلی، منصور بک ہاؤس

(۱۸۵) ملک، ایم. اے، تاریخ آئینِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۱ء، پی. ایل. ڈی پبلشرز

(۱۸۶) مودودی، ابوالاعلیٰ: دینیات، کراچی، ۱۹۵۹ء، ادارہ ترجمان القرآن

(۱۸۷) مودودی، ابوالاعلیٰ: تفہیم القرآن، لاہور، ۱۹۵۸ء، مکتبہ تعمیر انسانیت

(۱۸۸) مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا: الجہاد فی الاسلام، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن

(۱۸۹) مودودی، اسلامی ریاست، لاہور، ۱۹۶۹ء، اسلامک پبلیکیشنز

(۱۹۰) مولانا محمد اسماعیل پانی پتی، مقالاتِ سرسید، دسمبر ۱۹۶۳ء، مجلس ترقی ادب، لاہور

(۱۹۱) ندوی، ابوالحسن، تاریخ دعوت وعزیمت، لاہور، ۱۹۸۰ء، مجلس نشریاتِ اسلام

(۱۹۲) ندوی، جلیل احسن، مولانا: راہِ عمل، لاہور، ۱۹۸۱ء، اسلامک پبلیکیشنز

(۱۹۳) ندوی، سید ابوالحسن علی: نبی رحمت، کراچی، ۱۹۸۸ء، مجلس نشریات اسلام

(۱۹۴) ندوی، عبدالسلام، مولانا: اُسوہ صحابہ، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، نیشنل بک فاؤنڈیشن

(۱۹۵) ندوی، معین الدین شاہ، تاریخ اسلام، لاہور، ادارہ اسلامیات لاہور

(۱۹۶) ندوی، معین الدین شاہ، سیر الصحابہ، لاہور، ادارہ اسلامیات

(۱۹۷) نشتر، عبدالحکیم، خاں، ابونعیم، عبدالحمید، تاریخ اسلام، لاہور، کتاب منزل، شیخ نیاز احمد پبلشرز

(۱۹۸) نعمانی، شبلی، الفاروق، لاہور، ۱۹۸۶ء، اسلامک بک سینٹر، اُردو بازار

(۱۹۹) نعمانی، شبلی، مولانا؛ سیرت النبیؐ، لاہور، ۱۹۷۵ء، دینی کتب خانہ

(۲۰۰) نورالدین محمد سلیم، جہانگیر، تزک جہانگیری، (مترجم مولوی احمد علی رام پوری)، لاہور، ۱۹۶۹ء، سنگ میل پبلیکیشنز

(۲۰۱) نوشاہی، امتیاز الحق، "اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، مجریہ ۱۹۷۳ء"، لاہور، ٹائمنز پبلی کیشنز، اُردو بازار

(۲۰۲) وحید الدین خاں، مولانا، شتم رسول کا مسئلہ، لاہور، دار التذکیر

(۲۰۳) ہیکل، حسین محمد؛ حیاۃ محمدؐ (اُردو)، لاہور، ۱۹۹۳ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ

(۲۰۴) ہیکل، حسین محمد؛ حیاۃ محمدؐ (عربی)، قاہرہ، ۱۹۴۷ء، مطبعۃ النھضۃ العصریۃ،

(۲۰۵) یوسف الدین، ڈاکٹر، اسلام کے معاشی نظریے، حیدر آباد، دکن، ۱۹۵۵ء

(206) Arnold Rose and Caroline B Rose, Minorities Problems, New York, 1958.

(207) Bernard S.cyne, Director, Editorial, The Encyclopaedia Americana, Danbary, U.S.A. 1983, Grolier incorporated.

(208) Dr. Hamidullah, "The First Written Contribution in the World", Lahore, 1975.

(209) Encyclopaedia Britanica, London, William Benton, Publisher 1978.

(210) E.V.Me Loughlin, L.H.D. Gralier- Encyclopaedia, New York, 1957, The Grolier Society.

(211) File MD-120, India Office Library, London, Dy No. 1497, Dated 23-4-1947.

(212) Frank Anthany, By way of Forward in Reynolds, H.G. Lahore, 1945. The Anglo-Indian Manifesto.

(213) Govt. Of Pakistan, Ministry of Religious Affairs (Minorities Affairs Wing)

(214) Husan, Mushirul, Nationalism and Coummunal Politics in India, Delhi.

(215) Jane H. Hill, Dictionary of English Language, 3rd Edition, 1996; www.a4access.org/accessdefinitions.doc

(216) Johnson, A.C. Mission with Lord Mountbatten.

(217) Keith, A.B., Constitutional History of India.

(218) Leonard Binder, Religion and Politics in Pakistan.

(219) Mansergh. N and Moon P (ed.), Transfer of Power, Vol. XI, London, 1982.

(220) Masud, Dr. Muhammad Khalid, "Minority in Islamic History: An Analytical Study of Four Documents", Journal for Islamic Studies, South Africa, Vol.20, (2000).

(221) Masud, Dr. Muhammad Khalid, "Being Muslim in a non Muslim Polity: Three Alternate Models", Journal of the Institute of Muslim Minority Affairs, X (1989) I (Jan).

(222) Mazhar-ul-Haq, "The 1973 Constitution of Pakistan", 4th Edition, Book Land, Urdu Bazar, Lahore, Pakistan.

(223) Mill's, History of Muhamedanism.

(224) Mitra, H.N., The Indian Annual Register (1919-1947), New Delhi.

(225) Oelsner, Des Effects, De la Religion de Muhammed.

(226) Prime Minister Secretrait, Government of Pakistan, Islamabad, "Three years performance of the Government: August 2004 to August 2007, Printed by: Printing Corporation of Pakistan Press, Islamabad.

(227) The Oxford Compect English Dictionary (Oxford University Press, 1971), U.K., Vol.1

(228) Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah, Speeches and statements, 1947-48.

(229) Sapru Papers, Volume 25, National Library, Calcutta.

(230) Sentment, Everett Edgar, American Educator, New York, 1973.

(231) Sharif-ud-Din Pirzada, Quaid's Correspondence, Rawalpindi, 1987.

(232) Sh. Shaukat Mahmood Advocate, Sh. Nadeem Shaukat, "Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973", 2nd Edition, 1992, Legal Research Centre, Noor Villa, Arya Nagar, Pooch Road, Lahore, Pakistan.

(233) S.R. Sharma, The Religious policy of the Mughal Emperors, Lahore, 1975, Sheikh Mubarak Ali & Sons.

(234) Waheed-uz-Zaman, Myth and Reality, Islamabad, 1976.

استدراک

(۲۳۵) اللہ وسایا، مولانا، 1974ء، ''تاریخی قومی دستاویز''، (ملتان)، مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

(۲۳۶) اللہ وسایا، مولانا، 1974ء، ''تحریک ختم نبوت'' (ملتان)، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

(۲۳۷) بشیر احمد، ''سیرت المہدی''، قادیان، احمدیہ کتاب گھر

(۲۳۸) جسٹس منیر احمد، ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت'' برائے تحقیقات فسادات پنجاب، 1953ء، حکومت پنجاب لاہور

(۲۳۹) چنیوٹی، منظور احمد، مولانا، 1994ء، ''چودہ میزائل'' (چنیوٹ)، ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد

(۲۴۰) خالد شبیر، 1981ء، ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت''، فیصل آباد، لائل پور پرنٹنگ پریس

(۲۴۱) رفیق دلاوری، ابوالقاسم، ''رئیس قادیان''، ملتان، مجلس تحفظ ختم نبوت

(۲۴۲) شورش کاشمیری، 1994ء، ''تحریک ختم نبوت'' (لاہور)، مطبوعات چٹان

(۲۴۳) شیروانی، لطیف احمد، 1947ء، ''حرف اقبال''، لاہور، المنار اکادمی

(۲۴۴) علوی، ڈاکٹر خالد، 2005ء، ''اسلام اور اقلیتیں'' (اسلام آباد)، الدعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

(۲۴۵) غلام احمد مرزا، 1922ء، ''رسالہ اربعین''، قادیان، منیجر بک ڈپو

(۲۴۶) غلام احمد مرزا، 1927ء، ''تبلیغ رسالت''، قادیان، فاروق پریس

(۲۴۷) غلام احمد مرزا، 1932ء، ''کتاب البریہ''، قادیان، منیجر بک ڈپو

(۲۴۸) محمد طاہر رزاق، 1998ء، ''مرگِ مرزائیت''، ملتان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

(۲۴۹) معراج الدین عمر (احمدی)، ''سوانح عمری مرزا صاحب''، ملحقہ براہین احمدیہ، لاہور، مطبع بدر

(۲۵۰) محمد اسلم رانا، 1995ء، ''پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی ایک نظر میں''، لاہور، اسلامی مشن، سنت نگر

(۲۵۱) ندوی، ابوالحسن، 1981ء، ''قادیانیت''، کراچی، مجلس نشریات اسلام

(۲۵۲) محکمہ فلم و مطبوعات، ''ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ''، وزارتِ اطلاعات ونشریات اسلام آباد، 7 ستمبر 1974ء

اخبارات ورسائل

(۱) سہ ماہی رسالہ ''عالم اسلام اور عیسائیت''، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد

(۲) ماہنامہ ''کلام حق''، گوجرانوالا

(۳) پندرہ روزہ ''کاتھولک نقیب'' لاہور

(۴) روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور/ملتان

(۵) روزنامہ ''جنگ''، لاہور/ملتان

(۶) روزنامہ ''ڈان''، کراچی

ضمیمہ جات

(۱) اقلیتوں کے حقوق کی آئینی ضمانت (Constitutional Provisions 1973)

(۲) وزارتِ مذہبی اُمورز کوٰۃ وعشر کی طرف سے جوابی خط (30 نومبر 1998ء)

(۳) اقلیتوں کی فلاح و بہبود و تحفظ کے لئے حکومتی اقدامات 1998ء

(۴) مذہب کے اعتبار سے 1998ء کی مردم شماری کے تفصیلی گوشوارہ جات

(۵) پاکستان میں اقلیتی ویلفیئر فنڈ (سکالرشپ) 2000ء

(۶) اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے 2002ء کا صدارتی حکم نامہ

(۷) وفاقی وزارت اقلیتی اُمور کی طرف سے اقلیتوں کے حقوق کے متعلق رپورٹ 2005ء

(۸) وزارتِ اقلیتی اُمور کی طرف سے اقلیتوں کے حقوق سے متعلق بریفنگ 2006ء

ضمیمہ نمبر 1:   اقلیتوں کے حقوق کی آئینی ضمانت

Constitutional Provisions 1973

ARTICLE - 2 :

Islam shall be the state religion of Pakistan.

(2A) The principles set out in the Objectives Resolution reproduced in the Annex are herewith made substantive part of the Constitution and shall have effect accordingly.

ARTICLE - 20 :

Subject to Law, public order and morality:

a. every citizen shall have the right to profess, practice and propagate his religion.

b. everly religious denomination and every sect thereof shall have the right to establish, maintain and manage its religious institutions.

ARTICLE - 21:

1) No person attending any educational institution shall be required to receive instruction, or take part in any religious ceremony, or attend religious worship, if such instruction, ceremony, or worship relates to a religion other than his own.

2) In respect of any religious institution, there shall be no discrimination against any community in the granting of exemption or concession in relation to taxation.

3) Subject to Law:

   a. no religious community or denomination shall be prevented from providing religious instruction for pupils of that community or denomination in any educational institution maintained wholly by that community or denomination; and

   b. no citizen shall be denied admission to any educational institution receiving aid from public revenues on the ground only of race, religion, caste, or place of birth.

4) Nothing in this article shall prevent any public authority from making provision for the advancement of any socially or educationaly backward class of citizens.

ARTICLE - 22:

1. No person shall be compelled to pay any social tax the proceeds of which are to be spent on the propagation or maintenance of any religion other than his own.
2. In respect of any religious institution, there shall be no discrimination against any community in the granting of exemption or concession in relation to taxation.
3. Subject to Law;
   a. No religious community or demonination shall be prevented from providing religious instruction for providing religious instruction for pupils of that community or denomination in any educational institution maintained wholly by that community or denomination; and
   b. no citizen shall be denied admission to any educational institution receinging aid from public revenues on the ground only of race, religion, caste or place of birth.
4. Nothing in this article shall prevent any public authority from making provision for the advancement of any socially or educationally backward class of citizens.

ARTICLE-25:

1) All citizens are equal before law and entitled to equal protection of law.

ARTICLE - 26:

2) In respect of access to places of public entertainment or resort, not intended for religious purposes only, there shall be no discrimination against any citizen on the ground only of race, religion, caste, sex, residence or place of birth.

ARTICLE - 27:

1) No citizen otherwise qualified for appointment in the service or Pakistan shall be discriminated against in respect of any such appointment on the ground unit race, religion, caste sex, residence or place of birth.

ARTICLE - 36:

The Statp shall safeguard the legitimate rights and interests of minorities including their due representation in the Federal and Provincial Services.

ARTICLE - 51:

1) The National Assembly shall consist of (two hundered and seven Muslim members to be selected by direct and free vote in accordance with law.

2) A person shall be entiteld to vote if;

   a) he; is a citizen of Pakistan.

   b) He is not less than (twenty one) years of age.

   c) His name appears on the electoral roll; and

   d) he is riot declared by a comptent court to be of unsound mind.

2-1) In addition to the number of seats referred to in clause (1) there shall be in the National Assembly ten addition seats reserved as follows for the persons referred to in clause (3) of Article - 106.

   a) Christians

   b) Hindus and persons belonging to the scheduied caste.

   c) Sikh, Buddhish and Parsi communities and non Muslims.

   d) Persons belonging to the Quadiani Group or the Lahori Group (who called themselves Ahmadis)[119]

ضمیمہ نمبر 2:

وزارت مذہبی اُمور زکوٰۃ وعشر (اقلیتی شعبہ) کی طرف سے جوابی خط

Governemnt of Pakistan
Minisytry of Religious Affairs
Zakat & Ushar and Minorities Affairs
(Minorities Affairs Wing)

No. D.240/98-M. Islamabad, November 30, 1998.

To,

Mr. Ishrat Hussain Basri,
Lecturer,
Government College of Education,
Multan.

Sub: SUPPLY OF MATERIAL ON "RIGHTS OF MINORITIES IN ISLAM".

Dear Sir,

Please refer to your application dated 2-11-1998 on the subject cited above. In this connection it is informed that no such material excepting population census figures of 1981 and a copy of brief regarding Rights of Minorities as enshrined in the constitution of Pakistan is available in this Ministry. A copy each of the above material is enclosed.

Yours faithfully,

(Ghulam Shabbir)
Section Officer (M)

ضمیمہ نمبر 3: اقلیتوں کی فلاح و بہبود و تحفظ کے لئے حکومتی اقدامات (1998ء)

MEASURES INTRODUCED BY THE GOVERNMENT FOR THE PROTECTION AND WELFARE OF MINORITIES.

1. In Pakistan, the Non-Muslims, according to 1981 census, constitute only 3.32% of the country's total popultation. In absolute terms, they were 2.803 million in 1981 which number over the years has steadily increased. The most recent population will however, be known after the result of fresh population census carried out in March, 1998 are finally published. The Non-Muslim population according to 1981 census is made up of Christians, Hindus, Qadianis, Buddhists, Parsis, Sikhs and others.

2. The following measures have been introduced by the government for the protection of minorities:

(i) CONSTITUTIONAL:

Under the constitution of Pakistan, Minorities in Pakistan are equal citizens and enjoy all fundamental rights. Subject to Law, public order and morality the minorities have the right to profess, practice and propagate their religion and establish, maintain and manage their religious institutions. They are also at liberty to provide religious instructions for pupils of their community in any educational institution maintained wholly by them. No member of the minorities communities is denied admission to any educational institution receiving aid from public revenues on the ground of race, religion, caste or place of birth.

There is no discrimination in respect of access to places of public entertainment or resort, not intended for religious purposes only. Likewise they are not discriminated for appointment in the service of Pakistani personalities who have been non-Muslims, for example the first President of the Constituent Assembly, Mr. Joginder Nath Mandal was Hindu; the first Chief Justice of Pakistan, Justice A.R. Cornelius, was Christian; the first Foreign Minister of Pakistan, Sir Zafarullah Khan and the first Deputy Chairman Planning Commission of Pakistan, Mr. M.M. Ahmad, were both Qadianis. The non-Muslims have

the right to preserve and protect their distinct langualge, script or culture and subject to law, establish institutions for the purpose. The state safeguards their legitimate rights and interests including their due representation in the federal and the provicial services. They can thus always resort to court of law against the infringement of their rights guaranteed to them by the Constitution and demand for dispensation of Justice. A copy of relevant articles of the Constitution is attached (Annex-I).

The minorities in Pakistan are not only treated justly but generously by the Government of Pakistan. As against above, the some countries (which claim to be democratic) and secular and declare that they have eliminated all forms of intolerance and discrimination based on religion and belief continue to show indifferent behaviour and attitude towards different religions and beliefs. The minorities including Muslims in these democracies are subjected to discriminatory treatment. They do not have equal opportunites of admission in educational institutions and employment in the public sector organizations. Even in matters of business and trade their attitude is not encouraging towards minorities communities. In most European societies, where Muslim minorities are in substantial numbers, their unemployment percentages is several times higher than the national figures. This clearly indicates a prejudice. In some countries, the Muslim girl students are not allowed to use scarf to cover their heads, as part of their religious obligation while attending the educational institutions. In some Western European countries ethnic minorities who are living there for generations together were lately subjected to mal-treatment. Their settlements were attacked with the intention to make them flee from the country. Their life and properties are threatened. They are still in a state of helplessness. There are cases in which , calling Azan for Muslims (for prayer purposes) is prohibited but ringing of bells in the churches (for prayer purposes) is not prohibited. Even in very advanced countries, contrary to the provisions in their Constitutions, the treatment of the government is generally preferential in favour of a particular religion and such preferential treatment was legally ratified and confirmend by the courts.

Under such circumstances, it is not a proper course for democracies to target Pakistani laws and courts for assumed discrimination towards religions when factual and true position is different from as is assumed by them out of traditional prejudicial and inimical behaviour about Islam and the Muslims since ages.

ضمیمہ نمبر 4

پاکستان کی مردم شماری 1998ء

(مذہب کے اعتبار سے)

POPULATION DISTRIBUTION BY REGION: 1998

PUNJAB

Area	Muslim	Christian	Hindu (Jati)	Qadiani (Ahmadi)	Scheduled Castes	Others
1	2	3	4	5	6	7
njab	71574830	1699843	92628	181428	23782	48779
hawalpur Division	7469486	40564	79269	9261	18446	18565
hawalnagar	2043822	12094	1482	3667	121	261
hawalpur	2386400	14385	21730	2927	876	6773
him Yar Khan	3039264	14085	56057	2667	17449	11531
G.Khan Division	6461981	17209	1744	8307	1047	13302
G Khan	1365915	234	100	3254	240	3375
yyah	1106724	9662	717	2008	93	1747
uzaffargarh	2618815	7209	679	2432	436	6332
ajanpur	1100527	104	248	613	278	1848
isalabad Division	9522526	300407	621	60381	595	1155
isalabad	5188512	224895	462	14358	441	879
ang	2776950	14723	82	42593	33	164
oba Tek Singh	1557064	60789	77	3430	121	112
ujranwala Division	11044682	338100	4943	41056	528	1749
ujranwala	3244942	148914	85	6824	25	150
ujrat	2020612	21483	140	5504	98	171
afizabad	820049	9929	69	2802	57	74
andi Bahauddin	1150513	7089	230	2533	72	115
arowal	1215338	42094	1066	6439	52	108
alkot	2593228	108391	3353	16954	224	1131
ahore Division	13545789	664978	3153	29756	2424	2541
asur	2267747	103908	724	1795	1391	310
hore	5932865	368089	1059	15210	548	974
kara	2187646	42763	552	1737	118	176
heikhupura	3157531	150218	818	11014	367	1081
ultan Division	11395445	160727	1770	11028	418	8043
hanewal	2016748	48831	191	2107	58	555
odhran	1164615	3292	29	1531	21	2312
ultan	3089262	19305	1170	2754	38	4222
akpattan	1276364	9612	36	507	41	120
ahiwal	1783066	58001	106	1628	155	238
ehari	206520	21686	238	2501	105	596

awalpindi Division	6550425	98002	852	9353	137	759
ttock	1265287	8493	152	847	38	118
hakwal	1075298	5846	101	2215	63	202
elum	922628	12774	202	1342	3	8
awalpindi	3287212	70889	397	4949	33	431
argodha Division	5584496	79856	276	12286	187	2665
hakkar	1047010	1935	10	461	23	2017
hushab	891821	11154	123	2426	44	143
ianwali	1047131	8078	37	807	84	483
argodha	2598534	58689	106	8592	36	22

POPULATION DISTRIBUTION BY REGION: 1998

SINDH

Area	Muslim	Christian	Hindu (Jati)	Qadiani (Ahmadi)	Scheduled Castes	Others
1	2	3	4	5	6	7
ndh	27796814	294885	1980534	43524	300308	23828
yderabad Division	6143458	28687	611290	8326	30929	6847
adin	902378	2874	214171	2705	12252	1664
adu	1646473	6209	34229	1297	261	342
yderabad	2517900	17599	332873	3835	16294	2987
hatta	1076707	2005	30017	489	2122	1854
arachi Division	9506035	238572	81598	16989	3170	9954
arachi Central	2232323	35528	3595	4232	644	1609
arachi East	2646565	77443	13346	5223	1456	1981
arachi South	1617219	74389	46403	1969	600	4458
arachi West	2062193	30798	7445	3786	192	1509
alir	947735	20414	10809	1779	278	397
arkana Division	4133199	2715	90159	2080	3710	1213
cobabad	1372889	884	48684	525	2007	581
rkana	1897245	1069	26200	1210	1121	221
hikarpur	863065	762	15273	345	582	411
irpur Khas Division	2634612	13525	1021213	10000	253422	3577
irpur	601351	4498	262960	2448	33595	1083
nghar	150022	7101	280075	1394	12612	1824
harparkar	543242	380	217386	354	152612	317
mer Kot	339997	1546	260792	5804	54603	353
ukkur Division	5379510	11386	176274	6129	9077	2237
otki	903197	1344	59876	760	4941	431
hairpur	1498039	1360	43686	1104	1766	632
owshero Feroze	1070688	462	14177	1412	281	551
awabshah	1034354	3578	29636	2476	1188	301
ukkur	873232	4642	28899	377	901	322

POPULATION DISTRIBUTION BY REGION: 1998

N.W.F.P.

Area	Muslim	Christian	Hindu (Jati)	Qadiani (Ahmadi)	Scheduled Castes	Others
1	2	3	4	5	6	7
.W.F.P.	17637278	36668	4498	42150	592	14726
annu Division	1160907	1333	225	3213	3	11
annu	673824	1279	220	2015	-	8
akki Marwat	488758	54	5	1202	3	3
.I.Khan Division	1084583	1994	444	1851	49	2290
.I. Khan	847816	1676	441	1127	30	1905
ank	236767	318	3	724	19	385
azara Division	3493903	2805	230	2526	41	6076
bbottabad	876664	1860	40	198	-	1904
atagram	306129	27	115	822	2	183
aripur	689651	798	12	425	24	1318
ohistan	471551	16	2	144	4	853
ansehra	1149908	104	61	937	11	1818
ohat Division	1300039	3141	720	3476	244	349
angu	312761	475	81	980	75	157
arak	429850	60	10	870	-	6
ohat	557428	2606	629	1626	169	186
alakand Division	4247274	995	697	9373	54	4307
uner	503529	59	385	1323	4	748
hitral	315813	53	2	73	-	2748
ower Dir	715887	180	22	1539	2	19
alakand Protected Area	450325	365	130	1347	12	112
hangla	433485	36	12	937	2	91
wat	1253426	297	131	3176	27	545
pper Dir	574809	5	15	978	7	44
lardan Division	2476117	2417	330	7770	59	211
lardan	1452932	2038	266	4745	17	102
wabi	1023185	379	64	3025	42	109
eshawar Division	3874455	23983	1852	13941	142	1482
harsada	1018087	537	56	3580	48	56
owshera	866039	4489	657	3035	9	144
eshawar	1990329	18957	1139	7326	85	1282

POPULATION DISTRIBUTION BY REGION: 1998

BALOCHISTAN

Area	Muslim	Christian	Hindu (Jati)	Qadiani (Ahmadi)	Scheduled Castes	Others
1	2	3	4	5	6	7
lochistan	6484006	26462	32387	9800	6759	6471
uetta Division	1666521	21612	5468	4500	866	990
etta	732666	20406	3796	1871	379	828
shin	365260	385	23	1458	24	33
la Abdullah	368455	503	149	1106	22	34
agai	200140	323	1500	65	441	95
ob Division	998456	1404	560	3057	158	216
ralai	295533	476	452	970	14	110
usa Khel	133447	45	2	473	29	60
r Khan	103319	24	5	47	112	38
la Saifullah	192596	183	3	767	-	4
ob	273561	676	98	800	3	4
bi Division	488402	1085	3896	420	550	541
bi	176371	870	2816	265	60	16
arat	33255	14	-	65	-	6
hlu	99500	131	14	40	157	4
ra Bugti	179276	70	1066	50	333	515
sirabad Division	1060008	616	12681	321	1384	1698
ffarabad	425024	251	5764	120	765	893
sirabad	243638	50	1657	63	218	268
al Magsi	108503	27	1098	76	100	137
lan	282843	288	4162	62	301	400
alat Division	1442633	1399	9359	969	2067	1295
lat	236032	74	1303	59	354	12
astung	163039	199	942	104	286	75
uzdar	413512	507	2302	387	660	98
varan	116986	1	11	45	284	846
aran	205580	169	506	241	274	139
sbela	307484	449	4295	133	209	125
ekran Division	827986	346	423	533	1734	1731
ch	411350	204	45	143	934	526
vadar	184197	93	358	246	363	241
njgur	232437	49	20	144	437	964

POPULATION DISTRIBUTION BY REGION: 1998

ISLAMABAD

Area	Muslim	Christian	Hindu (Jati)	Qadiani (Ahmadi)	Scheduled Castes	Others
1	2	3	4	5	6	7
Islamabad	769279	32738	178	2757	27	256

POPULATION DISTRIBUTION BY REGION: 1998

FATA

Area	Muslim	Christia n	Hindu (Jati)	Qadiani (Ahmadi)	Scheduled Castes	Others
1	2	3	4	5	6	7
A.T.A.	3163481	2306	1046	6541	875	2082
ijaur Agency	591636	100	29	2055	646	761
nyber Agency	122271	45	13	55	3	3
urram Agency	176894	265	84	261	9	16
ohmand Agency	333727	89	36	570	19	12
orth Waziristan Agency	13225	5	-	21	-	-
rakzai Agency	224780	4	203	251	-	203
outh Waziristan Agency	427441	425	159	1595	86	135
A.adj. Lukki Marwat District	6977	-	-	10	-	-
A.adj. Bannu District	19593	-	-	-	-	-
a.adj D.I.Khan District	38920	1	10	58	1	-
A.adj, Kohat District	88310	119	1	26	-	-
A.adj. Peshawar District	53818	-	1	22	-	-
A.adj. Tank District	27118	-	1	26	-	-

ضمیمہ نمبر 5

پاکستان میں اقلیتی ویلفیئر فنڈ (سکالرشپ)

2000

Government of Pakistan
Ministry of Minorities, Culture, Sports, Tourism and Youth Affairs.
(Minorities Affairs Wing)

PAKISTAN MINORITIES WELFARE FUND- ACCOUNTING PROCEDURE (SCHOLARSHIPS)

As amended vide Ministry of Finance O.M.No.119/DFA(MAS)/2000 dated 08-11-2000 and Auditor General of Pakistan's letter No. 41-AC -11/1-59(11)/85- Vol.11 dated 28-4-2000

Whereas it is expedient to issue revised, consolidated and up-to-dated Accounting Procedure for the Pakistan Minorities Welfare Fund issued from time to time since, 1983.

2. Now, therefore, in pursuance of the provision of the Rules of Business, 1973, the Secretary, Ministry of Minorities, Culture, Sports, Tourism and Youth Affairs (Minorities Affairs Wing) make the following procedure for the guidance of all concerned.

1. SHORT TITLE AND COMMENCEMENT:

(i) This procedure shall be called the Accounting Procedure for Pakistan Minorities Welfare Fund.

(ii) This will come into force at once.

2. DEFINITION:

In these rules unless there is any thing repugnant to the subject or context:

(a) "AGPR" means the Accountant General Pakistan Revenues, Islamabad.

(b) "Drawing and Disbursing Officer" means the officer responsible for drawing and disbursing from the Fund.

(c) "Fund" means the Pakistan Minorities Welfare Fund.

(d) "Ministry" means the Ministry of Minorities, Culture, Sports, Tourism and Youth Affairs, Government of Pakistan, Islamabad.

3. OBJECT:

The object of the Fund is to award scholarships to needy and handicapped students of minority communities in Pakistan for advancement of their literary activities.

4. COMPOSITION OF THE FUND:

The Fund shall consist of:-

(i) Initial contribution made by the Federal Government, and,

(ii) Any subsequent contributions voluntarily made by individuals or organizations.

5. UTILIZATION OF FUNDS:

The amount available in the Fund will be at the disposal of Ministry of Minorities, Culture, Sports, Tourism and Youth Affairs for award of scholarships to the deserving students belonging to the minority communities. The expenditure on the grant of scholarships will be incurred with the approval of the Minister Incharge.

6. COMPOSITION OF THE FUND:

(i) The Fund shall be non-lapsable.

(ii) The shall be operated under the following heads of account:-

3000000-Deposits not bearing interest.

3300000-Reserve Fund.

3311007-Pakistan Minorities Welfare Fund.

(iii) All receipts into and payments from the Fund will be credited/debited to the Fund under the aforesaid head.

(iv) The grant from the Government will be credited to the Fund by book transfer by AGPR, Islamabad. The donations/contributions by the individuals and organizations will be deposited in the State Bank of Pakistan or a Government treasury for credit to the Fund through treasury challans in triplicate duly filled in and signed by the Drawing & Disbursing Officer and quoting therein the aforesaid head of account distinctly.

(v) The expenditure incurred from time to time out of the Fund will be debited to the Fund directly.

(vi) Fund will be administered by the Ministry of Minorities, Culture, Sports, Tourism and Youth Affairs (Minorities Affairs Wing).

(vii) The Drawing and Disbursing Officer of the Ministry will also act as the Drawing and Disbursing Officer of the Fund who will maintain a cash book consisting of a Fund Column and a cash column on the Receipt as well as payment side of the cash book. Governments grants, when credited to the Fund by book transfer by AGPR, Islamabad, will be taken under the Fund column on the Receipt side of the Cash Book. Money received as donations/contributions from individuals and organizations in the first instance will be taken on the receipt side of the Cash Book under Cash Column. The amount will be deposited immediately into the Treasury and will not be appropriated towards expenditure, taking it on the payment side of the Cash Book under Cash Column with contra entry under Fund Column on the Receipt side of the Cash Book. Withdrawals from the Fund for disbursement of scholarships only will be taken on the payment side of the Cash Book under Fund column with its contra entry under cash column on the Receipt side of the Cash Book. Disbursement in cash/bank draft for scholarships only will be taken on the payment side of the Cash Book under Cash Column. The cash book will be closed regularly at the end of each month. The closing balance under Fund Column as on 30th June will be reconciled with the balance in the Fund kept in the books of AGPR, Islamabad. The closing balance under cash column should agree with the cash in hand of the Drawing & Disbursing Officer.

(viii) All withdrawals from the fund shall be made by presentation of claim on advance/contingency bill from duly signed by the Drawing and Disbursing Officer to AGPR, Islamabad and followed by final adjustment bill supported with relevant voucher duly passed for payments by him specifying the amount both in figures and words. Appropriation columns of the contingency bill form i.e. the amount available in the fund, the up-to-date expenditure and the balance available shall also be filled in by the Drawing & Disbursing Officer.

(ix) A Controlling Officer for the Fund will be nominated by the Ministry and he shall be delegated necessary powers to sanction and incur expenditure out of the Fund.

(x) The Accounts of the Fund will be maintained and audited by AGPR, Islamabad.

7. PROCESSING OF SCHOLARSHIP APPLICATIONS:

The scholarships will be granted from the fund to the needy and handicapped students of the minority communities in Pakistan. These scholarships will be granted to deserving students studying at various levels from class-I to Post Graduate level.

8. CRITARIA OF ELIGIBILITY:

Criteria of eligibility for grant of scholarships shall be as follows:-

(i) The candidate must belong to Minority Community and must be a regular student of a recognized institution.

(ii) Candidate's parent income must not exceed Rs.3500/- per month in case of students of school level and Rs.5000/- month in case of other students.

(iii) The student must have obtained at least 40% marks in the last year examination.

9. RATES OF SCHOLARSHIPS:

The scholarships to various categories of students shall be granted at the following rates:-

(i) Primary level (Class I-V) Rs. 50/- p.m.

(ii) Secondary level (Class VI-X) Rs. 100/- p.m.

(iii) Intermediate level (FA, FSc, Technical Schools) Rs.150-/p.m.

(iv) Degree level (BA,BSc, B.Com, B.Ed. etc) Rs. 200/- p.m.

(v) Post Graduate level (MA. MSc, M.Com. etc) Rs. 250/- p.m.

(vi) Professional (Medical/Engineering Colleges) Rs. 300/- p.m.

10. RECOMMENDING PROCEDURE:

The applications for grant of scholarships from the deserving students of all over the country will be called for through press every year on the prescribed form (Annex-1). Before, signing the requisite Certificate, Head of Institution, Principal/Headmaster etc. should satisfy himself that the student is eligible for grant of scholarship, the application is in order and is accompanied by marks sheet of last examination and also make sure that the student has not already received scholarship through any other source during that calendar year.

11. SELECTION & DISBURSEMENT PROCEDURE:

(i) The Ministry will scrutinize the applications received from minority students in the light of the Accounting Procedure and issue formal sanction letters in favour of these applications whose cases are found fully covered under the rules. The amount of scholarships will be drawn from AGPR through cheques, open bank drafts will be prepared in the name of students and will be sent to the head of institution for distribution amongst the students. The head of the institution will deliver the open bank drafts to concerned students and get their signatures on the list against their names as token of receipt of drafts. The list will be returned to this Ministry for record. The drafts relating to the students who have left the institutions and whose whereabouts are not known, may be returned to this Ministry.

(ii) Scholarships will be granted once in a year and will not be renewed automatically. Fresh applications and the applications of the old awardees for grant of scholarships will be considered together, on merit each year.

12. This Accounting Procedure is issued with the concurrence of Ministry of Finance vide their O.M.No.1190/DFA(Mas)/2000 dated 08-11-2000 and the Auditor General of Pakistan, Islamabad vide letter No.41-AC-II/1-59(11)/85-Vol-II dated 28-04-2000.

APPLICATION FOR SCHOLARSHIP TO STUDENTS OF MINORITIES COMMUNITIES

1. Name of the Student ________________________________

2. Sex (male/female) ________________________________

3. Father/guardian's Name ________________________________

4. Father's Occupation/profession ________________________

5. Class in which studying ________________________________

6. Name of the educational Institution where studying ____________

   ____

7. Residential Address ________________________________

   ____

8. Whether the application is:-

   (a) Orphan _________ (b) Handicapped/Disabled ____________

   (c) | Christian | Hindu | Other Minorities |

   (Tick the relevant box)

9. Details of last examination (a) year _____ (b) Marks Obtained___/___

10. Details of scholarship received from this Ministry during last year ___

11. If receiving any stipend or financial assistance from other source amount

    Rs. ______ monthly.

Dated: _______ Signature of the Student.

CERTIFICATE OF HEAD OF INSTITUTION

Certified that Mr./Ms. ____
s/o, d/o Mr. ________________________ is a bonafide student of this institution. He/She is studying in class _______. He/She is not receiving financial help from any other sources. His/Her conduct is satisfactory and he/she fully deserves financial help.

Signature & Stamp of the
Head of the Institution.

INCOME CERTIFICATE OF THE FATHER/GUARDIAN OF THE STUDENT

Certified that Mr. ____________________________ is working as ______________________ in ______________________________________ and his/her monthly income is about Rs. ________. He/She is ___________ of the applicant/student.

Signature & Stamp of Employer/
Principal/Head of the Institution
i.e. School/ College/University

ضمیمہ نمبر 6

اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے 22 جنوری 2002ء کا صدارتی حکم نامہ

The Gazette of Pakistan

Extraordinary Published by Authority
Islamabad, Tuesday, January 22, 2002.

Part I

Acts, Ordinances, President's Orders and Regulations

Government of Pakistan.

Ministry of Law, Justice, Human Rights and Parliamentary Affairs

(Law, Justice and Human Rights Division)

Islamabad, the 22 January, 2002.

No. F-2(1)/2002-Pub. --- The following Ordinance promulgated by the President is hereby published for general information.

Ordinance No. V or 2002

AN ORDINANCE

To protect the properties of minority communities meant for their communal use

Whereas in view of prevailing circumstances, it is the demand of the minority communities to protect their properties meant for their communal use:

And whereas the President is satisfied that circumstances exist which render it necessary to take immediate action.

Now, therefore, in pursuance of the Proclamation of Emergency of the fourteenth day of October, 1999, and the Provisional Constitution Order No.1 of 1999, read with the Provisional Constitution (Amendment) Order No.9 of 1999, and

in exercise of all powers enabling him in that behalf, the President of the Islamic Republic of Pakistan is pleased to make and promulgate the following Ordinance:-

1. Short title, extent, commencement and application. --- (1) This Ordinance may be called the Protection of Communal Properties of Minorities Ordinance. 2001.

(2) It extends to the whole of Pakistan.

(3) It shall come into force at once.

(4) It shall apply to properties belonging to the minority communities in Pakistan meant for their communal use.

2. **Definition**:---- In this Ordinance, unless there is anything repugnant in the subject or context ----

(a) "Commission" means the National Commission for Minorities.

(b) "Property" means places of worship, monasteries, seminaries, vicarages, dharamshalas, gaoshalas, burial places, community centers, social welfare, educational, health and recreational institutions meant for communal use of minority communities and includes side building, vacant places, lands, residential places or offices annexed to the said properties.

3. Ban on sale or transfer of minority communities properties. ---- (1) No property of a minority community meant for its communal use shall be bought, sold or transferred by any person without NOC from the Federal Government:

Provided that nothing contained herein shall apply to a property bought, sold or transferred for a Housing Scheme, meant for a minority community, approved by a Provincial or Federal Government.

(2) The N.O.C referred to in sub-section (1) may be given by the Federal Government on the recommendation of the National Commission for Minorities.

4. **Ordinance not to apply to evacuee trust properties**: ---- Nothing in this Ordinance shall apply to the evacuee trust properties forming party of Trust and vested in the Federal Government under the Evacuee Trust Properties (Management and Disposal) Act. 1975 (XIII of 1975).

5. Punishment. --- Whoever buys, sells or transfers any property belonging to a minority community meant for its communal use in violation of section 3, shall be punishable with imprisonment of either description which may extend to seven years and shall also be liable to fine which shall not be less than one hundred thousand rupees and the sale or transfer transaction shall be of no legal effect.

6. Removal of difficulties. --- If any difficulty arises in giving effect to any of the provision of this Ordinance, the Federal Government may make such order, not inconsistent with the provisions of this Ordinance, as may appear to be necessary for the purpose of removing the difficulty.

7. Power to make rules. --- The Federal Government may, by notification in the official Gazette, make rules for carrying out the purposes of this Ordinance.

GENERAL
PERVEZ MUSHARRAF,
President.

MR. JUSTICE
MANSOOR AHMED,
Secretary.

ضمیمہ نمبر 7

.فاقی وزارتِ اقلیتی اُمور کی طرف سے اقلیتوں کے حقوق کے متعلق رپورٹ 2005ء

BRIEF

MINORITIES:

In Pakistan, religious groups other than Muslims represent 3.72% of the total population. The Constitution of Pakistan and laws provide equal status and rights to the followers of all religious and prohibit discrimination on account of religion, race, caste, colour or creed etc. They have the right of adult franchise and full freedom of expression.

2. The steps taken by the Government of Pakistan for the welfare and uplift of minorities, besides other measures are as under:-

(I) Restoration of Joint Electorate System for Minorities:

3. A long-standing demand of the minorities has been fulfilled, which will bring unity among the people of Pakistan. The seats reserved in National Assembly (10) and Provincial Assemblies (23) have also been kept intact to ensure their representation in these houses.

4. The joint electorate will bring the minorities into political mainstream and enable to play their proper role in the body politics.

(II) Local Bodies:

5. The minorities have been adequately accommodated in the Devolution Power Plan 2000. They have their due representation in all the three tiers of local bodies even if they have less than 1% vote ratio in a particular area. This will ensure solution of their problems at the grass root level.

(III) National Commission for the Minorities:

6. To protect and safeguard their religious, social and cultural rights, the Government has provided for a high power National Commission for Minorities

under Chairmanship of Minister for Minorities Affairs. The Commission consists of all sections of minorities in the country.

(IV) National Cultural Awards for Minorities:

7. To preserve and promote the culture of minority communities, Government has reactivated a scheme of National Cultural Awards exclusively for minorities. Under this schemes, awards accompanied by a certificate and cash prized of Rs. 50,000/- are granted each year in the field of literature, fine arts, performing arts, folk arts, education, professions i.e. medicine, engineering and computer and sports.

(V) Financial Assistance to Affectees of Natural Calamites:

8. Whenever the minority communities are affected by the natural calamities, the Government comes to their help and provides financial assistance generously. A sum of Rs. 10.00 million was granted to the flood affectees fo Sindh and Balochistan.

9. Two funds are operative in this Ministry viz (i) Special Fund for the Welfare and uplift of Minorities and (ii) Pakistan Minorities Welfare Fund (Scholarship).

(VI) Special Fund for the Welfare and Uplift of Minorities:

10. This fund has been operative in this Ministry since 1985. An amount of Rs. 50.00 million is provided in annual budget. The fund is further distributed as under:-

i)	70% small development and graveyard schemes and repair/renovation of places of religious importance.	Rs. 35.00 million
ii)	30% financial assistance	Rs. 15.00 million

11. The financial assistance awarded to minority individuals during 2003-04 is tabulated as under:-

	No. of Awardees	*Amount in million*
Awarded by Minority MNA	1007	4.286
Awarded by PM/Minister	2148	3.206

(VII) Pakistan Minorities Welfare Fund (Scholarship):

12. Pakistan Minorities Welfare Fund (Scholarship) is operative in this Ministry since 1976. An amount of Rs.4.170 million is released every year for this fund. This fund is meant for granting of scholarships to minorities students. For this purpose, applications are scrutinized and lists of eligible students are sent to their educational institutions for verification. After receipt of verification, the amount of scholarship is got approved by the Joint Secretary/Minister Incharge. The amount of Rs.3.755 million has been sanctioned to award scholarships to 3121 minorities students upto 15th March, 2004.

(VIII) Small Development Schemes:

13. The extent of fund utilization province-wise during the calendar year, 2003 remained as under:-

Province	***No. of schemes***	***Amount in million***
Punjab	112	45.258
Sindh	66	34.744
Balochistan	6	2.418
NWFP	16	8.418
Total:-		**90.907**

14. These schemes were mainly in the sectors of education, water supply, health, sanitation, electricity, Sui gas and repair/renovation of graveyards, churches, temples etc. The schemes, which were exclusively meant for minorities, were besides those implemented under other public sector development programmes.

ضمیمہ نمبر 8

وزارتِ اقلیتی اُمور کی طرف سے اقلیتوں کے حقوق کے متعلق بریفنگ

(2006)

Presentation on Ministry of Minorities
Minorities Affairs Division

Mission Statement:

Promotion of the welfare of minorities, safeguarding their rights, protection against discrimination and bringing them in the mainstream of the nation. To ensure the upkeep of their religious shrines and trust properties.

Organization of the Ministry:

Ministry of Minorities comprises two wings:

i) Minorities Affairs Wing.

ii) Evacuee Trust Property Board (ETPB) Wing.

Minorities Affairs Wing

1- Population of Minorities:

1998 census.

S.#	*Community*	*Population*
1.	Christians	9,092,902 (1.58%)
2.	Hindu	2,111,271 (1.60%)
3.	Scheduled Castes (Hindu)	332,343 (0.25%)
4.	Ahmadi	286,212 (0.22%)
5.	Others	96,142 (0.07%)
	Total:	4.918,870 (3.72%)

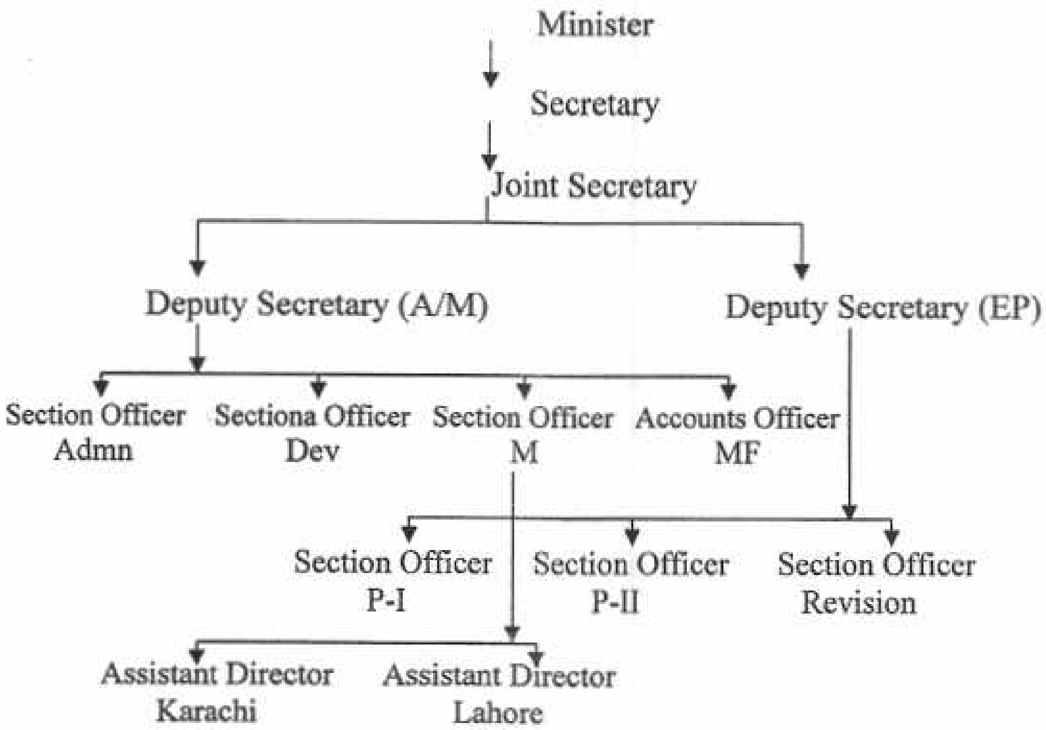
2- Rights of Minorities:

- Minorities enjoy all rights under constitution of Pakistan.
- Equal status and rights.
- No discrimination on account of religion, race and caste.

3- Functions under the Rules of Business, 1973:

- Safeguarding the rights of minorities.
- Promotion of welfare of minorities.
- Protection of minorities against discrimination.
- Representation of Pakistan in international bodies and conferences relating to minorities.
- International Agreements and commitments in respect of minorities and their implementation.
- All other matters relating to minorities.
- Evacuee Trust Properties.
- Policy and legislation with regard to evacuee trust property.

ORGANOGRAM



5- Budget 2004-05: (in Rs.)

Regular	28.412 million
Special Fund	70.00
Total:	**98.412**

6. Budget 2005-06: (in Rs.)

Regular	21.491 million
Special Fund	77.00
Total:	**98.491**

7. National Commission for Minorities:

COMPOSITION

i) OFFICIAL MEMBERS:

1. Minister for Minorities. Chairman
2. Secretary, Ministry of Minorities.
3. Secretary, Ministry of Interior.
4. Secretary, Ministry of Education.
5. Secretary, Ministry of Law, Justice & Human Rights.

ii) NON-OFFICIAL MEMBERS:

1. Mr. Akram Masih Gill, (MNA)
2. Mr. Haroon Qaiser, (MNA)
3. Mr. Dev Das, (MNA)
4. Engr. Basant Lall Gulshan, (MPA)
5. Mrs. Roshan Khursheed Bharucha, (Senator)
6. Engr. Gian Chand Singh, (MPA)
7. Mr. Nazir Ahmad Zia
8. Maj. R. Tanvir Hussain Syed, (MNA)

8. Terms of Reference:

- Consideration of laws, rules and practices discriminatory towards minorities.
- Making recommendations for bringing minorities in the main national stream.
- Ensuring protection of minorities in their religious and cultural festivals.
- Recommendations to redress of grievances of members of minorities.
- Protection/preservation of places of worships of minorities.

9. Special Fund for the Welfare and Uplift of Minorities:

- A Non-lapsable Special Fund for the welfare and uplift of minorities is operative since 1985 for the following purposes:-

i)	Small development schemes and acquisition/improvement of burial places and repair/renovation of places of religious importance.	70%
ii)	Financial assistance to needy individuals	30%

10. Development Committee:

i)	Minister for Minorities.	Chairman
ii)	Secretary, M/O Minorities.	Member
iii)	Financial Advisor, M/O Minorities.	-do-
iv)	Representative of Pak. PWD.	-do-
v)	Chief/Deputy Chief, Planning & Development Division.	-do-
vi)	Joint Secretary, Ministry of Minorities	-do-
vii)	Deputy Secretary, Minorities Affairs Division	Secretary

11. Utilization of Funds during last 4 years:

Year	No. of Schemes	Amount (Rs. in million)
2001-2002	245	59
2002-2003	167	71
2003-2004	133	62
2004-2005 (1st Quarter)	21	30
Total:	**566**	**222**

- **Utilization of funds for financial assistance during 2004-05:**

i)	Financial assistance on the recommendations of MNAs	Rs 17.93 million
ii)	Financial assistance on the direction of Minister	Rs 1.800 million
	Total:	**Rs 19.73 million**

12. Scholarship for the Minorities Students:

- Non-lapsable "Pakistan Minorities Welfare Fund (Scholarship)" of Rs 4.218 million.
- During last 2 years 9800 students granted scholarship of Rs 11.057 million.

13. Rate of Scholarship:

The scholarships to various categories of students are being granted at the following rates:-

i) Primary level (Class I-V)	Rs. 50/- p.m.
ii) Secondary level (Class VI-X)	Rs. 100/- p.m.
iii) Intermediate level (FA, FSc, Technical Schools)	Rs. 150/- p.m.
iv) Degree level (BA, B.Com & B.Ed. etc)	Rs. 200/- p.m.
v) Post Graduate level (M.A., M.Sc, M.Com, etc.)	Rs. 250/- p.m.
vi) Professional Medical/Engineering Colleges.	Rs. 300/- p.m.

14. National Cultural Awards for Minorities:

- For promotion and preservation of culture of minorities "National Cultural Award Scheme" introduced.
- A certificate and cash prize of Rs. 50,000/- granted in the fields of literature, education, medicine, engineering, performing arts, folk arts, computer sciences and sports.
- 92 persons awarded so far.

15. Protection of Communal Properties of Minorities:

- Ordinance issued to protect communal properties of Minority communities.
- Ordinance prohibits sale/transfer of communal properties under use of minorities without approval of Federal Government.